

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَهَيِّئْ لَهَا

الْأُخْرَىٰ ۗ إِنَّهَا هِيَ أَجْرُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ

بِرَقِ سَوَازِل

ترجمہ: علامہ ابراہیم خاں خٹک پوری

تفسیر و تار

ناشر

نوری بک ڈپو

امین پور بازار، فیصل آباد

فون: ۲۲۶۱۱۳-۲۱۱

استاذ فیضانِ عالمی

۱۸۳ ایل علامہ اقبال کالونی، فیصل آباد

marfat.com

Marfat.com

نام کتاب _____ برقی سوزاں اُردو ترجمہ الصواعق
 مترجم _____ علامہ اختر فتح پوری المہرۃ
 ناشر _____ حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی
 مطبع _____ ماس پرنٹرز فیصل آباد
 قیمت _____ /۱۰۵ روپے

الصواعق المہرۃ کے ترجمہ ”برقی سوزاں“ کے جملہ حقوق میں نے
 حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی کے نام منتقل کر دیئے ہیں۔
 کوئی صاحب ناشر کی اجازت کے بغیر اس ترجمہ کو طبع کرنے کے
 مجاز نہ ہونگے۔

اختر فتح پوری
 ۸۹/۸۱

ہندوستان میں رابطہ کے لئے

حضرت حافظ لیسوق احمد خاں زب سجادہ آستانہ عالیہ
 حضرت حافظ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ محلہ باجوڑی ٹولہ رام پور ریوپی

عارف باللہ قطب الارشاد مظہر تجلیات غوث الوری
حضرت سید حافظ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمۃ

چشتی قادری نقشبندی . رام پوری
کے نام

جنکی توجہ خاص سے میں اس کتاب کو شائع کرنے کے قابل ہوا

گر قبول افتد زہے عز و شرف
احقرہ

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی
آستانہ فیضان جمالی
۱۸۳- ایل علامہ اقبال کالونی فیصل آباد

عرضِ ناشر

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الصواعق المحرقة" کا اردو ترجمہ برق سوزاں "اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس کتاب میں اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مخالفین و معاندین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے نہایت مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ نیز ان کی شان و عظمت کا اس رنگ میں تحفظ کیا گیا ہے کہ بے اختیار مؤلف کے لئے منہ سے دُعا خیر نکلتی ہے۔ اس کے علاوہ مؤلف نے صحابہ کرام کے مشاہیرات و مناقشات پر بھی اس عالمانہ انداز میں گفتگو کی ہے کہ قاری کے دل میں محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ اس چرخ نیلی قام کے نیچے صحابہ کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں رضی اللہ عنہم و رضوانہ کا سریفکیٹ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق بات کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، پس جو شخص اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق ثراثر خانی کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنی عاقبت آپ خراب کرتا ہے۔

مجھے مدت سے جستجو تھی کہ کوئی شخص اس بے نظیر اور لاجواب کتاب کو اردو زبان میں منتقل کر دے، سو میں جناب علامہ اختر فتح پوری کامنوں ہوں کہ انہوں نے میری اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے اسے نہایت سلیس اور شگفتہ انداز میں اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں میں اپنے واجب الکرام بزرگ محترم جناب سید صادق علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کا سپاس گزار ہوں،

جنہوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے مفید مشوروں سے میری راہنمائی فرمائی، اگر وہ اپنا دست تعاون دراز نہ کرتے تو شاید کتاب کی اشاعت میں مزید کچھ التوا پڑ جاتا، ان کے علاوہ جناب رشید احمد نوری مالک نوری بک ڈپو امیں پور بازار فیصل آباد بھی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے میرا ساتھ دیا ہے اور کتابت سے لے کر بائڈنگ تک تمام مراحل ان کی ہی نگرانی میں طے پائے۔

موضوع کی مناسبت سے ہم نے علامہ ابن حجر کی دوسری کتاب "تطہیر الجنان" کو اس کے فوراً بعد شائع کر رہے ہیں تاکہ اس موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے اس کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات دے کر ان کی مجتہدانہ شان اور بلند مقام کو واضح کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے اہل علم حضرات اور محبان اہل بیت و صحابہ کرام کے قلوب میں ایک نور بصیرت پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزال فرمائے

اللھم آمین

طالب دُعا

حافظ محمد رئیس خاں رئیس جمالی رامپوری

آستانہ فیضانِ جمالی

۱۸۳- ایل علامہ اقبال کالونی فیصل آباد

فہرست مضامین

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۲۰۳	فصل اول، بالترتیب خلفاء کی افضلیت اور ساری امت پر شیخین کی افضلیت	۱۹	مقدمہ اسلامی فرقے اور امت محمدیہ کا اختلاف
۲۲۸	فصل دوم، قرآن و حدیث میں حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں آپ متفرد ہیں	۲۲	اختلاف کا منبع صحابہ کا صحیح مقام
۲۷۳	فصل سوم، حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں اصحاب ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے	۳۸	محدث ابن حجر البیہقی مقدمہ ثانیہ مقدمہ ثالثہ
۳۰۰	فصل چہارم، آپ کی افضلیت کے متعلق صحابہ، سلف صالحین اور عربوں کے بیانات	۴۷	پہلا باب، حضرت صدیق کی کیفیت کا بیان فصل دوم، آپ کی ولایت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے
۳۰۹	باب چہارم، دربار خلافت حضرت عمرؓ	۷۴	فصل سوم، قرآن و سنت کی وہ سماجی نصوین جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں
۳۰۹	فصل اول، آپ کی خلافت کی حقیقت کے متعلق	۱۰۷	فصل چہارم، کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر کوئی نص بیان فرمائی ہے
۳۱۲	فصل دوم، حضرت ابوبکر کا وقت ارتحال حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا	۱۱۸	فصل پنجم، شیعوں اور روافض کے شبہات کا ذکر
۳۲۰	فصل سوم، آپ نے خلیفۃ الرسول کی بجائے اپنا لقب امیر المؤمنین کیوں رکھا	۱۸۷	باب دوم، اکابر اہل بیت کی طرف سے شیخین کی تعریف
۳۲۰	باب پنجم، حضرت عمر کے فضائل و خصوصیات	۲۰۳	باب سوم، حضرت ابوبکر تمام امت سے افضل ہیں
۳۲۰	فصل اول، آپ کا قبول اسلام		
۳۲۷	فصل دوم، آپ کا نام فاروق رکھنے کے بیان میں		

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۴۱۳	فصل دوم، آپ کے فضائل کا تذکرہ	۳۲۰	فصل ثالث، آپ کی ہجرت کے بیان میں
۴۳۱	فصل ثالث، در بیان شنائے صحابہ و سلف۔	۳۲۱	فصل چہارم، آپ کے فضائل کے متعلق
۴۳۴	فصل چہارم، آپ کی کرامات، فضیلت جات اور کلمات کا بیان	۳۲۵	فصل پنجم، صحابہ اور سلف کی زبان سے آپ کی تعریف
۴۵۱	فصل پنجم، آپ کی وفات	۳۲۸	فصل ششم، قرآن و سنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات
۴۵۷	باب دوم، حضرت حسن کی خلافت فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان	۳۵۲	فصل ہفتم، آپ کی کرامات کے بیان میں
۴۵۷	فصل اول، آپ کی خلافت کے بیان میں	۳۶۲	باب ششم، حضرت عثمان کی خلافت کا تذکرہ
۴۶۳	فصل دوم، آپ کے فضائل		
۴۶۸	فصل سوم، آپ کے بعض کارنامے	۳۷۱	باب ہفتم، آپ کے فضائل
۴۷۷	باب یازدہم، اہل بیت نبوی کے فضائل	۳۷۱	فصل اول، آپ کا قبول اسلام اور ہجرت
۴۸۴	فصل اول، اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات	۳۷۴	فصل دوم، آپ کے فضائل
۴۲۱	فصل دوم، اہلبیت کے متعلق احادیث	۳۸۲	فصل سوم، آپ کے کارناموں، روشن فضائل، شہادت اور منظومیت کا بیان
۴۳۳	فصل سوم، حضرت فاطمہ اور حسنین کے متعلق احادیث	۳۹۷	باب ہشتم، حضرت علی کی خلافت اور حضرت عثمان کے واقعہ شہادت کا بیان
۴۴۲	حضرت امام زین العابدین	۴۱۰	باب نہم، حضرت علی کے فضائل
۴۴۷	ابو جعفر محمد الباقر		کارنامے اور حالات
۴۴۸	حضرت جعفر صادق		
۴۷۳	حضرت موسیٰ کاظم		فصل اول، آپ کے قبول اسلام اور ہجرت کا بیان
۴۷۸	علی رضا	۴۱۰	

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۷۹۳	باب ۱، حضور علیہ السلام کا اہل بیت	۷۸۵	علی العسکری
	کئی تکالیف کے متعلق اشارہ	۷۸۷	ابو محمد الحسن الخالص
۷۹۴	باب ۱، اہل بیت سے بغض رکھنے اور	۷۸۹	ابو القاسم محمد الحجۃ
	دشنام طرازی کرنے کے متعلق انتباہ	۷۹۰	صحابہ کی اقسام
۷۹۷	باب ۱، اہم امور کے متعلق اختتامی بیانیہ	۷۹۷	تتمہ
۸۲۷	باب ۱، دوبارہ تحفیر و خلافت	۷۹۹	باب ۱، اہلبیت کے متعلق آنحضرت
			صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت
		۷۹۰	باب ۱، اہل بیت سے محبت کی ترغیب
		۷۹۰	باب ۱، رسول اللہ کی تبعیت میں اہلبیت
			پر درود پڑھنے کی مشروعیت
		۷۹۱	باب ۱، قابل تکریم نسل کے متعلق
			آپ کی دعائے برکت
		۷۹۵	باب ۱، بیخیم، اس نسل کے متعلق جنت
			کی بشارت
		۷۹۹	باب ۱، امت کی امان
		۷۸۲	باب ۱، ان کی عظیم کرامات پر دلالت
			کرنے والی خصوصیات
		۷۸۸	باب ۱، صحابہ کرام کے بعد آنے والوں
			کا اہلبیت سے عزت سے پیش آنا
		۷۹۲	باب ۱، اہل بیت سے حسن سلوک کرنے
			والے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
			بدلہ دیں گے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الرسل وخاتم النبیین وعلی اصحابہ وازواجہ وآل بقیۃ الطاہرین اما بعد — یہ دونوں عظیم الشان کتابیں محدث احمد بن حجر المکی الہتیمی کی تالیف ہیں۔ پہلی کتاب صواعق محرقرہ ہے جو اہل بدعت اور زندقہ کی تردید میں لکھی گئی ہے، جسے کتاب و سنت اور اس امت کے علمائے سلف کے عقیدہ کے مطابق، ائمہ مجتہدین اور ائمہ علماء کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت خلفائے راشدین کی حقیقت کے اظہار کے لئے تالیف کیا گیا ہے۔ پھر اس کی ذیل میں مناقب آل بیت نبویؐ کا اعتدال پسند علماء مثلاً محب طبری اور حافظ سخاوی کی کتب سے ملخصاً ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ مزید تحریرات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں شیعہ کے ان کج و فرقوں اور وافق کا رد بھی پیش کیا گیا ہے جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کچڑ اچھالنے اور بعض کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں اور اجماع اور اہل حق کے طریق کینحلات بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں جس سے صحابہؓ کا غیر عادلانہان کی روایات کا عدم قبول اور ان کی عدم اقتداء لازم آتی ہے حالانکہ وحی ظاہر و باطن کے نقل کرنے میں وہی ایک متعین راستہ ہیں۔ اس لئے اس طریق کی صحت پر بحث کو نا ضروری تھا تا کہ شریعت اسلامیہ، ثبوت احکام میں ایسی قابل اعتماد دلیل صحیح سے مستند قرار پائے جس سے احتجاج کیا جاسکے اور حجت کو ثابت کیا جاسکے۔

دوسری کتاب تطہیر الخبیان واللسان، عن الخطورة والتفوة بثلث معادیۃ بن ابی سفیان ہے جس میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل۔ پانچویں معرکہ آرائیوں اور ان اختلافات کا ذکر ہے جو آپ کے اور صحابہ کے درمیان ہوئے

اس کے بعد شیعہ اور خوارج کے جن فرقوں نے آپ کو سب و شتم کرنا اور آپ پر لعنت کرنا جائز سمجھ لیا ہے ان کے شبہات کا ذکر ہے، اس تعلق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نگاہ بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کیوں جنگیں کیں اور خوارج کے ساتھ آپ کی جنگوں کی کیا وجہ تھی، اس میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ خوارج کے سوا، جن لوگوں نے آپ سے جنگ کی وہ خطا کار ہونے کے باوجود ثواب کے مستحق ہوں گے کیونکہ وہ مجتہد اور متاؤل تھے، لیکن خوارج نے جو کچھ کیا اس کی کوئی دلیل اور اجتہادی مصلحت نہ تھی اور نہ ہی ان کے زیادتیوں کی کوئی تاویل کی جاسکتی ہے۔

اس کتاب میں، شیعہ اور روافض اور دوسرے فرقوں میں سے غلاة جیسے خوارج میں سے نیز یہ فرقہ کاروشیں کیا گیا ہے، دراصل یہ کتاب پہلی کتاب کے موضوع کی تکمیل کرنے والی ہے کیونکہ اس سے امامت اور عدالت صحابہ کا موضوع پایہ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے، مؤلف نے دونوں کتابوں میں اہلسنت اور جماعت المسلمین کے ان لوگوں کے طریق کو اختیار کیا ہے جن سے اجماع منعقد ہو جاتا ہے یہی ناجی فرقہ ہے، اس موضوع پر اس کے دلائل نہایت مضبوط اور روایات بالکل صحیح، معقول اور مقبول ہیں۔ اس بحث میں ایسے انصاف اور تقویٰ سے کام لیا گیا ہے جس سے جہالت اور عصبیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور اس کی بھلیوں سے زینج و جاہلیت کے بت پاش پاش ہو جاتے ہیں، دلوں سے عقیدے کی پلیدی کافور ہو جاتی ہے اور بیان و برہان کے ساتھ مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے دل منور ہو جاتے ہیں۔

اس کے باوجود مؤلف دونوں کتابوں میں بعض ایسی روایات بھی لے آئے ہیں جن سے مطالب کا ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی طریق حجیت میں وہ کوئی مستقل چیز ہیں، ان کا ذکر صرف مؤانست کی بنا پر کیا گیا ہے تاکہ جس چیز پر دلیل لائی جا رہی ہے اسے مؤکد طور پر بیان

کر دیا جائے اور قبل ازیں اسے دلیل صحیح اور خبر مقبول سے ثابت کر دیا گیا ہے، اس لحاظ سے موافق نے وہ طریق اختیار کیا ہے جسے محدثین شواہد و متابعات کے ذکر میں اختیار کرتے ہیں تاکہ اس سے قوی، قوی تر اور ضعیف قوی ہو جائے۔ یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو فن حدیث میں کامل ہیں خصوصاً مناقب اور فضائل کے باب میں۔ جب ازہر شریف کے مکتبہ القاہرہ نے ان دونوں کتابوں کے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان دونوں کتابوں پر حاشیہ لکھنے، احادیث کی تخریج کرنے اور ان کے اصول کی مراجعت کی ذمہ داری پٹی گئی تو میں نے علم کی خدمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور اہل بیت کی قربت کی خاطر اس بات کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت میں فنا کر دے اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی توفیق ارزاں فرمائے، یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔

میں نے قارئین اور محققین کی سہولت کے لئے دونوں کتابوں پر ایک مقدمہ لکھا ہے تاکہ محققین کو ان کے مطالب پر بصیرت کاملہ، دل بیدار اور فہم سلیم حاصل ہو جائے اور اختلاف کی پیچیدگیوں میں ہم نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں بھڑا اور میں نے دونوں کتابوں میں احادیث کی تخریج و تعلیق میں اس بات کو مد نظر رکھا ہے کہ قاری کو ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو جائے، میں اللہ تعالیٰ سے عون و نصرت کا طلبگار ہوں اور وہی میرے لئے کافی کارساز ہے۔ مکتبہ القاہرہ کے اسی دوسرے ایڈیشن میں توضیح و تخریج اور تعلیق اور مقدمہ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے

مقدمہ میں اجمالی طور پر بعض اسلامی فرقوں اور ان کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے نیز ان کے عقائد اور تفرقہ کے اسباب بھی زیر بحث لئے گئے ہیں، خصوصاً ان امور کے بارہ میں جن کی تردید میں یہ دونوں کتابیں لکھی گئی ہیں، یہ تمام باتیں ایسے طور پر لکھی گئی ہیں جن سے حق و باطل میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور حلاصہ کلام یہ ہے کہ میں مقدمہ کے مطالب میں ائمہ مجتہدین کے افکار و نظریات اور سیدائے مفسر اصحاب کی صحیح رائے مصادر علمیہ مقتدرہ سے لکھو گا

انراں بعدِ نرید یہ اور ان فرقوں کا ذکر کروں گا، اس کے بعد مولف کے حالات زندگی بیان ہوں گے جس میں اسکے وطن، تعلیم، تعلیم، رحلت اور علم و روایت میں اس کے شیوخ کا تذکرہ ہوگا، پھر ان کی تالیفات کا تذکرہ ہوگا جو دنیا بھر کے علماء اور طلباء کے لئے ایک بجزِ خار کی حیثیت رکھتی ہے

اسلامی فرقے اور امتِ محمدیہ میں اختلاف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت، سوائے منافقین کے جو باطن سے نفاق اور بظاہر وفاق کا اظہار کرتے تھے، تمام مسلمان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریقہ پر قائم تھے، جیسے کہ آمدی سے، سید نے شرح مواقف میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ان اجتہادی امور میں اختلاف رونما ہوا جن سے کفر و ایمان واجب نہیں ہوتا اور اس اختلاف سے ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ مراسمِ دین اور شرحِ تویم کے طریقہ ماٹے کار کو قائم کیا جائے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح کا تھا جیسے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ کے اس قول پر اختلاف کیا تھا کہ ایتونی بنفسی ما س اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی - یعنی مجھے کاغذ دوتا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ حضورؐ تکلیف کے غلبہ کی وجہ سے ایسا فرما رہے ہیں یہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے جب اس بات پر کافی شور و غل ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا - "میرے ہاں سے چلے جاؤ، میرے پاس جھگڑا کڑا درست نہیں۔ اس خبر سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑا امامت اور منصبِ خلافت کے بارہ میں تھا، لیکن یہ نزاع اس وقت ختم ہو گیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علیؑ رؤوس الاشهاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسلمان متحد ہو گئے۔

اور پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں بھی اس اختلاف

نے سزا ٹھایا، ہاں عام انتظامی امور میں اگر کسی کو آپ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور اس پر اختلاف ہو تو یہ الگ بات ہے اور آپ کی شہادت اس بات کے نتیجے میں ہوئی کہ غیر مسلم، مسلمانوں کی صفوں میں گھس آئے تھے اور آپ کا قتل ایک عظیم سانحہ اور بڑا فتنہ تھا کیونکہ دشمنانِ دین مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر مضبوط ہو چکے تھے، یہاں تک کہ آپ کے قاتلوں اور آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے والوں میں وسیع پیمانہ پر اختلاف پیدا ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یہ فیصلہ آپ پر آ پڑا، پھر آپ کے اور اصحابِ جمل اور معاویہ اور اہل صفین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور دونوںوں کے درمیان جو کچھ ہوا اس نے بھی اختلاف کو ہوا دی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں اور آپ کے باغیوں میں اختلاف کو مضبوط کیا کیونکہ آپ نے حکیم کے بارے میں رضامندی کا اظہار کیا تھا اس سے شیعہ اور خوارج دونوں نے معرضِ وجود میں آ گئے، مگر مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے آپ کے عہدِ خلافت میں آپ کی پیروی کی وہ لوگ مخلص تھے مگر وہ مسلمانوں کی مصلحت کے نقطہ نگاہ سے اجتہادی طور پر آپ سے الگ رہے، وہ اصحابِ رسولؐ میں سے کسی کی تنقیص نہ کرتے تھے، جنگِ صفین میں، حضرت علی کے ساتھ اصحابِ بیتِ رضوان میں سے اٹھ سو صحابی تھے جن میں سے آپ کے جھنڈے تلے تین سو نے شہادت پائی اس لیے ان کے علاوہ بھی اپنے صحابہ موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے مگر انہوں نے تقویٰ کے باعث آپ کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی جیسے کہ حضرت ابنِ عمرؓ، بلکہ جنگِ بمل میں آپ کے ساتھ جنگ کرنے والے بھی آپ سے محبت رکھتے تھے، جیسے حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت ام المومنین عاتکہ صدیقہؓ۔

ان لوگوں کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ ان قاتلینِ عثمان کی سازش کے نتیجے میں ہوا جو حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے اور انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ حضرت علی انہیں

۱۔ من مقرر التحفة الاثنی عشریہ للأوسی

حضرت عثمان کے وارثوں کے سپرد کر دیں گے، پس انہوں نے فریقین کے درمیان جنگ برپا کر دی اور ۳۷ھ میں شیعہ لقب اختیار کر کے منظر عام پر آئے۔ جیسا کہ عبدالعزیز دہلوی نے ذکر کیا ہے، ہاں دو تین سال کے اندر اس مخلص گروہ میں تشیع کا اثر و رسوخ بڑھ گیا اور شیخین اور دوسرے صحابہ پر بغیر کسی صحابی سے بغض کے حضرت علیؑ کی فضیلت کا چرچا ہونے لگا، انہوں نے بتایا ہے کہ ابوالاسود الدؤلی اور حافظ عبدالرزاق صاحب المصنف اسی عقیدہ کے حامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب ان لوگوں کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:-

لَسْتُ سَمِعْتُ أَحَدًا يُفْضِلُنِي عَلَى الشَّيْخَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَّا حَذَرَ عِدَا الْغُرَبَاءِ
اگر میں نے سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دے رہا ہے تو میں اسے جھوٹ کی حد لگاؤں گا۔ پھر یہ معاملہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں مزید وسعت اختیار کر گیا اور آپ کے زمانہ میں سبائی فرقہ ظاہر ہوا جو چند ایک صحابہ کے سوا سب کو گالیاں دیتے تھے اور انکی طرف کفر و نفاق کو منسوب کرتے تھے اور ان سے اظہار بیزاری کرتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنا نام تبریہ رکھا ہوا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا، ان لوگوں کا لیڈر عبداللہ بن سبا یہودی تھا جس نے مسلمانوں کو فریب دیکر لٹا ہوا اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ امت میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے غلو اختیار کرنے کی دعوت دیتا تھا جیسے کہ قدیم و جدید عیسائیوں میں سے اس کے ایشال نے عداوت پیدا کرنے اور اپنی قوم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معرکہ آرائی کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا، حضرت عمرؓ نے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو سرزمین حجاز سے جلا وطن کر دیا تھا۔ اس بدعت کے اختیار کرنے میں ابن سبا کے دیگر ہم مذہبوں، نصاریٰ، بت پرستوں اور صابیوں نے بھی اس کی مدد کی اس وقت تک شیعہ کا لقب، حُب آل بیت اور عقیدہ سنت کی علامت نہ بنا تھا، شیعہ مخلصین نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ پھر یہ معاملہ بڑھتا ہی گیا اور ان میں سے ایک جماعت حضرت علیؑ کی الوہیت کی قائل ہو گئی اور آپ کو ان لوگوں سے

لے۔ منہ کا ملے لاجت الا شیعہ۔

جگہ کرنی پڑی حضرت علیؑ کے بعد یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ شیعہ فرقہ ۲۴ فرقوں میں تقسیم ہو گیا جیسا کہ مختصر التحفۃ میں ہے اور العبد نے لکھا ہے کہ یہ ۲۲ فرقے ہیں جو ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور ان سب فرقوں کی اصل تین فرقے ہیں۔ غلاة، زیدیہ اور امامیہ، پھر غلاة کے ۱۸ فرقے ہیں اور زیدیہ کے تین اور امامیہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، خوارج کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حضرت علیؑ اور ان بارہ ہزار صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، جنہوں نے حکیم سے رضامندی کا اظہار کیا تھا، وہ نصب امام کو واجب قرار نہیں دیتے اور حضرت عثمان کی تکفیر کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کو کبیرہ کے مرتکب مانتے ہیں، ان میں سے ایک اباضیہ فرقہ ہے جس سے آگے سات فرقے بنے ہیں۔ العبد کے بیان کے مطابق زیدیہ اور امامیہ اعتدال پسند ہیں، غالی نہیں، امامیہ میں سے اثنا عشریہ، جعفریہ بھی کہلاتا ہے۔ آگے پھر یہ دو فرقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، ایک اصولی دوسرا بخاری اصولی صرف ان باتوں کو قبول کرتے ہیں جو ان کے آئمہ کے اصول کے مطابق ہوں اور بخاری خلاف عقل باتوں کو بھی مان لیتے ہیں۔ زیدیہ۔ زید بن علی بن الحسین کے پیروکار ہیں جو شیخین سے اظہار بیزاری نہیں کرتے اور اعتدال پسند ہیں اور جو زید کی طرف منسوب ہو کر شیخین سے اظہار بیزاری کرتے ہیں وہ غالی رافضی ہیں۔

ابوالنظر اسفہانی متوفی ۴۷۱ھ نے لکھا ہے کہ شیعہ کے ۲ فرقے ہیں، جن میں سے امامیہ کے پندرہ فرقے ہیں جو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں کمی بیشی ہو گئی ہے اور اہل سنت کی احادیث پر اعتماد نہیں کرتے۔ خوارج کے تین فرقے ہیں جو سب سے حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ، اصحاب الجمل اور حکیم پر رضامندی اختیار کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ ظالم امام کے خلاف بغاوت کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس پر کفر کا حکم لگاتے ہیں۔

اباضیہ، اپنے سوا، سب کی تکفیر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہ مومن ہیں نہ مشرک، حنفیہ طور پر ان کا خون بہانا مباح ہے لیکن ان سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔ ان میں ایک زیدیہ فرقہ ہے، عبد القادر بغدادی نے لکھا ہے کہ اباضیہ فرقہ اصحابِ اٹھکیم کو شرک کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیتے بلکہ کفرانِ نعمت کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں مگر نظام انہیں فاسق قرار دیتا ہے۔ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ تشیع، حضرت علی کی محبت اور صحابہ پر ان کی فضیلت کا نام ہے، پس جو شخص حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر مقدم کرے وہ غالی ہے، اسے رافضی بھی کہتے ہیں، اگر ایسا نہیں تو وہ شیعہ ہے پھر آپؐ فرمایا: ہمارے دور میں عرفاً اس شخص کو غالی کہتے ہیں جو ان بزرگوں کی تکفیر کرے اور شیخین سے اظہارِ بیزاری کرے پس ایسا شخص گمراہ اور مغضبی ہے۔ ابن عقیل علویؒ نے لکھا ہے کہ زید بن ارقم، مقداد بن الاسود، سلمان فارسی، ابوذر، جناب، جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، سہل بن حنیف، ابوالطفیل، عامر بن واثلہ، عباس، بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب بھی رافضیوں میں سے تھے۔

مگر یہ قول بھی ان دعاوی میں سے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ یہ حضرات شیخین تو درکنار کسی صحابی کی بھی تنقیض نہ کرتے تھے۔ اسفراینی نے التبصیر میں لکھا ہے کہ اس بات کو ابھی طرح سمجھ لو کہ امامیہ کے جن فرقوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ سب کے سب تکفیر صحابہ پر متفق ہیں۔ اور قرآن کریم میں تغیر و تبدل نے بھی مدعی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم میں لمبی ہستی صحابہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ انکے خیال کے مطابق قرآن کریم میں حضرت علیؑ کی امامت کے بارے میں نص موجود تھی جسے صحابہ نے مٹا دیا اور وہ قرآن پر بالکل اکتفا نہیں کرتے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے۔ وہ ایک امام کے منتظر ہیں

جسے وہ امام مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ظاہر ہو کر انہیں شریعت سکھانے کا۔ اس وقت وہ دین کی کبھی بات یہ قائم نہیں۔ اس تمام گھٹکے سے ان کا مقصد امامت کے بارے میں

تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کو خیر باد کہہ کر اس میں اتنی وسعت پیدا کر لیں جس سے محرماتِ شرعیہ حلال ہو جائیں اور عوام کے پاس وہ یہ عذر پیش کر سکیں کہ شیعہ جہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں صحابہ کی طرف سے تحریف و تغیر ہوا ہے وہ درست بات ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو سکتا ہے کہ قرآنِ کریم میں دین کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ابوالمظفر کہتے ہیں کہ عاقل یہی طور پر ان کی گفتگو کی خرابی معلوم کر سکتا ہے، ان باتوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اشرافِ اہل بیت کی دوستی کے پردہ میں وہ جس اتحاد اور شرک کھپائے ہیں اسے نمایاں کر دیا جائے والا ان کے پاس کوئی قابلِ اعتماد دلیل موجود نہیں اور وہ اپنی ان خرافات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے جاحظ کو کثیر تصانیف کرتے دیکھا کہ وہ ہر فرقہ کے لئے تصنیف کرتا ہے تو روافض نے اسے کہا، کہ میں بھی ایک کتاب لکھ دیجئے، تو اس نے انہیں کہا، مجھے تمہارے کسی شیعہ کا علم نہیں کہ میں اسے مرتب کروں، اور پھر اس میں تصرف کروں۔ انہوں نے جواب دیا، آپ جب ہیں کوئی چیز بتادیں گے ہم اسی سے تمسک کر لیں گے۔ اس نے کہا مجھے تمہارے متعلق کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی، سوائے اس کے کہ جب تم اپنے خیال کے مطابق کوئی بات کہنا چاہو تو کہہ دیا کرو کہ یہ قول جعفر صادق کا ہے۔ ان کی طرف اس کلام کے انتساب کے علاوہ اور مجھے کوئی وجہ معلوم نہیں ہو رہی، انہوں نے اپنی حماقت اور عداوت کی وجہ سے جاحظ کی بیان کردہ اس برائی کو پکڑ لیا اور جب کبھی وہ بھٹ یا بدعتِ انحراف کرنا چاہتے ہیں اسے جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ وہ دونوں جہانوں میں ان کی ایسی باتوں سے بری الذمہ ہیں۔ یہاں تک کہ آپ سے یہ حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ روافض حضرت علی کی مدد کرتے مگر خود انہوں نے عجز اختیار کیا اور قریب تھا کہ معتزلہ اپنے رب کو واحد قرار دے دیتے مگر وہ اس کے شریک بن گئے اور انہوں نے اپنے رب کے برابر ہونے کا ارادہ کیا تو اس پر ظلم کرنے والے بن گئے۔ یہ وہ تفریق و اختلاف ہے جس نے اعضائے امت کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اور ان کے درمیان جنگوں کی آگ کے شعلے مار رہی ہے اور بگناہوں کے خون بہائے جا رہے ہیں۔ ابو القریح اصبہانی اور دیگر لوگوں نے ایسے واقعات

کا ذکر کیا ہے جن سے بدن پر لرزہ خیز طاری ہو جاتا ہے اور جگر پھٹ جاتا ہے۔ اس غدا اور اسراف کی وجہ سے ہر فرقہ نے اپنے فرقہ سے بدلہ لیا ہے اور خواتین الہیہ کو مباح قرار دیدیا ہے اور احکام الہیہ سے بغاوت اختیار کی ہے جس سے مصائب و آلام میں اضافہ ہوا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ان پریشان خاطر منتشر افراد کو مجتمع کر کے ان کے دلوں کو مضبوط کرے تا کہ وہ اپنی مشیت کو پورا کرنے کی مکمل قدرت رکھتا ہے۔

اختلاف کا منبع

فروق کے اختلاف کے اسباب کا اصل منبع وہ نقطہ مانے نظر میں جو اپنے اصول میں ہیں پائے جاتے جیسے کہ بغدادی نے کہا ہے کیونکہ ان میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ مستحق امامت کون ہے کیا وراثت سے استحقاق ملتا ہے اور وراثت کون ہے۔ بغدادی کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں وہ امامت کو وراثت قرار نہیں دیتے اور جو لوگ حضرت علیؓ کی خلافت کے قائل ہیں ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ مطلق طور پر اسے وراثت قرار دیتے ہیں اور زید یہ صرف حضرت علی کے دو بیٹوں میں اس کی وراثت کے قائل ہیں۔ نشان الہمیری متوفی ۵۷۳ نے کہا ہے کہ معتزلہ، مرجئہ، خوارج اور زید یہ میں سے بہتر یہ کے نزدیک امامت شوری سے ملتی ہے۔ شیعہوں کے نزدیک قریشیوں کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا، ضرار کے نزدیک بھی اس کے حقدار ہو سکتے ہیں راوندیہ کے نزدیک، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے چچا عباسؓ اس کے حقدار ہیں اور اکثر شیعہ مفسرین کی امامت کے قائل نہیں اسی طرح اکثر مرجئہ کا یہی خیال ہے۔ معتزلہ میں سے جاحظ بھی یہی کہتے ہیں۔ امامت صرف قریشیوں میں سے افضل آدمی کو ہونی چاہیگی۔ مگر نظام کے نزدیک غیر قریشی افضل آدمی کو بھی مل سکتی ہے، جعفریہ اسے صرف حضرت امام حسینؓ کے بیٹوں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ القوشی کہتے ہیں کہ اس بات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کیا نصب امام واجب بھی ہے یا نہیں وجوب کی صورت میں، عقلی اور سمعی طور پر اللہ تعالیٰ پر اس کا نصب کرنا واجب ہے یا ہم پر، اہل سنت کے نزدیک سمعی طور پر ایسا کرنا ہم پر واجب ہے۔ زید یہ اور معتزلہ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں۔ امامیہ کے نزدیک عقلی طور پر یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس بات کو مصنف طوسی نے اختیار کیا ہے اور خوارج کے نزدیک یہ مطلقاً غیر واجب ہے، معتزلہ میں سے ابو بکر اہم کا خیال ہے کہ یہ امن کے ساتھ واجب نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس کی ضرورت نہیں

ہوتی بلکہ اس کا وجہ خوف اور فتنوں کے ظہور کے وقت ہوتا ہے اور فخر الدین رازی نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے اسے عقلاً واجب قرار دیا ہے ان میں حاکم۔ ابوالحسین انجیاط۔ ابوالقاسم الکلبی اور ابوالحسین بصری شامل ہیں۔

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ عصیت اور غلو میں زیادتی کی وجہ سے ہر دور میں علماء کی ایک جماعت نے امامت اور وصیت کے بارے میں شیعہ اور معتزلہ میں سے اپنے اپنے مذہب کا بدلہ لینے کے لئے کتابیں لکھی ہیں، جیسے ہشام بن الحکم، الحکم بن مسکین، الحسین بن سعید، علی بن المغیرہ، محمد بن سعید بن ہلال، احمد بن محمد البرقی، علی بن مسعود المسعودی، صاحب مروج الذهب۔ محمد بن الحسن الطوسی، ابن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ نے جو ابن تیمیہ کے معاصر ہیں، ایک کتاب منہاج الکرامتہ کے نام سے لکھی۔ یہ نصیر الدین طوسی کا شاگرد تھا، ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں اس پر نقض وارد کیا ہے اور اس کا نام منہاج الاعتدال رکھا ہے اور الذہبی نے اسے اپنی کتاب مختصر منہاج الاعتدال میں مختصر طور پر بیان کیا ہے اور محمد مہدی الکاظمی القزوینی نے اپنی کتاب منہاج الشرعیۃ میں منہاج السنۃ کا رد لکھا ہے جو دو جلدوں میں ہے۔ ابو جعفر الطوسی نے الفہرست میں اس کا ذکر کیا ہے اور ابن نوبخت، ابن النذیم اور ان کے علاوہ بہت سے لوگوں نے ان مولفات کا تذکرہ کیا ہے۔

صحابہ کے آخری دور میں قدریہ کا اختلاف بھی رونما ہوا اور اصحاب رسولؐ میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے، جیسے ابن عمر، ابن عباس، ابن ابی اوفی، جابر، انس، ابو ہریرہ، عقبہ بن عامر اور ان کے ساتھی وہ ان سب پر یکجہ کرتا تھا۔ اس کے بعد جن بصری کا زمانہ آیا انہوں نے دواصل بن عطا سے قدر کے بارے میں اختلاف کیا ہے، عمرو بن عبید نے دواصل بن عطا کی پیدا کردہ بدعت میں اس سے موافقت کی تو آپ نے اسے اپنی مجلس سے نکال باہر کیا اور خود اپنے پیروکاروں سمیت مسجد کے ایک کونہ میں الگ ہو گئے۔ پھر مامون کا زمانہ آیا اور اسمیں ری اور اس کے نواح میں بخاریہ کا اختلاف رونما ہوا اور محمد بن قسطل اور عبد اللہ بن یحییٰ القدری سے باطنیوں

کی دعوت کا آغاز ہوا مگر یہ لوگ مسلمان فرقوں میں شمار نہیں
ہوتے پھر خراسان میں محمد بن طاہر کے زمانہ میں کرامیہ کا اختلاف
رو نما ہوا۔

صحابہ کا صحیح مقام

حضرت معاویہ کی تقیص کرنے والوں کے متعلق حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی گناہ سے معصوم نہیں اور نہ ہی اہل سنت انبیاء کے سوا کسی کو معصوم مانتے ہیں لیکن شیعہ اپنے آئمہ کو معصوم مانتے ہیں۔ آنحضور کے صحابہ ایک ایسی جماعت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شریعت کی حفاظت اور اپنے نبی کی نصرت کے لئے چن لیا ہے اور انہیں آپ کی سنت کا امین قرار دیا ہے اور ان کے دلوں کو اخلاص سے بھر دیا ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے اسلام کی سر بندی کے لئے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان، مال، اولاد، خاندان اور وطن کو راہِ خدا میں قربان کر دیا، انہوں نے جنگیں کیں، قتل ہوئے، مالوں کو خرچ کیا اور ہجرت کی اور جب مشکاة نور نبوت کی شعاعوں سے ان کے دل نورِ یقین سے منور ہو گئے اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خارق عادت واقعات اور معجزات کے باعث جو ان کے سامنے ظہور پذیر ہوئے، اسی نور میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور یہ لوگ اپنی جان سے بھی بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے، انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی، اور جب ان میں کسی ایک پر بشریت کا غلبہ ہو جاتا یا اسے شیطانی خیالات آنے لگتے تو وہ اپنے رب کو یاد کرتا اور جلد ہی اظہارِ ندامت کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا۔

وہو الذی یقبل التوبۃ عن عباده اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر وہ صدق و راستی اور مکمل خوف و خشیت کو اختیار کرتا، یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کو عظمت و جلال کا مستحق قرار دیا۔

۱۔ تنزیہ الانبیاء للمصرکفی علم الہدی

marfat.com

Marfat.com

سے اور امت نے بھی ان سے محبت اور رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتایا کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ میری امت کے امین ہیں اور پیروی کرنے والوں کے لئے ستاروں کی مانند ہیں خواہ ان میں سے کوئی فتنوں میں ملوث ہو یا ان سے محفوظ رہا ہو اور خواہ اوائل میں ان میں سے کسی سے گناہ کا صدور ہوا ہو کیونکہ ان کے ایمانی کمال حسن سیرت، اپنے نبی کی متابعت کی محبت اور جان و مال کی قربانی نے، انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پر برائی اثر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ نیکیوں کی کثرت، صغیرہ گناہوں کو دور کر دیتی ہے خصوصاً ان گناہوں کو جو اجتہاداً اور حسن نیت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے ہوں کیونکہ اعمال کا دار و مدار صرف نیات پر ہوتا ہے اگر ایسا آدمی غلط راستہ بھی اختیار کرے، تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ ہمارے ان بزرگوں میں حضرت معاویہ بن سفیان، عمرو بن العاص، یغیرہ بن شعبہ، ہمرہ بن جندب، ولید بن عقبہ شامل ہیں۔ جو حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے یا حکیم سے راضی تھے، یہ سب اقتداء اور روایت کے لائق ہیں اور ان کی احادیث کو قبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور ان کے اعمال کو تقویٰ اور احسان کے تراز میں تولد جاتا ہے۔

اور اسی عقیدے پر امت کے محدثین بھی ہیں، جن میں بخاری اور مسلم جہور علمائے اصول، متکلمین اور فقہاء سب سے مقدم ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے احادیث الاحکام میں سے تیس حدیثیں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان سے روایت کی ہیں جن کا ذکر ابن الوزيرؒ اور دوسرے لوگوں نے کیا ہے اور شیعہ حضرات اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے، جانتے ہیں کہ پہلے لوگ بغیر کسی کی تفسیق کئے اپنے اصحاب کی روایات پر عمل کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے علم جرح و تعدیل میں بھی کسی قسم کی لب کشائی نہیں کی اور نہ ہی رجال الاسانید کے بارے میں کوئی امتیاز قائم کیا ہے حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے سنیہ میں اسما الرجال

۱۔ الروض الباسم

والرواقہ کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کی، پھر اس کی دیکھا دیکھی الغضا شری نے ضعیف رائوں کے بارے میں کتاب تالیف کی اور پھر جرح و تعدیل کے متعلق نجاشی اور ابو جعفر طوسی نے کتاب لکھی اور شیعوں کے تمام فرقے اس بات کے مدعی ہیں کہ وہ علوم کو اہل بیت سے حاصل کرتے ہیں اور باوجود اس کے ایک دوسرے کی تائید و تضلیل کرتے ہیں یہ ان کی احادیث کے جھوٹا اور متناقض ہونے کی دلیل ہے۔ جاوید اس بات کو صحیح تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت امام حسنؑ نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کی تھی اور زید یہ میں سے ہنریہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں رونما ہونے والے واقعات سے بعد ان کے معاملہ میں متوقف ہیں اور ان کی خلافت کے چھ سالہ دور کو صحیح قرار دیتے ہیں اور سلطانیہ ان کی تکفیر کرتے ہیں اور انہیں معصوم قرار نہیں دیتے اور امامیہ میں سے الکاملیہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے جنگ نہ کرنے کے باعث حضرت علیؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور امامیہ میں سے ایک گروہ تقیہ کی خاطر امام کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتا ہے، ایسا آدمی دوسرے لوگوں کے نزدیک کذاب اور مجروح ہو جاتا ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنے ان کے سے بھی یہی کچھ بواسطہ ابان بن تغلب، بیان بن سمان الجزری، محمد بن زیاد الازدی، ابراہیم بن مسلم الطمان، زرارہ بن اعین اور دیگر اہل اہوا اور رما عین سے نقل کرتے ہیں جن کا ذکر بہاء الدین العاملیؒ نے کیا ہے اور انصاف سے کام لئے بغیر ان کا دفاع کیا ہے۔ ان کی کتابوں میں ان باتوں کے خلط ملط ہو جانے اور مذاہب معتزلہ سے مل جانے کے باعث اباحیت اور الحاد کے پھیلنے میں دور رس اثرات پڑے ہیں

پھر یہ لوگ حضرت معاویہؓ پر فسق کا حکم لگاتے اور ان پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، اس بارے میں کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں سے اس وقت ہمارے سامنے یہ کتابیں موجود ہیں۔ النصارح الکافیہ، لمن تولى معاویہ اور تقویۃ الایمان برذکرۃ معاویہ بن ابی سفیان اور العقب الجلیل علی اہل البحر والتعدیل اور فصل الحاکم فی النزاع

والقاصم بن بنی امیہ و بنی ہاشم۔

یہ سب کتابیں محمد بن عقیل العلوی الحسینی نے لکھی ہیں اور ان میں ایسے ظلم و ستم اور بہتان طرازی کا طریق اختیار کیا ہے جس سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور امامیہ نے اس باب میں جو کتابیں لکھی ہیں، ان سب پر وہ غلو کرنے میں سبقت لے گیا ہے جیسے ابن الماتقانی اور اس سے پہلے کشتی، بنجاشی اور طوسی، ان تالیفات میں کثیر صحابہ اور آئمہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اور ان کی طرف جن کبیرہ گناہوں اور ذلیل باتوں کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کوئی اصل موجود نہیں ہاں غلو، عصیت اور دین کے دائرہ سے باہر ہو کر یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔ یہ کتب ابن ابی کی تالیف کی مانند ہے جس میں صحابہ کئے عیوب پر بحث کی گئی ہے اور بعض نے تو حضرت ابو ہریرہؓ پر جرح کرتے ہوئے مکمل کتاب ہی لکھ دی ہے مگر یہ سب موضوع روایات اور کمزور شبہات ہیں۔

ان لوگوں کو جھوٹ بولنے، اور موضوع روایات گھڑنے پر، عصیت کی ظلمت نے آمادہ کیا ہے، اور اسی عصیت نے انہیں سنت صحیحہ کی احادیث سے استفادہ کرنے سے محروم کر دیا ہے کیونکہ یہ اہل سنت کی روایات میں سے ہیں۔ ان کے مذہب نے انہیں حقیقت سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ وہ قرآن میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے بھی قائل ہو گئے ہیں اس لحاظ سے وہ بقول اسفرائینیؒ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہو گئے ہیں اور اور علامہ موسیٰ جبار اللہ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کا رد بھی پیش کیا ہے لیکن جو لوگ بفضلِ ایزدی اس عصیت سے آزاد ہو کر غور کرتے ہیں ان پر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ کتاب و سنت کے صریح دلائل اور علمائے مسلمین کے اجماع اور عقلاء کی تائید اور محقق منصفین کے انصاف نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ تمام صحابہ عادل تھے اور وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہیں کہ نہ خیر امۃ اخرجت للناس، تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

۱۔ ابن الخياط في الانتصار ۲۔ ولصديقنا الشيخ محمد السامعي الاثنا عشرية اصول الدين رد قوی

علی العالی الذی الف فی انتقام من ۳۔ الرشیعی فی نقد علماء الشیعة

وَكذلك جعلناكم امة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس (اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو اعلیٰ درجہ کی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو) اور اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے متعلق شہادت دی ہے خیر القرون قسری یعنی بہتر صدی میری ہے اور آپ نے صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا ہے جیسے کہ احمد طرابلسی اور ترمذی نے بیان کیا ہے اوصیکم باصحابی یعنی میں اپنے صحابہ کے بارے میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں۔ علامہ بیضاویؒ ان کی شان کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو مطاعن صحابہ کے بارے میں منقول ہیں ان کی تاویلات بھی ہو سکتی ہیں اور وہ محتمل المعنی ہیں۔ مگر جو کچھ ان کے مناقب کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے اس کے مقابل ان مطاعن کی کوئی حقیقت ہی نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب کی محبت سے متمتع قرار دے۔

ابوزرہ العزاقی شیخ مسلم کہتے ہیں کہ جب آپ کسی کو اصحاب رسول کی تنقیص کرتا دیکھیں تو سمجھ لیں کہ وہ شخص زندیق ہے ایسے کہ قرآن اور سنت رسول اور جو کچھ ان میں آیا ہے سب سچ ہے اور یہ سب چیزیں ہم ہمک صحابہ کے ذریعہ پہنچی ہیں اور جو شخص ان کو برا کہتا ہے وہ کذاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے پس ایسے شخص کو برا کہنا اور اس پر ضلالت و زندیقیت کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

سعد الدین نقاش زانی کہتے ہیںؒ۔ صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے بچنا واجب ہے اور جو باتیں ان کے بارے میں بظاہر طعن کی صورت میں نظر آتی ہیں ان کی تاویلات کرنی چاہئیں خصوصاً مہاجرین، انصار، اہل بیت الرضوان، بدر، احد اور حدیبیہ میں شامل ہونے والے صحابہ کے بارے میں یہ صورت اختیار کرنی چاہئے کیونکہ ان کی رفعت شان کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے اور آیات صریحہ اور اخبار صحیحہ نے اس بات کی شہادت فراہم کر دی ہے اور ان سب کی تفصیل کتب حدیث و سیر اور مناقب میں موجود ہیں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ شَرَحِ الْمُقَامِدِ رَحْمَةُ اللَّهِ بِهِ طَوَالِحُ الْأَنْوَارِ

نے صحابہ کی تعظیم کرنے اور ان پر طعن کرنے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے، آپؐ نے فرمایا:
 اکر موالا صحابی فانهم خیارکم صحابہ کی عزت کرو کہ وہ تمہارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر فرمایا
 لا تسبوا اصحابی فدون احدکم انفق میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی شخص
 مثل احد ذہباً ما بلغ مد احدہم ولا احدہم کے مثل سنا خوچ کرے تب بھی ان کے مٹھی
 نصیفہ دینے ہوئے جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

پھر فرمایا:

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتحدوہم غرضاً میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور میرے
 بعدی فمن احبہم فحببی احبہم بعد انہیں نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری
 ومن البغضہم فببغضی البغضہم محبت کی وجہ سے کتاب اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے
 بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

روافض میں سے غلامہ کو خصوصاً بعض صحابہ سے بغض ہے اور وہ ان پر ایسی حکایات
 اور افتراؤں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں جن کا دوسری اور تیسری صدی میں وجود تک بھی نہ
 تھا، ان کی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ واقعات کو غلط رنگ دیدیتے ہیں
 اگرچہ صراط مستقیم پر قائم رہنے والے شخص پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا، آپ لوگوں کے لئے یہی
 بات کافی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ گزشتہ صدیوں میں ایسی باتوں کا وجود تک نہ تھا۔ اور نہ
 ہی پاکیزہ خاندان میں وہ باتیں موجود تھیں جن کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں، بلکہ ان کا عظیم القدر صحابہ
 علماء اہل سنت اور خلفائے راشدین کی تعریف کرنا ایک مشہور بات ہے اور ان کے خطبات
 رسائل، اشعار اور مدائح میں ان سب باتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جن باتوں انہوں نے افراط
 سے کام لیا ہے ان میں حضرت امیر معاویہؓ کی تنقیص آپ کے علم و فقہ میں فروتر درجہ پر ہونے
 دین میں سنت کے مخالف نئی چیزوں کے رواج دینے اور وحی پر اپنی رائے مقدم کرنے کی باتیں
 شامل ہیں ان میں سے۔

ط: النصیف - ایک پیمانہ ہے جو ٹد سے کم یا اس کا نصف ہے۔ جیسے عیش، عشر ہے۔

۱۔ ایک بات رکینین یا نینین کو بوسہ دینے کے متعلق ہے جو کہ خلاف سنت ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس معاملہ میں ان سے بگڑے بھی تھے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ وہ اس معاملہ میں سنت اور روایت کے متبع ہیں۔ وار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

انہ علیہ السلام کان یقبل الرکن حضور علیہ السلام رکن یمانی کو بوسہ دیا کرتے تھے اور اپنا
ایمانی ویضع یدہ علیہ ہاتھ اس پر رکھا کرتے تھے

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ

انہ علیہ السلام اذا استلم الرکن حضور علیہ السلام رکن یمانی کو بوسہ دیتے
ایمانی قبلہ تھے۔

اور ابن عمرؓ سے ترمذی کے سوا ایک جماعت نے روایت کی ہے اور مسلم نے اسے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ دونوں بیان کرتے ہیں کہ

لم یرئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ میں سے سونے
یمسح من البیت الا اکرکنین الیمانین رکین یمانین کے اور کسی چیز کو چھوتے نہیں دیکھا۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ

کان صلی اللہ علیہ وسلم لا یستلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود اور رکن یمانی کے سوا کسی
الا ہجر والساکن الیمانی کو بوسہ نہ دیتے تھے۔

اس حدیث کو مذاہب اربعہ کے اصحاب نے لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رکن عراقی اور شامی کو بوسہ نہیں دیا جاتا تھا۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ آپ نے نماز میں بسم اللہ کو با آواز بلند پڑھنا ترک کر دیا تھا جس پر

مہاجرین و انصار نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا، معاویہؓ تو نے بسم اللہ کا سرقہ کر لیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں بھی روایت پر ہی عمل کیا ہے حضرت انسؓ سے

روایت ہے کہ اندہ صلی خلف النبی کریم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر حضرت عثمان کے پیچھے نازیں پڑھی ہیں عثمان فلم یسمع احداً منهم لقلاً لیکن کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے نہیں سنا۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ نوا استفتحون کہ یہ حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع القراءۃ بالحمد للہ رب العالمین لا یشکرہون کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ذکر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں کرتے تھے۔

احمد، دارقطنی، نسائی، ابن جہان، ابویعلیٰ، ابو نعیم اور ابن خزیمہ نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ ابوداؤد نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ

انہ علیہ السلام کان ینحافت بالبسطۃ حضور علیہ السلام بسم اللہ کو نیچی آواز سے پڑھا کرتے تھے ثوری۔ احمد۔ ابوعبید نے حضرت عمرؓ اور علیؓ سے بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کی روایت بیان کی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ آپؐ حج تمتع سے منع کیا ہے اور یہ ترمذی کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباسؓ سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جیسے کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ

انہ علیہ السلام نہی عن التمتع قبل کہ حضور علیہ السلام نے حج سے قبل عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عمرؓ اور عثمانؓ سے تمتع کی روایت بیان کی گئی ہے اور انہی سے تمتع سے منہائی کی روایت بھی آئی ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے، اوائل میں جواز ثابت ہے اور آخر میں منہائی نے جواز کو منسوخ کر دیا ہے اور نہی کو عمرہ کے احرام کو حج کے میں داخل کرنے پر بھی معمول کیا

جاسکتا ہے، یعنی یہ کہ پہلے حج کرے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔ نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اگر پہلے حج کا احرام باندھے، پھر عمرہ کا، تو امام شافعیؒ کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اور ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کے حج کا احرام درست نہ ہوگا۔

۴:- چوتھی بات یہ ہے کہ آپؐ نے صدقہ فطر کے بارے میں کہا ہے کہ یمن کی گندم کے دو مد کھجور کے ایک صاع کے برابر ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ قیمت معاویہؓ کی مقرر کردہ ہے میں اسے قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوں گا، ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور کتب سنت میں صحابہ کے ثابت شدہ عمل کے خلاف ہے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابن زبیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:-

بئس الاثم الفسوق بعد الايمان ايمان لانے کے بعد گناہ اور نافرمانی کے راستے کو اختیار کرنا بڑی بات ہے اسکا جواب یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکاة کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امر کھجور میں ایک صاع الفطر صاعاً من تمر او صاعاً من شعیر صدقہ فطر مقرر فرمایا ہے تو لوگوں نے دو مد گندم کو ان فضل الناس فیہ مدین من حنطة کے مساوی قرار دیا۔

سنن دارقطنی اور مصنف عبد الرزاق نے عبد اللہ بن ثعلبہ سے بیان کیا ہے کہ

خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل حضور علیہ السلام نے عید الفطر سے ایک دو یوم قبل خطبہ الفطر بیوم او یومین فقال اذوا صاعاً میں فرمایا کہ گندم کا ایک صاع دو مدوں کے درمیان من بر او قمع بین اثنتین درمیان ادا کرو۔۔۔۔۔

اور سنن نسائی اور الوداؤد نے حسن بصریؒ سے ادا ہونے نے ابن عباسؓ کے ایک خطبے کے حوالے سے بتایا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنے رفدوں کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور سے ایک صاع اور گندم سے نصف صاع ادا کرنا مقرر فرمایا ہے۔

قاری کہتے ہیں کہ اس کے راوی مشہور اور ثقہ آدمی ہیں لیکن یہ روایت مرسل کیونکہ جو کچھ کہا گیا ہے اسے حسن نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا، آپ کو معلوم ہے کہ غیر مدلس معاصر کی معنی روایت ملاقات ثابت ہونے پر ہی مقبول ہوتی ہے خواہ ملاقات صرف ایک دفعہ ہی ہو، اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم صرف معاشرت پر ہی اکتفا کرتے ہیں خواہ ملاقات ثابت نہ بھی ہو۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگی کہ حسن، ابن عباسؓ کے معاصر تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی اور حسن نے ۷۸ھ میں تو اس روایت سے حجت پکڑنا تو صحیح ہے، اکثر محدثین کے نزدیک حسن کی مرسل صحیح ہیں، جن میں ابن المہدیٰ البزریؒ اور یحییٰ قطان شامل ہیں۔ خصوصاً جب اس مرسل روایت کو کسی دوسرے طریق سے مدلل جائے تو اکثر اربعہ کے نزدیک یہ قابل حجت ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ مجتہد، غلطی کرنے پر مجبور ہوگا، ایسے آدمی کے لئے حدیث کی مخالفت کرنا یا تو علت نسخ کی وجہ سے ہوگا یا عدم علم کی وجہ سے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا صحابہ کے کتنے ہی اجتہادات کو رد کر دیا تھا، جن میں سے بہت سوں کو زکشی نے "الاستجابة فيما بين عائشة على الصحابة" میں جمع کر دیا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ سنت میں امیر معاویہؓ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور وہ مردود الروایت ہیں تو اس کی تردید "تطهير النجاس" کے حاشیہ میں ہوگی۔

یزید یہ کو اسفرائینی نے اہل بدع کے فرقوں میں ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر انہیں مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ بہتر فرقوں میں شامل ہیں، ان کے میں سے زیادہ فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ یزیدیہ الخوارج کہلاتا ہے یعنی یزید خارجی کے پیروکار، یزید بصرہ میں رائلش پذیر تھا پھر وہ جو فارس میں آگیا یزیدیہ الخوارج میں اباضیہ فرقہ کا لیڈر تھا اور کہا کرتا تھا کہ

"اللہ تعالیٰ عجیوں میں ایک رسول مبعوث کریگا اور اس پر کتاب نازل کریگا

جس سے شریعت محمدیہ منسوخ ہو جائے گی۔
بغدادی نے انہیں یزید بن ابی انیسہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے اس ضلالت کے باوجود وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتا تھا، جنہوں نے اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اگرچہ وہ آپ کے دین میں داخل ہوئے ہوں ایسے لوگوں کا نام وہ مومن رکھتا ہے۔

بغدادی کہتا ہے، اس قول کے مطابق تو عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مونکانیہ بھی مومن قرار پائیں گے کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا مگر آپ کے دین میں شامل نہیں ہوئے اور یہ بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ یہود کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے اور جو شخص شریعت اسلام کے نسخ کا قائل ہو اسے اسلامی فرقوں میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے، بعض علماء نے اسے یزید بن معاویہ اموی کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ وہ بنو امیہ میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ فرقہ اپنے معتقدات کو پوشیدہ رکھتا ہے، ایسے علماء کو اس کی شناخت میں اختلاف ہے۔

محققین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ فرقہ موصل کی ایک بستی "ترہایا" سے تعلق رکھتا ہے یہ لوگ مجوسی تھے اور کردوں میں سے کچھ لوگوں نے حلوان کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کے پاس شیخ عدی بن مسافر اموی آیا جو ایک زاہد آدمی تھا تو یہ لوگ مسلمان ہو کر اس کے معتقد ہو گئے اور اس کی تعلیم میں غلو سے کام لینے لگے اور انہوں نے اپنا نام عدی رکھ لیا۔ مورخین کے نزدیک عدی بن مسافر اموی ایک متقی اور زاہد آدمی تھا جو شام کی ایک بستی بلبک میں پیدا ہوا اور حکاریہ کے پہاڑوں میں جبلین کے کردوں کی ہدایت کے بعد رہائش پذیر ہو گیا۔ موصل میں وفات پائی اور لیش کے پہاڑوں میں ۵۵۷ھ میں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں شیخ عبد القادر حلیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:- یعنی

لو كانت النبوة تنال بالمجاهدة لنا لها
عدی بن مسافر اگر نبوت مجاہدات سے حاصل ہوتی تو عدی بن مسافر مجاہد سے ضرور حاصل کرتا۔

ابن اثیر نے الکامل میں، ابن خلکان، عمر بن الوردی، ابوالقداء اور الذہبی نے دول الاسلام میں اور الیافعی نے مرآة النجان میں اور المقریزی نے المخطط میں اور الشعرانی نے الطبقات اور ابن العواد نے التذرات میں اس کے حالات لکھے ہیں۔

یزید یہ، اوائل میں عدی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے العدویۃ کہلاتے تھے اس کی وفات کے بعد انہوں نے اس کے بارے میں غلو کرنا شروع کر دیا اور ان کا اعتقاد یہاں تک تھا کہ وہ ان کے نماز روزے کا بھی ذمے دار ہے اور انہیں بغیر حساب کے جنت میں لے جائے گا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا نام یزید یہ رکھ لیا جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے ساتھ اندھی محبت رکھتے تھے اور اب تک ان کے مسکن لواء الموصل میں بنجار اور شیخان کے مقامات پر موجود ہیں۔ شیخان، باعذرا اور عین سفی کے قرب وجوار کی ایک بستی ہے۔

ان عقائد میں ہے کہ سات فرشتوں میں سے پہلے عزرائیل پیدا ہوا ہے اور اس کا نام وہ موز فشرہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اپنی بعض آیات کا پابند ہے۔ ان کے نزدیک کتاب مقدس دو کتابیں ہیں۔ پہلی کا نام وہ "الجلوة"، رکھتے ہیں اور اس پر جو کچھ تحریر ہے اسے عدی بن مسافر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسری کا نام "معصف رش" ہے۔ کردوں کی زبان میں رش کے معنی سیاہ کے ہیں۔ یہ کتاب عدی کے ایک سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ السفارینی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے، حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے میں توقف یا تو قاتل کے بارے میں عدم علم کی وجہ سے کیا ہے یا اس خوف سے کہ کہیں فساد زیادہ نہ بڑھ جائے اور حضرت طلحہؓ، زبیرؓ، معاویہؓ اور ان کے ساتھی جنہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ سے جگ کرنے میں ان کی تعلید کی، پس یہ لوگ متاؤل ہیں اور یہ جنگیں اس لئے ہوئیں کہ صحیح صورت حال متنبہ ہو گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے جسے اجماع کا درجہ حاصل ہے کہ یہ حضرات عادل ہیں ان کی شہادت اور روایات کو قبول کیا جائے گا۔ اور طحاوی جیسے آئمہ نے اپنے عقیدہ میں اور الکمال نے المسایرة میں اور الزبیدی نے احیاء کی شرح میں اور ابن عربی نے عوام

میں اور ابن اثیر نے کامل میں اور الزرقانی نے المواہب کی شرح میں اور الشہاب الألوسی نے الابواب العراقیہ میں اور دیگر بہت سے لوگوں نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ علماء نے کسی ایک صحابی کی تنقیص کرنے والے اور اہل بیت یا ازواج کو گالی دینے والے کے متعلق حکم کا بھی ذکر کیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے مشہور مذہب امام مالک کا ہے آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان حضرات میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ کہے اسے قتل کیا جائے اور قاضی ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہؓ پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری قرار دیا ہے بلا اختلاف اس کی تکفیر کی جائے گی اور ایک کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے، یہ مسئلہ مبسوط رنگ میں مؤلف کی کتاب الاعلام بقواطع الاسلام اور تنبیہ الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر الانام أو احد من اصحابہ الکرام میں بیان کیا گیا ہے، اس کتاب کے مؤلف محقق ابن عابدین ہیں جنہوں نے ۱۲۲۸ء میں وفات پائی، اس کے علاوہ تمام مذاہب کی کتب فروع اور متکلمین اور دیگر اصحاب کی کتب میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے یہ وہ بیان ہے جس کا تذکرہ علماء اور محقق متکلمین، نقباء اور محدثین نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے شیعہ امامیہ اور زیدیہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے کہ وہ اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں، یہ عقیدہ ان میں سے متاخرین اور معاصرین امامیہ اور زیدیہ کا نہیں۔ امامیہ شیعہ کے عالم محمد آل کاشف الغطاء نے سفیان ابن السمط کے بارے میں ابی عبد اللہ الصادق سے نقل کیا ہے کہ

”ظاہری اسلام وہ ہے جس پر لوگ قائم ہیں یعنی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (المحدث)

اس سے یہ استرلال ہوتا ہے کہ اہل سنت مومن ہیں، اس طرح ابی جعفر اباقر سے صحیح حمران بن اعین میں جو کچھ منقول ہے اس میں ایک حدیث یہ ہے کہ ”اسلام وہ ہے جو قول و فعل سے ظاہر ہو اور یہ وہ بات ہے جس پر تمام فرقوں کے مسلمان قائم ہیں اس سے خون محفوظ ہوتے، وراثت کے احکام جاری ہوتے اور نکاح جائز ہوتے ہیں اور لوگ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے لئے جمع ہوتے ہیں ایسے وہ کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آجاتے ہیں۔“

مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ متوفی ۷۲۹ھ نے بیان کیا ہے کہ زید یہ، صحابہ کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے کیونکہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ اجماع، یہ ایک بے دلیل بات ہے، بلکہ یہ لوگ خطا کار ہیں۔

اس بناء پر اب اہل سنت اور امامیہ اور زیدیہ میں کوئی ایسا اختلاف موجود نہیں جس سے اختلاف کی خلیج کو وسیع کیا جائے یا بغض کی وجہ مسلمانوں میں افتراق پیدا کیا جائے کیونکہ وہ تو مسیحیوں، یہود اور لادین لوگوں کے درمیان قلیل التعداد ہیں اور ان کے دشمن قوی اور لیٹر ہیں، مسلمانوں کو اس وقت اپنی جمعیت کی بہت ضرورت ہے اور جو جماعت انہیں اکٹھا کر دیگی اللہ تعالیٰ انکی آپس میں صلح کر دیگا اور پیاس کو چشے کے ذریعہ دور کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے بھی اجتماع اور عدم افتراق کی دعوت دی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المؤمنون اخوة کہ مومن آپس میں بھائی ہیں۔

پھر فرمایا والمؤمنون والمرمونات بعضهم مومن اور مومنات ایک اولیاء بعض، دوسرے کے اولیاء ہیں۔

پھر فرمایا ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے واضح من بعد ما جاءهم البينات ادللّٰہم مذهبہم دلائل آجائے کے بعد اختلاف و افتراق کا رائے

۱۔ الرسالة الوازعة للمتقدين عن سب صحابہ سید المرسلین۔

پھر فرمایا

واعتصموا بحبل اللہ

اللہ کی رستی کو مضبوطی سے تھامے

جميعاً ولا تفرقوا

رہو اور تفرقہ نہ کرو۔

پھر فرمایا ان الذین فرقوا دینہم

جو لوگ دین میں تفریق کر کے گروہ درگروہ

وہکونوا شیعاً لست منہم فی شیء ان

ہو گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان

امرہم الی اللہ ثم وینبئہم بہا

کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور طے ہوگا پھر وہ

کانوا یفعلون

انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔

اور سنت نبوی میں انوث و محبت، لازم جماعت، مسلمانوں کی خیر خواہی، السلام علیکم

کو رواج دینے کے متعلق بہت کچھ آیا ہے جس کا مقصد اجتماع مسلمین اور عدم تفریق

ہے۔ الموسوی نے العقول المہستہ میں لکھا ہے کہ امامیہ اور اہل سنت کے نزدیک

کسی اہل قبلہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی حدیث صحیح میں ہے۔

من شہدان لا الہ الا اللہ واستقبل

یعنی ہر شخص گواہی دے کہ اللہ ایک ہے

قبلتنا و صلی صلاتنا و اکل فی بیعتنا

اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری

فذلک اعلیٰ (المسلم)

نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے

اور ابو ذر کی حدیث میں آیا ہے

کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال لی البنی صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے کہا کہ آپ کی امت کا

قال لی جبریل من مات من امتک

جو شخص مر جائے اور وہ کسی کو اللہ کا شریک

لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنة

قرار نہ دیا ہو وہ جنتی ہوگا۔ میں نے کہا کہ خواہ

قلت وان زنا وان سرق قال وان

اس نے چوری اور زنا کا ارتکاب بھی کیا ہو آپ

زنا وان سرق

نے فرمایا ہاں خواہ اس نے چوری اور زنا بھی کیا ہو

پس مسلمانوں میں تفرقہ کس وجہ سے ہے جبکہ انہیں اس وقت وحدت کاملہ اور ہمہ گیر روابط

کی ضرورت ہے اور ان کے درمیان کوئی ایسی اختلافی وجہ موجود نہیں جو تعلقات

کے انقطاع اور دشنام طرازی کا مقتضی ہو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بصیرت کو
منور فرما کر ان کے قلوب میں اتفاق و اتحاد پیدا کر دیں۔ آمین

”بقوس سوزائے کی کامیابی کے بعد ادارہ الجمالیہ کی دوسری فخریہ پیشے کشی“

نقابہ ترمید حوالے مستند

معتبر کتب و تاریخ احوال

سلف احادیث ہولے اور

تفسیر قرآن سے ماحذ۔

شان ابوطالب

شان ابوطالب جس سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطالب موتے تاجی

ہیں۔ علماء اہل سنت کے تحقیق و جستجی کا انمول شایکار۔

اپنے ایمان کے عینگی اور لقا کے لئے اسے کاملاً فرور کریں

مرقعات شہادت

قیغوں کے سائے جیسے اعلان سے حق

وہ پیارے حینے جن کے مظلومیت پر زمین و آسمان نے خون کے

آئینہ بپائے۔ ارفیے کر بلا یہ مقدس خونے کا چھڑکاؤ کاشی رالت

کے تاراجی کے روح فرسا اور لرزہ خیز داستانے۔

اسے کاملاً نہ نہایتے ضرور سے رہے۔

۳۸ محدث ابن حجر المصیتی

ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر المصیتی المالکی السعیدی الانصاری
اشافعی المحدث الفقیہ الصوفی، جو علامہ ابی العتیم کی طرف منسوب ہیں جو مصر کی مغربی
نظامت کے ماتحت ہے اور امیر انبی فہرست المشاہد الفوقیہ میں کہتے ہیں آپ کو
الھیاتم بستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے المصیتی کہتے ہیں۔ الھیاتم مصر کی ایک
بستی کا نام ہے۔ آپ مذکورہ بستی میں ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے، صغیر ہی میں
آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی کفالت دو کامل اماموں شمس الدین بن ابی الخلیل
اور شمس الدین الشادری نے کی۔ پھر شمس الدین شادری آپ کو علامہ ابی العتیم سے
سیدی احمد البدوی کے پاس طنطا میں لے گیا، وہاں آپ نے مبادی العلوم پڑھے
اور قرآن پاک حفظ کیا، پھر وہ آپ کو ۹۲۳ھ میں کعبۃ العلوم جامعہ ازہر میں لے آئے
اور آپ نے اس وقت کے علماء مصر سے علم حاصل کیا۔
مسلم روایت میں آپ کے شیوخ۔

آپ نے حصول علم کے بعد، جلیل القدر
علماء سے روایت کی، جن میں شہاب الرطبی، شمس اللقانی، شمس السہودی
الشمس المشہدی، الطیلاوی، شہاب بن البخار الجبلی، شہاب بن الصائغ شامل ہیں
نیز آپ نے قاضی زکریا، عمر الزین، عبدالحق السیناوی، امین الغمری جو ابن حجر عسقلانی کا
شاگرد ہے اور آپ نے سیوطی اثوابی الحسین البکری بھی روایت کی ہے، اس نے اپنے شاگرد کے
لئے معجم وسط اور معجم صغیر لکھی ہے اور انہوں نے اسے ان کتب کے لئے بھی اجازت دی
ہوئی تھی جو ان سے روایت کی ہیں اور معجم وسط تو مصر کے دارالکتب میں بھی موجود ہے
ان شمس العلماء اور عبقری حضرات کے مدرسہ سے علامہ ابن حجر فقہ، اصول، حدیث

کلام، تصوف، فرائض، صرف و نحو، معانی، منطق اور حساب وغیرہ علوم کثیرہ میں ایک پختہ کار عالم بن کر نکلے، ان علوم کی تحصیل اور نیچگی میں خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوت حفظ نے آپ کو بڑی مدد دی کیونکہ آپ حافظ بھی تھے۔ آپ کے ملفوظات میں ایک نمونہ المنہاج الفرعی ہے نیز چھوٹی عمر میں ہی آپ کی شہرت یہاں تک پھیل گئی تھی کہ آپ کے شیوخ نے آپ کو افتاء اور تدریس کی اجازت دیدی تھی جبکہ آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی آپ دنیا سے بے رغبت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، سلف صالح کا نمونہ تھے۔

آپ ۹۳۳ھ میں حج کی خاطر مکہ تشریف لائے تو یہیں رہ پڑے پھر مصر واپس گئے اور دوبارہ ۹۳۷ھ میں اہل و عیال سمیت حج کیا پھر ۹۴۰ھ میں مستقل رہائش کے لئے مکہ منتقل ہو گئے وہاں کے امام الحرمین درس و تدریس اتنا اور تالیفات کا کام کرتے تھے، الشواکافی نے آپ کے مکہ منتقل ہونے کا سبب یہ بتایا ہے کہ آپ نے مقری کی کتاب الروض کا اختصار کیا اور اس کی شرح لکھی تو بعض حاسدین نے اسے لیکر بھاڑ دیا تو آپ پر یہ بات بڑی گراں گزری اور آپ اس وجہ سے مکہ منتقل ہو گئے، مکہ اور مصر میں آپ کی بیشمار کتب موجود ہیں جو علم فقہ سے تعلق رکھتی ہیں، جن میں فتاویٰ الشافعیہ فی الجواز واليمن ومصر اور دیگر کتب شامل ہیں۔ آپ کے پاس عظیم القدر علماء خصوصاً خوشہ چینی اور حصول علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے بارے میں شہاب الخفاجی کا قول، بالکل صحیح ہے کہ وہ حجاز کے علامۃ الدھر ہیں، کتنے ہی فضلاء کے وفور نے آپ کے کعبہ علم کا حج کیا اور اس کے قبلہ کی طرف طلب علم کے لئے متوجہ ہوئے اگر وہ فقہ حدیث کے بارے میں گفتگو کرتے تو کسی نے قدیم و جدید میں سے ایسی باتیں نہ سنی ہوتیں، الخفاجی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا ایک بیٹا محمد نام کا تھا جس کی کنیت ابوالخیر تھی اور بعض مینیوں نے اس سے روایت بھی کی ہے۔

النور السافر مولفہ عیدروس، اور خفاجی کی ریحانۃ الألباء اور ابی الفلاح

ابن العماد کی شذرات الذهب اور شوکانی کی البدر الطالع اور مرتضیٰ زبیدی کی تاج العروس اور کتانی کی فہرست الفہارس اور محدثین اور ان کے شاخ کی فہارس اور معاجم میں آپ کے حالات زندگی مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات شذرات اور البدر الطالع کے مطابق ۹۷۳ھ میں ہوئی اور مشرع الروی اور تاج العروس زبیدی کے مطابق آپ نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی اور فہرست الدنئی البکیر میں آپ کا سن وفات ۹۶۲ھ بیان کیا گیا ہے اور المحبسی کے نزدیک آپ ۹۹۵ھ میں فوت ہوئے، صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ۹۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ الدنئی اور المحبسی کی بیان کردہ تاریخ وفات قطعی طور پر غلط ہے جیسے کہ الکتانی نے بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور معلقات میں طریوں کی زمین میں آپ آسودہ خواب میں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو شاد کام کرے اور آپ کی قبر کو نور سے روشن فرمائے اور آپ کو انبیاء و شہداء اور صدیقین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

مالیقات: آپ نے علم فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تحریر کی ہیں۔

شرح مختصر الروض۔ شرح مختصر ابی الحسن البکری، تحفۃ المحتاج شرح المنہاج، فتح الجواد شرح الارشاد، الامداد شرح الارشاد۔ تحذیر الغفلات عن اکل القات۔ کف الرعاع عن محرمات اللہ والسماع الاعلام بقواطع الاسلام۔ الزواجر عن اقتراب الکبائر۔ در النہای فی الزر والطلحان والعمامة۔ الجوہر المنظم فی زیارۃ القبر النبوی المعظم۔

علم حدیث میں آپ کی کتب کے نام یہ ہیں۔ شرح مشکاة۔ الفتاویٰ الحدیثیہ۔ جزو سے ماوروی المہدی۔ جزو فی العمامة النبویہ۔ الاربعون حدیثاً فی العدل الاربعون فی الجہاد، فتح المبین فی شرح الاربعین النوریہ۔ الاضیاح شرح احادیث النکاح۔ الصواعق المحرقة فی الرد علی اهل البدع والنا مذقت تطہیر الخبان واللسان عن الخطور والتفویہ بثلث معاریف بن ابی سفیان کتاب الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفة النعمان

۱۔ فہرست الفہارس ۲۔ خلاصۃ الاثر فی ترجمہ عبدالعزیز الزمری المکی

المولد النبوی - شرح الہمزیۃ - المنہج القویم فی مسائل التعلیم علی الفیۃ
 عبد اللہ با فضل شرح علی قطعة من الفیۃ بن مالک - اتحاف اہل الاسلام
 بخصوصیات الصیام - اتمام النعمۃ البکیری علی العالم بمولذ سید ولد آدم -
 ارشاد اہل الغنی والافانۃ فیما جاء فی الصدقة والضيافة اسعاف الابرار -
 شرح مشکاة الانوار فی الحدیث - أسنی المطالب فی صلة الاقارب - اشرف الوسائل
 الی فہم المسائل - والامداد شرح الارشاد - تحریر الکلام فی القیام عند ذکر
 مولد سید الانام - تحریر المقال فی ادب و احکام و فوائد یحتاج الیہا مودیر
 الاطفال - تحفة الزوار الی قبر النبی المختار رابع مجلدات - تطہیر العیۃ
 عن ولس الغیبة - تلخیص الاحمری فی حکم الطلاق المعلق بالابرار - تنبیہ
 الاخیار علی معضلات وقعت فی کتاب الوظائف و اذکار الازکار - الدر المنصور
 فی الصلوۃ علی صاحب اللوار المقنن - الدر المنظوم فی تسلیۃ الہموم - زوائد
 سنن ابن ماجہ - الفتاوی الفقیریۃ - فتح الالہ بشرح مشکاة الفضائل
 الکاملۃ لذوی الولاية العادلۃ - القول الجلی فی خفض المعتلی - قرۃ العین
 فی ان التبرع لا یبطلہ الدین القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر - مبلغ
 الارباب فی نضل العرب - المناہل العذیۃ فی اصلاح مادی من الکعبۃ معدن
 البواقیت الملتمة فی مناقب الائمة الاربعۃ - المنہج المکیۃ فی شرح الہمزیۃ
 النخب الجلیلة فی الخطب المجزیلة و غیر ذلک من الرسائل و الحواشی -
 آپ کی تالیفات اپنے موضوعات کے اعتبار سے بڑی جامع ہیں اور جس طرح سورج
 اپنے مدار میں گردش کرتا ہے اسی طرح ان کا دیار و امصار میں چلن ہے۔

عبد الوہاب عبد اللطیف

الاستاذ المساعد بکلیۃ اصول الدین جامعہ ازہر

محرم ۱۳۸۵ھ

الفوائد البہیۃ للکنوی و الفوائد البہیۃ للکنوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ہر قسم کی حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے اصحاب سے مختص فرمایا جو ستاروں کی مانند ہیں اور سب لوگوں پر ان کی تعظیم و محرم کرنا اور اس اعتقاد کی حقیقت اور علوم و معارف کے ان حقائق کو جو انہوں نے بیان کئے اختیار کرنا واجب ہے، میں اس امر پر شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہ لا شریک ہے، یہ ایک ایسی شہادت ہے جو اس منظم گروہ کے بارے میں مندرج ہے اور میں اس بات کا بھی شہاد ہوں کہ ہمارے آقا و مولا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے امرار غنیہ عطا فرمائے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ بخش رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔

اما بعد مدتوں سے مجھ سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب تالیف ہو جس میں خلافت صدیقی و فاروقی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہو سو میں نے اس میدان میں خدمت کے لئے جلدی کی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب لطیف نمونوں، شریفانہ طریق اور اعلیٰ مسئلہ پر مشتمل ہے۔ اور پھر مجھے رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ میں اسے مسجد الحرام میں لانے کیلئے کہا گیا کیونکہ وہاں شیعہ، روافض اور ہجو قسم کے بہت سے لوگ موجود ہیں تو میں نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے جو واضح مسئلہ سے ہٹ گئے ہیں اس بات کو بھی قبول کر لیا، پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ کہ میں آئمہ اربعہ کی خلافت کی حقیقت اور ان کے فضائل اور اس ذیل میں آنے والے چھوٹے موٹے متعلقات کو بھی بیان کر دوں۔ پس یہ کتاب اپنے فن میں کامل، محققانہ رنگ سے مزین اور باطل پر توں اور شر پر مبتدعین کے براہین کا ایسے عقلی اور عقلی دلائل سے قلع قمع کر دینے والی ہے جن کا انکار کوئی منکر آیات الہیہ ہی کر سکتا ہے ہم ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے

ہیں اور ان کے اقوال و افعال کی قباحت سے اس سے سلاحتی کے خواہاں ہیں، کیونکہ وہ سنجی، کریم اور رؤف الرحیم ہے، میں نے کتاب کو تین مقدمات، دس ابواب اور ایک خاتمہ کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

مقدمہ اولیٰ - اگرچہ میں ان حقائق کے بیان کو غصے قاصر ہوں جنہیں خطیب بغدادی نے الجامع میں اور دوسرے لوگوں نے بیان کیا ہے، مگر مجھے اس بات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے آمادہ کیا کہ آپؐ فرمایا ہے

اذا ظهرت الفتن اوقال البدع وسبب اصحابي فليظلم العالم علمه فن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً ۲

کہ جب فتنے یا بدعتوں کا ظہور ہو اور میرے صحابہ کو برا بھلا کیا جائے تو عالم کو اپنے علم کا اظہار کرنا چاہیے اور جو ایسا نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں کرے گا۔

اسی طرح الحاکم نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے :-

عن ابن عباس رضي الله عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما ظمير اهل بدعة الا اظمير الله فيهم حجة على لسان من يشاء من خلقه واخراج الوعيم اهل البدع شر الخلق والخلق

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اہل بدعت جو بدعت بھی اختیار کریں گے، اللہ تعالیٰ جس کی زبان سے چاہے گا محبت و برہان کی رو سے ان پر غلبہ دے دیگا اور ابو نعیمؒ نے روایت کی ہے کہ اہل بدعت بدترین مخلوق میں

۱۔۔ الجامع بین آداب الراوی والسمع، جس کا ایک نسخہ اسکندریہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

نٹ۔۔ اس قسم کی حدیث ابن عباسؓ نے معاذ سے زیادات الجامع الصغیر میں بیان کی ہے۔

۳۔۔ فی تاریخ ۳۰۰: الخلیفہ میں انسؓ سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس لفظ میں

معافی، اوزاعی سے متغرد ہے اور عیس بن یونس نے اوزاعی سے روایت کی ہے اسکا ذکر المعافی کے

حالات زندگی میں ہے جو ابی مسعود الموصلی نے نقل کیے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں اور یہ بھی کہ پہلے لفظ سے چوپائے اور دوسرے سے لوگ مراد ہیں ابو حاتم الخزازی نے اپنی کتاب "جہزہ" میں اہل بدعت کو دوزخ کے کتے قرار دیا ہے اور الرافعی کہتے ہیں کہ سنت پر تھوڑا عمل کرنا بدعت پر زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے الطبرانی کہتے ہیں کہ جو اہل بدعت کی توفیر کرے اس نے اسلام کو تباہ کرنے میں مدد دی۔ البیہقی اور ابن ابی عاصم السنن میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ جب تک کہ وہ اس بدعت سے توبہ نہ کریں۔ المخطیب اور الدیلمی کا بیان ہے کہ جب کوئی بدعتی مترا ہے تو اسلام میں فتوحات کا دروازہ کھلتا ہے۔ الطبرانی، البیہقی اور الضیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کی توبہ کو قبولیت سے روکا ہوا ہے اور الطبرانی کہتے ہیں کہ اسلام پھیلے گا پھر اسے کمزوری آئے گی پس جو لوگ غلو اور بدعت کے باعث اس کی کمزوری کا باعث بنیں گے وہ دوزخی ہوں گے البیہقی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدعتی سے روزہ، نماز، صدقہ، حج، عمرہ جہاد، کوئی خرچ یا معاوضہ وغیرہ قبول نہیں فرماتا، اسے دین سے یوں خارج کر دیا جائے گا جیسے بال آتے ہی نکال دیا جاتا ہے ہم عنقریب آپ کے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے جن سے آپ کو قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ روافض اور شیعہ اور اس قسم کے لوگ ابد عتیموں کے اکابر میں سے ہیں اور ان احادیث میں بیان شدہ دعویٰ بھی مستحق ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے متعلق خاص طور پر احادیث بھی آئی ہیں، الحاملی، الطبرانی اور الحاکم نے عومیر بن سلوہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو بھی منتخب کیا اور ان میں سے میرے وزیر، انصار اور داماد بنائے پس جو انہیں بُرا بھلا کہے گا، ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور رب لوگوں کی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز اللہ ان سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں فرمائے گا۔

۱۱۔ یہ ضمیر خلق اور خلقیہ کی طرف جاتی ہے ۲۔ عن ابی امامۃ ۳۔ أخرجه الرافعی عن ابی ہریرۃ والدیلمی عن ابن مسعود بہ۔ عن عبد اللہ بن بسرہ۔ عن ابی عباس أخرجه ابن ماجہ ۴۔ عن انس ۵۔ عن انس فی الاوسط راخرجه ابن قیل ۸۔ أخرجه ابن ماجہ عن حذیفہ

اور ان خطیب نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ

ان الله اختارني واختار لي اصحابا واختار لي الله تعالى نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب
منهم اصهاراً فمن حفظني فيهم حفظه الله کا بھی انتخاب فرمایا ان میں سے میرے لئے داماد بھی منتخب
ومن آذاني فيهم آذاه الله ما فرمائے پس جو شخص ان کے بارے میں میرا تحفظ فرمائے گا اللہ
تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا اور جو شخص ان کے بارے میں مجھے
تکلیف دے گا اللہ انہیں ایذا دے گا۔

اور العقيلي نے انسؓ سے بیان کیا ہے کہ

ان الله اختارني واختار لي اصحابا واصهاراً اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب
وسیاتی قوم یسبونہم ويتقصونہم فلا اور داماد بھی منتخب فرمائے عنقریب ایک قوم ہوگی جو
تجالسوم ولا تشاربونهم ولا توالمونم ولا تناکونهم ان کو برا بھلا کہے گی اور ان کی تنقیص کرے گی ایسے
لوگوں کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا اور نکاح و بیاہ
نہ کرو۔

البغوی، الطبرانی اور ابو نعیم نے المعرفة میں اور ابن عساکر نے عیاض الانصار سے روایت
کی ہے کہ

احفظونی فی اصحابی واصھاری وانصاری میرے اصحاب، انصار اور دامادوں کے بارے میں میرا
فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ تحفظ کرو، جو ان کے بارے میں میری حفاظت کرے گا
ومن لم یحفظنی فیہم تخطی اللہ منہ ومن تخلی اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت دنیا اور آخرت میں فرمایا اور جس نے
اللہ منہ یوشک ان یأخذہ انکے بارے میں میرا تحفظ نہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے الگ کر جائیگا
اور جس سے اللہ تعالیٰ الگ ہو جائے قریب کر دے اسکی گزرت
میں آجائے۔

۱۔ تاریخ خطیب حالات محدثین بشر الدعا عن انس۔ اور حالات الولید بن الفضل الغزی جس میں عقیل کی آئندہ آنیوالی
روایات بیان ہوئی ہیں ۲۔ رواہ البیہقی ۳۔ ایک ردوب میں یوشک کے بجائے او شک کا لفظ آیا ہے۔

اور ابوذر المہرودی نے حضرت جابر، حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے اور الذہبی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ
 لیکون فی آخر الزمان قوم لیسون الرافضة آخری زمانے میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام
 یرفضون الاسلام فاقتلوهم فانہم مشرکون کو چھوڑ دے گی اسے جاں پاؤ قتل کر دو کیونکہ وہ مشرک ہے
 الذہبی نے ایک اور روایت ابراہیم بن حسن بن حسین بن علی عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم
 سے بیان کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لظہی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری
 فی امتحانی آخر الزمان قوم لیسون الرافضة امت میں روافض نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو چھوڑ
 یرفضون الاسلام دے گی۔

اور دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
 سیاتی من بعدی قوم لهم بنز یقال لهم الرافضة عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن کا برالقبہ ہوگا
 فان ادساکتهم فاقتلهم فانہم مشرکون قال جنہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو قتل
 قلت یا رسول اللہ ما علامتہ فیہم قال یصلون لک کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہیں میں نے عرض کیا یا رسول
 بما لیس خیلک ویطعنون علی السلف اللہ ان کی نشانی کیا ہوگی فرمایا کہ وہ آپ کی طرف ایسی
 چیزیں منسوب کریں گے جو آپ میں موجود نہیں اور سلف
 پر طعن کریں گے۔

اور دارقطنی نے آپ سے ہی ایک اور طریق سے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے اور ایک
 دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب
 کریں گے حالانکہ انہیں ان سے کوئی نسبت نہ ہوگی اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنے
 نام حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھیں گے۔ اسی طرح یہ روایت حضرت
 فاطمہ الزہراء اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے بھی کئی طریق سے آئی ہے۔ آخر میں دارقطنی کہتے

ہیں کہ یہ حدیث ہمارے پاس بہت سے طریقوں سے آئی ہے اور البہرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جو انبیاء کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور الدیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ
 اذا اراد الله برجل من امتي خيرا القى یعنی جب اللہ تعالیٰ میرے امت کے کسی آدمی سے بھلائی
 حب اصحابی فی قلبہ ۲ کا ارادہ فرمائے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت

ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے عبداللہ بن مفضل سے بیان کیا ہے کہ
 الله الله في اصحابي لا تخذوهم غرضا بدي یعنی میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو
 فمن اجبهم فجبى اجهم ومن الغضهم فبغضى میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جو شخص
 البغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کو جہ سے لیا
 آذاني فقد آذى الله ومن آذى الله يوشك کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ
 ان يأخذہ - بغض رکھنے کو جہ سے ان سے بغض رکھتا ہے جس نے

انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے
 ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جو اللہ تعالیٰ
 کو ایذا دیتا ہے قریب ہے کہ وہ اسکی گرفت میں آجائے۔

اور انخلیب نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ

اذا لم يقيم الذين ليسون اصحابي فقولوا لعنة یعنی جب صحابہ کو برا بھلا کہنے والوں کو دیکھو تو نہیں کہو
 الله على شرهم کہتمارے پیدا کردہ شر پر اللہ کی لعنت ہو اور

اور ابن عدی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

انے شرار امتی اجرہم علی صحابی کہ میری امت کے شریر لوگ وہ ہوں گے جو میرے
 اصحاب کو برا کہنے میں جسارت کریں گے۔

۱- عن ابن عباس ۲- وراوہ الترمذی۔

اور ابن ماجہ، حضرت عمرؓ سے بیان کرتے ہیں
 احفظونی فی اصحابی ثم الذین یلوئہم کہ میرے اصحاب کے بارے میں میرا تحفظ کرو پھر
 ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ ہوں گے

اور الشیرازی نے الالقاب میں ابی سعید سے روایت کی ہے کہ
 احفظونی فی اصحابی فمن حفظنی فیہم کان میرے اصحاب کے بارے میں میرا تحفظ کرو جو ان کے بارے
 علیہ من اللہ حافظ ومن لم یحفظنی میں میرا تحفظ کریگا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عاقبت
 فیہم تخلی اللہ منہ ومن تخلی اللہ منہ مقرر ہوگا اور جو ان کے بارے میں میرا تحفظ نہ کریگا اللہ تعالیٰ
 یوشک ان یناخذہ اس سے الگ ہو جائیگا اور جس سے اللہ تعالیٰ الگ ہو
 جائے قریب کہ وہ گرفت میں آجائے۔

المخلیب نے حضرت جابر سے دارقطنی نے الا فراد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بیان کیا ہے
 کہ انہ الناس یکثرون واصحابی کہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے اصحاب
 یقلون فلا تسبوا اصحابی فمن سبهم کم ہو رہے ہیں پس میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو جو ایسا
 فعلیہ لعنہ اللہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی

اور الحاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ تمہارے بعد ہونے والی قوم تمہارے پاسنگ بھی
 نہ ہوگی اور ابن عساکر نے حسن سے مرسل روایت میں بیان کیا ہے

ما شافکم وشدتہ اصحابی ذروا لی اصحابی میرے صحابہ کی شان سے آپ لوگوں کو کیا نسبت ہے
 فالذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل میرے صحابہ کو میرے ٹھہرے دو قسم ہے اس ذات کا جس
 احد ذہباً ما ادراک مثلہ مل احدہم یوماً کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی اٹھ پھاڑ
 واحداً کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو اچھے ایک دن کے عمل کو

بھی نہ پہنچ سکے۔

احمد اور شخبین، ابوداؤد اور ترمذی نے ابی سعید اور سلم سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ

سے روایت کی ہے کہ

لَا تَسْلُوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي
بِيدِهِ لَوَانِ أَحَدُكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ
أَحَدِ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مَدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا
نَصِيفَهُ ۖ

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو مجھے اس ذات
کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پیار کے برابر بھی
سونا خرچ کر دے تو ان کے مٹھی بھر جو کا
مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اور احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ:-
لَا يَبْلُغُنِي أَحَدٌ عَنِ أَصْحَابِي شَيْئًا فَإِنِ أَحَبَّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ
كَهَ كَوْنِي شَخْصٌ مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي مِثْلِي
ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔ اور احمد نے حضرت
انس سے روایت کی ہے دعوائی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ کا لواتققتہ
مثل احد ذہباً ما بلغت اعمالہم، میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو مجھے اس
ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اُحد پیار کے برابر بھی سونا خرچ
کرو تو ان کے اعمال کو نہ پہنچ سکو اور راقطنی میں ہے کہ من حفظنی فی اصحابی
ورود علی الحوض ومن لم یحفظنی فی اصحابی لم یرد علی الحوض ولم یرنی
جو صحابہ کے بارے میں میرا تحفظ کرے گا وہ حوض کوثر پر وار د ہوگا اور جس نے صحابہ
کے بارے میں میرا تحفظ نہ کیا وہ حوض کوثر پر نہیں آ سکے گا اور یہی اسے میرا دیدار
نصیب ہوگا الطبرانی اور الحاکم نے عبداللہ بن بسر سے روایت کی ہے کہ طویل
لسن راتی وآمن بی وطوبی لمن رآنی من راتی ولمن رآنی من راتی من
راتی وآمن بی طوبی لہم وحسن مآب۔ اُس شخص کو خوشخبری ہو جس نے
مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اُسے بھی خوشخبری ہو جس نے میرے دیکھنے

سے اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

والے کو دیکھا اور اُسے بھی نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا انہیں اچھے انجام کی خوشخبری ہو۔

عبد بن حمید، ابی سعید سے اور ابن عساکر وائلہ سے روایت کرتے ہیں کہ طویلی لمن رانی و لمن رای من رای من رانی ثلث میرے دیکھنے والے کو خوشخبری ہو اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو بھی خوشخبری ہو۔ اور الطبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ لعن اللہ من سب اصحابی، میرے صحابہ کو برا کہنے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے۔ اور ترمذی اور الضیاء نے بریدہ سے روایت کی ہے کہ ما من احد من اصحابی یموت یا روضۃ الدبعث قائداً و توراً لہم لیوم القیامۃ، جب کسی علاقہ میں میرا کوئی صحابی فوت ہو جائے تو اُسے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے قیامت کے روز قائد اور نور بنا کر بھیجا جائے گا اور ابو لعلی حضرت انسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ مثل اصحابی مثل الملح فی الطعام لا یصلح الطعام الا بالمح لا یصلح میرے صحابہ کھانے میں نمک کی مانند ہیں اور کھانا نمک ہی سے اچھا بنتا ہے۔ اور احمد اور ابو مسلم نے ابی موسیٰ سے روایت کی ہے کہ النجوم امانة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ما توعد وانا امانة لا صحابی فاذا ذهبت اتی اصحابی ما یوعدون، ستارے آسمان کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہیں اور جب ستارے ختم ہو جائیں گے آسمان سے موجودہ چیزوں کا ظہور ہو گا اور میں اپنے صحابہ کے لئے امن و سلامتی کا باعث ہوں جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ ان چیزوں سے دوچار ہونگے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ترمذی اور الضیاء نے جابر سے روایت کی ہے لا تمس النار مسلماً رانی اور اُکی من رانی

اللہ :۔ ابن عساکر نے اسے وائلہ سے روایت کیا ہے۔

اگ اس مسلمان کو نہیں چھوٹیجی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا، ترمذی اور حاکم کی روایت ہے۔ خیر القرون قرونہ ثم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم الطبرانی اور الحاکم نے جعد بن ہریرہ سے روایت کی ہے کہ خیر الناس قرون الذی انا فیہم ثم الذین یلوئہم والآخرون اراذلہم، جس صدی میں، میں موجود ہوں اس کے لوگ بہترین ہیں پھر ان کے بعد والے اور دوسرے لوگ رذیل ہوں گے مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے خیر امتی القرون الذی بعثت فیہ ثم الذین یلوئہم ثم الذین یلوئہم، میری امت کی بہترین صدی وہ ہے جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے پھر ان کے بعد آنیوالے لوگوں کی پھر ان کے بعد آنیوالے لوگوں کی، اور حکیم ترمذی نے ابوالرز داہ سے روایت کی ہے کہ خیر امتی اولہا و آخرہا وفی وسطہا الکدر، میری امت کا پہلا اور آخری دور بہترین ہے اور درمیانی زمانہ میں کدورت ہے، اور ابونعم نے الحلیۃ میں مرسلاً روایت بیان کی ہے کہ خیر ہذہ الامۃ اولہا و آخرہا فیہم عیسیٰ ابن مریم و بیونے

۱۔ حضرت عمر کی روایت میں ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو صدیوں کا ذکر کیا یا تین کا پھر ان کے بعد کچھ لوگ ہونگے جو گواہی طلب کئے بغیر گواہی دینگے اور خائن ہونگے انہیں لیون نہیں بنایا جائیگا، زمانہ کرپوری نہ کرینگے ان میں خبری نمایاں ہوگی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں کہ وہ حلف طلب کئے بغیر حلف اٹھائیں گے، اسے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ۲۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔

لک نہیج اعوج لیسوا منی ولست منہم سہ اس امت کا
 بہترین حصہ پہلا اور آخری ہے کیونکہ اس میں عیسیٰ بن مریم ہوں
 گے ان کے درمیان کبر و لوگ ہوں گے جن کا میرے ساتھ اور نہ
 میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے خیر الناس قونی
 ثم الثانی ثم الثالث ثم میما قوم لا خیر فیہم میری ساری
 کے لوگ بہترین ہیں پھر دوسری اور تیسری ساری کے، پھر چوتھی ساری
 ہوں گے ان میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے
 روایت کی ہے۔ امتی علی خمس طبقات فاربعون سنة اھل بر
 وتقوی ثم الذین یلوونہم اھل عشرین و مائۃ
 اھل تواصل و تراحم ثم الذین یلوونہم
 الی ستین و مائۃ اھل تدابر و تقاطع ثم المزعج والمرح
 النجاء النجاء، میری امت کے پانچ طبقے ہیں، چالیس سال تک
 نیکی و تقوی والے لوگ ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو بیس سال

سہ: پوری حدیث یوں ہے کہ پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو فریبی کو لپڑ
 کریں گے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی دینگے۔ اسے خطیب نے عروہ بن
 رویم النخعی سے مرسل روایت کیا ہے جو حلیہ میں ان کے حالات میں درج ہے
 مطبوعہ نسخہ اور اس میں نہیج اعوج لیس منک ولست منہم کے الفاظ
 آتے ہیں اور النہایت میں بھی اسی طرح ہے۔ نہیج، کسی چیز کے وسط کو
 کہتے ہیں اور نہیج اور نہیج، شدت حرکت کے ساتھ سانس کے بار بار
 آنے کو کہتے ہیں یا ایسے فعل کو جو تھکا دینے والا ہو اور نہیج کو کسرہ کے
 ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جیسے معنی ہیں کہ اس نے چوپائے کو چلایا تو وہ ہانپنے لگا۔

تک صلہ رحمی کرتے والے ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک اعراض کرتے والے تعلقات قطع کرنے والے ہوں گے پھر لڑائیاں ہوں گی اللہ ان سے بچائے اللہ ان سے بچائے۔
حضرت انس سے ہی ایک اور روایت ہے کہ کلہ طبقۃ اربعون فاما طبقتی و طبقۃ اصحابی فاهل علم و ایمان و اما الطبقة الثانیۃ ما بین الاربعین الی الثمانین فاهل بدو تقویٰ۔ ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا اور میرے اصحاب کا طبقہ علم و ایمان سے آراستہ ہوگا۔ دوسرا طبقہ جو چالیس سے انسی سال تک ہوگا۔ وہ نیک و تقویٰ والا ہوگا۔ پھر اس کے بعد پہلی روایت کی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

الحسن ابن سفیان ابن منذر اور ابو نعیم المرقیہ میں دارم البیہی سے بیان کرتے ہیں کہ الطبقة الاولى انا ومن معی اهل علم ولیقین الی الاربعین والطبقۃ الثانیۃ اهل بدو تقویٰ الی الثمانین والطبقۃ الثالثة اهل تراحم وتواصل الی العشرين ومائة والطبقۃ الرابعة اهل تقاطع وتطالم الی السنین ومائتة والطبقۃ الخامسة اهل هزج وموج الی المائتین۔ پہلا طبقہ میرا اور ان اہل علم ولیقین لوگوں کا ہے جو میرے ساتھ ہیں یہ چالیس سال تک رہیگا دوسرا طبقہ جو انسی سال تک ہوگا وہ لوگ نیک اور متقی ہوں گے تیسرا طبقہ جو ایک سو بیس تک رہے گا وہ صلہ رحمی کرنے والوں کا ہوگا، چوتھا طبقہ ظلم اور قطع تعلقات کرنے والوں کا ہوگا جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا۔ اور پانچواں طبقہ صاحبان جنگ کا ہوگا۔ جو دو سو سال تک رہے گا۔

ابن عساکر نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے مگر اس کے الفاظ ہیں طبقی و طبقا اصحابی اہل العلم والایمان اور المزح کی تہ، دہان الحروب کے الفاظ آتے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے بارے میں گواہی دی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں فرماتا ہے،

سَمَّيْنَاكَ اٰخِرَ حَيْثُ لِلنَّاسِ تَمَّ بَهْرُ بَنِي لُؤَيٍّ هُوَ جَوَّادٌ لِّوَلَدِهِ كَيْلُ رَاكِبٍ كُنْتُ هُوَ اس خطاب کی ذیل میں آئیوالے سب سے پہلے لوگ بھی اس اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متفق علیہ حدیث میں ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ میری صدی بہترین صدی ہے اور اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی محبت کی وجہ سے ان سے راضی ہو گیا ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشدا علی الکفار رحماء بینہم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا السابِقون الاولون من ملہا جبرین والنصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوان، مہاجرین و انصار میں سے سابقون الاولون اور وہ لوگ جنہوں نے حسان کے ساتھ انجی پیروی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں آپ ان آیات پر غور کریں تو آپ ان تمام قبیلے باتوں کی نجات حاصل کر لیں گے جو افضیولہ ابن طرح مخفی جمع البحرین میں کہتے ہیں کہ رافضی، شیعوں کا ایک فرقہ ہیں جنہوں نے زید بن علی کو اس وقت چھوڑ دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا تھا جب انہیں پتہ چلا کہ یہ شیخین کو برا نہیں کہتے تو ان لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا پھر یہ لقب ہر اس شخص کیلئے استعمال ہونے لگا جس نے اس مذہب میں غلو اختیار کیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل ترک کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

نے گھڑ کر ان کے سر تھوپی ہوئی ہیں حالانکہ وہ ان تمام باتوں سے بری ہیں جیسے کہ عنقریب تفصیل کے ساتھ یہ بحث آئے گی، صحابہ کے بارے میں اپنے اعتقاد میں ادنیٰ نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اکمل انبیاء کے لئے بقیہ امتوں میں سے اکمل لوح کو ہی پسند فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے اس کے قول سے واضح کیا ہے کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جو باتیں ان لوگوں نے صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں وہ خانہ ساز بھوٹ ہیں ان باتوں کی کوئی ایسی سند موجود نہیں جس کے رجال معروف و مشہور ہوں وہ تو صرف ان لوگوں کا بھوٹ، حق، جہل اور خدا تعالیٰ پر کذب و افتراء ہے۔ پس ہوا و ہوس اور عصبیت کے باعث صحیح بات کو چھوڑ کر غلط بات کو اختیار کرنے سے بچو، عنقریب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر اہل بیت کے متعلق پڑھیں گے کہ وہ صحابہ کی تعظیم کرتے تھے خصوصاً شیخین حضرت عثمان اور عشر مبشرہ کے بقیہ لوگوں کی، کیونکہ الہامی طور پر ہدایت پانچوالا مرتبہ نہیں کر سکتا پس خاندان نبوت کے کسی فرد کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی حضرت علیؑ کے اس کے قول سے کیسے پہلو تہی کر سکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ان خیر هذه الامۃ بعد نبیہما ابوبکر وشد عمر، کہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہتر آدمی حضرت ابوبکر ہیں پھر حضرت عمرؓ، اللہ تعالیٰ روافض پر لعنت کرے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے یہ بات بطور تعیہ کہی ہے، اس بات کے بطلان اور تردید میں عنقریب دوبارہ لکھا جائیگا اور بعض روافض نے تو حضرت علیؑ کی تکفیر تک کی ہے اس لئے کہ انہوں نے کفار کو کفر میں مدد دی تھی، اللہ تعالیٰ ان کا ستیاناس کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق آدمی ہیں۔ الطیرانی اور دوسرے لوگوں نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ اللہ اللہ فی اصحاب نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فانہ اوصی ببھد کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ آپ

تے ان کے بارہ میں وصیت کی ہے ۔

مقدمہ ثانیہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ زمانہ نبوت کے گزرنے کے بعد

امام کا نصب کرنا واجب ہے بلکہ انہوں نے تو اسے اہم واجبات میں سے قرار دیا ہے ۔ کیونکہ انہوں نے اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن نہیں کیا جب تک امام کو مقرر نہیں کر لیا ۔ امام کی تعیین کے بارہ میں ان کا اختلاف کرنا اجماع مذکور اور اسکی اہمیت میں کوئی رخصت پیدا نہیں کرتا ، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابو بکرؓ خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے جیسے کہ عنقریب اس کا ذکر آئیگا ، آپ نے فرمایا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی ۔ آپ لوگ اچھی طرح نظر دوڑا کر مجھے اپنی اپنی رائے سے آگاہ کریں کیونکہ اس معاملہ میں کسی آدمی کو مقرر کرنا نہایت ضروری ہے لوگوں نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم اس بارہ میں غور کرتے ہیں ۔ پھر ہمارے اہلسنت والجماعت کے نزدیک بھی یہ امر واجب ہے اور اکثر معتزلسما ، سمع یعنی تواتر اور اجماع مذکورہ کے لحاظ سے اسے واجب قرار دیتے ہیں اور بیشتر لوگ اسے ثقلاً واجب قرار دیتے ہیں اور اس کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدود کے قیام ، سرحدوں کی حفاظت ، جہاد کیلئے لشکروں کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کی حفاظت کا حکم فرمایا اور واجب مطلق کی تکمیل اسی سے ہو سکتی ہے اور جس چیز کا کرنا مقروض ہو وہ واجب ہوتی ہے پھر نصب امامؑ بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے نقصانات

اے البیضہ کے معنی معاشرہ یا دار الخلافہ کے ہیں جیسے کہ نہایہ اور مجمع البحرین میں ہے ، اسے بیضۃ الطائر تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جب وہ ہلاک ہو جائے تو اس میں کھانے اور پینے کی سی چیز ہوتی ہے ہلاک ہو جاتی ہے یا اسے خود سے لیا گیا ہے جسکے معنی بیضۃ الدیر یعنی خود کے ہیں ۔

کو دور کیا جاتا ہے اور اس قسم کی ہر چیز کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ شرح مقاصد کے بیان کے مطابق امامت صغریٰ کا قیام امام کی موت کے ساتھ ضروریات، مشاہدات اور فتنہ و فساد کے ظہور لوگوں کے معاملات کی خرابی کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس سے کما حقہ اصلاح اور معاملات کی درستگی نہ بھی ہو، مگر امامت کبریٰ کا قیام ہمارے نزدیک اجماع سے ثابت ہے اور جو لوگ عقلاً اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اسکی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں جیسے کہ معززہ میں سے ابی الحسین، جاحظ، خیاط اور کعبی، اب رہا خوارج اور ان کے متواؤں کا اسکے وجوب کی مخالفت کرنا تو اسکی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ دوسرے بدعتیوں کی طرح انکی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس امر میں کوئی خلل ڈال سکتی ہے جس کا مفید ہونا قطعی طور پر اجماعی حکم سے ثابت ہے اور یہ دعویٰ کہ نصب امام اس لحاظ سے موجب ضرر ہے کہ امتثال امر میں اسے آپ کا مثل قرار دینا آپکی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ کفر و فسق سے معصوم نہیں اس لحاظ سے بھی اس کا نصب نقصان دہ بات ہے اگر وہ معزول نہ ہو تو لوگوں کے لئے زیادہ ضرر رساں ہوگا اور اگر اسے معزول کر دیا جائے تو اس سے جنگ چھڑ سکتی ہے جس سے بے فائدہ نقصان ہوگا، لیکن امام کے تقرر کو ترک کرنے سے جو نقصان ہوگا وہ اس سے بدرجہا زیادہ اور خطرناک ہوگا بلکہ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہ ہوگی اور تعارض کے وقت بڑے نقصان کو دور کرنا واجب ہوتا ہے اور امام کے بغیر لوگوں کے احوال کا انتظام کرنا ایک محال بات ہے جیسے کہ روزمرہ کے مشاہدہ میں بھی یہ بات آرہی ہے۔

مقدمہ ثالثہ: امامت، یا تو نص سے ثابت ہوتی ہے یعنی یہ کہ امام امامت کے مستحق

۱۔ فقہ الدین رازی، اربعین میں مذکور معنوں کے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اپنے آپ سے بقدر امکان دفع ضرر واجب اور بآغلا کے درمیان متفق علیہ ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ حسن و قبح دونوں عقلی باتیں ہیں۔ اسکا مطلب یہ کہ اسکا جواب براہیۃ العقل ثابت ہے، اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا وجوب انبیاء و رسل کے اجماع اور تمام ادیان کے اتفاق سے ثابت ہے۔

افراد میں سے کسی فرد واحد کے خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہے، یا ارباب صل و عقد، کسی اہل آدمی کو خلیفہ بنالیں، اس کا بیان آئندہ ابواب میں آئے گا یا اس کے بغیر کوئی صورت ہو اس کا بیان اپنے مقام پر فقہاء اور دوسرے لوگوں کی کتب سے ہوگا۔

اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ خلفائے راشدین کے بعد علماء کے اجماع سے اس امر کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ افضل شخص کی موجودگی میں دوسرے کو امام مقرر کیا جاسکتا ہے جیسے کہ قریشی کے بعض آدمیوں کو امام مقرر کیا گیا درحالیکہ ان سے افضل آدمی موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں میں سے چھ کے درمیان خلافت کو منحصر کر دیا ان لوگوں میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے اور وہ حضرت عمرؓ کے بعد اپنے زمانے کے لوگوں سے افضل تھے اگر افضل آدمی کو متعین کرنا ہوتا تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کا تعین کر دیتے آپ کا انہیں مقرر نہ کرنا اس بات پر دال ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی موجودگی میں کسی دوسرے آدمی کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ غیر افضل، دینی مصالح کے قیام تدبیر ملک، انتظام رعیت اور فتنوں کے فرو کرنے میں

سہ: امام رازی نے کہا ہے جسکا شخص یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کی امامت بیعت سے منع ہوئی اور آپ کی امامت اس لحاظ سے صحیح اور درست ہے۔ بیعت، حصول امامت کا ایک طریقہ ہے مگر اٹھارہ اسکے قابل نہیں۔ سہ: باقلانی نے التہدید میں لکھا ہے کہ امام کا تقرر تو صرف دشمن کو دور کرنے، معاشرہ کی حفاظت کرنے، فادات کو روکنے، حدود کے قیام اور حقوق کی ادائیگی کیلئے ہوتا ہے اور جب افضل کی امامت کے قیام سے فتنہ و فساد، عدم اطاعت اور جنگ کا اندیشہ ہو تو فاضل کو چھوڑ کر مفضول کو امام بنانے کیلئے یہی ایک واضح غرض کافی ہے پھر انہوں نے بیان کیا ہے کہ اسکا معصوم اور عالم بالغیب ہونا ضروری نہیں اور حدیث کا ظاہری مفہوم اسکے قریشی ہونیکا متعلق نہیں اور نہ ہی عقل اسکو واجب قرار دیتی ہے وہ اس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جسے احمد، ابو یعلیٰ اور عباس نے بیان کیا ہے کہ الائمتہ فی قریش وہ حکم میں عدل سے کام لینے والے وعدے کو پورا کر نیوالے اور رسم طلب کر نیوالے تھے۔ ان پر رسم کیا جائیگا۔

۱۰۰ افضل آدمی سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ امام کے متعلق ہاشمی اور معصوم ہونے اور اس کے ساتھ ہر معجزہ ظاہر ہونے کی شرط لگانا تاکہ اسکی صداقت معلوم ہو سکے یہ سب شیعوں کی خرافات اور جہالات ہیں اس بات کا بیان اور وضاحت حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کی خلافت کی حقیقت کے سلسلہ میں آئے گا حالانکہ ان میں ایسی کوئی بات موجود نہ تھی ان کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غیر معصوم، ظالم ہوتا ہے اور اس کی تائید میں باری تعالیٰ کا یہ قول پیش کیا ہے ”لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ“ حالانکہ اس کا یہ مفہوم نہیں، نعت میں ظالم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو لیے محل اور بے موقع استعمال کرے اور شرعاً نافرمان کو کہتے ہیں اور غیر معصوم، محفوظ بھی ہو سکتا ہے اس سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا یا اگر اس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ اس سے توبہ بنحوہ کر لیتا ہے۔ پس آیت کے مفہوم میں ایسا شخص نہیں آتا یہ آیت تو نافرمانوں کے متعلق ہے کیونکہ آیت میں ایک عہد کا ذکر ہے جیسے اس سے امامت مراد لی جاسکتی ہے ویسے ہی نبوت اور امامت فی الدین بھی لی جاسکتی ہے۔ نیز اسی قسم کے دیگر مراتب کمال بھی مراد لئے جاسکتے ہیں یہ جاہلانہ بات انہوں نے اس لئے اختراع کی ہے تاکہ وہ اس نبیاد پر حضرت علیؑ کے علاوہ دیگر لوگوں کی خلافت کا بطلان ثابت کر سکیں، عنقریب وہ بیان آئیں گے جس سے انکی تردید ہوگی اور ان کی جہالت، ضلالت اور عناد واضح ہو جائیگا۔ ہم فتنوں اور مصائب و تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پہلا باب

خلافتِ صدیقی کی کیفیت کا بیان، دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اسکی حقیقت
پر استدلال اور اسکی ذیل میں آنیوالے امور کا تذکرہ، اس باب میں پانچ فصلیں
ہیں

خلافتِ صدیقی کی کیفیت کا بیان :- بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور
یہ دونوں کتابیں اجماع امت سے قرآن کریم کے بعد صحیح
الکتب ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے فرمایا کہ
مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ آپ لوگوں میں سے فلاں آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر عمرؓ مر گیا تو میں فلاں شخص
کی بیعت کروں گا، کسی انسان کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک
ہو گئی تھی۔ ہاں وہ اسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا اور آج تم میں
کوئی ایسا شخص موجود نہیں جسکے سلسلے ابو بکرؓ کی طرح گردنیں جھک جائیں۔ جب انحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے وفات پائی تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ اور ان
کے ساتھی حضرت فاطمہؓ کے گھر میں بیٹھ رہے اور سب انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے
انگ ہو کر بیٹھ رہے اور مہاجرین، حضرت ابو بکرؓ کے پاس اکٹھے ہو گئے، میں نے حضرت
ابو بکرؓ سے کہا ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلے، ہم ان کے پاس گئے تو دیکھ آدمی ہیں
بے اور انہوں نے ہیں قوم کے کردار کے متعلق بتایا اور کہا اے گروہ مہاجرین کہاں جانے کا ارادہ ہے ہم
نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں انہوں نے کہا دیاں نہ جائیے اور اپنا معاملہ طے
کر لیجئے، میں نے کہا قسم بخدا ہم ضرور ان کے پاس جائیگے چنانچہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس
گئے اور وہ اجتماع کئے بیٹھے تھے ان کے درمیان ایک کسب پوشش آدمی تھا میں نے پوچھا
یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا سعد بن عبادہ، میں نے کہا اسے کیا تکلیف ہے انہوں نے کہا
اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد
کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہ مہاجرین آپ

یہی ہمارا ہی ایک قبیلہ ہیں مگر آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سما گیا ہے آپ ہمیں بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں جب اس نے تقررِ مریخ کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا، میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جسے میں حضرت ابو بکرؓ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصے کی حالت میں بھی ان سے درازات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور با وقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا، ٹھہریے، میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحبِ علم تھے، خدا کی قسم جو باتیں کہتے کیلئے میں نے تیار کی ہوئی تھی وہ انہوں نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی، پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا کہ اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملہ میں عرب، قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی کو نہیں جانتے یہ نسب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابو عبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں پسند فرمائیں اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اسے پسند کیا۔ قسم بخدا اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن مار دیا جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر امیر بننا چاہوں جس میں ابو بکر موجود ہوں، انصار میں سے جناب بن منذر نے کہا۔ اے قریش ایک امیر ہم سے ہو گا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے، اس کے بعد بڑا شور و شغب ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور حجاج بن نے آپ کی بیعت کر لی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپ کی بیعت کر لی، خدا کی قسم ہم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے زیادہ متفقہ بات کوئی نہیں دیکھی ہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے علیحدہ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کر لیں گے یا پھر ہم بادل خواستہ ان کی بیعت کر لیں اور یا ان کی مخالفت کریں اس صورت میں فساد ہو گا، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے انصار کے خلاف حدیثِ الائمۃ من قریش سے محبت پکڑ لی اور یہ ایک

اے ایک روایت میں ہے کہ ان جیسی مزید کئی باتیں اور ان سے بہتر باتیں بھی آپ نے بیان فرمائیں

صحیح حدیث ہے جو متعدد طرق سے چالیس صحابیوں سے مروی ہے، نسائی، ابویعلیٰ اور حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں سے ہوگا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان کے پاس آکر کہا اے گروہ انصار! کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا اور تم میں سے کون چاہتا تھا کہ ابوبکرؓ سے مقدم ہو تو انصار نے کہا ہم اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ابوبکرؓ سے مقدم ہوں، ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ جب لوگ سعد بن عبادہ کے گھر سقیفہ میں جمع ہوئے جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، انصار کے خطباء و اٹھ اٹھ کر کھنے لگے اے گروہ ہاجرین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر کرتے تو ہمارے ایک آدمی کو ساتھ کر دیتے تھے جس سے ہمیں پتہ چلتا کہ اس کام کو وہ آدمی کر رہا ہے، ایک ہم میں سے اور ایک آپ میں سے! انصار کے خطباء مسلسل اس بات پر زور دیتے رہے تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ آپ لوگوں کو علم ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہاجرین میں سے تھے اور آپ کا خلیفہ بھی ہاجرین میں سے ہوگا، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اور اسی طرح آپ کے خلیفہ کے بھی انصار ہوں گے پھر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ تمہارے صاحب ہیں تو حضرت عمرؓ نے آپ کی بیعت کر لی پھر ہاجرین اور انصار نے آپ کی بیعت کی، ازاں بعد حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کے چہروں پر نظر دوڑائی تو آپ نے حضرت زبیرؓ کو وہاں نہ پایا، آپ نے انہیں بلایا وہ آئے تو آپ نے فرمایا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور ان کے حواریوں کی بات کہہ کر مسلمانوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے کا ارادہ کیا ہے، تو انہوں نے جواب دیا۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ! نہ مانے اس کے بعد انہوں نے اٹھ کر آپ کی بیعت کر لی، پھر آپ نے لوگوں کا جائزہ لیا تو آپ کو حضرت

علیؑ نظر نہ آئے آپ نے انہیں بلوایا، وہ آئے تو آپ نے فرمایا، تو نے رسول اللہ کے چچا زاد اور داماد ہونے کی بات کہہ کر مسلمانوں کو پراگندہ کرنا چاہا ہے تو آپ کہا اے خلیفۃ الرسولؐ برا نہ مانئے اس کے بعد آپ نے بیعت کر لی۔ ابن اسحاق نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ جب سقیفہ میں آپ کی بیعت کی گئی تو دوسرے روز آپ منبر پر بیٹھے۔ تو آپ سے قبل حضرت عمرؓ نے حدیثاً اہل کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتفاق بہترین آدمی پر کر دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی اور غار میں آپ کا ثانی اثنین ہے پس اٹھئے اور آپ کی بیعت کیجئے۔ اس پر لوگوں نے سقیفہ کے بعد آپ کی بیعت عامہ کی، پھر حضرت ابو بکرؓ نے حدیثاً کے بعد تقریر کرتے ہوئے فرمایا، لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں بُرا کروں تو مجھے سیدھا کر دینا، صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے۔ تم میں کمزور آدمی، میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ لے کر دوں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے میں حق وصول نہ کروں، جب کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی پھیلی ہے۔ تو اس پر ہمہ گیر مصائب آتے ہیں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں میری اطاعت کرنا اور جب میں ان کی اطاعت سے دستکش ہو جاؤں تو میری اطاعت کرنا تم پر فرض نہیں۔ نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم کرے گا۔

موسیٰ بن عقبہ نے معاذی میں اور حاکم نے عبد الرحمن بن عوف سے صحیح روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ میں فرمایا، قسم بخدا میں کبھی امارت کا خواہشمند نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس بات میں کوئی رغبت تھی۔

اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے متعلق سوال کیا لیکن فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا راحت ہے میں نے ایک عظیم امر کا بار اٹھایا ہے جسے میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اٹھا نہیں سکتا حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہا ہمیں صرف یہ غصہ تھا کہ ہمیں مشورہ میں پیچھے رکھا گیا ہے لیکن ہم حضرت ابوبکرؓ کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں وہ آپ کے یارِ غار ہیں ہم آپ کے شرف و منزلت سے واقف ہیں اور حضور علیہ السلام نے اپنے حینِ حیات ہی آپ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم القسبی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے حضرت ابونعبیہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے، آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثین کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے، اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا، ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ مجھ سے افضل ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا آپ مجھ سے طاقتور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ دہرایا تو حضرت عمرؓ نے کہا، میری قوت آپ کی فضیلت کی معین و مددگار ہے پھر آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔

احمد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سقیفہ کے روز تقریر کی تو انصار کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے جو کچھ ذکر کیا ہے سب بیان کیا اور فرمایا آپ لوگوں کو علم ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيَ الْوَسْلَكِ لَإِنْدَنَا سَبِيلٌ لِّالنَّاسِ كُلِّهِمْ فَأَوْدَىٰ إِلَيْهِمْ فَهُمْ فِي أَوْثَرٍ۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری

دادی میں، تو میں انصار والی دادی میں چلوں گا۔

پھر آپ نے سعد کو فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ قریش اس امر (خلافت) کے والی ہیں، نیک لگ، نیک آدمی کے اور بُرے لوگ، بُرے آدمی کے پیر مکانز ہوتے ہیں تو حضرت سعدؓ نے جواب دیا آپ نے درست فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبد البر نے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے مرتے دم تک حضرت ابو بکرؓ کی بیعت سے انکار کیا تھا، وہ ضعیف ہے۔

احمد نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعدؓ نے آپ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ابتدا ہو گا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تفرقے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

احمد نے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں منادی کر دئی کہ نماز جمعہ ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لئے منادی کر دئی گئی، پھر آپ نے تقریر کی اور فرمایا "لوگو! میں چاہتا تھا کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں ایسے کہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی، اور ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ مجھے بادلِ نجات یہ کام سپرد کر دیا گیا ہے، قسم بخدا میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا آدمی اسے سنبھال لیتا، لیکن اگر تم مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کر دو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا نیز اس آپ کو معصوم قرار دیا تھا، میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں پس میرا خیال رکھو، جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب مجھے ٹیڑھا چلتے دیکھو تو مجھے سیدھا کرو اور یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ میرا کھنکھانا شیطان ہے جو مجھ پر غالب آجاتا ہے، پس جب مجھے غضبناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب اختیار کرو،

میں کسی بُرائی جھلائی میں کسی پرترجیح نہ دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اپنے آپ کا کام سپرد کر دیا گیا ہے مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کیا اور حضور علیہ السلام نے سنت کے طریق بتائے، لوگو! اس بات کو سمجھ لو کہ سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے۔ آپ کا کمزور آدمی میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے جب تک اس کا حق لے کر نہ دوں اور قوی سب سے کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کروں۔ اے لوگو! میں قبیح ہوں، متبدع نہیں، اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں ٹھیکڑوں تو مجھے سیدھا کر دینا، مالک کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر امام نہ بن سکے گا۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ جب ابو قحافہ نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضا مند ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں! تو کہنے لگے جسے تو بلند کرے اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جسے تو گرائے اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا اور واقعی نے کوئی طریق سے بیان کیا ہے کہ آپ کی بیعت حضور علیہ السلام کی وفات کے روز کی گئی اور طبرانی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوں فرما ہوا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ کبھی اس جگہ نہ بیٹھے جہاں ابو بکرؓ بیٹھا بولتے تھے اور نہ حضرت عثمانؓ اس جگہ بیٹھے جہاں حضرت عمرؓ بیٹھا کرتے تھے۔

فصل دوم

اس بات کے بیان میں کہ آپ کی ولایت پر اجماع متعذر ہو چکا ہے

قبل ازیں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ صحابہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ سعد بن عبادہ نے بیعت سے تخلف اختیار کیا تھا ایک مردود بات ہے اور اس بات کی مزید تصریح اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے حاکم نے ابن مسعود سے حدیث صحیح میں بیان کیا ہے کہ جس امر کو مسلمان اچھا خیال کریں وہ خدا تعالیٰ کے اہل بھی اچھا ہے اور جسے وہ بُرا خیال کریں وہ اللہ تعالیٰ کے اہل بھی بُرا ہے۔

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ

حَسَنٌ وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ

عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانا مناسب خیال کیا پس ابن مسعودؓ کی صحیح روایت پر نظر ڈالیے، آپ مقدم، فقیہ اور اکابر صحابہ میں ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر سب صحابہ کا اجماع بیان کر رہے ہیں اسی لئے ہر دور کے اہلسنت والجماعت یعنی ہمارے زمانے سے لیکر صحابہ کے زمانہ تک سب کے سب حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح تمام معتزلہ اور اکثر فرقوں کا یہی خیال ہے اور ان کا حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع اس بات کا فیصلہ کن ثبوت ہے کہ وہ خلافت کے اہل تھے اور یہ ایک ایسی بین حقیقت ہے جسے پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں، اس احتمال کا اظہار کرنا کہ شاید یہ واقعہ سب کو معلوم نہ ہوا اگر سب لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو ضرور بعض لوگ اختلاف کرتے، اس سے یہ وہم تب پیدا ہو سکتا تھا کہ بعض صحابہ جو اس موقع پر موجود تھے اجماع کے بیان کو اوّل سے آخر تک

درست قرار نہ دیتے اور ابن مسعودؓ نے سب کے اجماع کو صحیح قرار دیا ہے پس اس دم کی کوئی بنیاد نہیں ایسے کہ خود حضرت علیؓ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اس معاملہ کو اجماعی قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث بیان ہو چکی ہے آپؐ بعد منصرف ہونے کے لوگوں نے دریافت کیا، کیا آپؐ کا یہ منفر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کی وجہ سے تو آپؐ نے اپنی اور بقیہ صحابہ کی بیعت کا ذکر کیا جبکہ وہ آدمیوں نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا اور یہ بھی نے زعفرانی سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا ایسے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے جبرجہاں نبیل کا نام کے نیچے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لی تھی پھر کسی کو یہ پایا تو اپنی مگرد میں ان کے ملنے جھکا دیں اور اسناد السنۃ نے معاویہ بن قرہ سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسولؐ میں سے کسی کو حضرت ابوبکرؓ کے خلیفۃ الرسولؐ ہونے میں کوئی شک نہ تھا اور وہ انہیں رسول خدا کا خلیفہ ہی کہتے تھے وہ خطا اور ضلالت پر اتفاق نہیں کر سکتے تھے پس امت نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ میں سے ایک کی خلافت پر اجماع کیا ہے پھر باقی دو نے ان سے تنازعہ نہیں کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اس طرح ان کی امامت پر اجماع ہو گیا، اگر حضرت ابوبکرؓ واقع پر نہ ہوتے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ ان سے ضرور جھگڑا کرتے جیسے کہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہ کے ساتھ جھگڑا کیا جبکہ امیر معاویہ حضرت ابوبکرؓ سے زیادہ قوت و شوکت کے مالک تھے، حضرت علیؓ نے ان کی قوت و شوکت کی پرواہ کئے بغیر ان سے جھگڑا کیا اور حضرت ابوبکرؓ سے ان کا جھگڑا زیادہ مناسب تھا، پس آپؐ کا تنازعہ نہ کرنا اس بات کے اعتراف پر دلالت ہے کہ آپؐ انہیں خلافت کا حقدار سمجھتے تھے حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ میں آپؐ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپؐ نے اس

بات کو قبول نہ کیا اور اگر انہیں کسی نص کا علم ہوتا تو ضرور قبول کر لیتے، خصوصاً اخیلے کران کے ساتھ حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور نبوا ششم وغیرہ بھی تھے اور یہ جو پہلے بیان ہوا ہے کہ انصار نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنا پسند نہ کیا، اور کہا کہ ایک امیر ہم سے ہو گا اور ایک آپ لوگوں سے، تو حضرت ابوبکرؓ نے حدیث الامۃ من قریش سے ان کی تردید کی تو انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کر لی اور حضرت علیؓ تو قوت و شوکت شجاعت و بسالت اور نفی سے لحاظ سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے اگر ان کے پاس کوئی نص موجود ہوتی تو وہ جھگڑنے اور قبولیت کے زیادہ حقدار تھے، اس اجماع پر اسوجہ سے نکتہ چیتی نہیں کی جاسکتی کہ اس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ، بعض امور کی وجہ سے شامل نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس وقت جو ارباب حل و عقد اسانی سے جمع ہو سکتے تھے، ان کی عافری کی وجہ سے یہ معاملہ طے ہو چکا ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حیب یہ لوگ بیعت کے لئے آئے تو انہوں نے وہی عذر پیش کیا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے حالانکہ ہم بھی اس کے حق دار تھے انہیں خلافت مدیق پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ اس معاملہ کی عظمت کے باعث وہ مکمل شوریٰ کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور حضرت عمرؓ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گذر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا،

اولین نے جس عذر کا ذکر کیا ہے اسی کے موافق وہ روایت بھی ہے جسے واقفین نے بہت سے طرق سے بیان کیا ہے کہ دونوں حضرات نے ابوبکرؓ سے بیعت کے وقت کہا کہ ہمیں مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے ورنہ ہم آپ کو تمام لوگوں سے زیادہ خلافت کا

لے: باقصدانی نے تمہید میں لکھا ہے کہ کسی متقی مسلمان کیلئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ کے بارے میں احاد اخبار کی بنا پر جن کے راوی متہم ہیں یہ کہے کہ وہ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے پھر کہتے ہیں کہ ہم بخوبی جانتے ہیں جو شخص حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت زبیرؓ کے بارے میں (بقیہ حاشیہ ص ۶۲ پر)

عقد لڑتے ہیں کیونکہ آپ حضور علیہ السلام کے یار غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم آپ کی بزرگی اور شرف سے آگاہ ہیں اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اعتذار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے بھی امارت کی خواہش نہیں ہوئی اور نہ مجھے اس میں کوئی رغبت ہے اور نہ ہی مجھے میں نے خلوت و جلوت میں اسے خدا سے مانگا ہے مگر مجھے فتنہ کا خوف دامگیر ہوا، مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں ملی بلکہ میں نے ایک عظیم امر کو اپنے ذمہ لے لیا ہے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے تو ان حضرات نے آپ کے عند کو قبول کر لیا۔

دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ کو کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ان تشریف لائیں، جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علیؓ کے پاس جمع ہو گئے آپ نے اپنی تقریر میں حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کی اور بیعت میں تخلف کرنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے جبکہ مثل میں میرا حق تھا۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے تقریر فرمائی اور وہی عند کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، پھر حضرت علیؓ نے اسی روز آپ کی بیعت کر لی تو مسلمانوں نے آپ کے اس فعل کو درست قرار دیا اور ایک متفق علیہ حدیث میں اس قصہ کی تصریح اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے، بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف پیغام بھیجا جس میں آپ سے اپنی میراث کے متعلق (بقیہ حاشیہ ص ۵۱) آگے) پیچھے رہنے کی بات کرتا ہے وہ بھوٹا ہے کیونکہ ایسے عظیم معاملہ میں بڑے بڑے خطبے مشہور و معروف ہونے چاہیں دیکھئے ام الولد اور توریث کے معاملے میں حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ اور دیگر صحابہ کی مخالفت کی ہے اور ساری امت اس سے آگاہ ہے اور ان کے بیعت سے تاخیر کرنے کے متعلق شاذ اور ضعیف روایت ہی آئی ہے، اور اس کی مخالفت میں بہت سی روایات آئی ہیں حالانکہ ایسی باتوں کے بارے میں عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ پوشیدہ ہونے کی بجائے زیادہ مشہور ہوتی ہیں۔

دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مالِ مدینہ اور مدینہ میں دینا اور خمس خیر کا جو بقیہ تھا اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقۃ کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا، آلِ محمد کو صرف اس مال سے کھانے کی اجازت ہے اور قسم بخدا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا بلکہ اُسے اُس کے حال میں رہتے رہے دوں گا جیسا کہ وہ آپ کے زمانہ میں تھا اور آپ کے عمل کے مطابق اس پر عمل کروں گا، حضرت ابو بکرؓ نے اس میں سے کوئی چیز حضرت فاطمہؓ کو نہ دی جس سے آپ، حضرت ابو بکرؓ سے ناراض ہو گئیں اور وفات تک آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کھنگو نہیں کی، آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ تک زندہ رہیں جب آپ وفات پا گئیں تو حضرت علیؓ نے رات کے وقت آپ کو دفن کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع تک نہ دی اور آپ ہی نے ان کا جنازہ بھی پڑھا، حضرت فاطمہؓ کی وجہ سے حضرت علیؓ کو لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت علیؓ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا معاملہ ان سے ویسا نہیں رہا جیسا حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں تھا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اور ان سے مصالحت کرنا چاہی، ان مہینوں میں آپ نے ان کی بیعت نہ کی تھی، آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ اکیلے ہی ہمارے ہاں تشریف لائیں یہ اسلئے کہا کہ آپ حضرت عمرؓ کی آمد کو پسند نہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ واللہ وہاں اکیلے نہ جائیں۔ آپ نے کہا مجھے امید نہیں کہ وہ مجھ سے ناروا سلوک کریں، خدا کی قسم میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا، جب آپ ان کے پاس گئے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ ہم آپ کی فضیلت اور اللہ نے آپ کو جو مقام دیا ہے اس سے بخوبی واقف ہیں، ہم آپ سے کسی نیکی میں آگے ہونے کے دعویدار نہیں لیکن امر خلافت کے بارے میں آپ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے

اس میں اپنا حصہ سمجھتے ہیں اس پر حضرت ابو بکرؓ ابیدہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے گھنگر کرتے ہوئے فرمایا، مجھے ان قرابت کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قرابت سے جلدی کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور یہ جو اموال کے بارے میں میرے اور آپ کے درمیان جھگڑا ہے میں نے اس سال میں کسی بھلائی سے کوتاہی نہیں کی اور وہی کچھ کیسا ہے جو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا بالکل رات آپ سے بیعت کا وعدہ ہوا، جب حضرت ابو بکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھی تو منبر پر چڑھ کر تشہد پڑھا اور حضرت علیؓ کی شان اور ان کے بیت سے تخلف کرنے کے عند کو بیان کیا اور استغفار کیا اس کے بعد حضرت علیؓ نے تشہد پڑھا اور حضرت ابو بکرؓ کے حق کی عظمت بیان کی اور کہا مجھے نہ تو ایسی اس فضیلت سے انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اور نہ ہی مجھے آپ کی برتری کا خیال ہے مجھے تخلف بیعت پر صرف اس بات نے آوازہ کیا ہے کہ ہم امر خلافت میں اپنا حق سمجھتے ہیں اور آپ نے ہمارے مشورہ کو نظر انداز کر کے ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس سے ہمیں دکھ محسوس ہوا ہے اور مسلمانوں نے خوش ہو کر کہا کہ آپ درست فرما رہے ہیں اور جب حضرت علیؓ نے امر معروف کو دہرایا تو مسلمان آپ کے نزدیک ہو گئے، آپ حضرت علیؓ کے عذر اور اس قول پر غور فرمائیے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابو بکرؓ کے کسی نیکی میں آگے نہیں اور نہ ہیں آپ کی کسی فضیلت سے انکار ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث جن امور پر مشتمل ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ رافضی جو باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان سبوری ہیں اللہ ان کا تینا نکال کرے یہ کب قدر جاہل اور احمق ہیں، پھر وہ حدیث جن میں حضرت فاطمہؓ کی موت تک تخلف بیعت کا ذکر ہے، یہ اس حدیث کے خلاف ہے جو ابی سعیدؓ سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ نے آغاز میں بیعت کی، لیکن ابی سعیدؓ کی یہ روایت جس میں تاخیر بیعت کا ذکر ہے اس کو ابن حبان نے اور دوسرے لوگوں نے صحیح کہا ہے، یہ سچی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں

فصل سوم

قرآن و سنت کی وہ سمائی نصوص جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں

نصوص قرآنیہ یا ایہا الذین آمنوا من یزید منکم عن دینہ فسوف ینالہ بقوم
 یہی آیت مجبوم و یجبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاہد
 فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ
 واسع علیم۔ اے مومنو! جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ
 ایک ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرنا ہوگا اور وہ خدا سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں
 کے لیے عاجز اور کفار کے قابل سختی سے پیش آنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد

(بقیہ حاشیہ ص ۶۵ بے آگے) اور حضرت زبیرؓ کے متعلق بیان کیا ہو کہ وہ کئی دن بیعت سے متاخر رہے ان کا بیعت
 کی طرف رجوع اور مسلمانوں کے ساتھ اس عمل صالح میں شامل ہونا فروریان ہوا ہے جس سے دوسرے مسلمان شامل ہوتے تھے۔
 ان دونوں حضرات نے بھی یہ کہا کہ اے خلیفۃ الرسول ہم آپؐ ناراض نہیں، بیعت میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ ہمیں مشورہ
 میں شامل نہ کر کے دکھ پہنچایا گیا ہے۔ سعد نے شرح مقام میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے وقت بیعت کو اس بات
 پر محمول کیا جائے گا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی وجہ سے نکر و اجتہاد کیلئے ناراض نہ تھے، جب آپ
 پر حق واضح ہو گیا تو آپ جماعت میں داخل ہو گئے اور امضہائی سننے سے مطالبہ الانکار میں لکھا ہے کہ
 حضرت علیؓ ایک دلیر آدمی تھے جن کے ساتھ صنادید قریش اور ملوات بھی تھے لیکن انہوں نے خلافت کے
 متعلق جھگڑا نہیں کیا، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زبیرؓ جیسے شجاع اور بوسخیان رئیس جو ائمہ سے اس
 معاملہ میں جھگڑا کیا حلا کر ابوبکرؓ بڑے ضعیف اور غریب آدمی تھے، آپ کے مددگار بھی کم تھے، یہ عرض
 اس وجہ سے ہوا کہ وہ صحابہؓ میں سب سے مقدم تھے۔

کرنے والے اور کسی طاعت کثرت کی طاعت سے غافل نہ ہوں گے یہ اللہ کا فضل و مجاہد ہے چاہتا ہے
اے دینا ہے اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے ۔

بیٹھی نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس سے
مرا و حضرت ابوبکرؓ میں جب عرب مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے اصحاب ان کو
جنگ کر کے اسلام میں واپس لے آئے، اور یونس بن بکر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضور
علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابوبکرؓ کی جنگ کا
ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ اور آپ کے صحابہ کے
بارے میں نازل ہوئی ہے فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ ۔ اس آیت کی تشبیح
میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب اطراف مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر
مشہور ہو گئی تو عربوں کے بہت سے قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا
اس پر حضرت ابوبکرؓ ان سے جنگ کیلئے تیار ہوئے تو حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ نے کہا کہ جنگ
میں جلدی نہ کیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر انہوں نے اونٹ کا بچہ یا جانور کا گھٹنا باندھنے
والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جسے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے
تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اس پر حضرت عمرؓ نے کہا آپ لوگوں سے کیسے جنگ کریں
گے جبکہ حضور علیہ السلام نے تو فرمایا ہے : امرت ان یقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا
اللہ وان محمداً رسول اللہ فمن قالها معہم منی بالہ ودمہ الا بحقما وحسابہ
علی اللہ ۔ گنہے لوگوں سے اس دت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کر لیں جو ایسا کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائیگی سوائے اس کے
کہ ان سے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تو حضرت ابوبکرؓ
نے جواب دیا خدا کی قسم کہ جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کی میں اس سے ضرور جنگ کروں گا
زکوٰۃ، مال کا حق ہے اور آپ نے الا بحقما کے الفاظ فرمائے ہیں ۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں خلا

کی قسم میں نے دیکھا کہ جنگ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابو بکر کا تشریح
صدر ہو چکا ہے تو انہوں نے بھی دیکھا کہ یہی حق ہے۔ اس بات سے ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت
ابو بکرؓ لوگوں سے جو جنگ کیے تھے اور نجد کے قریب پہنچے تو بدو بیگ بکڑے ہوئے تو لوگوں
نے آپ سے کہا کیا یہ بیان پہلے آپ کی کو ایسے متعجب کر دیں گا اور آپ وہیں تشریف لے چکے ہیں تو آپ
نے حضرت خاتم النبیینؐ کو وہاں کھڑے دیکھا اور فرمایا اللہ عزوجل وہاں آگئے اور دارقطنی نے ابن عمرؓ سے
روایت کی ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ جنگ کے لئے نکلے اور سواری پر بیٹھ گئے تو حضرت علیؓ سواری
کا ہمارے کھڑے ہوئے تھے آپ نے پوچھا اے خلیفۃ الرسولؐ کس طرف جانے کا ارادہ ہے میں
آپ کو ہی کچھ کہوں گا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احمد کے روز فرمایا تھا اپنی
سوار کو تیار کرتے ہوئے مگر میں اپنی جان کے متعلق درمندانہ کیے، میرے داییں لوٹ چلے تو قسم بخدا
اگر میں آپ کا دکھ پہنچا تو ہمیشہ کے لئے اسلامی نظام ختم ہو جائیگا۔ آپ نے حضرت خالدؓ
کو نبی اسد اور غطفان کی طرف روانہ فرمایا کہ خالدؓ نے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو امیر بنا
لیا اور باقی اسلام کی طرف واپس آگئے۔ پھر آپ کو میانہ کی طرف بھیجے کہ اب سے جنگ
کے لئے بھیجا گیا وہ لوگوں لشکروں کی مدد میں ہوئی اور کئی روز تک محاصرہ رہا آخر غصہ کذاب
حضرت حمزہؓ ان کے قاتل وحشی کے ماتحتوں مارا گیا۔

خلافت کے دوسرے سال آپ نے اسلاماء الحضری کو تخریب کی طرف بھیجا، یہاں کے لوگ بھی
مرتد ہو گئے تھے، بحوث مقام پر جنگ ہوئی اور مسلمان گامیاب ہوئے۔

حمان کی طرف آپ نے حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا، یہاں کے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا تھا
اس طرح آپ نے المہاجر بن امیہ اور زیاد بن عبید انصاری کو، مرتدین کی دو پارٹیوں کی طرف بھیجا

۱۔ ان جنگ میں حمانہ میں سے حضرت عکرمہ بن امیہ اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔

۲۔ اس موقع پر صحابہ کی ایک جماعت جیکی تھوڑی دیر تک پہنچی ہے شہید ہوئی ان شہداء میں عظیم مولیٰ ابی ہذیفہ،

زید بن خطاب، ثابت بن قیس، ابو جہانہ، ساک بن حرب اور ابو ہذیفہ بن عقیقہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں

بیعتی اور ابن عباس کو حضرت ابو ہریرہ سے بیعت کی ہے کہ آپ سے لے کر یا خدا کی قسم اگر حضرت ابو ہریرہ ہوتے تو کلمہ اقصیٰ کی جلد و بخت نہ ہوتی۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی پھر حضرت ابو ہریرہ نے کہا کیا کتاب خاموش ہو جائیں تو آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت احسان بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ عقیقہ کی طرف روانہ فرمایا تھا جب یہ لشکر ذی غشب مقام پر آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکعت فرما گئے اور مدینہ کے ارد گرد رہنے والے عربوں نے ان کو اختیار کر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام حضرت ابو بکر کے پاس آ گئے ہوئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لیجئے اور انہیں دم کی طرف بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی ٹانگیں کٹے گھسٹے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ اور نہ اس جگہ سے لوگوں کو گانا گائے جسے آپ نے بلایا ہے۔ حضرت اسامہ جب کبھی کسی ایسے قبیلے سے گزرتے جو بداد کوٹھایا کرتا تو وہ لوگ کہتے اگر ان لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ سے کبھی باہر نہ آتی لیکن ہم انہیں چھوڑتے ہیں تاکہ وہ میوں سے ان کا مقابلہ ہو چنانچہ رومیوں نے ان سے شکست کھائی اور قتل ہوئے۔ پھر یہ لوگ بخیر و عافیت واپس آئے۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

نودی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے حضرت صدیق اکبر کی علمی عظمت کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالہ سے پہلے گزر چکی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں خود اس شخص سے نبرد آزما ہوں گا۔ جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ اور قسم بخدا اگر ان لوگوں نے

اذہنی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ رکاب چھو وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے۔ مجھے نہ دی تو میں اس کے لئے بھی ان سے تنگ کروں گا۔ اس سے شیخ ابوالاسحاق وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صحابہ میں سب سے زیادہ صاحب علم تھے کیونکہ سوائے آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھا۔ ہجرت و تمجیس کے بعد ان پر واضح ہوا کہ آپ کی بات ہی صحیح ہے۔ اور انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔

نوری کہتے ہیں ہم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ ان سے روایت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سوا اور کسی آدمی کو نہیں جانتا لیکن ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ پھر آپ کی خلافت پر ولایت کرنے والی اہل بیت میں سے چوتھی حدیث سے آپ کے علم ہونے کا استدلال کیا ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت صدیق تمام صحابہ سے زیادہ قرآنے پاک کو سمجھتے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو نماز پڑھانے کے لئے دیکر صحابہ سے مقدم کیا تھا۔ اور آپ نے فرمایا ہے

يَوْمَ الْقَوْمِ اقْرَأْ هَـذَا ۖ لَوْ كُنَّ كِيَامَتِ كَيْفَ لَفُتْ وَهُوَ شَخْصٌ

لکتاب اللہ

مرا انجام ہے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔ اور آئندہ ایک حدیث آئے گی جس میں لکھا ہے کہ ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کیلئے مناسب نہیں کہ کسی اور شخص کو امام بنائیں۔ اس کے علاوہ آپ سنت کے بھی سب سے زیادہ عالم تھے۔ صحابہ کرام پیش آمد

معاملات پر آپ ہی سے رجوع کرتے تھے۔ کیونکہ آپ سنن نبوی کو یاد اور مستحضر رکھتے تھے۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ بعثت کے پہلے دن سے لیگ کر یوم وفات تک مسلسل حضور ولیہ السلام کی صحبت اختیار کئے رہے۔ اس کے علاوہ آپ بیٹے ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے۔ آپ سے بہت کم احادیث مروی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد حضور اعمام زندہ رہے اگر آپ زیادہ عرصہ زندہ رہتے تو آپ سے بہت زیادہ احادیث مروی ہوتیں۔ مطلقین حدیث نے ان جو حدیث بھی نقل کی ہے۔ اس میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ کے زمانہ میں جو صحابہ تھے انہیں آپ سے نقل حدیث کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود آپ کی روایت میں شریک تھے۔ وہ اس حدیث کو آپ سے نقل کرتے تھے۔ جہاں کے پاس نہ ہوتی تھی۔ اے

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران سے روایت کیا ہے کہ
حضرت ابو بکر کے پاس جب کوئی شخص مجھڑا لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ

اے نوری نے ”تہذیب“ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر سے ۱۴۲ احادیث مروی ہیں۔ اس کے باوجود آپ حافظ حدیث ہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے شہادت دی ہے کہ انصار کے بارے میں جو کچھ قرآن پاک میں نازل ہوا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ان سب باتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اکثر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ان سے مروی ایک ایک حدیث کا ذکر کیا ہے۔

کو دیکھتے۔ اگر اس میں ان کے چکڑے کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے۔
 اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سنت کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر
 سنت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے دریافت کرتے اور کہتے کہ
 میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں اگر
 آپ لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتائیے
 بعض دنہ متعدد آدمی آپ کے پاس جمع ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کا فیصلہ آپ کو بتا دیتے تو آپ فرماتے خدا کا شکر ہے کہ ہم میں وہ
 لوگ بھی موجود ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ جات کو یاد رکھتے
 ہیں۔ اگر آپ کو اس معاملہ میں سنت کا علم نہ ہو سکتا تو لوگوں کو جمع کر کے
 ان سے مشورہ طلب کرتے۔ اگر لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اسی
 کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اور حضرت عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اگر
 آپ کو قرآن و سنت میں کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے فیصلوں
 کو بھی دیکھتے۔ اگر آپ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر
 دیتے۔ ورنہ لوگوں کو بھیجا کر معاملہ ان کے سامنے پیش کرتے۔ اگر وہ کسی
 بات پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔

دوسری آیت | آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی صحیحی آیت یہ

ہے۔
 قُلْ لِلْمُخْلَفِينَ مِنَ الْأَعْدَابِ عَرَابٌ مِّنْ سَبْعَةِ رَجُلٍ مِّنْ آلِ الْوَلَدِ
 سَتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ آوَلَىٰ بِكُمْ دَبِيبٌ ۚ عَنفَرِيهٖ ۚ أَفَلَا تَأْمَنُونَ
 بِأَسْثَدِيذٍ تَعَاوَنُوا لَكُمْ ۖ أَلَيْسَ قَوْمٌ مِّنْكُمْ يَحِبُّونَ آلَ الْوَلَدِ ۚ

اُولَیْمُونَ فَاِنْ تَطِيعُوا
 یُؤْتِکُمْ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا
 وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ مِنْ قَبْلِ
 یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا
 ہوگی۔ تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں
 گے۔ اگر تم نے اطاعت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ
 آپ کو بہت اچھا اجر دے گا۔ اور اگر تم
 اس سے قبل پھر گئے تو وہ تمہیں دردناک
 عذاب دے گا۔

ابن ابی حاتم نے جویر سے روایت کی ہے کہ یہ قوم بنو حنیفہ
 تھی۔ پھر ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے متعلق لکھا
 ہے کہ یہ آیت خلافت صدیق پر حجت ہے۔ کیونکہ آپ ہی نے ان کو
 جنگ کے لئے بلایا تھا۔

امام اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں
 نے امام ابوالعباس بن سراج کو فرماتے سنا کہ اس آیت قرآنیہ میں
 حضرت صدیق کا ذکر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر
 اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد کوئی جنگ نہیں ہوئی
 سوائے اس جنگ کے جس میں حضرت ابوبکر نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین
 اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کے لئے لوگوں کو بلایا۔ وہ فرماتے ہیں اس
 سے حضرت ابوبکر کی خلافت کے وجوب اور آپ کی اطاعت کے فرض
 ہونے پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس
 سے منہ پھرنے والے کو وہ دردناک عذاب دے گا۔

ابن کثیر کہتے ہیں جو شخص قوم کی تفسیر یہ کرے گا کہ اس سے
 مراد اہل فارس و روم ہیں تو اسے جاننا چاہیئے کہ ان کی طرف حضرت
 صدیق ہی نے لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے اور اس کی تکمیل حضرت عمر اور

حضرت عثمان کے ہاتھوں ہوئی تھی اور یہ دونوں حضرات حضرت صدیق کے درخت وجود کی شاخیں ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ آیت میں داعی سے مراد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی ہیں تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آیت میں آگے لکھا ہے

قل لن تتبعونا کہہ دیجئے تم ہرگز ہماری پیروی نہ کرو گے۔

پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہیں کسی

جنگ کی دعوت نہیں دی گئی اور اس پر اجماع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ رہے حضرت علی! تو آپ کو اپنے زمانہ خلافت میں مطالبہ

اسلام پر کسی جنگ کا اتفاق نہیں ہوا۔ بل طلب امامت اور رعایت حقوق

کے متعلق جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے

نزدیک ظالم اور ان کے نزدیک کفار ہیں تو اس سے یہ بات متعین ہو

گئی کہ جس داعی کی اتباع پر اجر حسن اور جس کی نافرمانی پر عذاب الیم کا آنا

واجب ہے۔ وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ پس حضرت ابو بکر

کی خلافت کی حقیقت ثابت ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کی خلافت کے

حقیقت آپ کی خلافت کی حقیقت کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں

آپ کی خلافت سے نکلی ہیں۔ اور اسی پر مترتب ہیں لے

۱۔ یہ جو شیعہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ کے داعی سے مراد حضرت علی ہیں۔ ابن تیمیہ

ذہبی۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور ابن المظاہر الحلی نے اس کی تردید کی ہے۔ اور

کہا ہے کہ حضرت علی سے تاویل کی بنا پر جو مقاتلہ ہوا وہ اس آیت سے مراد نہیں بلکہ

اسلام پر مقاتلہ مراد ہے جسٹ علی کے زمانہ میں جو کچھ ہوا وہ تو امام کی اطاعت میں ہوا۔

تیسری آیت

وعد الله الذين امنوا منكم ان لا يبدل نعمه الا ان يستخلفنهم في الارض كما استخلف في الارض كما استخلف انهم من قبلهم وليكن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم انما يعبدونى لا يشركون بى شيئا . ان کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت صدیق پر منطبق ہوتی ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمن بن عبدالحمید المہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ولایت کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض
الایۃ لے

اے اگرچہ یہ آیت خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے۔ کیونکہ امن کا حصول خوف کا ازالہ اور دین کی تقویت انکی خلافت میں ہوئی۔ استخلاف کے معنی سے مراد خلافت و امامت ہے۔ پس حضرت ابوبکر خلیفہ بنانے والے اور خلیفہ اور امام ہیں لیکن آیت استخلاف میں جن چیزوں کا وعدہ ہے۔ ان میں سے کوئی چیز بھی حضرت علی کی خلافت میں نہیں پائی گئی۔

چوتھی آیت

للفقراء المهاجرين الى قوله اولئك هم الصادقون
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے اور
جس کے صدق کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دے۔ اس کی تکذیب
ہنہیں کی جاسکتی۔ اس سے لازم آیا کہ صحابہ نے جو حضرت ابوبکر کو خلیفۃ
الرسول کہا وہ سچے تھے۔ اس لحاظ سے یہ آیت آپ کی خلافت پر نص ہے
اسے خطیب نے ابی بکر بن عباس سے بیان کیا ہے۔ مگر یہ حسن کا استنباط
ہے۔ جیسا کہ ابن کثیر نے کہا ہے۔

پانچویں آیت

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
غیر الدین رازی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کی خلافت
پر دلالت کرتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر دوسری
آیت میں بیان ہوئی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے منعم علیہ لوگوں کا ذکر
کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشهداء والصالحین۔

اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیقوں کے سرور ہیں۔ اور
اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ہدایت
کے طلب کرنے کا حکم دیا ہے جس پر حضرت ابوبکر اور دوسرے
صدیقین تھے۔ اگر حضرت ابوبکر ظالم ہوتے تو آپ کی اقتدا کرنا
جائز نہ ہوتا۔

پس ہماری بات ثابت ہو گئی کہ یہ آیت حضرت ابو بکر کی امامت

پر دال ہے۔

نصوص حدیثیہ وہ نصوص جن میں آپ کی خلافت کا صراحتہ یا اشارہ

ذکر ہے ان کی تعداد بہت ہے۔

پہلی حدیث شیخین نے حضرت جابر بن مطعم سے روایت کی ہے کہ

انت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم

ایک عورت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ

ان ترجع اليه فقالت

دوبارہ آنا۔ اس نے کہا اگر میں آؤں اور

اُترت ان جئت ولم

آپ موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا

اجدك كانها تقول

کہ آپ رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا

الموت قال ان لم

کروں۔ آپ نے فرمایا اگر میں موجود نہ

تجدني فات ابابكر

ہوں تو ابو بکر کے پاس آ جانا۔

اور ابن عباس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم تساله

ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں

کسی مسئلہ کی دریافت کیلئے حاضر ہوئی۔

شيئا فقال لها تعودين

آپ نے فرمایا دوبارہ آنا۔ اس نے کہا

فقلت يا رسول الله ان

یا رسول اللہ اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ

عدت فلم اجدك تعزني

موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ

بالموت فقال ان جئت

رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں۔

فلم تجدني فات ابى بكر

فرمایا اگر تو آئے اور میں موجود نہ ہوں

الخليفة من بعدى تو ابو بکر کے پاس آجانا جو میرے بعد
خليفة ہوں گے۔

دوسری حدیث ابو القاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ حضرت
عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
علیہ وسلم يقول یكون خلفی سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے ابو بکر
اثنا عشر خليفة ابو بکر تھوڑی دیر خلیفہ رہیں گے۔

لا یلبث الا قليلا قال الائمة

ایک روایت میں خلیفہ کی بجائے ائمہ کے الفاظ آتے ہیں
اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ کئی طریق سے مروی
ہے۔ جیسے شیخین اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اسے انہی طرق
سے روایت کیا ہے۔

لا یزال هذا الامر عزیزاً اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ اور مسلمان
یضرون علی من تاواهم اپنے دشمنوں پر بارہ خلیفوں تک غالب
علیہ الی اثنا عشر خليفة رہیں گے۔ یہ سب خلیفے قریش میں سے
کلہم من قریش۔ ہوں گے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ
روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں لا یزال هذا الامر
حالیاً اور دوسری میں لا یزال هذا الامر ماضیاً کے الفاظ آتے ہیں
ان دونوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک
روایت میں لا یزال امور الناس ماضیاً ما ولیہم اثنا عشر

رجلاً اور ایک روایت میں اتے هذا الامر لا ينقضى حقے
 یعنی فیہم اثنا عشر خلیفۃ اور ایک روایت میں لایزال سے
 الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃ کے الفاظ آئے ہیں اس روایت
 کو مسلم نے بیان کیا ہے اور بزار کی روایت ہے لایزال امر امتی
 قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش۔ اور ابو داؤد
 نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ جب آپ واپس مکر تشریف لائے
 تو قریش نے آکر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا تو آپ
 نے فرمایا کہ پھر جنگیں ہوں گی اور ابو داؤد ہی کی ایک دوسری روایت
 کے الفاظ یہ ہیں کہ لایزال هذا الدین قائماً حتی یکون علیکم
 اثنا عشر خلیفۃ کلہم یجمع علیہ الامۃ کہ یہ دین بارہ خلیفوں سے
 تک قائم رہے گا۔ اور ان خلیفوں پر تمام امت کا اجماع ہوگا۔

ابن مسعود سے بسند حسن یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ آپ
 سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلیفے بادشاہ ہوں گے۔ تو آپ نے
 جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت
 کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے نعتیوں کی طرح ان کی
 تعداد بارہ ہوگی۔

تامنی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں بارہ سے مراد شاید یہ
 ہے کہ ان کے زمانہ تک اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوگی۔ امور
 اسلامی میں کوئی بگاڑ نہ ہوگا۔ اور لوگ ان کی خلافت پر متفق ہوں گے۔
 لوگوں نے جن خلفاء کی بیعت متفقہ طور پر کی۔ ان کے
 زمانے میں یہ سب امور انہوں نے مشاہدہ کئے۔ یہاں تک کہ بنو امیہ

کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے زمانے میں ان کے درمیان فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنے اس وقت تک مسلسل پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ بنو عباس کی حکومت قائم ہو گئی۔ اور انہوں نے ان کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا۔ شیخ الاسلام نے فتح الباری میں کہا ہے کہ قاضی عیاض نے اس حدیث کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ سب سے احسن ہے۔ اور میں بھی اس کا مؤید ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے۔ ترجیح دیتا ہوں۔ یجتمیع علیہ الناس سے مراد یہ ہے کہ لوگ انکی بیعت کے لئے اطاعت و انقیاد اختیار کریں گے۔ جن خلفاء کے بارے میں لوگوں نے اتفاق کیا ان میں خلفائے ثلاثہ شامل ہیں۔ پھر حضرت علی ہیں یہاں تک کہ صفین میں حکمین کے تقرر کا واقعہ ہوا اور حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا۔ پھر جب حضرت حسن نے ان سے صلح کر لی تو لوگوں نے ان کی خلافت پر بھی اتفاق کر لیا۔ پھر ان کے لڑکے یزید پر بھی اتفاق ہو گیا۔ مگر حسین علیہ السلام اس صورت حال کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے۔ پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ حضرت زبیر کی شہادت کے بعد انہوں نے عبدالملک پر اتفاق کر لیا۔ پھر اس کے چاروں لڑکوں ولید سلیمان یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے درمیان سے، عمر بن عبدالعزیز آگئے۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے ہیں اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہوئے۔ جسے اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر خلیفہ بنایا۔ اس نے چار سال تک خلافت کی۔ پھر لوگوں نے بغاوت کر کے اُسے

قتل کر دیا۔ اس دن سے حالات دگرگوں ہو گئے۔ فتنہ و فساد کا دور دورہ ہو گیا۔ اور پھر بنو امیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غالب آجانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکلے جانے کے باعث لوگوں کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلافت کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا۔ اگرچہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبدالملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ لے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ خلیفوں سے مراد قیامت تک ہونیوالے بارہ خلیفے ہیں جو حق کے مطابق کام کرنیوالے ہونگے خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ ۲۔

۳۔ اس عبارت کے بعد امام سیوطی نے حالات کی خرابی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں صدی میں صرف اندلس میں چھ آدمی خلیفہ کہلاتے تھے اور ان کے ساتھ مصر کا عبیدی اور بغداد کا عباسی ان لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جو علویوں اور خوارج میں سے دوسرے علاقوں میں مدعی خلافت تھے سیوطی کہتے ہیں کہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس تاویل کی بنا پر الہرج سے مراد وہ قتل و غارت ہے جو فتنوں سے جنم لیتی ہے۔ ۴۔ سیوطی کہتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق کام کرنے والے ہونگے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے مسند البکیر میں ابی الجلد سے بیان کیا ہے۔ جیسے آپ نے فرمایا ہے لا تھلاک هذا الامة حتی یکون منها اثنا عشر خلیفۃ کاہم یعمل بالہدی۔ یہ امت بارہ خلیفوں کے زمانہ تک جو ہدایت کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے۔ ہلاک نہ ہوگی۔

اس کی تائید ابی الجذر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ سب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سے دو آدمی اہلبیت نبوی سے ہوں گے۔ اس بنا پر اہل زعم سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت ابن زبیر، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ بعض نے مہدی عباسی کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔ کیونکہ اس کی حیثیت عباسیوں میں وہی ہے۔ جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے۔ اور ظاہر عباسی کو بھی عدل و انصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے۔ باقی رہ گئے دو خلیفے۔ ان کا انتظار رہے۔ ان میں سے ایک مہدی علیہ السلام ہیں جو آل بیت نبوی میں سے ہیں۔ بعض محدثین نے گذشتہ روایت کو ایک روایت کی بنا پر مہدی علیہ السلام کے بعد آنیوالے خلفاء پر معمول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے بعد بارہ آدمی دلی الامر ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن اور پانچ حضرت حسین کی اولاد میں سے ہوں گے۔ اور آخر میں ایک خلیفہ ہوگا۔ جو ان کے دونوں کی اولاد سے نہ ہوگا۔ لیکن بارہویں آیت پر گفتگو کرتے ہوئے جہاں اہل بیت کے فضائل کا ذکر ہوگا وہاں بتایا جائے گا کہ یہ کمزور روایت ہے۔ اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ تیسری حدیث احمد نے اس کی تخریج کی ہے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور عذیفہ سے اسے صحیح قرار دیا گیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني ارايكم في بيوتكم

عليه وسلم اقتدوا بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا ۔
باللذین من بعدی
ابی بکر و عمر ،

اور طبرانی نے ابی الدرداء اور حاکم نے اس کی تخریج ابن مسعود کی حدیث سے کی ہے اور احمد ، ترمذی ، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے بیان فرمایا ۔

انی لا ادری ما قصد بقائی میں نہیں جانتا کہ میں کتنا عرصہ آپ لوگوں
فیکم فاقصدوا باللذین من میں زندہ رہوں گا پس میرے بعد
بعدی ابی بکر و عمر و تمسکوا ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت
بہدی عمار و ما حدیثکم سے تمسک کرنا ۔ اور ابن مسعود جو تم سے
ابن مسعود فصدقوا ۔ کہیں اس کی تصدیق کرنا ۔

ترمذی نے ابن مسعود ، رویانی نے حذیفہ اور ابن عدی نے انس سے روایت کی ہے کہ

اقتدوا باللذین من بعدی یعنی میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر
من اصحابی ابی بکر و عمر اور عمر کی اقتدا کرنا اور عمار کی ہدایت پر
واقتدوا بہدی عمار چلتا اور ابن مسعود کے عہد سے تمسک
وتمسکوا العہد ابن مسعود کرنا ۔

چوتھی حدیث شیخین نے ابی سعید خدری سے بیان کیا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غلبہ دیتے ہوئے فرمایا ۔
ان اللہ تبارک و تعالیٰ کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور

خیر عبد بن الدین دنیا دین
 ما عندہ فاختر ذلک
 العبد ما عند اللہ فیکو
 ابوبکر و قال بل نقدیا
 یا بائنا و امہاتنا نعینا
 لیکائنہ ان ینخبو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 عن عبد خیرہ اللہ فکان
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم هو المنخب و کان
 ابوبکر اعلمنا فقال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ان من امن الناس علی
 فی صرحتہ و مالہ ابابکر
 و لو کنت متخذاً خلیلاً
 غیر ربی لا تمخذت ابابکر
 خلیلاً و لکن اخوتہ الاسلام
 و مودتہ لا یبقین باب
 الاسد الاباب ابی بکر۔
 کھلا نہ رہے۔

جو کچھ اس کے پاس ہے۔ اس میں اختیار
 دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے
 اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ
 کے پاس ہے۔ اُسے پسند کیا۔ اس بات
 کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رو پڑے اور کہا
 ہمارے مال باپ آپ پر قربان ہوں میں
 آپ کے اس رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ
 حضور علیہ السلام نے ایک بندے کے بلے
 میں بھر دی ہے کہ اللہ نے اُسے اختیار دیا
 تھا۔ دراصل جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ
 خود حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور ابوبکر
 ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 ابوبکر کی صحبت اور مال نے مجھے بڑا سکون
 بخشا ہے۔ اگر خدا کے سوا میں کسی کو دوست
 بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلامی
 تہائی چارہ اور اس کی صحبت رہے گی۔
 ابوبکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر کی کھڑکی کے
 سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور عبد اللہ بن احمد سے آخر میں

یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ابو بکر میرے یارِ غار اور مولیٰ ہیں۔ مسجد میں ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اور بنی رما کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں۔ جس کے مال نے مجھے ابو بکر بن ابی قحافہ سے زیادہ سکون بخشا ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو دوست بناتا۔ لیکن اسلام دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی تمام کھڑکیاں، سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے بند کر دی جائیں۔ اور ابن عدی کی روایت کے آخر میں ہے کہ مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابو بکر کے دروازے کے بند کر دیے جائیں۔ یہ روایت بہت سے طرق سے مروی ہے۔ جن میں حذیفہ، انس، عائشہ، ابن عباس اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

علمائے کہا ہے کہ ان احادیث میں خلافت صدیق کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ حذیفہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لئے مسجد کے قرب کی مزدت تھیں۔

پانچویں حدیث حاکم نے حضرت انس سے اس حدیث صحیح کو بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ

بعثنی بنو المصطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اسئلہ الی من ندفع صدقاتنا بعدک فاتیته نسألہ فقال الی ابی بکر ومن لازم دفع

مجھے بنو مصطلق نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ بات دریافت کرنے کیلئے بھیجا کہ آپ کے بعد ہم کس کو صدقات دیں۔ میں نے آکر آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابو بکر کو اور جو شخص ابو بکر کو صدقہ دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا نائب

الصدقة اليه كونه خليفة ہوگا کیونکہ صدقات لینے کا متولی وہی
ازہو المتولی قبض الصدقات ہے۔

چھٹی حدیث مسلم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ
قال لی رسول اللہ صلی حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور علیہ السلام
اللہ علیہ وسلم فی موفدہ نے اپنے مرض الموت میں مجھے فرمایا کہ
الذی مات فیہ ادعی اپنے باپ اور سہائی کو میرے پاس بلا لاؤ
لی ابائک و اخاک حتی تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ
اكتب کتابا فانی اخاف ہے کہ کوئی متمنی تمنا کرے گا۔ اور کوئی
ان یتمن متمن ویقول کہے گا کہ میں سب سے ادلی ہوں۔ مگر
قائل انا ادلی ویالی اللہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابو بکر کے سوا کسی اور
والمومتون الا ابابکر۔ سے راضی نہ ہوں گے۔

احمد اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے کئی طرق
سے بیان کیا ہے اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ کہ مجھے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ میرے پاس
عبدالرحمن بن ابوبکر کو بلا لاؤ۔ میں ابوبکر کے بارے میں ایک تحریر لکھ
دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔ پھر فرمایا، اس بات کو
چھوڑ دو۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن ابوبکر کے بارے میں اختلاف کریں
اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ
اور مومن تیرے بارے میں اختلاف کرنے سے انکار کریں گے۔
ساتویں حدیث شیخین نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی
ہے کہ

موصی النبی صلی اللہ علیہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض
 وسلم فاشتد مرضه فقال شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا
 مروا ابابکر فلیصل بالناس ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
 قالت عائشة یا رسول اللہ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 انه رجل رقیق اذا قام وہ رقیق القلب آدمی ہیں۔ آپ کی جگہ
 مقامہ لم یستطع ان یصلی کھڑے ہو کر وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے
 بالناس فقال مروا ابابکر آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دے دو کہ
 فلیصل بالناس فعاذت لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہ
 فقال مروا ابابکر فلیصل نے دوبارہ وہی بات دہرائی آپ نے
 بالناس فانکن صواحِب پھر فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز
 یوسف فانماہ الرسول فصلی پڑھائیں۔ تم تو یوسف والیاں ہو حضرت
 بالناس فی حیاة رسول اللہ ابوبکر کے پاس پہنچی آیا تو آپ نے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم وفی کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور
 رواۃ انہا لما راجعتہ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت
 فلم یرجع لہا قالت لحفۃ عائشہ نے آپ کو دوبارہ کہا تو آپ نے
 قوی لہ یا موعود فقال حضرت عائشہ کو جواب نہیں دیا۔ اس پر
 لہ فأبی حتی غضب وقال حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا
 انتن او انکن او لا انتن کہ آپ حضور کو کہیں کہ وہ حضرت عمر کو
 صولح یوسف مروا حکم دیں۔ انہوں نے کہا تو آپ نے انکار
 ابابکر کیا اور غصے ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں
 ہو۔ ابوبکر کو حکم دو۔

اور یہ بھی سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث متواتر ہے جو حضرت عائشہ
ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن زمرہ، ابوسعید، علی بن ابی
طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اور بعض طرق میں
حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے مراجعہ کیا اور آپ سے بکثرت مراجعہ پیجے اس بات نے آمادہ نہیں
کیا کہ میرے دل میں یہ بات پڑ گئی تھی کہ لوگ ہمیشہ اسی شخص سے
محبت کریں گے جو آپ کے قائم مقام ہوگا۔ اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی
تھی کہ جو شخص آپ کا جانشین بنے گا۔ لوگ اسے منحوس خیال کریں گے
میں چاہتی تھی کہ ابوبکر کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معتدل
سی بات فرمادیں اور ابن زمرہ کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے انہیں نماز کا حکم دیا تو حضرت ابوبکر و ہاں موجود نہیں تھے۔
اس پر حضرت عمر نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔ تو رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی
کو قبول نہ کریں گے۔ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔

اور انہیں کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ ابوبکر سے جا کر کہہ دیجئے کہ وہ لوگوں
کو نماز پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر دروازے پر مجھے ایک محبت
کے ساتھ ملے۔ مگر ان میں ابوبکر موجود نہ تھے۔ تو میں نے کہا،
انے عمر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ جب آپ نے بجیر کہی تو آپ کے
بلند آواز ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی سن لی۔ اور تین بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے

نہ اس کو قبول نہ کریں گے۔ اور ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے تجیر کہی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آواز کو سنا اور برا فرودختہ ہو کر سر اٹھا کر فرمایا ابن ابی قحافہ کدھر ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت صدیق علی الاطلاق سب صحابہ سے افضل اور امامت و خلافت کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ اشعری کہتے ہیں کہ اس سے یہ ضروری علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو مہاجرین و انصار کی موجودگی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا جیسا کہ آپ نے فرمایا

يُؤم القوم اقرؤهم الكتاب یعنی کتاب اللہ کا زیادہ عالم قوم کی امامت کرے۔

پس پتہ چلا کہ ابوبکر سب صحابہ سے زیادہ عالم قرآن تھے۔ اور صحابہ نے خود بھی اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور بیعت کی فضیلت کے بارے میں آپ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے ان ہی سے حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ اور ابن عساکر نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں اس کا شاہد ہوں اور میں کہیں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی۔ پس ہم اپنی دنیا کیلئے اس چیز سے راہنی ہو گئے جس چیز کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ زمانہ نبوی میں ہی آپ امامت کی اہلیت
 کے لئے مشہور تھے۔ احمد، ابو داؤد اور دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد
 سے بیان کیا ہے کہ نبی عمر بن عوف کے درمیان جنگ ہوئی
 اور حضور علیہ السلام کو خبر پہنچی تو آپ ان کی آپس میں صلح کروانے کیلئے
 ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے بلال اگر نماز
 کا وقت آجائے اور میں نہ آؤں تو ابو بکر کو کہہ دینا کہ وہ لوگوں کو نماز
 پڑھا دیں۔ جب نماز عصر کا وقت آیا۔ بلال نے امامت نماز کہی اور
 حضرت ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے نماز پڑھائی۔ آپ
 کے تقرر اور نماز میں مقدم کرنے میں اس بات کی تصریح اور اشارہ
 پایا جاتا ہے کہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور عالم امام کے
 تقرر سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ اداۓ واجبات، ترک
 محرمات، اعیائے سنن اور بدعات کو مٹانے سے شعائر دینیہ کو قائم
 کرے۔ باقی رہے امور دنیوی اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال
 لے کر مستحقین کو پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات
 نہیں ہوتیں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجا آوری
 کے لئے فارغ ہوں۔ کیونکہ صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہو سکتی
 جب تک ان کے امور معاش کا انتظام نہ ہو یعنی مال و جان مامون
 ہوں اور ہر حقدار کو اس کا حق ملے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم حضرت ابو بکر کی امامت عظمیٰ پر راضی ہوئے۔ کیونکہ انہیں نماز
 میں امامت کیلئے آپ نے مقدم کیا تھا۔ اور پھر جیسا کہ گذشتہ
 صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ سب لوگوں کا آپ کی امامت پر اجماع

ابن عدی نے ابو بکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ مجھے
 مارون رشید نے کہا اسے ابو بکر لوگوں نے ابو بکر الصدیق کو کیسے خلیفہ
 بنالیا۔ میں نے جواب دیا امیر المؤمنین، خدا، اس کے رسول اور مومنین
 سب نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے وہ خلیفہ بن گئے۔ اس نے
 کہا تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکیل دیا ہے۔ میں نے کہا اسے
 امیر المؤمنین حضور علیہ السلام آٹھ دن بیمار رہے تو آپ کے پاس حضرت
 بلال نے آکر لوچھا یا رسول اللہ لوگوں کو نف ز کون پڑھائے تو آپ
 نے فرمایا ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیجئے۔ تو حضرت ابو بکر نے آٹھ
 دن لوگوں کو نف ز پڑھائی اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سکوت کرنے کی وجہ سے خاموش
 رہے اور مومنوں نے حضور علیہ السلام کے سکوت کی وجہ سے خاموشی
 اختیار کی۔ مارون الرشید کو یہ بات پسند آئی تو اس نے کہا
 بَارِكَ اللَّهُ فِيكَ

آٹھویں حدیث ابن حبان نے حضرت سفینہ سے روایت کی ہے کہ
 جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مسجد تعمیر کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر
 رکھا۔ اور ابو بکر سے کہا کہ آپ اپنا پتھر
 میرے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر عمر سے
 کہا آپ اپنا پتھر ابو بکر کے پتھر کے پہلو
 میں رکھیں پھر عثمان سے کہا آپ اپنا پتھر

لَمَّا بَنَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَضَعَ فِي الْبِنَاءِ حَجْرًا
 قَالَ قَالَ لَأَبِي بَكْرٍ فَضَعَ حَجْرَهُ إِلَى
 جَنْبِ حَجْرِي ثُمَّ قَالَ لِعُمَرَ فَضَعَ
 حَجْرَهُ إِلَى جَنْبِ حَجْرِ أَبِي بَكْرٍ
 ثُمَّ قَالَ لِعُثْمَانَ فَضَعَ حَجْرَهُ إِلَى جَنْبِ
 حَجْرِ عُمَرَ ثُمَّ قَالَ لِهَوَلا وَالْخَلَاءِ بَعْدِي

عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھیں پھر فرمایا
یہ میرے بعد خلیفے ہوں گے۔

ابو زرعر کہتے ہیں اس کی اسناد میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں
حاکم نے اسے مستدرک میں صحیح قرار دیا ہے۔ اور بیہقی نے اسے الدلائل میں
بیان کیا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ بھی لوگوں نے اسے روایت کیا ہے۔ آپکا
عثمان سے فرمایا کہ اپنا پتھر عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ اس میں ان لوگوں کا
رد پیش کیا گیا ہے جو خیال کرتے ہیں کہ اس میں انکی قبروں کی طرف اشارہ
ہے۔ کیونکہ حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ میرے بعد خلیفے
ہوں گے۔ صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ترتیب خلافت مراد ہے۔
نویں حدیث شیخین نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا

رایت کافی انزع بدلو
بکوة علی قلیب لم تطو
نجا ابویکون فزع ذنوبا
متملئة ماء او قریبہ
من ملئہ او ذنوبین
نزعما ضعیفا والله یغفرلہ
ثم جاء عمر فاستقی
فاستحالت غریبا فلم ار
عبقریا من الناس
یفری فدیہ حتی روی

میں نے رویا میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر
لگی ہوئی چرخ سے ڈول نکال رہا ہوں۔
جسے پٹیا نہیں گیا۔ پھر ابوبکر آئے تو انہوں
نے پانی سے بھرا ہوا یا قریباً بھرا ہوا
ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے
نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں
بخشنے پھر عمر آئے۔ انہوں نے ڈول اس
حالت میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا
میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا
نہیں دیکھا جو ان جیسا کام کرتا ہو۔ یہاں

اناس و حنر یوا یعطون تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔ اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

اور شیخین ہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا۔ جس پر ڈول تھا۔ میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں منعم تھا اللہ تعالیٰ اُسے بخشے۔ جب عمر نے اسے لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

اور انہی کی ایک اور روایت ہے کہ میں ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں کہ میرے پاس ابو بکر اور عمر آ گئے۔ اور ابو بکر نے ڈول لے کر ایک یا دو ڈول نکالے مگر ان کے نکالنے میں منعم تھا۔ پھر عمر نے ابو بکر کے ہاتھ سے وہ ڈول لے لیا اور وہ اس کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی ایسا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے ابھی ڈول نہیں نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے۔ اور حوض سے پانی جوش مار رہا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے پاس ابو بکر آئے اور انہوں نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے مجھ سے ڈول لیا ایک روایت میں ہے میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور

ابوبکر نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے ہیں مگر ان کے نکالنے میں
منفع ہے۔

نودی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس
ابوبکر اور عمر کی خلافت اور حضرت عمر کے زمانے میں ہونے والی
بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض دوسرے
نے کہا ہے کہ دونوں خلیفوں کے زمانے میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے
اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ پہنچا اس خواب میں اُسے مثالی طور
پر دکھایا گیا ہے۔ اور یہ سب چیزیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہی ماخوذ ہیں کیونکہ وہ صاحب امر تھے اور اکل مقام پر فائز تھے
اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کئے پھر ابوبکر آپ کے جانشین ہوئے
اور مرتدین سے جنگ کر کے ان کی جڑ کاٹ دی۔ پھر عمر ان کے جانشین
ہوئے اور ان کے زمانے میں اسلام پھیلا تو مسلمانوں کا معاملہ اس
کنویں کے مشابہ ہو گیا جس میں حیات بخش پانی ہو اور ان کا امیر اس
کنویں سے ان کے لئے پانی نکالتا ہو اور حضور نے یہ جو فرمایا ہے
کہ ابوبکر نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس
میں آپ کی وفات کے بعد ابی بکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ
موت دنیا کی تکالیف سے راحت کا باعث ہوتی ہے۔ پس ابوبکر امیر
امت کی تدبیر اور ان کے احوال کی نگہداشت کے لئے کھڑے ہو گئے۔
اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں منفع تھا اس میں اس
بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی مدت ولایت کم ہوگی اور عمر کی ولایت
کا زمانہ لمبا ہوگا۔ اور لوگ اس سے بہت فائدہ اٹھائیں گے۔ اور

فتوحات کی کثرت، شہروں کی آبادی اور دوا دین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہو جاوے گا۔ اور حضور کا یہ فرمان کہ اللہ انہیں بخشے۔ اس میں کوئی نقص کی بات نہیں۔ اور نہ اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی بات کی طرف خاص توجہ دینا مطلوب ہوتا ہے :

احمد اور ابو داؤد نے سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے ٹکایا گیا ہے کہ ابو بکر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑا اور مقوڑا سا پایا۔ پھر عمر آئے انہوں نے ڈول کو پکڑ کر اتنا پایا کہ سیراب ہو گئے۔ پھر عثمان آئے انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پایا اور سیر ہو گئے پھر علی آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا۔ اور اسکے کچھ قطرے ان پر پڑے۔

دسویں حدیث ابو بکر اشافی نے غیلانیات میں اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا جب آپ نے ابو بکر کو مقدم کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں نے ابو بکر کو مقدم نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مقدم کیا ہے۔

گیارہویں حدیث احمد نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ الخلفۃ ثلاثون عاما ثم خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے

یكون بعد ذلك الملك - بعد ملوکیت ہو جائے گی ۔
 ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلافت میرے بعد تیس
 سال تک رہے گی ۔ پھر ظالم ملوکیت میں بدل جائے گی ۔ یعنی رعیت
 پر ظلم و زیادتی ہوگی ۔

علماء نے کہا ہے کہ آپ کے بعد خلفائے اربعہ اور حضرت
 حسن کے زمانہ تک تیس سال ہو گئے تھے جس سے اس بات پر دلالت
 ہوتی ہے کہ دین کے معاملہ میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی
 اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق
 تھی ۔

سعید بن جبہ ان سے کہا گیا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت
 ان میں ہے ۔ فرمایا زرتاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا ۔ وہ تو بدترین
 بادشاہ ہیں ۔ اگر آپ کہیں کہ یہ حدیث بارہ خلیفوں والی حدیث کے خلاف
 ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں ۔ کیونکہ اس جگہ ال کمال سے
 کے لئے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کاملہ ہوگی جو خلفائے
 اربعہ اور حضرت حسن کے زمانہ میں منحصر ہوگی کیونکہ آپ کا زمانہ تیس
 سال مکمل کرنے والا ہے ۔ پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہوگی جس
 میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا ۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ ان
 میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے ۔ اور دوسرے قولی کے مطابق اسکا
 مفہوم یہ ہوگا کہ جن کمالات کے حامل پہلے پانچ خلفاء تھے ۔ بعد میں آنے
 والے ان کمالات کے حامل نہیں ہوں گے ۔

بارہوی حدیث دارقطنی ، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت

علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو مقدم کرنے کے سوا کسی بات کو قبول نہ کیا۔

تیسری حدیث ابن سعد نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے قریب میں آجاتا ہوں۔ فرمایا تیرا راستہ لوگوں سے الگ ہو گا۔ پھر کہا میں اپنے سینے میں دو قسم کی نرمی پاتا ہوں۔ یا دو قسم کے طریق پاتا ہوں۔

چودھویں حدیث بزار نے سند حسن سے امین امت عبیدہ بن الجراح سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اول دینکم بد نبوتہ و آپ کے دین کی ابتدا میں نبوت اور رحمت رحمتہ ثم یكون خلافتہ و ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر ملوکیت رحمتہ ثم یكون مملکاو اور حریت ہے۔

حدیث

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے ابوبکر کی خلافت کو رحمت ثابت کیا ہے۔ کیونکہ یہی خلافت نبوت اور رحمت کے زمانے کی مالک ہوئی ہے۔ جس سے اس کا حق ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس کی حقیقت سے بقیہ خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے

ابن عساکر نے ابی بکر سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت عمر کے پاس آیا تو آپ کے پاس لوگ کوئی چیز کھا رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کے آخر میں نظر اٹھا کر ایک آدمی کو دیکھا تو فرمایا کہ آپ نے پہلی کتب میں کیا پڑھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ

اس کا صدق ہوگا۔ اور ابن عساکر نے محمد بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حسن بصری کے پاس بعض باتیں دریافت کرنے کے لئے بھیجا تو میں نے آپ سے کہا کہ لوگ جس بات کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں مجھے اس کے بارے میں اطمینان دلائیں کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا تو حسن بصری سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا۔ تیرا باپ نہ رہے کیا ان لوگوں کو اس بارے میں شک ہے۔ قسم بخدا آپ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور آپ اعلم باللہ اتقی اور اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے تھے اگر آپ کو ایسا حکم نہ دیا جاتا تو آپ خوف الہی سے مرجاتے۔

فصل چہارم

اسے باتے کے بیانے میں کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر کوئی نفع بیان فرمائی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور جو شخص ان احادیث پر غور کرے گا جو ہم قبل ازیں پیش کر چکے ہیں۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں اکثر احادیث ایسی ہیں جن میں آپ نے خلافت ابوبکر کے متعلق واضح رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ اور یہی نقطہ نگاہ محدثین کی ایک جماعت کا ہے اور یہی حق بات ہے۔

ابن حزم نے نقطہ العروس میں حضرت ابوبکر کے بارے میں لکھا ہے کہ میں جس اللہ کا تابع فرمان ہوں اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہی انہیں خلافت دے دی تھی اور اہل اسلام نے اجماع کے ذریعہ اس کا نام اللہ کے رسول کا خلیفہ رکھ کر اسے منصوص کر دیا تھا۔ آپ کے علاوہ یہ نام کسی کو نہیں دیا گیا۔ نہ ہی اس شخص کا نام خلیفہ رکھا گیا جس کو آپ نے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور نہ ہی اس کا جرج اور عزوات میں نمازوں میں آپ کا جانشین بنا۔ پھر سابقہ عورت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ پس ابوبکر منصوص خلیفہ ہے اور کثانی نے ترتیب الاداریہ میں مولو شارح مجمع الجوامع کا قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر کوئی نفع مریح موجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مسقیفہ کے رند لوگوں کو تردد نہ ہوتا۔

جمہور اہل سنت، معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ آپ نے کسی ایک کے متعلق بھی نص بیان نہیں فرمایا اور انکی موید وہ روایت ہے جسے بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ

قالوا یا رسول اللہ! لا تستخلف علینا قال انی ان استخلف علیکم فتعصون خلیفتی ینزل علیکم العذاب .

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں فرمائیں گے . آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں تم پر خلیفہ مقرر کروں اور تم میرے خلیفہ کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا .

اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے . لیکن اس کی سند میں منفع ہے ۲

۱۔ شرح المقاصد میں ہے کہ متکلمین نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ نص جلی کا مذہب ہشام بن المحکم نے وضع کیا ہے اور ابن الروانذی ابو علی وراق اور اس قسم کے دوسرے لوگوں نے اسکی مدد کی ہے پھر ان کے اصلاف و نص نے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے شوق میں اسے روایت کیا ہے اور نص خفی کا قول حسن بصری سے بیان کیا گیا ہے اور فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خطبات سے نص کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی . اس روایت کے متعلق ہم اتنا جانتے ہیں کہ یہ کذابین سے مروی ہے اگر روایت موجود ہوتی تو ہمیں معلوم ہوتی اور مشہور ہوتی .

۲۔ اس میں منفع شریک اتفاقی کی وجہ سے ہے جسے ذہبی نے نرم قرار دیا ہے . اور اس پر تشیع کی ہمت لگائی ہے اور ابوالتیفطان کی وجہ سے بھی اس میں منفع ہے . اس کا نام عثمان بن عمر ہے .

اور شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ جب آپ پر خلیفہ کے تقرر کے بارے میں طعن کیا گیا تو آپ نے کہا اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا۔ یعنی ابوبکر نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے چھوڑتا ہوں تو اس نے بھی تم کو ایسے ہی چھوڑا تھا۔ جو مجھ سے بہتر تھا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور احمد اور بیہقی نے بسند حسن حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آپ معرکہ جمل میں غالب آگئے تو فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے اس امارت کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا۔ ہم نے رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے۔ اور رحلت فرما گئے۔ پھر ابوبکر نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی ٹھیک رہے اور دین بھی ثابت و قائم رہا۔ پھر دنیا کے طلبکار لوگ آگئے۔ ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔

حاکم نے صحیح روایت میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی سے کہا گیا۔ کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی کئے دیتا ہوں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے کی مشیت لوگوں کی بھلائی میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق کر دے گا۔ ابونہ سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ

نے سیوطی میں حضرت علی کی بجائے عمر بن عثمان کا نام آیا ہے۔

وسلم کی وفات ہوئی تو ہم نے اپنے معاملے میں غور کیا تو دیکھا کہ حضور
علیہ السلام نے ابو بکر کو نماز میں مقدم کیا ہے تو ہم اپنی دنیا کیلئے
اس چیز پر راضی ہو گئے۔ جس پر حضور علیہ السلام ہمارے دین کیلئے
راضی ہوئے تھے تو ہم نے ابو بکر کو مقدم کر دیا۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن جہان سے اور اس نے

سفینہ سے روایت کی ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا بی بکر و
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر
وسلمہ قال لا بی بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ
عمر و عثمان ہولاء میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔
المخلفاء بعدی۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی متابع حدیث نہیں ملی۔ کیونکہ
حضرت عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ہولاء
المخلفاء بعدی صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور خلیفہ نہ مقرر کرنے میں
کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ جہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ خلیفہ مقرر
نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ نے کسی کے
خلیفہ ہونے کے بارے میں معین طور پر نہیں فرمایا اور جہاں یہ بیان
ہے کہ آپ نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔ یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا
ہے تو بلاشبہ قرب وفات سے قبل نص کا احتمال موجود ہے۔ اگرچہ
موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
جہو نے جن میں حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت عثمان شامل ہیں۔

انہوں نے اختلاف کی نفی کی ہے۔ اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو منصوص نہیں کیا اور نہ کسی کی خلافت کے بارے میں حکم دیا ہے۔ ہاں بخاری میں حضرت عثمان کی ایک روایت سے اخذ کیا جاتا ہے کہ ابوبکر کی خلافت منصوص ہے۔ ہجرت حبشہ کے بارے میں حضرت عثمان سے ایک روایت ہے جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں۔ اور آپ کی بیعت کی ہے اور قسم بخدا میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ آپ سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی۔ اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر عمر خلیفہ بنے تو خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔

آپ حضرت عثمان کے اس قول پر غور فرمائیں کہ
ثم استخلف اللہ ابابکر یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔
اور عمر کے بارے میں کہا ہے کہ
ثم استخلف عمر یعنی پھر عمر خلیفہ بنے۔

اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر کی خلافت منصوص ہے اور جب اس بات کو گزشتہ بات سے جس میں خلافت کے غیر منصوص ہونے کا ذکر ہے ملا کر غور کیا جائے تو دونوں باتوں میں توافق کی وہی صورت ہوگی جس کا ہم پہلے تذکرہ کر آئے ہیں حاصل

مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام کو اِسلام الہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ خلافت کس کو ملے گی۔ اس کے باوجود آپ کو کسی معین شخص کے بارہ میں وفات کے وقت تک امت کو بتانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہاں بظاہر آپ نے ایسی باتیں کیں جن سے یہ امر ترشح ہوتا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت ابو بکر کو ملے گی۔ اور جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ نے اس کے بارے میں خبر بھی دے دی۔ جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم دے دیا تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کو علم واقعی حاصل ہو گا جو حقیقت میں حق کے موافق ہو گا۔ یا امر واقعہ اس کے خلاف ہو گا۔ بہر حال اگر امت کو ابو بکر کے علاوہ کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو حضور علیہ السلام ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش کرتے اور نص جلی میں ذکر فرماتے۔ اور وہ بات لوگوں میں مشہور ہو جاتی۔ یہاں تک کہ امت کو پتہ چل جاتا کہ انہیں کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو پتہ چلا کہ اس پر کوئی نص موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ لوگوں کو اس لئے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے۔ یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے کیونکہ یہ بات وجوب تبلیغ کو ساقط نہیں کرتی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں تبلیغ کی ہے۔ حالانکہ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ وہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے میں یہ علم ہونا کہ وہ حکم کو نہیں مانیں گے۔ اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی۔ نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امر

امارت کے بارے میں ایک دو آدمیوں کو خفیہ طور پر بتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی مفید نہیں کیونکہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اسے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرتِ مبلغین کے باعث مشہور ہو جانا چاہئے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس بات کو پہنچانا ایک مشہور بات ہے۔ مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے زمانے کے بعد مشہور نہیں ہوئی۔ ایک جھوٹی بات ہے کیونکہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر ہمت دین کی طرح منقول ہوتی شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علی کے لئے اور نہ کسی اور کے لئے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا جھوٹا ہونا لازم آیا۔ انہوں نے اس جیسی خبروں سے اپنے ذوق ہی سیاہ کئے ہیں جن میں نکال ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی۔ ان احادیث کا مشہور ہونا تو درکنار ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ احادِ مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اس کا مسلم ان ائمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے حدیث کی چھان پٹھک میں عمریں گزار دی ہیں جبکہ انہیں بے شمار ایسی حدیثیں مل گئی ہیں جنہیں انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادیہ کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں۔ حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے۔ اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہیں۔

اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں۔ جنہوں نے اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کچھادی ہیں۔ اور اپنی تمام کوششیں تلاش حدیث میں لگا دی ہیں اور جس شخص کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا ہے اس کے پاس پہنچنے کے لئے بھی انہوں نے سعی کی ہے۔

پس عادت قطعیہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے بارے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور جعل ساز ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط ہے۔ کیونکہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے۔ اور نہ وہ کسی محدث کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ

انت منی بمنزلہ ہارون یعنی آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس من موسیٰ۔ ہارون موسیٰ سے تھے۔

اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ

من کنت مولاً فعلی مولاً کہ جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب ہے۔

عنقریب ان دونوں کا مفصل جواب آئے گا۔ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی بطور نص یا اشارہ حضرت علی کی خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر کرتی ہوتی تو تمام صحابہ کا خطا کار ہونا لازم آتا۔ کیونکہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل مبتدعین کے خلاف ان کا اجماع اسبات پر قطعی دلیل ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے جو وہم

انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرض کے طور پر اس احتمال کو تسلیم کر لیا جائے جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ دونوں حدیثیں اس مفہوم کی متحمل نہیں جیسے کہ آئندہ ذکر ہوگا پس واضح ہو گیا کہ جن احاد سے انہوں نے اپنے ورق سیاہ کئے ہیں وہ ان کے خیال پر دلالت نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے کہ حضرت علی یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا۔ اگر کوئی ایسی نص موجود ہوتی تو سقیفہ کے روز جب خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی تو اُسے ضرور پیش کیا جاتا یا اس کے بعد ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ اس کا بیان کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اُسے تقیہ کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ جو شخص ان کے حالات کا مقوڑا سمجھتا بھی رکھتا ہے وہ یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ محض اس نص کے ذکر کر دینے سے جبکہ دہاں امامت کے بارے میں ہی تنازع چل رہا تھا کوئی خوف ہو سکتا ہے۔ حالانکہ دہاں ان لوگوں نے بھی بغیر کسی دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی سے قوت و شوکت میں نہایت ہی کمتر تھے۔ انہیں قتل کرنا تو درکنار کسی کو زبان سے بھیے اذیت نہیں پہنچائی گئی۔

پس اس سے خصوصاً منحوس تقیہ کا بطلان واضح ہو گیا اور حضرت علی واقعہ حباب سے بھی واقف تھے۔ باوجودیکہ اس کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول و فعل سے ایذا نہ پہنچائی۔ حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی اور آپ کی قوم کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی عادتہ ممتنع ہے کہ وہ

لوگوں کے سامنے اس نفس کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرح رجوع نہ کرتے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدود کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور عصمت سابقہ کی وجہ سے محفوظ نفس کی پیروی کا سے بہت دُور تھے اور پھر بموجب حدیث صحیح بخاری القویۃ فی قلوبہ، وہ بہترین لوگ تھے۔

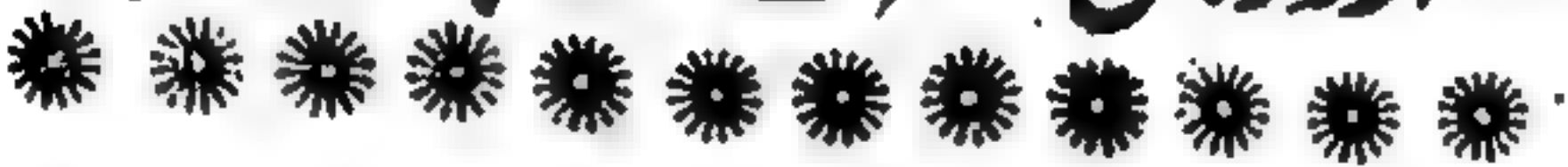
ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے۔ جن میں اس امت کے امین ابو عبیدہ بھی شامل تھے۔ جیسا کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے۔ پس ان کے بارے میں یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لئے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے ہیں۔ خدا کی پناہ اس سے کہ ان کے بارے میں شرعاً یا عادتاً اس بات کو جائز قرار دیا جائے۔ کیونکہ یہ دین میں خیانت ہے۔ اگر ایسا نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے بارے میں جو کچھ ان سے منقول ہے اس سے امان اٹھ جائے گا۔ اور دینی امور کا کچھ بھی اعتبار نہ رہے گا۔ حالانکہ حضرت علی نے جمیع اصول و فروع انہیں سے اخذ کئے ہیں اور حضرت علی کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کی تنقیص ہے۔ وہ بڑے بہادر تھے۔ اسی توہم کی وجہ سے بعض ملحدین نے اُن کی تکفیر کی ہے۔ جیسے کہ آگے بیان ہوگا۔ اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا۔ مگر حضرت ابوبکر کی خلافت کے بارے میں

آپ سطر بالا میں واضح نصوص دیکھ چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کی خلافت پر بھی کوئی نص موجود نہیں تو صحابہ کا اجماع نص سے بے نیاز کر دینا ہے کیونکہ وہ نص سے قوی تر ہے۔ اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر و مد کا مدلول ظنی ہوتا ہے۔ اور حضرت علی، عباس، زبیر و رضی اللہ عنہم نے بیعت کے وقت جو تخیل اختیار کیا۔ اس کا عمل جواب گزیر چکا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابو بکر نے انکی طرف پیغام بھیجا اور وہ اُسے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ علی ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلاوہ نہیں ہے۔ اور یہ اپنے معاملے میں خود مختار ہیں۔ اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے بارے میں مختار ہو اگر تمہیں میرے سوا کوئی آدمی نظر آئے تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ ہم بیعت کیلئے آپ کے سوا کسی کو اہل نہیں سمجھتے پھر آپ نے اور دوسرے لوگوں نے جو بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔

آپ سطور بالا میں واضح تصویص دیکھ چکے ہیں۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کی خلافت پر بھی کوئی نص ہو تو یہ نہیں تو صحابہ کرام اجماع نص سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ وہ نص سے قوی تر ہے۔ اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے۔ اور حضرت علی، عباس، زبیر، و مقدار رضی اللہ عنہم نے بیعت کے وقت جو تحلف اختیار کیا۔ اس کا مکمل جواب گزر چکا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابو بکر نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ علی ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلابہ نہیں ہے۔ اور یہ اپنے معاملے میں خود مختار ہیں۔ اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے بارے میں مختار ہو اگر تمہیں میرے سوا کوئی آدمی نظر آئے تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ ہم بیعت کیلئے آپ کے سوا کسی کو اہل نہیں سمجھتے پھر آپ نے اور دوسرے لوگوں نے جو بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔



شیعوں اور رؤفہ کے شبہات کا تذکرہ اور دلائل واضحہ سے ان کے لطلان کا بیان



مہلہ شبہہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو عملاً کوئی ایسا کام سپرد نہیں کیا جس میں شرعی اور سیاسی قوانین کو قائم کرنا پڑے جس سے واضح پتہ چلتا ہے کہ وہ ان کاموں کو احسن طور پر سرانجام نہ دے سکتے تھے اور جب وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے تو ان کی امامت درست نہ ہوئی۔ کیونکہ امام کی ایک شرط شجاع ہونا بھی ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شامل ہوا اور نو غزوات میں میں ان دستوں میں شامل ہوا جنہیں آپؐ بھیجا کرتے تھے۔ ان میں کبھی حضرت ابو بکرؓ ہمارے امیر ہوتے تھے اور کبھی حضرت اسامہؓ۔ اور شبہہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر ریح بھی مقرر فرمایا۔ پس یہ خیال کہ وہ ان کاموں کو اچھی طرز سے انجام نہ دے سکتے تھے باطل ثابت ہوا۔ خود حضرت علیؓ

اس بات کے معترف ہیں کہ آپ سب صحابہ سے شجاع تھے۔ بزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بتاؤ سب لوگوں سے کون شخص بہادر ہے، لوگوں نے کہا آپ سب سے بہادر ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں نے جس کسی سے مقابلہ کیا ہے میں تو اس سے ادعا ہی رہا ہوں۔ لیکن میرا سوال یہ ہے کہ مجھے بتایا جائے کہ لوگوں میں سے بہادر شخص کون ہے۔ لوگوں نے کہا ہیں اس کا علم نہیں کہ کون شخص بہادر ہے۔ آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سب سے بہادر ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب بدر کا معرکہ ہوا تو ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چھرتیاریا کیا تاکہ کوئی مشرک آپ پر حملہ آور نہ ہو۔ خدا کی قسم ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ گیا۔ مگر ابو بکرؓ تلوار سونٹے ہوئے حضور علیہ السلام کے سر پر کھڑے رہے جو کوئی آپ پر حملہ کیلئے آتا آپ اس پر حملہ آور ہو جاتے۔ پس آپ سب لوگوں سے بہادر تھے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قریش نے حضور علیہ السلام کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی آپ کو کھینچ رہا ہے اور کوئی دھکے دے رہا ہے اور آپ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ہی نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ قسم بخدا ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ بچ سکا۔ مگر ابو بکرؓ ایک کومار رہے ہیں دوسرے کو کھینچ رہے ہیں۔ کسی کو دھکے دے رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں تمہارا بڑا ہو۔ تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر حضرت علیؓ نے اپنے اڈپر والی چادر اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ آل نضران کا مومن اچھا ہے یا ابو بکرؓ؟ تو لوگوں نے اس پر خاموشی اختیار کی آپ نے نہ فرمایا لوگو! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم! ابو بکرؓ کی زندگی کی ایک گھڑی آل نضران کے اس مومن سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ایمان کو

چھیٹا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کرتا ہے۔

بخاری نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکوں میں سے سب سے زیادہ سختی سے کون پیش آتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا! میں نے دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر سختی سے آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکرؓ نے آکر اسے ہٹایا اور کہا کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے رب سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکرؓ مسلمان ہوئے تو آپ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

ابن عساکر نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز فرشتوں نے ایک دوسرے سے بل کر کہا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابو بکرؓ پھر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

احمد، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز حضور علیہ السلام نے مجھے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم میں سے ایک کیساتھ جبریل ہے اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بتا دیا تھا کہ ابن بلجم آپ کو قتل کرے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ سے بہادر تھے۔ کیونکہ جب حضرت علیؓ ابن بلجم سے ملے تو فرماتے کہ تو میرے سر کے خون سے میری داڑھی کو کب رنگے گا نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا قاتل ہے جیسا کہ آپ کے حالات کے آخر میں،

اس کا ذکر ہوگا۔ پس جب آپ جنگ میں کسی اور مقابل سے نبرد آزما ہوتے تو آپ کو اس بات کا علم ہوتا تھا کہ یہ شخص مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ تو آپ اس سے ایسے پیش آتے گویا آپ بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو اپنے تالہ کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے جب آپ جنگ میں جاتے تو آپ کو علم نہ ہوتا کہ میں قتل ہوں گا یا بچ رہوں گا۔ پس جو شخص اس حال میں جنگ میں شامل ہو کہ اسے اپنے مرنے یا جینے کا علم نہ ہو اُسے اس آدمی کے ساتھ قیام نہیں کیا جاسکتا جو بستر پر سوئے ہوئے شخص کی مانند ہو کیونکہ اُسے تو حملہ کرنے، بھاگ دڑ کرنے اور خوف و تکلیف کی صورتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

مرتدین کے ساتھ معرکہ آرائی میں بھی آپ کی شجاعت مشہور ہو چکا ہے۔ اسماعیلی نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عربوں میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور کہا کہ نہ ہم نماز پڑھیں گے نہ زکوٰۃ دیں گے۔ تو میں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور کہا اے خلیفۃ الرسول، لوگوں سے نرمی اور الفت سے پیش آئیں۔ کیونکہ یہ لوگ جانوروں کی مانند ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا مجھے تو آپ سے مدد کی امید تھی۔ مگر آپ جواب دیئے ہاں ہے ہوتا ہے۔ جاہلیت میں آپ سخت تھے اور اسلام میں آکر کمزور ہو گئے ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں انہیں شعرو سحر سے پہلاؤں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا ہے۔ اور سلسلہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے مجھ سے رستی دینے سے انکار کیا جسے دودھ دوہنے وقت جانور کی ٹانگوں کو باز دھتے ہیں تو تب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کروں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے انہیں اس معاملہ میں اپنے سے بھی زیادہ تیز اور کارگر پایا اور آپ نے ہرگز ان کو اپنے سے امور میں ایسا مؤدب بنا دیا تھا کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے

کہہ دیا۔ ملائے پٹانے میں بہت زیادہ ہوا گئی۔

پس آپ کو ان کی شجاعت کا علم ہو گیا۔ اسی طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ابو عبیدہؓ آپ کی شجاعت اور ثابت قدمی کو جانتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے امامت
لئے اپنے آپ کو مستقدم کرنا ضروری سمجھا کیونکہ یہ دو وصف امامت کیلئے بڑے اہم
ہیں۔ سو اس وقت جبکہ مرتدین اور دوسرے لوگوں سے جنگ کرنے کی ضرورت
تھی۔ اور ان دو وصفوں سے آپ کے متقف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب
عروہ بن مسعود ثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر جنگ
جائیں گے تو آپ نے کہا جاکر لات کی شرمگاہ چوس! کیا ہم آپ سے جاگ جائیں
گے۔ یا آپ کو چھوڑ دیں گے۔ یعنی آپ نے اس امر کو مستبعد قرار دیا۔ علماء نے
کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے عروہ کو برا کہنے میں بالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ آپ
نے لات بیت کو عبود قرار دے کر عروہ کو اس کی اُمت قرار دیا ہے اور اس
لئے آپ کی نسبت جو قرار ہونے کی بات کہی تو آپ نے اس کے مقابل ایسی بات
کہی جو اسے غضبناک کر دے۔ عتد کے بعد عورت کی فرج کے ساتھ جو حصہ
باقی رہ جاتا ہے اسے بظر کہتے ہیں۔ عرب اس لفظ کو بطور ذم استعمال کرتے ہیں۔
لاحظہ فرمائیے کہ آپ نے کن بُرے الفاظ کے ساتھ، جن سے
زیادہ بُرے الفاظ عربوں کے نزدیک کوئی نہیں۔ اس قوی اور زبردست کافر
کے ساتھ گفتگو کی ہے اور اس کی قوت و شوکت سے بالکل خائف نہیں ہوئے
حالانکہ کفار نے اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک
دیا تھا۔ اور اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ آپ آئندہ سال آئیں لیکن حضرت ابو بکرؓ کے
سوا صحابہ میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ عروہ کو اس وقت کوئی بات کہے جب
اس نے کہا کہ یہ سب لوگ آپ سے فرار اختیار کر جائیں گے صرف حضرت ابو بکرؓ

نے اُسے جواب دیا پس پتہ ہلا کہ آپ تمام صحابہ سے دلیر تھے۔ بیت کہ خیریت میں سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز آپ کا مانعین زکوٰۃ سے تنہا جنگ کرنا اور اس پر ڈٹ جانا بھی آپ کی عظیم فہماکت کی بات ہے۔ جیسا کہ فصل ثالث میں مضبوط طور پر اشارہ منقطع طور پر بھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کا لعین مسیحہ اور اس کی قوم بنو جنسہ سے جنگ کرنا بھی آپ کی شجاعت کی دلیل ہے۔ علامہ ابن کثیر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ بڑے سے بگڑا اور سخت آدمی ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں زہری اور کلبی بھی شامل ہیں۔ لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح آپ کا بڑے سے دہشت ناک مصائب کے سامنے جو بڑے سے بڑے داناؤں کا پتہ پانی کر دیتے ہیں۔ سیزہ پھر ہو جانا بھی آپ کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے۔ مثلاً جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت لوگ تیرہ دن اور پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے لوگ ٹکڑا گئے۔ اور کہا کہ حضور علیہ السلام فوت نہیں ہوئے اور جس نے ایسا خیال کیا میں اس کی گردن مار دوں گا۔ اس وقت بھی آپ ثابت قدم رہے جب آپ مدینہ کے بلوئی علاقہ سے جہاں آپ سکونت پذیر تھے تشریف لائے تو حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو آپ نے معلوم کر لیا کہ آپ وفات پا چکے ہیں تو آپ نے جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اور گریہ کناں ہوئے پھر لوگوں کی طرف گئے اور حضرت عمرؓ سے خاموشی اختیار کرنے کو کہا۔ لیکن انہوں نے اپنی پریشانی کی وجہ اس بات کو قبول نہ کیا تو آپ نے حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے گفتگو شروع کر دی۔ لوگ آپ کی علوشان اور تقدم کی وجہ سے آپ کے پاس بٹ آئے تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ جو تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ وہ نوٹ کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے

ہیں اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ یاد رکھے کہ اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں
آتی اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكْفُرَ بِهِ
تَبْلَا لِهَذَا هَلْ أَفْأَن مَاتَ أَوْ قَتَلَ
الْعَلْبَتِ عَلَى أَعْقَابِكُمْ .

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اللہ کے
رسول ہیں اور آپ سے پہلے رسول بھی
گزر چکے۔ کیا اگر آپ فوت یا قتل ہو
جائیں تو تم لوگ ایڑ پونگے بل پھر جاؤ گے

بخاری سے دغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اس وقت لوگوں نے آپ کی وفات کی تصدیق
کی اور وہ اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے گویا اس عظیم واقعہ سے قبل انہوں نے
اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔ آپ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عقلمند تھے۔

امام اور ابن مساکر نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابو بکرؓ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

طبرانی اور ابو نعیم دغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب حضرت معاذ کو یمن
کا گورنر مقرر کیا تو اس نے فرمایا تو صحنہ میں سے بعض لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جن
میں حضرت ابو بکرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور اسید بن حضیر شامل تھے۔ ہر آدمی
نے اپنی پہچان کی اور آپ نے فرمایا معاذؓ، تمہارے کیا رائے ہیں تو انہوں نے
جواب دیا میری رائے یہ ہے جو ابو بکرؓ کی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

اے آپ کے دور خلافت میں پے در پے فتوحات ہوئیں اور جزیرہ عرب شرک سے پاک
ہوئی اور رومیوں کو شام اور اس کی اطراف سے بے وطن کر دیا گیا۔ اور ایرانیوں کو طرد سوار
اور اطراف عراق سے باوجود قوت و شوکت اور اموال کی کثرت اور انتقام کے نکل
باہر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ خطا کرے۔

طبرانی نے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کی خطا کو پسند نہیں کرتا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عقلمند تھے بلکہ بلاشبہ وہ سب سے زیادہ عالم بھی تھے۔ پس ان دلائل سے آپؐ کی شجاعت ثبات، علم و عقل اور رائے کا کمال ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپؐ اسلام قبول کرنے کے وقت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں آپؐ کے ساتھ رہے ہیں۔ سوائے اس کے کہ حضورؐ نے حج یا کسی غزوہ کے موقع پر آپؐ کو باہر جانے کی اجازت دی ہو۔ آپؐ تمام جنگوں میں آپؐ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ ہجرت کی۔ اور اپنی اولاد و عیال کو خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ متعدد مواقع پر آپؐ کی نفرت کی اور جنگوں میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیے۔ اور بدر و حنین میں جب لوگ فرار ہو گئے تو آپؐ ثابت قدم رہے۔ پس ان سب باتوں کی موجودگی میں آپؐ کی طرف یہ بات کیسے منسوب کی جاسکتی ہے کہ آپؐ بہادر نہ تھے یا ثابت قدم نہ تھے بلکہ بہادر ہی اور ثابت قدمی میں آپؐ انتہائی مقام پر تھے۔ اور آپؐ نے ایسے قابل تعریف کارنامے سرانجام دیے جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔ پس اللہ تعالیٰ آپؐ سے راضی ہو گیا اور اسے نے آپؐ کو عزت سے سرفراز فرمایا۔

دوسرا شبہ : جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو مکہ میں لوگوں سے اعلان برأت کے لئے مقرر فرمایا تو پھر آپؐ کو معزول کر کے حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اس کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔

جواب : اس خیال کے بطلان میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت علیؓ نے تو اعلان برأت میں آپؐ کی پیروی کی ہے کیونکہ عربوں میں عہد کرنے اور اسے

چھوڑنے کے بارے میں یہ رواج ہے کہ وہ ایک آدمی یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو حج کی امارت سے سزا دینا دیکھا بلکہ امارت پر قائم رکھا اور حضرت علیؓ کو دوسری قرأت کیسے مامور کیا۔ یہ بات یاد رہے کہ حضرت علیؓ اس اعلان کے کرنے میں منغزو نہیں۔

بعض روایات میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت کے لوگوں کو بتایا کہ اگر کوئی مشرک نہ بن کر سکے گا اور نہ ہی بیت اللہ کا ننگے طواف کر سکے گا۔ حید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ اس کے بعد عربوں کو کرم علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا اور اعلان برات کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے یوم النحر کو مٹی میں لوگوں کے سامنے ہمارے ساتھ اعلان برات کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک جمع نہیں کر سکے گا۔ اور نہ ہی بیت اللہ کا ننگے طواف کر سکے گا۔ اس بات پر ذرا غور فرمائیے کہ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر اعلان برات کیا۔ جن کو حضرت ابو بکرؓ نے اعلان کرنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ اور ہمارے بیان کی وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت علیؓ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا۔ پس آپ کا ان کو معزول نہ کرنا اور ان کو حضرت علیؓ کا شریک کار بنانا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت علیؓ عربوں کے اس رواج کو پورا کرنے کیلئے آئے تھے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ نہ کہ حضرت ابو بکرؓ کو معزول کرنے کیلئے اگر ایسا ہوتا تو اس بات کی گنجائش نہ رہتی کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے اعلان کرنے والوں کو حضرت علیؓ کے ساتھ رکھتے۔ پس اس سے ہماری بات کی وضاحت ہو گئی۔ اور یہ لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بھوٹ بھل اور منار کے سوا کچھ نہیں۔

تیسرا شبہ: حضور علیہ السلام نے جب مرض الموت میں آپ کو امام مقرر کیا تو اس کے بعد آپ کو امامت سے معزول کر دیا۔

جواب: یہ ان لوگوں کا بدترین جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ذلیل و مذلیل کرے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں سات ایسی سیح اور متواتر احادیث پر پیش کیا ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جن میں واضح طور پر یہ بات بتا رہی ہے کہ آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک امام المسلمین رہے۔ ہمارا یہ ہے کہ سووار کے روز جب مسلمان نماز فجر پڑھتے ہیں مسروونہ تھے اور نماز پڑھتے تھے انہیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اپنا تک۔ مولا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو نہیں بلکہ دیکھا تو سب کو بتایا کہ میں نماز پڑھتا ہوں۔ ابو بکرؓ اس خیال سے پچھلی صف میں شامل ہونے گئے کہ حضور نماز میں نماز پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کر۔ پھر آپ حجرے میں داخل ہو گئے۔ اور پردہ گرا دیا اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کی وفات ہو گئی۔ پس ان لوگوں کے افتر اور حق پر ذرا غور کیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ کا حضورؐ کی نیابت میں نماز پڑھنا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس اتفاق میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں اور جو شخص آپ کے معزول کئے جانے کا مدعا ہے۔ اس کے پاس سوائے جھوٹ اور بہتان کے اور کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت میں سے ماسوائے ابوبکرؓ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پیچھے بھی ایک رکعت نماز پڑھی ہے۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے حضرت علیؓ کے پیچھے بھی کوئی نماز پڑھی ہے اور یہ حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت اور خصوصیت ہے۔

یہ تھا شبیر ﷺ حضرت ابو بکرؓ نے ایک آدمی کو جس نے کہا تھا کہ میں مسلم ہوں، جلا دیا، اور چور کا بایاں ملتا تھا اور داوی کی میراث میں توقف اختیار کیا یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے داوی کیلئے چٹا حصہ مقرر کیا۔ یہ سب باتیں ان کی خلافت کو داغدار کرتی ہیں۔

جواب ﷺ ان سب باتوں سے آپ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ صاحب جہاد تھے۔ بلکہ اکابر مجتہدین میں سے تھے۔ اور علی الاعلان تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ جیسا کہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس صلح کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر انہیں حضور علیہ السلام کا جواب بتائے بغیر یہی سوال کیا تو آپ نے بھی یہی جواب دیا جو حضور علیہ السلام نے دیا تھا ابو القاسم بغوی اور ابو بکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہؓ سے بیان کیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو اتفاق نے سر اٹھایا۔ عرب مرتد ہو گئے، انصار اکٹھے ہو گئے۔ میرے باپ پر جو مصائب آئے اگر وہ پہاڑوں پر نازل ہوتے تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ جس لفظ کے بارے میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا میرے باپ نے اس کا سارا بوجھ اٹھایا اور اس کا فیصلہ کیا، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے متعلق اختلاف ہوا کہ انہیں کس جگہ دفن کیا جائے تو اس بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے۔

آپ کی میراث کے متعلق اختلاف ہوا تو کسی کو اس بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں

ہوتا اور ان کا ترک، صدقہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ پہلا اختلاف تھا جو صحابہ کے درمیان رونما ہوا۔ بعض صحابہ کہتے ہیں چونکہ مکہ آپ کا تولد منشا ہے اس لئے ہم انہیں وہاں دفن کریں گے۔ بعض مسجد نبوی میں دفن کا کہتے تھے بعض یقین میں، بعض مدفن انبیاء بیت المقدس میں دفن کرنے کا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں وہ بات بتائی جس کا علم ان کے پاس تھا۔ ابن زبیرؓ کہتے ہیں کہ یہ وہ بات ہے جس میں مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت ابو بکرؓ منفرد ہیں۔ اور اس معاملہ میں انہوں نے آپ کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور ابھی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام کے پاس جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حدیث بھی کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ابو بکرؓ غلط کرے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث بھی کہ جب ابو بکرؓ لوگوں کے درمیان موجود ہو تو کوئی دوسرا آدمی انکی امامت نہ کرے۔ اور تیسری فصل کے آغاز میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ، نبی کریمؐ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ نووی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ ہمارے اصحاب نے آپ کے اس قول سے آپ کے عظیم صاحب علم ہونے کا استدلال کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم جس نے صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے برسرِ پیکار ہوں گا۔ اور شیخ ابواسحق نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ سب صحابہ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ کیونکہ وہ سب سوا آپ کے اس مسئلہ میں فہم حکم سے عاجز آگئے تھے۔ پھر انہیں معلوم ہو گیا کہ آپ کی بات ہر درست ہے تو انہوں نے آپ کی طرف رجوع کر لیا۔

یہ جو حدیث میں حضرت علیؓ کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ،

انامدینہ العلماء وعلی بابہا کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علیؓ اس کا دروازہ ہے۔

اس کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت علیؓ ان سے زیادہ صاحب علم تھے عتقرب اس حدیث کے بارہ میں بیان ہوگا کہ یہ حدیث مطعون ہے اور صحیح یا حسن تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابو بکرؓ اس کا محراب تھے۔ اور یہ روایت کہ جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے کے پاس آئے اس کا بھی یہ مقتضی نہیں کہ وہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ بعض دفعہ غیر علم کے پاس اس لئے بھی جانا پڑتا ہے کہ وہ وضاحت سے بات سمجھا دے۔ یا اُسے لوگوں سے ملنے کیلئے فراغت حاصل ہوتی ہے۔ مگر علم کے پاس ان باتوں کیلئے زیادہ فرصت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ یہ حدیث فردوس کی بیان کردہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں ہے کہ

انامدینہ العلماء والوبکر اساسہا میں شہر علم ہوں۔ ابو بکرؓ اس کی بنیاد
وعمر حیطانہا و عثمان سقما ہے عمر اس کی دیواریں۔ عثمان چھت
وعلی بابہا اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اس میں بھی حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ آپ ص ب سے اعلم تھے۔ دروازے کے پاس جانیکے حکم کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اس سے زیادتی و شرف ثابت نہیں ہوتی۔ اور یہ تو سب کو لازمی طور پر معلوم ہے کہ بنیاد۔ دیواریں اور چھت، دروازے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ علی کا لفظ علو سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دروازہ اونچا ہے یعنی علی پر رفیع اور تنوین ہے جیسے ہذا صراط مستقیم میں ہے۔ یعقوب نے اس کو اسی طرح پڑھا ہے۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے جو بالاتفاق تعبیر الروایہ میں سب سے مقدم ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ سب سے زیادہ تعبیر الروایہ کا علم رکھتے تھے۔ ویلی ہی اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا اسے ابوبکرؓ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ خواب کی تعبیر سمجھنے میں سب سے بہتر ہیں۔ آپؐ حضورؐ کے زمانے بلکہ آپؐ کی موجودگی میں بھی خوابوں کی تعبیر بیان فرمایا کرتے تھے۔ ابن سعد نے ابن ہشام سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا اور اسے حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیان کیا آپؐ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور آپؐ ایک مقام کی طرف سبقت کر رہے ہیں۔ اور میں اڑھائی سیڑھیاں آپؐ سے آگے ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو وفات دے کر اپنی رحمت اور مغفرت میں لے لے گا۔ اور میں آپؐ کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا۔ اور یہ بات ایسے ہی ظہور میں آئی۔ یعنی آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ دو سال سات ماہ تک زندہ رہے۔ حاکم نے اسے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے سعید بن منصور نے عمر بن شریک سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آپؐ کو سیاہ بکریوں میں دیکھا پھر میں نے ان کے پیچھے سفید بکریوں کو اس کثرت سے پایا کہ سیاہ بکریاں نظر ہی نہ آتی تھیں۔ اس خواب کو سن کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہ سیاہ بکریوں سے مراد عرب میں جو بخت مسلمان ہوں گے اور سفید بکریوں سے مراد عجمی لوگ ہیں وہ اس کثرت سے مسلمان ہوں گے کہ عرب ان میں نظر بھی نہ آئیں گے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فرشتہؓ سحر نے بھی اس کی یہی تعبیر کی ہے۔

ہماری پیش کردہ باتوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ اکابر مجتہدین میں سے

تھے بلکہ علی الاطلاق سب سے بڑے مجتہد تھے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ مجتہد تھے تو آدمی کو جلانے کے بارے میں آپ پر عتاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی زندیق تھا اور اس کی توبہ کی قبولیت میں بھی اختلاف ہے۔ اور یہ کہنا کہ کسی کو جلانے کے متعلق نہی وارد ہے تو چور کہتا ہے آپ کو یہ بات نہ پہنچی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ بات معلوم ہو اور آپ نے اس کی یہ تاویل کی ہو کہ یہ نہی ان لوگوں کیلئے ہے جو زندیق نہ ہوں۔

مجتہدین کو کتنے ہی دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ان کی تاویل کر لیتے ہیں اور کوئی جاہل ہی ان کی باتوں سے انکار کر سکتا ہے۔ باقی رہی بات چور کے بائیں ہاتھ کے قطع کرنے کی۔ ممکن ہے یہ جلاد کی غلطی سے ہوا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے تیسری بار چوری کی ہو۔ معترضین کو کہاں سے علم ہوا ہے کہ وہ پہلی چوری تھی اور آپ نے جلاد کو بائیں ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے۔ بطور تنزل آیت اس کو بھی شامل ہے یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک آیت اپنے اطلاق پر باقی ہو اگر حضور علیہ السلام نے پہلی چوری پر دایاں ہاتھ قطع کیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے بلکہ امام کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ اگر اس مسئلہ پر اجماع فرض کیا جائے تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اجماع آپ کے بعد اس بنا پر ہوا ہو کہ اس جیسے معاملات میں اجماع ہو چکا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ کتب اصول میں آیا ہے اور ایک قرأت میں ایما لہما کے الفاظ آتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کو اس قرأت کا علم نہ ہو۔ بہر حال کسی بھی وجہ سے آپ کو مورد الزام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ میرے نزدیک پہلا احتمال برحق ہے۔ مالکؒ نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ ایک یمنی آدمی جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا

حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے وہ رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کہہ رہے تھے میرے باپ کی قسم تیری رات کسی چور کی رات نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت اسماعیل بن عمیسؓ کو حضرت ابو بکرؓ کی زوجہ محترمہ تھیں، کے زیورات کو تلاش کیا اور وہ آدمی بھی ان کے ساتھ ہی چل پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ جس نے اس نیک گھرانے پر ڈاکہ ڈالا ہے تو ہی اس سے پیٹ۔ پھر وہ زیورات ایک کنارے کے پاس سے ملے، کنارے کے خیال میں یہ زیورات وہ ملے پاؤں کا آدمی ہی اس کے پاس لایا تھا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اعتراف کر لیا۔ یا مہاجرؓ! یہ تو میری ہی گئی۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اس کا بایاں ملے کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرے نزدیک اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا۔ اس کے چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت بات ہے پس حقیقت حال واضح ہو گئی اور اور معاندین کا شبہ باطل ہو گیا۔ اب رہا دادی کے میراث کے بارے میں باوجود علم کے آپ کا توقف کرنا تو سابق حدیث میں معترضین کا بلیغ رد موجود ہے۔

اصحاب سنن اور ابوداؤد مالک نے قبیلہ سے بیان کیا ہے کہ دادی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس اپنی میراث کے بارے میں دریافت کرنے کیلئے آئی تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبویؐ میں میرے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ آپ واپس چلی جائیں۔ میں لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کروں گا۔ آپ نے پوچھا تو حضرت منیر بن شعبہؓ نے کہا میری موجودگی میں حضورؐ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا کوئی اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھا تو محمد بن مسلمہؓ نے کھڑے ہو کر حضرت منیرؓ والی بات کہی تو آپ نے اس کے متعلق

یہی فیصلہ کر دیا۔ آپ سیاق کلام پر غور کریں تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ کیونکہ آپ نے پہلے قرآن مجید کو دیکھا پھر سنت نبویؐ پر نظر دوڑائی مگر آپ کو کوئی بات معلوم نہ ہوئی پھر مسلمانوں سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ اگر انہیں اس بارے میں سنت نبویؐ سے کچھ معلوم ہو تو مجھے بتائیں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابن مسلمہ نے آپ کو بتایا اور آپ نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا اور احتیاطی حضرت مغیرہ سے دوسرے آدمی کے بارے میں بھی پوچھا۔ جبکہ روایت میں متعدد آدمیوں کی کوئی شرط نہیں اور یہ بات ہمارے اس بیان کی مؤید ہے جسے ہم پہلے پیش کر چکے ہیں کہ جب آپ کے پاس کوئی جھگڑا آتا تو آپ پہلے قرآن پاک کو دیکھتے۔ پھر سنت نبویؐ پر نظر کرتے۔ پھر صحابہ سے مشورہ کرتے اور یہی مجتہدین کی شان ہے۔ کوئی مجتہد اس بات کا مدعی نہیں ہوتا کہ وہ مدارک احکام پر بحث کرتا ہے۔

دارقطنی نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ اس کی دو داریاں حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنی اپنی میراث کا مطالبہ کرتی ہوئی آئیں یعنی نانی اور وادی، تو آپ نے میراث نانی کو وادی تو حضرت عبدالرحمن بن سہلؓ لانساری البدری نے آپ سے کہا آپ نے اس کو میراث وادی ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آپ نے اسے دونوں میں تقسیم کر دیا۔ غور کیجئے کہ کس طرح آپ نے کمال علم کے باوجود اپنے سے چھوٹے آدمی کی بات سن کر حق کی طرف رجوع کر لیا۔

یا کچوال مشہور ہے حضرت عمرؓ نے آپؐ کی خدمت کی ہے اور عیسٰی شخص کی خدمت
 حضرت عمرؓ حبیبا آدمی کرے وہ خلافت کا اہل نہیں ہو سکتا۔
 جواب : یہ محض کذب و افتراء ہے حضرت عمرؓ نے کبھی آپؐ کی خدمت نہیں

کی جگہ آپ نے تو آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ اور آپ کے خیال میں تو حضرت ابو بکرؓ تمام صحابہ سے علم، رائے اور شجاعت میں اکمل تھے۔ جیسے کہ ان باتوں کا تذکرہ ہم بیعت کے قصہ وغیرہ میں کرتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ کو امامت کیلئے آپ ہی نے مقرر کیا تھا۔ اگر حضرت عمرؓ کو اس پر بھی اعتراض ہے تو پھر وہ اپنے آپ پر اور اپنی امامت پر معترض ہوئے

یہ کہنا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو حضرت خالد بن ولید کے قتل نہ کرنے پر کورنا۔ کیونکہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو جو مسلمان تھے قتل کر دیا تھا۔ اور اسی رات ان کی بیوی سے شادی کر لی۔ اور اس کے پاس آئے اس سے نہ آپ کی مذمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نفس آپ کے ذمے لگایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ انکار تو بعض مجتہدین کے اس انکار کی طرح ہے۔ جو وہ اجتہادی امور میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اور یہ سلف کی نشان ہے کہ وہ اس میں کوئی نفس نہیں پاتے۔ بلکہ وہ اسے انتہائی کمال خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق حضرت خالدؓ کے عدم قتل ہی میں ہے کیونکہ مالک بن نویرہ کو جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور مرتدین کی طرح اس نے اپنی قوم کے صدقات بھی انہیں واپس کر دیئے اور اس بات کا اعتراف خود مالک کے بھائی نے حضرت عمرؓ کے سامنے کیا ہے یہ اعتراض کہ حضرت خالدؓ نے مالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ شاید اس کی ذمہ یہ ہو کہ اس کی موت کے بعد وضع محل کی وجہ سے اس کی عدت ختم ہو گئی ہو۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ کے پاس جا ہنیت کے رواج کے مطابق مجوس ہو، پھر مال حضرت خالدؓ کے بارے میں ایسی رذالت کا لگان کرنا جو ایک ادنیٰ مومن سے بھی سرزد نہیں

ہو سکتی۔ درست نہیں وہ نہایت متقی انسان تھے۔ اگر وہ ایسے تھے تو وہ خدا کے دشمنوں پر اس کی کھینچی ہوئی تلوار کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کیا وہی درست ہے نہ کہ وہ اعتراض جو حضرت عمرؓ نے آپ پر کیا۔ اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپؐ نے حضرت خالدؓ سے متعزض ہوئے نہ ان پر ناراض ہوئے۔ اور نہ اس معاملہ میں کبھی آپؐ پر نکتہ چینی کی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو کچھ کیا وہی حق تھا۔ اس لئے آپؐ نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا اگر ایسا نہ ہوتا تو آپؐ خلیفہ ہونے پر حضرت خالدؓ کو نہ چھوڑتے۔ کیونکہ آپؐ متقی انسان تھے اور دین میں ممانعت نہیں کر سکتے تھے۔

چھٹا شبہ : حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا اب جو دوبارہ ایسا کرے اُسے قتل کر دو۔ اس سے آپؐ کی خلافت کے حق ہونے پر اعتراض پیدا ہوتا ہے۔

جواب : یہ بات بھی ان لوگوں کی جہالت اور غباوت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسی بات موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو بلکہ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے مشورہ کئے بغیر اس

لے سعد کہتے ہیں اچانک بیعت ہونے اور اس کے شر سے بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے شر سے بچا لیا۔ اب جو دوبارہ ایسی مخالفت کرے جس سے وحدت پارہ پارہ ہو اُسے قتل کر دو۔

قسم کا اقدام کرنا اور ایسا اتفاق جس نے فتنے کا اندیشہ ہو اس کی طرف کوئی آدمی لوگوں کی رہنمائی نہ کرے۔ میں نے یہ اقدام کیا تھا مگر خلاف عادت فتنہ کے خوف سے صحت نیت کی برکت سے میں پیچ گیا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی کمزوری درآتی تو کیا ہوتا۔ اس کا مفصل بیان بیعت کی فصل میں گزر چکا ہے۔

سائلواں شبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ کی وراثت سے محروم کر کے ابو بکرؓ نے ان پر ظلم کیا ہے کیونکہ جو حدیث انہوں نے بیان کی ہے یعنی

نحن معاشر الانبياء ولا نورث ما تركناه صدقاً
کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس پر کوئی دلیل موجود نہیں پھر آیت وراثت کی مخالفت کرتے ہوئے خبر واحد سے حجت پکڑی گئی ہے اور اصولیوں نے اس بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ ایک مشہور بات ہے۔ اس کے علاوہ حضرت فاطمہؓ بموجب نص انما يريد الله ليزهد عنيكم الدين اهل البيت معصومہ ہیں اور حدیث میں حضرت فاطمہؓ کو حضورؐ نے اپنا ٹکڑا قرار دیا ہے۔ چونکہ آپ معصوم ہیں اس لئے حضرت فاطمہؓ بھی معصوم ہیں۔ اس لحاظ سے آپ کا دعویٰ وراثت صحیح ہے۔

جواب پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خبر واحد کے مطابق فیصلہ نہیں کیا جو محل اختلاف میں ہے بلکہ آپ نے جو کچھ حضور علیہ السلام سے سنا ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور وہ

آپ کے نزدیک قطعی ہے۔ اور متن کی تعلیمیت میں آیت موارثت کے مساوی ہے۔ اب رہا آپ کا اپنے فہم کے مطابق اسے حل کرنا تو تمام ممکن احتمالات کو قرنیہ عالیہ سے منتفی کر کے آپ کے نزدیک وہ آیات کی عمومیت کو مخصوص کرنے کی قطعی دلیل بن گئی ہے۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اہلبیت میں آپ کی ازدواج بھی شامل ہیں جس کا بیان فضائل اہلبیت میں آئے گا۔ اور وہ بالاتفاق سے معصومہ نہیں یہی صورت بقیہ اہلبیت کی ہے۔ رہا حضور علیہ السلام کا حضرت فاطمہؑ کو اپنا ٹکڑا قرار دینا تو یہ قطعی طور پر مجاہد ہے جس سے معصومیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی کسی جگہ مساوات ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام احکام میں مساوات ہے بلکہ آپ کے اس فرمان سے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں یہ مراد ہے کہ آپ نے یہ فقرہ خیر و شفقت کے لئے فرمایا ہے۔ اور حضرت فاطمہؑ کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضور علیہ السلام نے باغ فدک مجھے دیا تھا اس پر سوائے حضرت علیؑ اور ام ایمن کے آپ کوئی گواہ نہیں پیش کر سکیں۔ اس لحاظ سے گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ نیز اپنی بیوی کے حق میں خاوند کی شہادت کی قبولیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ایک گواہ اور قسم سے اس کا حکم کا عدم ہو جاتا ہے یا تو کسی علت کی وجہ سے اکثر علماء اسے قبولیت کے قابل نہیں کہتے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہؑ نے اس سے حلف طلب نہیں کیا۔ جس نے آپ کے لئے شہادت دی۔

اور یہ خیال کہ حضرت حسنؑ اور ام کلثومؑ نے آپ کے حق میں شہادت دی تھی۔ ایک جھوٹی بات ہے۔ کیونکہ فرع اور صغیر کی شہادت قبولیت کے قابل نہیں ہوتی۔ عنقریب امام زید بن حسن بن علی بن حسین سے یہ راجح

آئے گی کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کے فعل کو درست اور صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہی فیصلہ کرتا جو آپؐ نے کیا ہے اور ایک روایت میں ہے جو دوسرے باب میں آئے گی کہ حضرت ابو بکرؓ نہایت رحمدل آدمی تھے۔ اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے جو ترکہ چھوڑا ہے۔ اس میں کچھ تبدیلی کریں۔ آپؐ نے مجھے باغِ فدک دے دیا اور کہا، کیا آپؐ کے پاس کوئی شہادت ہے تو آپؐ کے حق میں حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ نے شہادت دی تو آپؐ نے انہیں فرمایا کہ ایک مرد اور اور ایک عورت کی شہادت سے آپؐ فدک کی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید کہتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس یہ معاملہ آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابو بکرؓ نے کیا ہے۔

آپؐ کے بھائی حضرت امام باقرؓ سے کہا گیا کہ شیخین نے آپؐ کے حقوق کے متعلق کچھ غلطی سے کام لیا ہے تو آپؐ نے جواب دیا نہیں! اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے۔ ہمارے ساتھ تو ایک راٹی کے دانے کے برابر بھی غلطی نہیں کیا گیا۔

دارقطنی میں ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ قرابت داروں کے حصے کے بارے میں حضرت علیؓ کیا کیا کرتے تھے فرمایا وہی کچھ کرتے تھے جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کیا کرتے تھے۔ نیز ان دونوں حضرات کی مخالفت کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے مطالبہ میں جو عذر پیش کیا ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ کے نزدیک خبر واحد، قرآن کو مخصوص نہ کرتی ہو جیسا کہ اس کے متعلق کہا بھی گیا ہے۔ پس منع و طلب میں دونوں کے

عذر واضح ہو گئے۔ اور کوئی اشکال نہ رہا۔ اس بات پر غور کیجئے۔ یہ ایک اہم بات ہے۔

اس مقام پر ہم نے بخاری کی جو حدیث بیان کی ہے وہ بھی اس کی وضاحت کرتی ہے کیونکہ وہ ایسی اعلیٰ باتوں پر مشتمل ہے جو کوتاہ بینوں کے تمام شبہات کو زائل کر دیتی ہیں۔

زہری کہتے ہیں جسے مالک بن اوس بن الحدثان نفری نے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اس وقت بلایا جب آپ کے دربان یزناؓ نے آکر آپ سے کہا کہ حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمنؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا اجازت ہے تو یزناؓ ان کو اندر لے آیا۔ پھر تھوڑی دیر بٹھ کر دوبارہ آکر کہا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ حاضری کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فرمایا انہیں بھی بلا لاؤ۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو حضرت عباسؓ نے کہا یا امیر المومنین میرے اور علیؓ کے درمیان فیصلہ فرمائیے یہ دونوں حضرات نبیؐ کے اصحاب کے مال فی کے بارے میں جھگڑ رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو دیا تھا۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے آپس میں ایک دوسرے کو سخت مست بھی کہا لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ان کی تکلیف کو دور کیجئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں آپ لوگوں کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ کیا آپ حضرات اس بات سے انکاہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات تھی انہوں نے جواب دیا ہاں حضور نے ایسا فرمایا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے

حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا میں آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضور نے یہ بات فرمائی ہے۔ دونوں حضرات نے جواب دیا ہاں ہمیں اس بات کا علم ہے تو آپ نے فرمایا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مال فی میں سے کچھ چیزیں لینے کے لئے مخصوص فرمایا تھا اور آپ کے سوا اس نے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ وما انا الا رسول الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب الى قولنا قديروا، یہ نے خالصتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔ پھر قسم بخدا نہ آپ نے اس کے لئے کسی کو پسند کیا ہے۔ اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی ہے بلکہ آپ نے اس نے سے آپ کو دیا ہے اور تم میں اُسے تقسیم کیا ہے۔ اور یہ مال اس سے باقی بیچ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام اس مال سے اپنے اہل کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بیچ رہتا تھا اُسے اللہ کا مال قرار دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر ایسے ہی کیا۔ پھر حضور کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے کہا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں پھر آپ نے اس مال کو قبضے میں لے کر وہی کچھ کیا جو حضور علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ اور آپ لوگ بھی اس وقت وہیں موجود ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اسے طرح کرتے تھے جیسے تم کہہ رہے ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست باز۔ نیک۔ صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ

تعالے نے حضرت ابوبکر کو وفات دے دی تو میں نے کہا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ولی ہوں۔ میں نے اپنی امارت کے دو سالوں میں اس مال کو قبضہ میں لے کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے طریق کے مطابق خرچ کیا۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس بارے میں راست ہاں جائز کام کرنے والا ، صاحب رشد اور حق کا پیروکار ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تمہاری بات ایک ہی ہے۔ اور معاملہ بھی اکٹھا ہی ہے۔ تو میں نے آپ سے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ مال آپ کو دے دوں تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ مال آپ کو دے دیتا ہوں۔ مگر آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر یہ عہد کرنا ہو گا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابوبکر اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اُسے خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر مجھے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو آپ دونوں نے مجھے کہا کہ ہمیں مال دے دیجئے اور میں نے آپ کو وہ مال دے دیا کیا آپ اس کے سوا کچھ سے کوئی اور فیصلہ کرانے کے خواہاں ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں قیام قیامت تک اس سے سوا کوئی اور فیصلہ نہ کروں گا۔ اگر تم مال کو اس طرح خرچ کرنے سے عاجز ہو ، جیسے میں نے کہا ہے تو مال مجھے واپس کر دو۔ میں تم دونوں سے اس کے لئے کافی ہوں گا۔ جب یہ حدیث عروہ بن زبیر کے پاس بیان کے

گئی تو انہوں نے کہا مالک بن ازیل نے درست کہا ہے۔ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بیویوں نے حضرت عثمان کو حضرت ابوبکر کے پاس مال فے کے متعلق دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ اور میں انہیں اس بات سے روکتی تھی۔ میں نے انہیں کہا تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتیں کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور اس سے مراد آپؐ کی اپنی ذات ہوتی تھی۔ آل محمدؐ کو صرف اس مال سے کھانے کا حق تھا۔ جب میں نے انہیں یہ بات بتائی تو وہ باز آ گئیں۔

عروہ کہتے ہیں یہی صدقہ حضرت علی کے ہاتھ میں آیا تو آپؐ نے حضرت عباسؓ کو نہ دیا۔ پھر یہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت علی بن حسینؓ اور حسن بن حسن کے ہاتھوں میں آیا وہ بھی اسے متبادل طریق پر خرچ کرتے رہے۔ پھر یہ زید بن حسن کے پاس آیا تو حقیقتاً یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔ پھر بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباسؓ، حضرت ابوبکر کے پاس فدک کی زمین کی میراث اور خیبر سے اپنا حصہ طلب کرتے ہوئے آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمدؐ کو اس مال سے صرف کھانے کا حق حاصل ہے۔ خدا کی قسم مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی کرنا اپنی قرابت کا نسبت زیادہ پسند ہے۔

پس حضرت عائشہ کی حدیث اور اس سے ما قبل کی حدیث پر غور کرنے سے آپ کو اس حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی۔ جس پر حضرت ابوبکر قائم تھے اور حضرت علی اور حضرت عباس کا آپس میں ایک دوسرے کو سخت سست کہنا اس بات کی صراحت کرتا ہے کہ دونوں اس کے غیر ارشاد ہونے پر متفق تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں حضرت عباس کا حصہ ہوتا۔ اور حضرت علی کو اپنی بیوی کا حصہ ملتا اور جھگڑے کی کوئی وجہ ہی نہ ہوتی۔ ان دونوں حضرات کا جھگڑا اس مال کے صدقہ ہونے کے بارے میں تھا۔ اور دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت عمر نے ان کے درمیان صلح کر دی اور ان دونوں اور حاضرین سابقین کے سامنے پوری وضاحت کر کے وہ مال ان دونوں کو دے دیا۔ یہ لوگ اکابر عشرہ مبشرہ میں سے تھے آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے آپ کو بتایا کہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اس فرمان کا علم ہے اس وقت حضرت عمر نے ثابت کیا کہ یہ مال وراثت نہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا تاکہ وہ اس میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی سنت کے مطابق تصرف کریں اور انہوں نے یہ وعدہ کر کے کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں گے یہ مال لے لیا اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات وضاحت سے بیان کی کہ حضرت ابوبکر نے اس مال کے بارے میں جو کچھ کیا اس میں وہ راست باز، نیک، صاحب رشد اور حق کے پروردگار تھے۔ اور ان دونوں حضرات نے آپ کی تصدیق کی۔

کیا کسی معاند کے لئے اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے اگر اب بھی کوئی

شبہ کرے تو ہم اسے کہیں گے کہ تیرے بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت
 علی سب پر غالب آگئے تھے اور ان کا حضرت عباس سے اس مال کو لے
 لینا ظلم ہے۔ کیونکہ تمہارے بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ یہ مال وراثت ہے
 اور حضرت عباس کا اس میں حصہ ہے۔ پس حضرت علی کیسے سب پر غالب
 آسکتے تھے اور حضرت عباس سے اس مال کو کیونکر لے سکتے تھے۔ پھر یہ
 مال حضرت علی کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو ملا۔ مگر حضرت عباس سے
 کے بیٹوں کو اس مال سے کچھ بھی نہ ملا۔ کیا یہ حضرت علی اور آپ کے بیٹوں
 کا واضح اعتراف نہیں کہ یہ مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ کا مال ہے۔ اگر اسے
 بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی اور آپ کے بیٹوں پر نافرمانی ظلم
 اور فسق کا الزام لگے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے بلکہ ردافق
 اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک تو وہ معصوم ہیں ان کے متعلق تو گناہ کا
 تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب وہ حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر
 ظلم کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے صدقہ ہونے کے قائل ہیں اور
 اسے وراثت نہیں کہتے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور اس بات پر بھی غور
 کیجئے کہ حضرت ابوبکر نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو بھی خرچ لینے سے
 روک دیا تھا۔ صرف حضرت فاطمہ اور حضرت عباس ہی کو نہیں روکا۔ اگر اس
 بات کا مدار محبت پر ہوتا تو محبت کی زیادہ مقدار آپ کی اولاد ہوتی۔ جب
 آپ نے حضرت عائشہ کو محبت کی بنا پر کچھ نہیں دیا تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ
 حق کے ایک ایسے سخت مقام پر تھے جہاں انہیں کسی علامت کنندہ کی ملامت
 کا خوف نہ تھا۔

آپ ذرا حضرت علی، حضرت عباس اور دیگر حاضرین کے سامنے حضرت

عمر کی تقریر پر فوراً فرمائیں۔ اسی طرح اہل المومنین کے سامنے حضرت عائشہ کی تقریر پر تامل کریں۔ دونوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ہے۔
 المہر تعلموا کیا تم نہیں جانتے! اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حدیث کی روایت میں منفرد نہیں بلکہ اہل المومنین، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد سب اس بات کو جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر صرف اس بات میں منفرد ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات سب سے پہلے آئی۔ اس کے بعد دیگر لوگوں کو بھی یاد آگئی۔ اور انہیں معلوم ہو گیا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے صرف حضرت ابوبکر کی روایت پر عمل نہیں کیا۔ اگرچہ اس معاملہ میں یہ ایک روایت ہی کافی تھی۔ یا کفایت کرنے والی تھی بلکہ انہوں نے اس وقت اس پر عمل کیا جب ان کے دیگر افاضل نے بھی اسے بیان کیا۔ اس طریق سے حضرت ابوبکر کے فعل کی توضیح ہو گئی اور کسی لحاظ سے بھی اس میں کوئی شبہ نہ رہا اور یہ ایک ایسا حق اور صدق ہے جس میں کسی قسم کے تعصب اور محبت کا شائبہ نہیں اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا، جاہل، احمق اور معاند ہے جس کی اللہ کو کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی اس کے قول کی، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ ہے کہ وہ کس عداوت میں ہلاک ہوتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی و عقل و دین کی دعا کرتے ہیں۔

تنبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نحن معاشر الانبیاء لا نورث اللہ تعالیٰ کے اس قول و وراثت سلیمان و داؤد

کے معارض نہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ یہ دونوں قول ایک دوسرے کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس جگہ مال کی وراثت مراد نہیں۔ بلکہ نبوت اور بادشاہت وغیرہ مراد ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انیس بھائیوں میں سے وراثت کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اگر اس جگہ مالی وراثت مراد ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی مخصوص نہ کیا جاتا اور علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیء کا سیاق بھی ہمارے مذکورہ بیان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور وراثت علمی کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے جن میں ایک یہ ہے کہ ثم ارثنا الكتاب فخلقنا خلف من بعد ہم خلف ورتنا الكتاب۔ پھر فرمایا فہب لی من لدنک ولیاً یرثنی اس آیت سے بھی وراثت علمی ہی مراد ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وانی خفت العوالی من ورائی، یعنی مجھے خوف ہے کہ میرے بعد تقدر علم اور دین کو ضائع کر دیں گے اور دوسری دلیل من آل یعقوب کے الفاظ ہیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کسی نے بیان نہیں کیا کہ ان کے پاس مال تھا۔ جس کی وراثت کے لئے وہ بیٹے کی دعا کرتے تھے اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی حضور علیہ السلام کا مقام اس بات کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور جب بیٹا مانگنے سے مطلب یہ ہو کہ وہ باپ کے نام کو روشن کرے اس کے لئے دعا کرے اور امت میں کثرت کا باعث بنے تو ایسی دعا کرنا درست ہے اور جو ان

اغراض کے علاوہ بیٹے کی دعا مانگے وہ خاص طور پر قابل ملامت ہوگا کیونکہ اس کا مقصد اپنے عصبہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے۔ خواہ اس کا بیسٹا موجود نہ ہی ہو۔

آٹھواں شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طور پر حضرت علی کا خلافت کے لئے تقرر فرمایا تھا۔

معلوم ہے آپ کے بارے میں نص جلی بھی موجود تھی۔ اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن حضور علیہ السلام کی زندگی کا معمول اس بات کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ حضرت علی ہی آپ کے خلیفہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے مدینہ سے غیر حاضری کے موقع پر حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے کوئی جھگڑا باقی نہ رہنے دیا۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ جب آپ کی زندگی میں اس سے کوئی خلل نہیں ہوا تو آپ کی وفات کے بعد بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔

جواب اس کا مدلل جواب فصل چہارم میں مفصل طور پر گزر چکا ہے۔ اس میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے اس بات کا علم ہوتے ہوئے انہیں چھوڑا کہ صحابہ، خطاء و لازم سے محفوظ ہونے کی وجہ سے ان کی طرف سبقت کریں گے۔ آپ نے بہت سے احکام کے متعلق نص بیان نہیں فرمائی بلکہ انہیں مجتہدین کی آراء کے سپرد کر دیا ہے۔ اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نص جلی کا موجود نہ ہونا تو قطعی بات ہے۔ اگر وہ موجود ہوتی تو بکثرت اسباب نقل کے باعث اسکا چھپنا ممکن ہی نہ ہوتا اور اگر حضرت علی کے لئے نص موجود ہوتی تو آپ دوسروں کو اسی طرح منع کر دینے جیسے حضرت ابو بکر نے باوجود حضرت علی سے کمزور ہونے کے انصار کو حدیث الامۃ من قریش سے منع کر دیا تھا۔ اور انہوں نے خبردار ہونے کے

باوصف آپ کی بات مان لی تھی۔ اور اس کی وجہ سے امامت اور اس کے ادعا کو ترک کر دیا تھا۔ اس صورت میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ حضرت علی کے لئے یقینی نص جلی موجود تھی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگوں کے درمیان تھے جو امامت کے معاملہ میں خبر واحد کا بھی انکار نہیں کرتے اور انہوں نے جان و مال کی قربانی دے کر اور اہل و عیال اور وطن کو غیر باد کہہ کر اور نصرت دین کی خاطر والدین اور اولاد کو قتل کر کے یہ شہادت فراہم کر دی تھی کہ وہ دینی صلابت میں نہایت اعلیٰ مقام پر ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت علی ان لوگوں کے سامنے نص جلی سے احتجاج نہیں کرتے بلکہ امامت کے تنازعہ کے طول پکڑ جانے کے باوجود کسی ایک سے بھی نہیں کہتے کہ آپ لوگ اس بارہ میں خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں۔ نص جلی نے تو فلاں آدمی کو امامت کے لئے مستحق بھی کر دیا ہے اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت علی نے تو انہیں ایسا کہا تھا۔ مگر انہوں نے آپ کی بات نہیں مانی تو ایسا شخص گمراہ اور ضروریات دین کا منکر ہے۔ اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں رہی بات اس حدیث کی جو حضرت علی کے فضاہل میں آئندہ بیان ہوگی کہ آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص غدیر غم کے موقع پر موجود تھا میں اس سے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ وہ شخص کھڑا نہ ہو جو یہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا مجھے اطلاع پہنچی ہے بلکہ وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ اس بات کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا۔ تو اس پر سترہ صحابہ کھڑے ہو گئے۔ اور ایک روایت میں تیس صحابہ کے کھڑے ہونے کا ذکر ہے۔ تو فرمایا جو کچھ تم نے سنا ہے بیان کرو۔ تو انہوں نے آئندہ آنے والی حدیث بیان کی جس

میں یہ ذکر بھی ہے کہ من کنت مولاً ہ فعلی مولاً ہ تو آپ نے فرمایا
تم نے درست کہا اور میں اسکا شاہد ہوں

ابوالطفیل کے قول کے مطابق حضرت علی نے یہ بات حصول خلافت
کے بعد کہی۔ احمد اور بزار سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت علی نے عراق میں
لوگوں کو جمع کیا پھر کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو غدیر
خم کے موقع پر موجود تھا۔ پھر آگے وہی بات بیان ہوئی ہے جو اوپر گذر
چکی ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ آپ سے تمسک کریں اور آپ کی مدد
کریں۔

سوال ششم اللہ تعالیٰ کا یہ قول حضرت علی کی خلافت پر تفصیلی نص
ہے کہ **وَادُلُوا الْاَرْحَامَ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ**
یہ آیت خلافت کے عموم پر دل ہے اور حضرت علی، حضرت ابو بکر کی نسبت
بلیغ ذرشتہ اولیٰ ہیں۔

جواب آیت میں عمومیت نہیں پائی جاتی بلکہ آیت مطلق ہے پس
خلافت کے بارے میں نص نہیں پائی جاتی اور مطلق اور
عام کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ جبکہ عموم اولاً بدلی ہو گیا ہے اور ثانیاً شرعی

سوال ششم اللہ تعالیٰ کا قول **انما وریکم اللہ ورسولہ**
والدین امنوا۔ حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور

صرح نص ہے وہ کہتے ہیں ولی کے معنی زیادہ حذر اور اولیٰ بالتصرف
کے ہیں۔ جیسے بچہ کا ولی بچے کے معاملہ میں تصرف کا زیادہ حذر ہوتا
ہے۔ یا اس کے معنی محب اور مددگار کے ہیں۔ لغت میں اس کے
تیسرے معنی موجود ہی نہیں۔ مددگار کا ہجوم یہاں مراد نہیں یا جاسکتا

کیونکہ نص میں سب مومنین کی نفرت کے لئے عمومیت پائی جاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَا بَعْضٍ** پس اس کا حصر درست نہ ہو گا بلکہ آیت میں جن مومنین کا ذکر ہے یہ ان کے بارے میں ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں متصرف کا مفہوم مراد ہے اور متصرف امام کو کہتے ہیں اور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ **الَّذِينَ يَتِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُقِيمُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ ذَاكِعُونَ**۔

سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت علی سے بحالت رکوع سوال کیا گیا تو آپ نے اپنی انگلی سائل کو دے دی اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر وغیرہ نہیں ہیں۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں حضرت علی مراد ہیں۔ پس یہ آپ کی امامت پر نص ہے۔

جواب : جو کچھ کہا گیا ہے سب غلط ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں بغیر کسی دلیل کے ظن و تخمین سے کہی گئی ہیں۔ بلکہ اس آیت میں ولی کا لفظ مددگار کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ اگر ان کے خیال کے مطابق متصرف کے معنی لئے جائیں تو حضرت علی کا حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی اولیٰ بالتصرف ہونا لازم آتا ہے۔ جو بلاشبہ ایک جھوٹی بات ہے اور ان کا یہ خیال کہ آیت میں حضرت ابو بکر مراد نہیں بلکہ حضرت علی ہیں۔ یہ ایک بدترین جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابو بکر نماز قائم کرنے والوں میں شامل ہیں کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ مکرر لایا گیا ہے۔ پس اسے واحد پر کیسے محمول کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ آیت کا نزول حضرت علی کے حق میں ہوا ہے اس

سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کوئی دوسرا شخص جو آپ کے ساتھ اس صیغہ میں شریک ہے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتا اور اسی طرح ان کا یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسن بن علی کی امامت اور جلالت شان ایک مسلمہ بات ہے، نے فرمایا ہے کہ آیت عام ہے اور دوسرے مومنین بھی اس میں شامل ہیں۔ حضرت امام باقر بھی اس بارہ میں آپ سے موافقت کرتے ہیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ آیت کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیا حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت علی بھی مومنین میں شامل ہیں اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ انہ الذین امنوا سے مراد ابن سلام ان کے ساتھی ہیں اور بعض دیگر مفسرین کا خیال ہے کہ جب حضرت عبادہ نے اپنے حلیف یہود سے اظہار بیزاری کیا تو یہ آیت ان کے بارہ میں نازل ہوئی اور حضرت عکرمہ جو حضرت عبداللہ بن عباس ترجمان القرآن کے علوم کے حفظ میں خاص شان کے حامل ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس ان لوگوں کا خیال باطل ثابت ہو گیا، پھر لفظ ولی کو انہوں نے جن معنوں پر محمول کیا ہے وہ اپنے ماقبل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور وہ یہ ہے کہ لا تتخذوا الیہود اس میں قطعی طور پر ولی مددگار کے معنوں میں آیا ہے اور آیت کے مابعد سے بھی ان معنوں کی کوئی مناسبت نہیں کیونکہ وہاں ذکر ہے۔

ومن یتول الله ورسوله
واللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتا ہے

اس جگہ توئی نفرت کے معنوں میں آیا ہے۔ پس اجزائے کلام کو آپس میں مربوط کرنے کے لئے آیت کو ان معنوں پر محمول کرنا واجب ہے۔
گیارہواں شبہ : حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور مصرح نصوص، حضور ﷺ علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپ نے حجتہ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے روز جمعہ کے مقام پر فرمایا۔ آپ نے صحابہ کو جمع کر کے تین بار فرمایا کیا میں تمہاری جانوں سے بھی تمہیں زیادہ محبوب نہیں ہوں۔

اے اس آیت سے حضرت علی کی خلافت کا استدلال اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ لفظ انہما کو حصر حقیقی کے معنوں میں لیا جائے اگر ایسا ہو تو اثنا عشریہ شیعوں کا مذہب باطل قرار پاتا ہے کیونکہ حصر حقیقی حضرت علی کے سوا کسی دوسرے امام میں ان صفات کو محقق نہیں ہونے دیتا جو آپ کے بعد ہوا۔ اور ہم اس پر بھی منع وارد کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان لوگوں کی ولایت ہے جو حضرت عمر کے زمانے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں سے موجود تھے اس لئے کہ امامت، نبی کی موت کے بعد نیابت کرنے کا نام ہے لیکن آیت نے اس ولایت کیلئے کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا۔ پس یہ حضرت علی کی امامت کے درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعد کے ائمہ ثلاثہ کی امامت پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا اور ان کا یہ کہنا کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے متعلق ہے اس پر بھی ہم منع وارد کرتے ہیں کیونکہ محقق مفسرین نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ یہ ہابشرین اور انصار کے متعلق ہے اور حضرت عکرمہ نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر کے متعلق ہے۔ اور نماز میں انگوٹھی صدقہ کر دینے والی روایت علماء کے اجماع سے موضوع ثابت ہو چکی ہے پس یہ سارے کہانی ہی بالا جماع جھوٹی ہے۔

صحابہ نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا

من كنت مولاه فعلى مولاه
اللهم وال من والاه وعاد
من عاداه فاحب من احب
والبغض من البغضه والفر من
نصره واخذل من خذله
وادرا الحق معد حيث دار

جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس
کا محبوب ہے اسے اللہ جو اس سے
محبت رکھے اس سے محبت
رکھو اور جو اس سے دشمنی کرے اس
سے دشمنی کر۔ پس جو اس سے محبت
کرتا ہے اسکو محبوب بنالے اور جو
اس سے بغض رکھتا ہے اسکو مغضوب
بنادے۔ جو اس کی مدد کرتا ہے اس
کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مدد
گار چھوڑتا ہے اُسے تو بھی چھوڑ دے
اور جہاں یہ جاٹے حق اس کے ساتھ
ہو۔

وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ مولیٰ سے مراد اولیٰ ہے اور حضرت علی محبت کے اس مقام
پر ہیں۔ جس مقام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس کی دلیل یہ ہے
کہ آپ نے فرمایا ہے اَلست اُولیٰ بکمؑ یہاں مددگار کے معنی نہیں۔ اگر الیا
ہوتا تو آپ کو لوگوں کو جمع کرنے اور آپ کے لئے دعا کرنے کی ضرورت
نہ تھی۔ کیونکہ یہ بات تو سب کو معلوم تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ دعا صرف
امام معصوم مفترض الطاعتہ کیسے ہی ہو سکتی ہے۔ پس یہ آپ کی خلافت پر
بیحد نفوذ مزید ہے۔

جواب: یہ شیعوں کے شہادت میں سے نہایت قوی شہادہ ہے اس لئے

اس کے جواب میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے جس میں اس حدیث اور اس کے اخراج کرنے والوں کا بیان ہو۔ بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ جیسے ترمذی نسائی اور احمد۔ یہ حدیث بے شمار طریق سے مروی ہے۔ اسے مولہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اسے حدیث کو تین صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور حضرت علی سے جب ان کے دور خلافت میں تنازعہ کیا گیا تو اس حدیث سے صحابہ نے حضرت علی کے حق میں شہادت دی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا۔ اس کی بہت سی اسانید صحیح اور حسن ہیں اور جو شخص اس کی صحت پر معترض ہو اور یہ کہہ کر اس کو رد کر دے کہ اس وقت حضرت علی بن ابی طالب تھے۔ اس کی بات کی طرف التفات کی ضرورت نہیں اور اس بات کا ثبوت کہ آپ بنی ہاشم سے واپس آگئے تھے یہ ہے کہ آپ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ کھایا ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول کہ اللہم وال من والاہ الخ کے الفاظ کو ایذا دہی موضوع ہے۔ یہ بات بھی قابل رد ہے کیونکہ یہ الفاظ ایسے طرق سے بھی آتے ہیں جن میں سے کثیر تعداد کو ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ بہر کیف ان کے جملہ خیالات ان وجوہ کے باعث جن کا ہم ذکر کریں گے۔ مردود ہیں۔ اگرچہ ان کے بیان میں ضرورت کے باعث طوالت ہو گئی ہے۔ پس ان پر غور و فکر کرنے سے اکتاہٹ اور غفلت سے کام نہ لیا جائے۔

پہلی وجہ: شیعہ فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ تواتر سے بھی امامت پر استدلال ہو سکتا ہے۔ اس حدیث کی

صحت میں اختلاف کے باعث تواتر کی نفی ہو گئی ہے بلکہ اس کی صحت پر اعتراض کرنے والی ائمہ حدیث کی ایک جماعت ہے۔ جس کی طرف عادل ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے۔ جیسے ابوداؤد سجستانی اور ابو حاتم رازی وغیرہ۔ باوجودیکہ یہ حدیث احاد ہے اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ پس احادیث امامت میں بالاتفاق جو انہوں نے تواتر کی شرط لگائی ہے۔ اس کی مخالفت ان کے لئے کیسے جائز ہو گئی ہے اور وہ کیسے اس سے حجت پکڑتے ہیں یہ تو بیحد تناقض اور کلکم ہے۔

دوسری وجہ: ہم لفظ "ولی" کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتے جو انہوں نے بیان کئے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی

مددگار کے ہیں۔ کیونکہ وہ آزاد کنندہ، آزاد شدہ متصرف فی الامر مددگار اور محبوب کے معنوں میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ سب اس کے معنی ہیں۔ اور مشترک المعنی لفظ کے کسی معنی کو بغیر کسی دلیل کے متعین کر دینا تحکم ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں اور سب مفہم میں لفظ کی تعیم، خواہ وہ مشترک لفظی ہو جائز نہیں۔ کیونکہ تعدد معنی کی رو سے اس کی متعدد اوضار ہو جاتی ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے جمہور اصولیوں۔ علما نے بیان اور فقہاء کے استعمالات کا مقتضایہ ہے کہ مشترک اپنے تمام معنی پر حاوی نہیں ہوتا۔ اگر ہم دوسرے قول یا مشترک معنوں کی بنا پر اس کی تعیم کا کہیں کہ اس کی ایک وضع تعدد مشترک کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولیٰ سے اس کا قرب معنوی

ہے تو اس سے تمام گزشتہ بیان درست قرار پاتا ہے۔ پس یہاں اس کی تعلیم نہ ہو گی۔ کیونکہ یہاں آزاد کنندہ اور آزاد شدہ تمام معنوں کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ پس ایک معنی کا تعین ہو گیا اور ہم اور وہ محبوب کے معنوں پر متفق ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا اور حبیب ہیں۔ مولیٰ کا لفظ شرعاً اور لغتاً امام کے معنوں میں کہیں نہیں رکھا گیا۔ اور ائمہ عربیہ میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مفعل افعل کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ

صَادَكَوَالنَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ۔ اس کے معنی ہیں آگ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ یا آگ تمہاری مدد کرنے والی ہے۔ ناموصوۃ کا لفظ مبالغہ ہے جو نصرت کی نفی کیلئے آیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں الجوع زاد مومن۔ لازاد لہ، یعنی جس کا کوئی توشہ نہ ہو بھوک اس کا توشہ ہے۔

اے ابو زید لغوی نے، مفعل بمعنی افعل کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے تفسیر بھی مولا کہ میں ابو عبیدہ کے قول سے تمسک کیا ہے اور اس کے معنی اولیٰ بلکہ بیان کئے ہیں۔ مگر تمام اہل زبان کے نزدیک وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہیں۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ اولیٰ منک کی بجائے فلان مولیٰ منک کہا جائے جو بالاجماع باطل ہے۔ لیکن ابو عبیدہ نے جو معنی بیان کئے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آگ تمہارا ٹھکانہ ہے اور تمہارے مناسب حال جگہ ہے یہ نہیں کہ انہوں نے مولیٰ کو بمعنی اولیٰ کہا ہے۔

اسی طرح استعمال بھی مفعول کو افعیل کے معنوں میں لینے سے مانع ہے۔ یہ تو کہا جاتا ہے کہ اولیٰ من کذا مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ مولیٰ من کذا یا اولیٰ الرجلین تو کہا جاتا ہے مگر مولا ہما نہیں کہا جاتا اور ہم نے اس کے معنی جو متصرف فی الامور بیان کئے ہیں تو آئندہ آئینہ روایت من کنت ولیہ کو مد نظر رکھ کر کئے ہیں۔ پس آپ کی موالات کے تنصیص سے مراد آپ کے لہف سے اجتناب ہے کیونکہ الست اولیٰ بکم من انفسکم تین بار کہنے سے تنصیص کرنا اس کے شرف کو دوبالا کرنے والی بات ہے۔ تاکہ اسے قبول کرنے پر زیادہ آمادگی ہو اور دعا بھی اسی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی طرف ہماری رہنمائی اسی خطبہ سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے اہلبیت کو عموماً اور حضرت علیؑ کو خصوصاً ترغیب دلائی ہے۔ اسی طرح اس حدیث کے ابتدائی الفاظ بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ طبرانی وغیرہ کے نزدیک سند صحیح سے اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب بخیبر	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غدير
خمر تحت شجرات، فقال ايها الناس	خمر پر درختوں کے نیچے خطبہ دیتے
انہ قد نبأني اللطيف الخبير انہ لم	ہوئے فرمایا لوگو! مجھے لطیف و خیر
يعمرني الا نصف عمر الذي يليه	خدا نے خبر دی ہے کہ ہر نبی نے اپنے
من قبلہ وانی لا ظن انی يوشك ان	سے پہلے نبی کی عمر سے نصف عمر پائی
أدعی فاجيب وانی مسئول وانکم	ہے۔ مجھے یقین ہے کہ عنقریب مجھے
مستولون فماذا انتم قائلون، قالوا	بھی بلاوا آجائے گا۔ اور مجھے اسکا
نشهد انک قد بلغت وجهات	جواب دینا ہوگا۔ میں بھی سؤل

و نضعت لجزاك الله خيراً
 فقال اليس تشهدون ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله وان الجنة حق وان النار حق وان الموت حق والبعث حق بعد الموت وان الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من في القبور قالوا بلى تشهد بذك قال اللهم اشهد، ثم قال ايها الناس ان الله مولاي وانا مولى المؤمنين وانا اولى بهم من انفسهم فمن كنت مولاه فهذا مولاه يعني علياً اللهم دال من والاه وحاد من عاداه، ثم قال ايها الناس اني فطكم و انكم وارد وان على المحوض حوض اعرض مما بين بصرى الى صنعاً فيه عدد النجوم قد حان من فضة واني سائلكم حيث تودون على عن الثقلين فانظروا كيف تخلفوني فيهما الثقل الاكبر

ہوں اور تم بھی۔ بتاؤ تم کیا کہتے ہو۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے مقدور ہر ہم تک پیغام پہنچا دیا ہے اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی نیک جزا دے فرمایا تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور اس کی جنت حق، دوزخ حق، موت حق اور بعث بعد الموت حق ہے۔ اور بلاشبہ قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کا بعث کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ بالکل ایسے ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو مجھے گواہ رہو۔ پھر فرمایا اے لوگو! اللہ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں۔ اور میں انہیں اپنی جان سے بھی عزیز تر ہوں

کتاب اللہ عزوجل سبب طرفہ
بید اللہ و طرفہ باید یکم

فاستسکوا به لاتضوا ولا تبدلوا
وعتوقی اهلے بیتی فانہ قد
نبانی اللطیف الخبیر انہما لے
بنقضیاحتی یروا علی المحوفے

پس جسے میں محبوب ہوں پس
علی بھی اس کے محبوب ہیں۔ اسے اللہ
جو اس سے محبت کرے اس سے
محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی
کرے اس سے دشمنی کر، پھر
فرمایا لوگو! میں تمہارا فرط ہوں
اور تم حوض پر وارد ہونے والے ہو
وہ حوض میری نگاہ میں منعا و تک
ہے جس میں متعدد ستارے اور
چاندی کے دو پیالے ہیں۔ جب
تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم
سے دو چیزوں کے بارے میں
دریافت کروں گا۔ پس دیکھنا تم
ان دو چیزوں میں میری نیابت
کس طرح کرتے ہو۔ ان میں ایک
بڑی چیز اللہ عزوجل کی کتاب ہے
جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں
اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے
اسے مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ تم نہ
گمراہ ہو گے اور نہ تبدیل ہو گے
اور میری اولاد میرے اہلبیت ہیں۔

یہ بات مجھے لطیف و خیر خدا نے
بتائی ہے۔ یہ دونوں یعنی قرآن
مجید اور میری اولاد، حوض پر وارد
ہونے تک الگ نہ ہوں گے۔

اس کے بیان کا سبب یہ ہے جسے حافظ شمس الدین الجزری
نے ابن اسحق سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت علی نے یمن میں اپنے بعض
ساتھیوں سے اس بارے میں گفتگو کی تھی۔ جب حضور علیہ السلام حج
سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت علی کی شان کے متعلق تنبیہاؤں
جن لوگوں نے اعتراضات کئے تھے۔ ان کی تردید میں خطبہ دیا جیسے
بریدہ کے متعلق بخاری میں ہے کہ بریدہ حضرت علی سے بعض رکعت اتقا
اور اس کا سبب یہ ہے جسے ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ بریدہ کو
حضرت علی کے ساتھ یمن جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے آپ سے
کچھ سختی محسوس کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے
نقائص بیان کرنے لگا۔ جس سے حضور کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے
فرمایا، بریدہ! کیا میں مومنوں کو جان سے عزیز تر نہیں ہوں۔
اس نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ! تو آپ نے فرمایا جسے میرے
محبوب ہوں۔ اُسے علی بھی محبوب ہے۔ اور ابن بریدہ کی ایک روایت
ہے کہ آپ نے فرمایا اے بریدہ! علی کی عیب چینی نہ کر۔ کیونکہ میرے
علی سے ہوں اور علی مجھ سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہوگا۔ اس
حدیث کی سند میں ایک شخص اجلع ہے اگرچہ ابن معین نے اُسے ثقر
قرار دیا ہے۔ لیکن دوسروں نے اُسے ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ

شیعہ ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسے اس بات پر حمل کیا جائے گا کہ اس نے اپنے عقیدہ کے مطابق روایت بالمعنی کی ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس نے اسے بلفظ بیان کیا ہے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اس سے مراد ولایت خاصہ ہے اسکی نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے ہیں۔

اگرچہ یہ حدیث تاویل کی متحمل نہیں لیکن حضرت ابوبکر کی ولایت کی حقیقت اور اس کی فروع پر اجماع اس بات کا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ ابوبکر کی ولایت حق اور حضرت علی کی ولایت باطل ہے کیونکہ اجماع کا مفاد قطعی ہے اور خبر واحد کا مفاد ظنی ہے اور ظنی اور قطعی کے درمیان کوڑھے تعارض نہیں پس قطعی پر عمل کیا جائے گا اور ظنی کو چھوڑ دیا جائے گا اور ظنی شیعوں کے نزدیک بھی قابل اعتبار نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تیسری وجہ :- ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اولیٰ حقے لیکن یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ اولیٰ بلا مامت حقے بلکہ اتباع اور آپ سے قرب میں اولیٰ حقے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول

ان اولی الناس بابواھیم یعنی حضرت ابوبکر علیہ السلام کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو آپ کے متبع ہیں۔

کہ وہ جو قاطع ہیں۔ بلکہ وہ بھی نہیں جو ظاہری طور پر اتباع کرتے ہیں۔ اس احتمال کی نفی سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے جو مفہوم اس حدیث کا سمجھا وہی واقع کے مطابق ہے۔ اور ان دونوں کے متعلق یہ حدیث آپ کیلئے کافی ہوگی کہ جب انہوں نے اس حدیث کو سنا تو حضرت علی

سے کہا آپ تو تمام مومنوں اور مومنات کے محبوب ہو گئے ہیں۔ جو اس حدیث کو دارقطنی نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی سے وہ سلوک کرتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔ تو آپ نے فرمایا حضرت علی میرے محبوب ہیں۔

چوتھی وجہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی اولی بالامت تھے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انجام کار امام بن جائیں گے۔ اگر یہ مفہوم تسلیم نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دم نقد امام تھے۔ کیونکہ اس میں مال کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ پس مراد یہ ہے کہ جب آپ کی بیعت منعقد ہوگی تو ائمہ ثلاثہ کی تقدیم اجماع کی وجہ سے اس کے منافی نہ ہوگی اس بات کو خود حضرت علی نے تسلیم کیا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور سابقہ احادیث میں بھی فراحت کے ساتھ حضرت ابوبکر کی امامت کا ذکر موجود ہے۔ پس ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی کی افضلیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کی تولیت باطل ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہلسنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت درست ہو سکتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت علی کی افضلیت کے متعلق ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اکثر اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمان، حضرت علی سے افضل ہیں جیسے کہ آئندہ بھی بیان ہوگا۔ اور سفیان ثوری سے صحیح روایت کی گئی ہے کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی شیعین سے ولایت کے زیادہ

حق دار تھے تو اس نے شیخین، مہاجرین اور انصار سب کو غلطی پر قرار دیا۔
 میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی آسمان کی طرف جائے
 جیسے کہ بیان ہو چکا ہے یہ بات ثوری نے ان سے نقل کی ہے پھر کہا یہ
 ان کا کلام ہے جو حضرت علیؑ کے جائز مقام کے متعلق حسن اعتقاد رکھتے تھے
 اور صرف حسن اعتقاد کی مشہوری کا اشارہ ہی نہیں کیا۔ بلکہ ابو نعیم نے زید بن
 الجباب سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کے کوئی اصحاب کی سی رائے
 رکھتے تھے۔ جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ پر آپ کی فضیلت کے قائل
 ہیں۔ مگر جب وہ بصرہ گئے تو تفصیل کے قول سے انہوں نے رجوع
 کر لیا۔

پانچویں وجہ حضرت علیؑ کی امامت پر یہ حدیث کیسے نص ہو سکتی
 ہے جبکہ خود آپؑ نے نہ حضرت عباسؓ نے اور نہ ہی کسی اور شخص نے
 مزدورت کے وقت اس سے حجت پکڑی ہے آپ کی خلافت کے بارے
 میں اس نص سے جو حجت پکڑی گئی ہے اس کا جواب آٹھویں شبہ میں دیا
 گیا ہے۔ پس آپؑ کا اپنے زمانہ خلافت تک اس حدیث سے احتجاج
 کرنے سے سکوت اختیار کرنا، ایک ادنیٰ عقل و فہم آدمی کے لئے بھی فیصلہ
 کن بات ہے۔ اس لئے کہ آپؑ نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیث میں حضور علیہ
 السلام کے وصال کے بعد آپؑ کی خلافت کے متعلق کوئی نص موجود نہیں
 بلکہ خود حضرت علیؑ نے مراجعت کی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے ان کے
 یا کسی اور کے متعلق کوئی نص بیان نہیں فرمائی۔ جیسا کہ آئندہ اسے بیان
 کیا جائے گا۔ بخاری وغیرہ میں ایک حدیث آئی ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت
 عباسؓ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے۔ اس میں صریح

ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے موت کے وقت کسی کے بارے میں نفس بیان نہیں فرمائی۔ اور ہر عقلمند اس سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حدیث من کنت مولاً ہ فعلی مولاً حضرت علی کی امامت کے بارے میں نفس نہیں۔ اگر نفس موجود ہوتی تو حضرت علی اور حضرت عباس نے حضور علیہ السلام کے گھر سے واپسی پر اس سے حجت کیوں نہ پکڑ لی۔ جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے۔ اور جب حضرت عباس نے کہا کہ اگر امر خلافت ہم میں ہے تو آپ ہمیں یوم غدیر سے قریب تر عرصے میں بتا دیں گے۔ جبکہ ان دونوں کے درمیان دو ماہ کا عرصہ ہے۔ اور دیگر تمام سننے والے صحابہ کے بارے میں باوجود قرب زمانہ، حفظ و ذکاوت، فطانت اور عدم تغریط و فغلت کے یہ تجویز کرنا کہ وہ یوم غدیر کی حدیث کو بھول گئے تھے۔ محالات عادیہ میں سے ہے۔ اور ایک عقلمند آدمی ادنیٰ بدابہت سے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ان سے کسی نسیان اور تغریط کا وقوع نہیں ہوا۔ نیز حضرت ابو بکر کی بیعت کھتے وقت بھی انہیں یہ حدیث اور اس کے معنی یاد تھے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم غدیر کے بعد خطبہ میں حضرت ابو بکر کے حق کا اعلان کیا۔ آپ کے فغائل کی سوا حدیث کے بعد تیسری حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ و ہاں ملاحظہ فرمائیے۔ اور فغائل اہلبیت کی احادیث میں جو آگے چوتھی آیت کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے الموت میں صرف ان کی مودت و محبت اور اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ حضور کی آخری گفتگو یہ تھی کہ میرے اہلبیت کے لئے میرا قائم مقام بننا۔ یہ تھی ان کے متعلق وصیت۔ پس مقام خلافت اور ان دونوں باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

شیعہ اور روافض کا خیال ہے کہ صحابہ نے اس نفع کے جاننے کے باوجود عناد اور باطل پرستی میں مقابلہ کے باعث نہیں مانا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان کا یہ قول کہ حضرت علی نے اسے تقیہ کے باعث ذکر نہیں کیا۔ جھوٹ اور افترا ہے۔ جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ آپ کثیر القوم ہونے اور شجاعت کے باعث محفوظ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انصار نے منا امید و منکم امید کہا تو حضرت ابو بکر نے حدیث الاثمۃ من قریش سے احتجاج کیا۔ پس انہوں نے اس استدلال کو کیسے تسلیم کر لیا۔ اور کیوں نہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی کے بارے میں نفع اچکی ہے۔ اور آپ کیوں اس قسم کے عموم سے حجت پکڑ رہے ہیں۔ یہی نے حضرت ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شیعہ عقیدہ کی اصلیت یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گمراہ قرار دیا جائے۔ آپ نے شیعوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ اپنے عقائد میں، روافض سے فحش میں کم ہیں۔ اس لئے کہ روافض تو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں صحابہ نے حضرت علی کے متعلق نفع کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے وہ ان سے عناد رکھتے ہیں۔ بلکہ ابو کامل جو روافض کے لیڈروں میں سے ہے اس نے اور بھی زیادتی سے کام لیا ہے۔ لے

لے ابو کامل روافض کے فرقہ کا طبع کا لیڈر ہے جو مشہور نابینا شاعر بشار کا پیروکار تھا۔ اور وہ اپنی بدعت میں یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اس نے رجعت کا عقیدہ اختیار کیا۔ اور ابلیس کے اس قول کو درست قرار دیا کہ آگ مٹی پر فضیلت رکھتی ہے۔

اور حضرت علی کی اس خیال کی بنا پر تکفیر کی ہے کہ انہوں نے دین کی ایسی بات کو چھپایا ہے یا چھپانے پر مدد دی ہے۔ جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آپ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نص سے اپنی امامت پر احتجاج کیا ہو بلکہ آپ سے یہ بات تو اتر سے آئی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو امت کے افضل آدمی قرار دیا ہے۔ پھر حضرت عمر کی بات مان کر انہیں شوریٰ کا میسر شامل کیا ہے۔ اور ملحدین نے ان جھوٹے اور ذلیل آدمیوں کی باتوں کو دین اور قرآن پر طعن کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ اور بعض ائمہ نے روافض کے کلام سے حجت پکڑنے والے ملحدین کا رد پیش کیا ہے۔ ان ملحدین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس امت کو خیر امت کیسے قرار دیتا ہے جبکہ سوائے چھ آدمیوں کے جنہوں نے حضرت علی پر کسی کو مقدم نہیں کیا۔ آپ کی وفات کے بعد سب مرتد ہو گئے۔ ذرا اس ملحد کی حجت کو دیکھئے کہ کس طرح ہو ہو روافض کی حجت کو پیش کر رہا ہے۔ اللہ ان کا ستیاناس کرے یہ کہاں پھیرے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ لعنان دہ ہیں

جیسا کہ حضرت علی نے اپنے اس قول میں صراحت کی ہے کہ یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی۔ اور ان میں بدترین فرقہ وہ ہوگا جو ہماری محبت کا دعویدار ہوگا۔ لیکن ہماری بات کو نہیں مانے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ لوگ اپنے ہی افترا کردہ عمار، کذاب، گھناؤنی بدعات کے خوگر ہوں گے۔ حتیٰ کہ دین اور ائمہ دین پر طعن

کی وجہ سے ملاحدہ غالب آجائیں گے۔ بلکہ ابو بکر باقرؓ نے تو کہا ہے کہ روافض جو کچھ کہتے ہیں اس سے تو اسلام کا ہی ابطال ہو جاتا ہے کیونکہ جب ان کی جمعیت نفوس کے چھپانے پر قادر ہو گی۔ اور اپنے سے اغراض کی خاطر جھوٹ کا نقل کرنا اور اس پر اتفاق کرنا۔

ان میں پختہ ہو جائے گا تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ جو دیگر احادیث انہوں نے نقل کی ہیں وہ سب جھوٹ ہی ہوں۔ اور یہ امکان بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کا معارفہ اس سے افسح کلام سے ہوا ہو۔ جیسے کہ یہود و نصاریٰ اس کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کلام کو صحابہ نے چھپا لیا ہے۔ اسی طرح دیگر امتوں نے جو تمام رسولوں سے نقل کیا ہے۔ اس میں بھی کذب و زور اور بہتان کا جواز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب خیر امت میں ان باتوں کی موجودگی کا انہوں نے ادعا کیا ہے تو دوسری امتوں کے متعلق ان کا ایسا ادعا کرنا زیادہ اولیٰ ہے پس ان مفاسد پر غور کیجئے۔ جو ان لوگوں کی باتوں پر مترتب ہوئے ہیں۔ بیہقی نے امام شافعی سے بیان کیا ہے کہ اہل اہوا، روافض سے بھی زیادہ جھوٹے ہیں۔ آپ جب کبھی ان کا ذکر کرتے تو ان کی بہت بُرائی بیان کرتے۔

چھٹی وجہ حضور علیہ السلام کو یوم غدیر کے سابقہ خطبے میں یہ بات کہنے سے کون مانع تھا کہ یہ شخص میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پس آپ کا پہلے قول من کنت مولا کا فعلی مولا کا سے عدول کرنا ہی ہر کرتا ہے کہ آپ کا ایسا ارادہ نہیں تھا۔ بلکہ مقبول راویوں کی سند سے روایت بیان ہوئی ہے۔ جیسے کہ ذہبی نے کہا ہے اور وہ روایت کھڑے

طرق سے آئی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ

قيل يا رسول الله من نؤمر
فقال ان نؤمروا ابا بكر تجدوه
امينا زاهدا في الدنيا رغبيا
في الآخرة وان نؤمروا عمر
تجدوه قويا امينا لا يخاف
في الله لومة لائم وابنه
نؤمروا عليا ولا اراكم
فاعين تجدوه هاديا مهديا
ياخذ بكم الطريق المستقيما

حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا
کہ ہم کس کو امیر بنائیں فرمایا اگر
ابو بکر کو بناؤ تو اسے امین ، دنیا
سے بے رغبت اور آخرت میں
راغب پاؤ گے . اور اگر عمر کو امیر
بناؤ تو اسے قوی اور امین پاؤ گے
جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت
کنندہ کی ملامت سے خائف نہ
ہوگا . اور اگر علی کو امیر بناؤ مگر
میں تمہیں ایسا کرتے نہیں پاتا
تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے
جو تمہیں صراط مستقیم پر لے جائے
گا .

اسے ہزار نے اپنی سند سے بیان کیا ہے جس کے راوی ثقہ
ہیں . یہی کہتے ہیں کہ امام کا معاملہ اس بات پر منحصر ہے کہ بیعت کر کے
مسلمان کس کو امیر بناتے ہیں . اور یہ کہ حضرت علی کے بارے میں کوئی
نفس موجود نہیں اور ایک جمعیت نے جیسے کہ ہزار سند حسن سے اور
امام احمد اور دوسرے حضرات نے قوی سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ
ذہبی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ
آپ ہم پر خلیفہ مقرر کریں تو آپ نے فرمایا میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا

بلکہ تمہیں ایسے حال میں چھوڑوں گا جیسے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ اور بزار نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی، صحیح حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا ہے جو میں تم پر خلیفہ بناؤں۔ اسی طرح دارقطنی نے بیان کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں زیادہ الفاظ آتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرمادیجئے، فرمایا نہیں! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی بھلائی چاہی تو تم میں سے بہترین آدمی کو مقرر کر دے گا۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ آپ بہترین آدمی کو جانتے تھے تو اس نے ابو بکر کو ہمارا خلیفہ بنا دیا۔ پس ثابت ہوا کہ آپ نے اس بات کی صراحت کر دی کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ پڑھنے کیلئے ہے۔ اور وہ صحیفہ بھی جس میں اونٹوں کے دانتوں اور کچھ زخموں کا ذکر ہے تو اس نے جھوٹ بولا اور ایک جمعیت نے جیسے کہ دارقطنی ابن عساکر اور ذہبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ بصرہ گئے تو آپ کے پاس دو آدمیوں نے آکر کہا کہ آپ ہم سے اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کیا یہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ آپ امراء اور امت پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہے۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی عہد کیا ہے۔ آپ اسے ہمارے پاس بیان کیجئے کیونکہ آپ ہمارے نزدیک قابل اعتبار آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی کوئی وصیت اس بارے میں میرے پاس ہوتی تو قسم بخدا کہ میں ان کا پہلا مصدق ہوں اب میں ان کا پہلا مکذب نہیں بننا چاہتا اگر میرے پاس آپ کی کوئی وصیت ہوتی تو میں نبی تیم بن مرہ کے بھائی اور عمر بن خطاب کو، آپ کے منبر پر نہ چڑھنے دیتا۔ اگر میرے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا تب بھی میں ان دونوں سے جنگ کرتا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ قتل ہوئے اور نہ اچانک فوت ہوئے وہ کئی شب و روز بیمار رہے بلال یا کوئی دوسرا موذن اگر آپ کو نماز کی اطلاع دیتا تو آپ ابو بکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔ آپ کو میرے مقام و مرتبہ کا بھی علم تھا۔ بلکہ آپ کی ایک بیوی نے چاہا کہ آپ کی توجہ حضرت ابو بکرؓ سے پھیر دے تو آپ نے انکار کیا اور برا فروختہ ہو کر فرمایا تم تو یوسف والیاں ہو۔ ابو بکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے امور پر غور کیا اور اپنی دنیا کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو حضور علیہ السلام نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا تھا۔ نماز اسلام کا ایک بڑا رکن اور دین کا قوام ہے۔ پس ہم نے ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ اور آپ اس کے اہل تھے۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ہمارے درمیان ایسا اتحاد پیدا کر دیا کہ کوئی دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے اپنے دین کے لئے اسے پسند کر لیا جسے حضور علیہ السلام نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا۔ پس میں نے ابو بکرؓ کو اس کا حق دے دیا۔ اس کی اطاعت کی۔ اس کی فوج میں اسے

کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا۔ جب جنگ کا کہتے تو میں جنگ کرتا۔ ان کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے عمرؓ کو خلافت دے۔ اس نے بھی اپنے صاحب کی سنت اور حکم پر عمل کیا۔ پس ہم نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی۔ اور اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ جب مجھے دیتے ہیں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے میں جنگ کرتا۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو مجھے اپنی قرابت، سبقت اور فضیلت کا خیال آیا۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ کوئی میرا ہم پلہ نہ ہوگا مگر وہ ڈرا کہ خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے۔ جس سے اسے قبر میں بھی اذیت ہو۔ تو اس نے اپنے نفس اور بچوں کو اس سے نکال دیا۔ اگر خلافت محبت کے باعث ہوتی تو وہ اپنے بچوں کو ترجیح دیتا۔ یا اپنے قبیلے کا خیال کرتا۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ میرا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے ہم سے اس بات کا عہد لیا کہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا ہم اس کی سمیع و اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے عثمان کی بیعت کر لی۔ میں نے دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی ہے۔ اور میرے والا میثاق کسی اور کے لئے لیا جا رہا ہے۔ تو ہم نے عثمان کی بیعت کر لی۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ اس کی اطاعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی۔ جب وہ مجھے دیتے ہیں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے، جنگ کرتا۔ اور آپ کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب

آپ فوت ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو خلیفے جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کی وصیت کی تھی۔ دیگر رائے آخرت ہو گئے ہیں اور یہ خلیفہ جس سے میرے میثاق نے پیوند کیا تھا وہ بھی گزر چکا ہے تو اہل حرمین اور کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ تو ایک آدمی بیچ میں ٹپک پڑا۔ جو نہ میرا ہمسر ہے نہ اس کی قرابت میری طرح ہے اور نہ اس کا علم میری طرح ہے۔ اور نہ وہ میری طرح سابق ہے اور میں اس سے خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ یعنی معاویہ سے۔ اسی طرح اس حدیث کو ان لوگوں اور اسحاق بن راہویہ نے دیگر طرق سے بیان کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ اور ان میں اصح وہ ہے جسے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا ہے۔ اسمیں ذکر ہے کہ جب حضرت علی سے کہا گیا کہ آپ اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کہ کیا آپ کو حضور علیہ السلام نے اس کی وصیت کی تھی یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ میری رائے ہے۔

احمد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی۔ جسے ہم امارت کے متعلق پیش کر سکیں۔ بلکہ یہ ہماری اپنی رائے ہے ہر وی اور دارقطنی نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔ جس میں کچھ زائد الفاظ بھی آتے ہیں یہ تمام طرق اس بات پر مستقیم ہیں کہ حضرت علی نے اپنی منصوص امامت کی نفی کی ہے اور علمائے اہل بیت نے اس بات پر آپ سے موافقت کی ہے۔ ابوالنعمان نے حسن المثنیٰ ابن حسن السبط سے بیان

کیا ہے کہ جب آپ کو حدیث من کنت مولاه فعلی مولاه بتائی گئی کہ یہ حضرت علی کی امامت پر نفی ہے تو آپ نے کہا خدا کی قسم اگر حضور علیہ السلام اس سے امارت یا بادشاہی مراد لیتے تو اس سے کہیں زیادہ فیصح الفاظ میں لوگوں کو بتاتے بلکہ آپ یوں فرماتے اے لوگو! یہ میرا دلی الامر اور میرے بعد تمہارا حاکم ہے۔ پس اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ مگر ایسی کوئی بات نہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے بعد اس کام کے لئے اور مسلمانوں کی حاکمیت کے لئے حضرت علی کو منتخب کرتے اور حضرت علی، اللہ اور اس کے رسول کے اس حکم پر عمل کرنا ترک کر دیتے یا مسلمانوں کے پاس معذرت کرتے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطا کار ہوتے۔ مگر وہ ایسی باتوں سے بہت بلند ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ بات ایسے ہی ہے۔ جیسے تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو لوگوں کی حاکمیت کے لئے چنا تو حکم رسول کو ترک کرنے اور اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آپ بڑے خطا کار ہوئے۔ تو اس آدمی نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه تو حسن نے کہا خدا کی قسم اگر اس سے آپ کی مراد امارت یا حاکمیت ہوتی تو اس سے فیصح تر الفاظ میں یہ بات بیان فرماتے۔ جیسے صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو فیصح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ آپ لوگوں کو اس طرح فرماتے اے لوگو! حضرت علی میرے بعد تمہارے دلی الامر اور حاکم ہوں گے۔ اس لئے ان کی نافرمانی نہ کرنا۔

دارقطنی نے امام ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب امام ابو حنیفہ

مدینہ گئے۔ تو آپ نے ابو جعفر باقر سے حضرت ابو جبر امد حضرت عمر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ان کے لئے رحمت کی دعا کی تو امام ابو حنیفہ نے کہا عراق میں تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان سے اظہار بیزاری کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا معاذ اللہ رب کعبہ کی قسم انہوں نے جھوٹ کہا ہے۔ پھر آپ نے امام ابو حنیفہ کے سامنے حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کی بدیہی ام کلثوم کے نکاح کا ذکر کیا اور فرمایا اگر حضرت عمرؓ اس کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علیؓ کبھی ام کلثوم کو ان کی زوجیت میں نہ دیتے۔ یہ بات قطعی طور پر روافض کے خیالات کا بطلان ثابت کرتی ہے اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو اس کا مطلب ان کے خیال فاسد کے مطابق یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی لڑکی کو ایک کافر کے نکاح میں دے دیا۔

ساتویں وجہ : ان کا یہ کہنا کہ اللہ وال من والہ وعادہ۔ من عاداتہ کی دعا صرف امام معصوم کے لئے ہو سکتی ہے۔ ایک بے دلیل دعویٰ ہے یہ دعا تو ادنیٰ مومن کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر کوئی فضیلت بھری رکھتا ہو۔ ابوذر ہروی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عجم معی وانام مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان، (ترجمہ) میں عمر کے ساتھ ہوں اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد عمر جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا۔

کوئی نہیں کہتا کہ اس حدیث سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی امامت اور ان کی عصمت پر دلالت ہوتی ہے۔ ان کا یہ خیال کہ امام معصوم ہوتا ہے ایک باطل خیال ہے

کیونکہ عصمت قطعی طور پر انبیاء کے لئے ثابت ہے۔ ہاں امام کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اور ایسی بات تو حضرت علی سے کم درجہ مومن کے لئے بھی کہنی جائز ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ عصمت امام کا وجوب عقل کے فیصلے پر مبنی ہے۔ اور جو کچھ اس سے انہوں نے باتیں بنائی ہیں۔ وہ ان امور کی وجہ سے باطل قرار پاتی ہیں جن کا ذکر قاضی ابوبکر باقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو امامت کے بارے میں ہے مفصل طور پر کیا ہے۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت میں بیان کیا ہے اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ غالی محب جو میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو مجھ میں نہیں۔ ہلاک ہو جائے گا۔ اور وہ مغربی اور بعض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا۔ جو دشمنی کی بنا پر، مجھ پر ایسی بات کا بہتان باندھتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں۔ پھر فرمایا میں نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا کی نافرمانی کرے کسی کی اطاعت یا نافرمانی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ اپنے لئے عصمت کو ثابت نہیں کرتے۔

آٹھویں وجہ: انہوں نے امام کے لئے امت سے افضل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اور حضرت علی کی شہادت سے ثابت ہے جن کے متعلق وہ وجوب عصمت کے قائل ہیں کہ امت میں افضل ترین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ہیں پس آپ دونوں کی امامت درست ہے۔ جیسے کہ اس پر اجماع بھی ہو چکا ہے

بارہواں شبہ : حضرت علیؑ کی امامت پر تفصیلی نص حضور علیہ السلام
 کا وہ قول ہے جو آپؐ نے تبوک کی طرف
 جاتے ہوئے اور حضرت علیؑ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے
 فرمایا کہ

انت منی بمنزلۃ ہارون آپ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہو
 منی موسیٰ الا اذہ لا بنی بعدی الا یہ کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں ۔

اس حدیث میں یہ دلیل موجود ہے کہ تمام وہ مقامات جو حضرت
 ہارونؑ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھے وہ علیؑ کو حضرت بنی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے نبوت کے حاصل ہیں۔ ورنہ استثنا
 درست نہ ہوگا۔ اور اگر حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے بعد زندہ رہتے تو خلافت کے مستحق ہوتے۔ کیونکہ وہ تو ان کی زندگی
 میں ہی ان کے خلیفہ تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتے اور آپ کی موت کے
 بعد آپ کے جانشین نہ بنتے تو یہ ایک نقص کی بات ہوتی جو انبیاء کے
 لئے جائز نہیں حضرت ہارونؑ کا ایک مقام یہ تھا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ
 السلام کی رسالت میں شریک تھے اور اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام
 کے بعد زندہ رہتے تو آپ کی اطاعت واجب ہوتی۔ پس اس سے حضرت
 علیؑ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہے ہاں آپ کی نبوت میں شراکت
 ممتنع ہے۔ پس آپ اس دلیل سے ممکن حد تک حضرت بنی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً مفترض الطاعت ہیں ۔

جواب : آمدی کے قول کے مطابق اگرچہ یہ ثابت صحیح نہیں
 اور اگر صحیح بھی ہو جیسا کہ ائمہ حدیث ہیں اور اس

بارے میں انہی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور احاد میں سے ہے اور وہ اسے امامت میں حجت نہیں سمجھتے اور اگر بطور تنزیل تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس میں مقامات کیلئے عموم نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ مفہوم مراد ہوگا جس پر حدیث کے ظاہری الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ اس وقت تک حضور علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ جب تک آپؐ تبوک میں جانے کی وجہ سے مدینہ سے غیر حاضر تھے۔ جیسے حضرت یارون علیہ السلام اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے جب تک آپؐ مناجات کے لئے دیال سے غیر حاضر تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ!

اخلفنی فی قومی کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا

اس میں اس وقت تک عموم مراد نہیں لیا جاسکتا۔ جب تک اس کی تمام زندگی اور موت کے زمانہ میں نیابت مراد نہ ہو۔ بلکہ اس کا متبادر مفہوم وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپؐ فقط ان کی غیر حاضری کے زمانہ میں ان کے خلیفہ تھے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ پر اس کا حاوی نہ ہونا تو قصور الفاظ کے باعث ہے نہ کہ عزل کی وجہ سے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی معین وقت کیلئے آپؐ کی خلافت کی صراحت کر دی جاتی اور اگر ہم موت کے بعد کے زمانہ تک اس کا حاوی ہونا تسلیم کر لیں اور آپؐ کے بعد آپؐ کی خلافت کے باقی نہ ہونے کو عزل خیال کر لیں تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپؐ میں کوئی نقص تھا بلکہ یہ تو آپؐ کا کمال ہے کہ آپؐ ان کے بعد مستقل بنی ہو گئے۔ اور یہ اہلے تصرف سے اور یہ بات خلیفہ ہونے اور شریک فی الرسالۃ ہونے سے

بہت بہتر ہے ہم تسلیم کر رہے ہیں کہ حدیث تمام مقامات پر حاوی ہے لیکن یہ عموم مخصوص ہے۔ حضرت ہارون کے مقامات میں سے ایک یہ مقام بھی ہے کہ وہ نبی کے بھائی ہیں اور عموم مخصوص باقی باتوں میں حجت نہیں ہوتا۔ یا کمزور حجت ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ہارون کے نفاذ امر کو فرض کیا جائے تو وہ خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نبوت کی وجہ سے ہوگا۔ پس یہاں حضرت علیؑ کے نبی ہونے کے احتمالہ نے نبوت کی نفی کر دی۔ پس اس کے مسبب کی نفی بھی لازم آئی جو اطاعت کرنا اور نفاذ امر کرنا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حدیث احاد ہونے کی وجہ سے اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس سے مراد بعض ان مقامات کا اثبات ہے جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھے۔ یہ حدیث اور اس کا ثبوت سبب جو سیاق بیان میں آیا ہے وہ بعض مقامات کو واضح کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت علی کو نیابت کے وقت صرف یہی بات کہی تھی صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ گویا

آپ نے اپنے پیچھے چھوڑے جانے کو اپنی کسرِ شان سمجھا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھ کو مجھ سے نسبت ہارونی ہو یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے انہیں طوطی پڑ جاتے وقت خلیفہ بنایا اور فرمایا کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا۔ اور انہیں سب سے زیادہ اس بات کا اہل سمجھا۔ پس حضرت علیؑ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنا اس بات کو مستکرم نہیں کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد اپنے کل معاصرین سے فرما

اور واجب کے طور پر زیادہ اہل تھے۔ لیکن فی الجملہ آپ اس کے اہل تھے۔ اور یہی ہم کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی متعدد مرتبہ اپنا نائب مقرر کیا۔ جیسے ابن ام مکتوم کو پس اس وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ حضور علیہ السلام کے بعد خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اے

تیرہواں شبہ حضرت علیؓ کی خلافت پر دلالت کرنے والی تفصیلی
 نسو میں آپ کا یہ قول بھی ہے کہ آپ نے
 حضرت نعلی سے فرمایا !

انت اخي ووصي وخليفتي و کہ تو میرا بھائی، وصی، خلیفہ
 قافی دینی اور میرے دین کا قافی ہے۔

اور آپ کا یہ قول کہ :

اے عمو! اسم جنس تمام اصولیوں کے نزدیک علم کی طرف منافی ہیں
 ہوتا۔ بلکہ انہوں نے مراحت کی ہے کہ وہ عہد کا ہوتا ہے۔ جیسے غلام
 زید، اور حضرت مارون کا استخلاف، غیبت سے مقید ہے۔ اور یہ
 عہد کے لئے قرنیہ ہے۔ کیونکہ آپ بعد میں خلیفہ نہیں ہوئے اور
 نہ استثنائاً منقطع، مستثنیٰ منہ کے عموم پر دلیل ہوتا ہے اور یہاں تو
 استثنائاً منقطع ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آپس میں نفی ہیں۔ اور عموم کا
 ارادہ مراتب میں تو ہو سکتا ہے۔ زمانوں میں نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ
 یہ حدیث جھوٹی ہے درست نہیں۔

انت سید المسلمین و امام
المتقین و قائد الغر المحجلین
توسید المسلمین، امام المتقین
اور جو لوگ روشن چہروں اور
چمکدار ہاتھ پاؤں والے ہیں ان
کا لیڈر ہے

آپ کا یہ قول بھی کہ
سلمو اعلیٰ علی بائسرة الناس
یعنی حضرت علی کو امیر المومنین کہہ
کر سلام کہو۔

جواب : پانچویں فصل سے پہلے اس کا مبسوط جواب گزر چکا ہے
کہ یہ احادیث جھوٹی، باطل، موضوع اور حضور علیہ السلام
پر افترا ہیں اور آگاہ رہو کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور
ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان جھوٹی روایات
میں سے کوئی احادیث مطعون کے درجہ تک بھی پہنچتی ہے۔ بلکہ سب
اس بات پر متفق ہیں۔ یہ محض کذب و افترا ہیں اور اگر یہ جاہل لوگ
عذاتعالیٰ اور اس کے رسول اور ائمہ اسلام کے متعلق جو تاریکیوں کے چراغ
ہیں۔ یہ کہیں کہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں تو ہم
ان سے کہیں گے کہ یہ بات عاۓہ محال ہے۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے
کہ ان احادیث کے علم صحت کے بارے میں تم ہی منفرد ہو۔ حالانکہ نہ
کبھی تم نے کوئی روایت کی اور نہ کسی محدث کی صحبت میں رہے اور
وہ لوگ جو ماہرین حدیث ہیں اور جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے
دور دراز کے سفروں میں اپنی عمریں کھپا دی ہیں۔ اور جس کسی شخص کے
متعلق انہیں علم ہوا کہ اس کے پاس حدیث ہے وہ اس کے پاس پہنچے

اور تحقیق کر کے صحیح و سقیم کا علم حاصل کیا۔ پھر ان احادیث کو جامع طور پر اپنی کتب میں لکھا۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ موضوع احادیث سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے پاس آئی ہیں نیز وہ ہر حدیث کے واضح اور اس کے سبب و منہج کو بھی جانتے ہیں۔ جس نے اس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب و افترا کے لئے آمادہ کیا۔ وہ ان احادیث سے کیسے بیگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزا خیر دے۔ اگر انہوں نے یہ نیک کام نہ کیا ہوتا تو باطل پرست، متمرّد اور مفسد، دین پر چھا جاتے اور اس کے نشانات کو تبدیل کر دیتے اور حق کو اپنے جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کر دیتے اور اس میں کوئی امتیاز ہی نہ رہتا وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شریعت کو زلیغ اور تغیر و تبدل سے محفوظ رکھا ہے۔ اور ہر زمانے میں آپ کی امت کے اکابرین سے ایک گروہ کو حق پر قائم رکھا ہے۔ جنہیں چھوڑ دینے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی دین اسلام کو ایسے کاذبوں و جاہلوں اور باطل پرستوں کی کوئی پرواہ ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایک ایسے روشن راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات، دن کی طرح اور دن، رات کی طرح ہے میرے بعد اس راستے سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہونے والا ہوگا۔ اور ان جہلاء کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ہم ان احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں جو صریح طور پر حضرت ابو بکرؓ کے خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے

اقتدوا بالذین من بعدی اور دیگر احادیث جنہیں ہم فصل ثالث میں مکمل طور پر پیش کر چکے ہیں تو کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے جو تعین میں سود مند نہیں۔ اور جب حضرت علیؓ کی خلافت پر اپنی خیالی نفس سے استدلال کرنا چاہتے ہیں تو ایسی روایات لے آتے ہیں جو من کنت مولاه اور انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ جیسی ہوتی ہیں جو یا تو احاد ہیں اور یا واضح طور پر جھوٹی اور موضوع ہیں جو ادنیٰ مراتب کی ضعیف احادیث کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔ پس اس صریح تناقض اور قبیح جہل پر غور کیجئے۔ ان کی جہالت، عناد اور حق سے سرکشی کا یہ حال ہے کہ وہ اس حدیث کو جسے تمام اہل حدیث و اثر، جھوٹ، موضوع اور من گھڑت قرار دیں اور وہ ان کے فاسد مذہب کے موافق ہو۔ اُسے وہ تو اتر خیال کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اگر ایک حدیث کی صحت اور تواتر رواۃ پر سب کا اتفاق ہو اور وہ ان کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ اُسے تحکم و عناد اور زلیغ کے باعث احاد خیال کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کس قدر جاہل اور احمق ہیں۔

چودہواں شبیر: اگر حضرت ابو بکرؓ خلافت کے اہل ہوتے تو آپ لوگوں سے یہ نہ کہتے کہ مجھے معاف کرو کیونکہ انسان عدم اہلیت ہی کی وجہ سے کسی چیز سے معافی طلب کرتا ہے۔

جواب: جو علت انہوں نے پیش کی ہے اس میں حصر منع ہے کیونکہ یہ بھی ان کے افتراؤں میں سے ایک ہے۔

کتنے ہی سلف و خلف کے واقعات ہیں۔ جن میں انہوں نے باوجود اہل ہونے کے تقویٰ سے کام لیا اور زہد و تقویٰ کی حقیقت کی تکمیل ہی اس امر سے ہوتی ہے کہ انسان اہل ہونے کے باوجود اعراض سے کام لیتا ہے اور عدم اہلیت کی بنا پر اعراض کرنا واجب ہے۔ زہد نہیں۔ پھر اس جگہ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے عاجزی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ شاید میں اور کو اس طرح سرانجام نہ دے سکوں جس طرح انہیں سرانجام دینے کا حق ہے یا آپ نے اس کا اظہار اس لئے کیا ہے تاکہ لوگوں کی اندرونی کیفیت معلوم ہو جائے کہ کیا ان میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو ان کے عزل کا خواہش مند ہے۔ تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص آپ کا عزل نہیں چاہتا اور اگر آپ اس بات سے خائف ہوتے کہ حضور علیہ السلام نے ایسے امام پر لعنت فرمائی ہے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ تو آپ نے اس اظہار سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ کیا کوئی شخص آپ کو ناپسند کرتا ہے یا نہیں۔ حاصل کلام یہ کہ ان کا یہ خیال کہ اس بات سے ان کی عدم اہلیت پر دلالت ہوتی ہے۔ حد درجہ کی غیادت، جہالت اور حماقت ہے۔ اور حماقت سے کوئی انسان مرہلہ نہیں ہو سکتا۔

پندرہواں شبہ امر خلافت کے نزاع میں حضرت علیؓ کا سکوت اختیار کرنا صرف اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے بعد کسی فتنہ میں ملوث نہ ہوں اور نہ قوار سونتیں۔

جواب عظیم غیادت کے ساتھ یہ کذب و افتراء اور حماقت اور

جہالت کی بات بھی ہے کہ آپ نے اس صورت میں اپنے بعد ان کو امت کا والی کیونکر بنایا اور جو قبول حق سے رُکے اس کے خلاف تلوار سونپنے سے منع کیوں کیا۔ اور اگر ان کا خیال صحیح ہے تو انہیں جنگ صفین اور دیگر جنگوں میں تلوار نہیں سونپنی چاہیے تھی۔ اور نہ ہی خود، اور اہلبیت اور اپنے پیروکاروں سمیت اکیلے ہی ہزاروں سے لڑنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی مخالفت سے بچائے۔ ان لوگوں نے یہ کیسے خیال کیا کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ان لوگوں کے خلاف بھی تلوار اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔ جو خود ان کے نزدیک بدترین الزاع کفر کے مرتکب تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جہاد کرنا واجب قرار دیا ہے۔

بعض ائمہ اہلبیت نبوی کا ارشاد ہے کہ مجھے ان کی باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ خواہشات نے ان کی عقل و بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں اس بات کی پرواہ نہیں کہ ان باتوں سے کیا کیا مفسد پیدا ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے ان کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنی تلوار کے پر تلے سے حضرت علیؓ سے قصاص طلب کیا اور حضرت فاطمہؓ کا محاصرہ کیا اور خوف کے باعث ان کے بچے کا استقاط ہو گیا جس کا نام محسنؑ تھا۔

اس قبیل جھوٹ اور غیبت سے جس نے انہیں ذلیل و رسوا اور ہلاک کر دیا ہے۔ ان کا مقصد حضرت عمرؓ پر غارت گری کا الزام لگانا ہے۔ انہیں اس بات کا خیال نہیں آیا کہ اس بات سے نہ صرف حضرت علیؓ بلکہ تمام نبی باشم ذلیل، عاجز اور مزلزل قرار پاتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایسی ذلت کے بالمقابل

جس سے بڑی ذلت کو ٹٹی نہیں۔ بڑے بہادر اور غیرت و نخوت کے حامل ہیں بلکہ تمام صحابہ کی نسبت بھی یہی بات کہنی پڑتی ہے حالانکہ جہنیں ان کے حالات کا ادنیٰ سا ذوق بھی ہے وہ جانتا ہے اور یہ بات تو اتر سے ثابت ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت پر، شدت غضب اور غیرت سے اپنے آباء اور اولاد سے بھی ان کی خوشنودی کی خاطر بردا زما گئے۔ پس ان لوگوں کے متعلق یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ باطل پر خاموش رہے ہوں۔ جبکہ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے، جس کا ذکر کتاب و سنت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی پلیدی گند اور نقص سے حضور علیہ السلام کے فیض کے طفیل پاک کر دیا ہے اس کا ذکر مقدمہ اولیٰ میں گذر چکا ہے اور حضور علیہ السلام اپنی وفات کے وقت ان کے صدق و محبت اور اتباع کی وجہ سے ان سے راضی تھے۔

سوائے اس آدمی کے جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ قرار دیا اور چھوڑ دیا ہو۔ وہ بڑے خسارے اور ہلاکت میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے نار جہنم میں داخل کرے گا۔ جو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین

باب دوم



اکابر اہل بیت کی طرف سے حضرات شیخین کی مزید تعریفیں، جس سے معلوم ہوگا کہ روافضے اور شیعہ ان کے متعلق جو عجیبے و غریبے جھوٹے اور افتراء کرتے ہیں وہ ان سے برے ہیں اور ان کے کا یہ خیال ہے بھی جھوٹا ہے کہ حضرت علیؑ نے جو کچھ کیا وہ تقیہ و مداراتے اور خوف کے دجہ سے تھا۔ نیز ان باتوں کے علاوہ بھی ان کی قبیح باتوں کا تذکرہ ہوگا۔



دارقطنی نے عبد اللہ محض سے بیان کیا ہے۔ محض کا لقب انہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی ولادت پر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ یہ بنی ہاشم کے شیخ اور رئیس تھے۔ ان کا بیٹا نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھا۔ اور امہ دین میں سے تھا حضرت امام مالک بن انس کے زمانہ میں مدینہ میں ان کی خلافت کی بیعت کی گئی۔ منصور نے ان پر فوج کشی کر کے ان کو قتل کروادیا تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں! حضرت عمرؓ نے بھی موزوں پر مسح کیا ہے۔ سائل نے کہا میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے بارے میں تجھے اطلاع دے رہا ہوں۔

اور تو میری رائے دریافت کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ تو مجھ سے اور دنیا بھر کے میرے جیسے لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کو بتایا گیا یہ قیہ ہے۔ فرمایا ہم قبر اور منبر کے درمیان کھڑے ہیں۔ اے اللہ میں خفیہ اور اعلانیہ طور پر یہی کہتا ہوں۔ پس میرے بعد کسی کی بات نہ سُننا۔ پھر فرمایا یہ کون شخص ہے جو کہتا ہے کہ حضرت علیؓ مقہور تھے اور حضور علیہ السلام کے حکم کو نافذ نہیں کر سکے۔ یہ بات ان کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

دارقطنی نے عبد اللہ کے بیٹے نفس زکیہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے سے حضرات شیخین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں اور حضرت محمدؐ باقر سے بیان کیا گیا ہے کہ بنو فاطمہؓ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ شیخین کے بارے میں اچھی سے اچھی بات کہیں گے۔ اسی طرح حضرت جعفر صادقؑ نے اپنے باپ محمد باقرؑ سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ان کے باپ حضرت زین العابدین علی بن الحسینؑ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا ابو بکر صدیقؓ کے متعلق اس نے کہا آپ انہیں صدیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیری ماں تجھے ضائع کر دے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ہاجرین اور انصار نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے۔ یہاں سے چلا جا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھ۔

اسی طرح دارقطنی نے عروہ سے اور انہوں نے عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر باقرؑ سے تلوار کو ملیع کروانے کے

بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنی تلوار کو طمع کر دایا ہوا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا آپ انہیں صدیق کہتے ہیں فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے اور ابن جوزی نے ”صفوة الصفوة“ میں یہ الفاظ زائد لکھے ہیں کہ حضرت جعفر چھلانگ لگا کر قبلہ رو ہو گئے۔ اور فرمایا ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ اور حدیث میں بھی یہی آیا ہے

اسی طرح حضرت جعفر صادق سے یہ روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ جلیے میں حضرت علیؓ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ ویسے ہی حضرت ابو بکرؓ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دو دفعہ جبا ہے۔

حضرت زید بن علی کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا شیخین سے کون اظہار بیزاری کرتا ہے۔ خدا کی قسم شیخین سے اظہار بیزاری کرنا حضرت علیؓ سے بیزاری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے۔ حضرت زید بن جلیل القدر امام تھے جنہوں نے صفر ۱۳۱ھ میں شہادت پائی۔ آپ کو برہنہ کر کے صلیب یا گیل تو ایک بکڑی نے آکر آپ کے پیرے کے مقام پر جالاتن دیا اور اسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ آپ ایک طویل مدت تک مصلوب رہے۔ آپ نے خروج کیا تھا۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور شیعوں کی ایک کثیر تعداد نے

آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ شیخین سے اظہار بیزاری کریں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو صاحب فضیلت مانتے ہیں فرمایا چلے جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا ہے اور آپ کے پیروکاروں کا نام زید یہ ہے۔

حافظ عمر بن شہبہ نے بیان کیا ہے کہ اس جلیل القدر امام یعنی حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے باغ فدک چھین لیا تھا فرمایا وہ تو نہایت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی تھیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کے پاس آکر کہا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے باغ فدک عطا فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔ آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو حضرت علیؓ اور ام ایمنؓ نے آپ کی شہادت دی۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ اسکی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زیدؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم اگر یہ قضیہ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں ضرور حضرت ابوبکرؓ والا فیصلہ ہی دوں گا۔ یہ روایت بھی آپ سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خواجہ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ سب سے اظہار بیزاری کیا مگر ان دونوں کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سیکے۔ اور تم لوگوں نے خواجہ سے بھی ادھر چھلانگ لگا کر ان دونوں حضرات سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔ اب باقی کون رہے؟ خدا کی قسم اب کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ لوگوں نے سب سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔

حافظ عمر بن شہبہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکرؓ اسلام قبول کرنے میں سب سے اول تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا پھر ابوبکرؓ سب سے اوپر اور آگے کیسے چلے گئے۔ کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا۔ فرمایا کہ جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔

دارقطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ثقہ ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمد سے شیخین کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے جواب دیا۔ اے سالم! ان دونوں سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کر۔ کیونکہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں۔

ایسے ہی اس سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ میں حضرت ابو جعفر کے پاس آیا اور جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بات میری وجہ سے کہی کہ لکھو اللہ! میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں اور اگر میرے دل میں اس کے سوا کوئی اور بات ہے تو مجھے قیامت کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اس سے آئی ہے کہ میں حضرت جعفر بن محمد کے پاس آیا وہ بیمار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ اگر اس کے سوا میرے دل میں کوئی اور بات ہے تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

شفاعت نصیب نہ ہو۔

اور یہ روایت بھی اسی سے بیان ہوئی ہے کہ حضرت جعفر نے مجھے فرمایا اے سالم! کیا کوئی اپنے دادا کو گالی دے سکتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ میرے دادا ہیں اگر میں ان سے دوستی نہ کروں اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری نہ کروں تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

حضرت جعفر سے روایت ہے کہ اے آپ کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی کا خیال ہے کہ آپ حضرت ابو بکرؓ سے اظہار بیزاری کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس فلاں آدمی سے اظہار بیزاری کرے، اور مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابو بکرؓ کی قربت کا بھی فائدہ دے گا۔ میں بیمار ہوا تو میں نے اپنے ماموں عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابو بکرؓ کو وصیت کی۔

اے حضرت محمد بن حنفیہ نے ۱۱۷ھ میں۔ علی زین العابدین بن الحسین نے ۶۴ھ میں زید بن علی زین العابدین نے ۱۲۱ھ میں۔ محمد الباقرؓ نے ۸۴ھ میں۔ جعفر الصادقؓ نے ۱۴۸ھ میں۔ نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ محض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی نے ۱۴۵ھ میں اور موسیٰ کاظم بن جعفر الصادقؓ نے ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ جیسے کہ منتہی السؤل فی مناقب آل الرسول مؤلف ابن طلحہ القرظی اور البصار العین مؤلف ابن طاہر سماوی میں لکھا ہے۔

دارقطنی اور حافظ عمر بن شیبہ نے کثیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر بن محمد بن علی سے پوچھا کیا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپ کی کچھ حق تلفی کی ہے تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے نذیر ہو۔ انہوں نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ہمارے حق سے تلفی نہیں کی۔ پھر میں نے کہا میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے دوستی رکھوں فرمایا ہاں اسے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی رکھ وہ کہتا ہے پھر آپ اپنی گردن پر ہاتھ مارنے لگے اور کہنے لگے جو تجھے تکلیف پہنچے۔ اس کا بار میری اس گردن پر ہوگا۔ پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مغیرہ بن سعید اور بیان سے اظہار بیزاری کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ہم اہلبیت کے متعلق جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح اس نے بسام الصیرفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ اور میرے علم کے مطابق اہلبیت کے تمام افراد بھی آپ دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس نے حضرت امام شافعی سے روایت کی ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ ہمارے دوست ہم پر بہرمان اور بہترین خلیفہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں ان جیسا ہمارا کوئی دوست نہیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے اس سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

ایسے ہی انہوں نے ابو جہز ابی اقر سے بیان کیا ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے میرے پاس بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے اس آیت ”وَنَزَعْنَاهُ فِي صَدْرِهِمْ رَحْمَةً مِنَّا“ کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انہی کے بارے میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کون سا کینہ تھا۔ فرمایا جاہلیت کا کینہ، جاہلیت میں نبی، قہم اور عدی اور نبی ہاشم کے درمیان کچھ اختلافات تھے۔ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں درداٹھا تو حضرت علیؓ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو کو سینک کرنے لگے۔ تو یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

ایسے ہی آپ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابو جہز سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا جو شخص ان دونوں کے متعلق شک کرتا ہے وہ سنت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان قبائل کے درمیان دشمنی تھی مگر جب یہ اسلام لے آئے تو باہم محبت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کینے کو دور کر دیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں درداٹھا تو حضرت علیؓ اپنا ہاتھ گرم کر کے انہیں ٹھوکر کرنے لگے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسے ہی اس نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت ان تین خاندانوں یعنی تیم، عدی اور بنو ہاشم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر فرمایا میں، ابوبکرؓ اور عمرؓ انہی

خاندانوں میں سے ہیں۔ ایسے ہی ابو جعفر الباقری سے اس نے بیان کیا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا اہلبیت میں سے کوئی شخص حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دشنام طرازی کرتا ہے فرمایا معاذ اللہ، بلکہ وہ تو ان دونوں سے دوستی رکھتے۔ ان کے لئے مغفرت طلب کرتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ ایسے ہی ابو جعفر الباقری نے اپنے باپ حضرت علی بن الحسین سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت سے جو حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو برا کہنے میں مصروف تھی۔ کہا کیا آپ لوگ مجھے بتائیں گے کہ آپ ہی وہ اولین ہاجرین ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

الذین اخرجوا من ديارهم واما لهم يفتنون فغلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون انہوں نے کہا ہم وہ لوگ نہیں فرمایا کیا تم اس آیت کے مصداق ہو الذین تبوءوا الدار والايمان من قبلهم ويحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا و يوشرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون۔

انہوں نے جواب دیا نہیں فرمایا تم خود ان دونوں فریقوں میں شامل ہونے سے انکاری ہو۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

والذین جاؤا من بعد ہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالايمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین ربنا انک رؤوف رحیم،

ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابراہیم بن حسن بن حسین جو عبداللہ بن حسن کے بھائی تھے سے سنا وہ کہتے تھے خدا کی قسم جیسے حروریتہ نے حضرت علیؑ پر زیادتی کی تھی ایسے ہی ہم پر رافضیوں نے زیادتی کی ہے۔

ایسے ہی ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حسن بن حسن کو ایک رافضی سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی آدمی کو حکومت کی طاقت بخشی تو ہم ضرور تمہارے ملحقہ اور طاقتیں مخالف اطراف سے کاٹ دیں گے اور تمہاری توبہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ ایسے ہی اس نے محمد بن عابد سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے پاس حضرت عثمان کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت امیر المومنین علیؑ بھی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ آپ کو بتاتے ہیں جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو راوی کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان کے بارے میں باتیں کرتے سنا یا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں۔ چنگے بارے میں یہ آیت آئی ہے

مَنْ الذِّينَ اتَّقَوْا ذُنُوبَهُمْ مِنَ الذِّينَ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا أَمَلًا
يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

انہی سے یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں حضرت علیؑ کے پاس گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں مجاز جانا چاہتا ہوں۔ لوگ مجھ سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھیں گے

آپ ان کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ تیکہ لگائے ہوئے تھے
پھر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا ابن حنبل خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں
کہ میں بھی ایسا ہی ہوں گا۔ اور وہ تو ایسے ہی تھے۔ جیسے خدا تعالیٰ
نے فرمایا ہے۔

وَنَزَعْنَا مِّنْهُ صُدُورَهُمْ مِّنْ
غُلِّ الْاٰیَةِ کہ ہم نے اُن کے سینوں سے
کینے کو نکال باہر کیا ہے۔

ایسے ہی اس نے سالم بن ابی الجعد سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے
ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمانؓ
کا تذکرہ شروع کر دیا تو انہوں نے ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ ان
کے بارے میں باتیں کرنے سے باز آ جاؤ۔ ہم نے جو تکالیف پہلے اٹھائی
ہیں۔ ایک روز اس سے بھی زیادہ تکالیف اٹھائیں گے۔ پھر فرمایا۔ کیا
میں نے آپ کو اس آدمی کے متعلق باتیں کرنے سے منع نہیں کیا۔

روای کہتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے
تھے تو آپ نے فرمایا اے ابن عباسؓ ذرا جنگِ جہل کی شام کو یاد کر
جب میں حضرت علیؓ کے دائیں جانب جھنڈے کو پکڑے کھڑا تھا۔ اور
آپ ان کی بائیں جانب تھے۔ تو انہوں نے پڑاؤ سے آواز سنی تو آپ
نے قاصد بھیج کر پتہ کروایا۔ اس نے آکر جواب دیا۔ حضرت عائشہؓ
پڑاؤ میں قاتلین عثمانؓ پر لعنت کر رہی ہیں تو حضرت علیؓ نے ہاتھ اٹھائے
یہاں تک کہ انہیں وہ دوتین دفعہ اپنے چہرہ تک لے گئے۔ اور فرمایا۔ میں
بھی قاتلین عثمانؓ پر لعنت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر میدانوں اور
پہاڑوں میں لعنت کرے۔ روای کہتا ہے اس پر حضرت ابنے

عباس نے آپکی تصدیق کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے اور اس کے متعلق تمہارے لئے دو عادل گواہ ہیں۔ ایسے ہی اس نے مردانہ بن الحکم سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت عثمان کے دفاع میں حضرت علی سے آگے نہ تھا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ ہمیں منبروں پر کیوں برا بھلا کہتے ہیں۔ فرمایا ہمارا معاملہ اسی طرح درست رہتا ہے۔ ایسے ہی اس نے حسین بن محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے اہل کوفہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں ناشدنی باتیں نہ کرو۔ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور ثانیِ اثینؓ ہیں اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت دی ہے۔ ایسے ہی اس نے جندب اسدی سے بیان کیا ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق پوچھا تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کے علاقے کے لوگ مجھ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق دریافت کرتے ہیں میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ ایسے ہی اس نے عبد اللہ بن حسن سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ وہ تو میرے دل میں رہتے ہیں۔ اور میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تاکہ مجھے ان کا قرب نصیب ہو۔ ایسے ہی اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن حنین بن علی سے کہا کیا آپ میں کوئی مفترض الطاعتہ امام میں بھی ہے اور آپ اسے پہچانتے ہیں اور جو

اُسے نہ پہچانے کیا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہم میں یہ بات موجود نہیں اور جو ایسا کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔ تو میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقام حضرت علی کو حاصل ہے اور حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام حضرت حسن کو حاصل ہوا کیونکہ حضرت علی نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام حضرت حسین بن علی کو ملا۔ کیونکہ حضرت حسن نے ان کے متعلق وصیت کی ہے۔ پھر یہ مقام علی بن حسین کو ملا کیونکہ حضرت حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام محمد بن علی کو ملا یعنی امام باقر کو، جو عمر مذکور کے بھائی ہیں۔ کیونکہ علی بن حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے۔ تو عمر بن حسین نے فرمایا خدا کی قسم میرے باپ نے تو وصیت کے بارے میں دو حرف بھی نہیں کہے۔ اللہ ان لوگوں کا برا کرے۔ اگر کوئی آدمی اپنی اولاد اور مال کے بارے میں وصیت کرے اور اس کے بعد کچھ نہ چھوڑے پھر تو یہ دین کی بات ہی نہ ہوئی۔ اللہ ان لوگوں کو ہلاک کرے۔ قسم بخدا یہ لوگ تو ہمیں کھانے والے ہیں۔ ایسے ہی اس نے عبد الجبار ہمدانی سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر

صادق ان کے پاس آئے اور وہ مدینہ سے جانا چاہتے تھے تو آپ نے فرمایا آپ انشاء اللہ اپنے شہر کے صالح اور نیک لوگوں میں سے ہونگے جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں مفسد الطاعة امام ہوں۔ ان تک یہ بات پہنچا دو کہ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ تو اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔ ایسے ہی اس نے آپ سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ آپ سے

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا جو لوگ ان کے بارے میں ناروا باتیں کہتے ہیں میں ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوں ہاں جو لوگ ان کے متعلق بھی باتیں کہتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں، آپ سے کہا گیا کہ شاید آپ یہ بات تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہوں فرمایا پھر تو میں مشرکین میں سے ہوا، اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی، ایسے ہی اس نے ایک

لے تقیہ کا مفہوم، دشمنوں کے شر سے جان، مال اور عزت کی حفاظت کرنا ہے، ایک دشمن تو دینی اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے، جیسے کافر اور مسلم یا کوئی اغراض دنیوی کی وجہ سے دشمن ہوتا ہے، اہلسنت ایسے شہر میں جہاں دین کے اظہار سے خوف ہو، دین کے ترک کرنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ ہجرت کو واجب قرار دیتے ہیں ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت کے باعث ہجرت نہ کر سکے تو الگ بات ہے، مگر وہ بھی نکلنے کیلئے جیلے کی تلاش میں رہے، مگر دنیوی غرض سے کیلئے وجوب ہجرت میں اختلاف ہے، ہاں اگر ہلاکت کا خوف ہو تو ہجرت کرنا بلا اختلاف واجب ہے۔

شیعہ میں سے بعض لوگ جان یا مال کے خوف کی وجہ سے اقوال و افعال میں تقیہ کو جائز قرار دیتے ہیں، اور بعض لوگ معمولی خوف کے ڈر کی وجہ سے بھی تقیہ کرنا جائز کہتے ہیں، اور انہوں نے ائمہ کے اکثر افعال کو جو اہلسنت کے مذہب کے موافق ہوئے، تقیہ پر عمل کیا ہے، اور انہیں اصل قرار دیا ہے، اور پھر اسے انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے، تاکہ وہ اس سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ابطال کر سکیں، حالانکہ ان کی کتب میں ایسا مواد موجود ہے، جو تقیہ پر عمل کو باطل قرار دیتا ہے، پنجاب بلاغت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا (علامۃ الایمان ایثار الصدق حیث یضول) جہاں سچ بونا نقصان دے دہاں سچ کو ترجیح دینا ایمان کی علامت ہے۔ مکیہ اور بیان بن عیاش وغیرہ کی روایات

روایت آپ سے بیان کی ہے کہ عراق کے خبیث لوگوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حرف گیری کریں۔ حالانکہ وہ میرے والد ہیں۔ یعنی میری ماں ام فردہ بنت قاسم العقیہ بن محمد بن ابی بکر ہے اور فردہ کی ماں اسماء بنت عبد الرحمن بنے ابوبکر ہے اور پہلے آپ ایک قول میں کہہ چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ ایسے ہی اس نے ابوجہر الباقر سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت سے بیگانہ ہے۔ اور بعض ائمہ اہلبیت نے کہا ہے کہ خدا کی قسم آپ نے سچ فرمایا ہے اور جو بدعات اور جاہلانہ باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ شیعوں اور رافضیوں وغیرہ کی سنت سے جہالت کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ اور طووریات میں جس کی سند حضرت جعفر بن محمد اور ان کے باپ کی طرف جاتی ہے۔

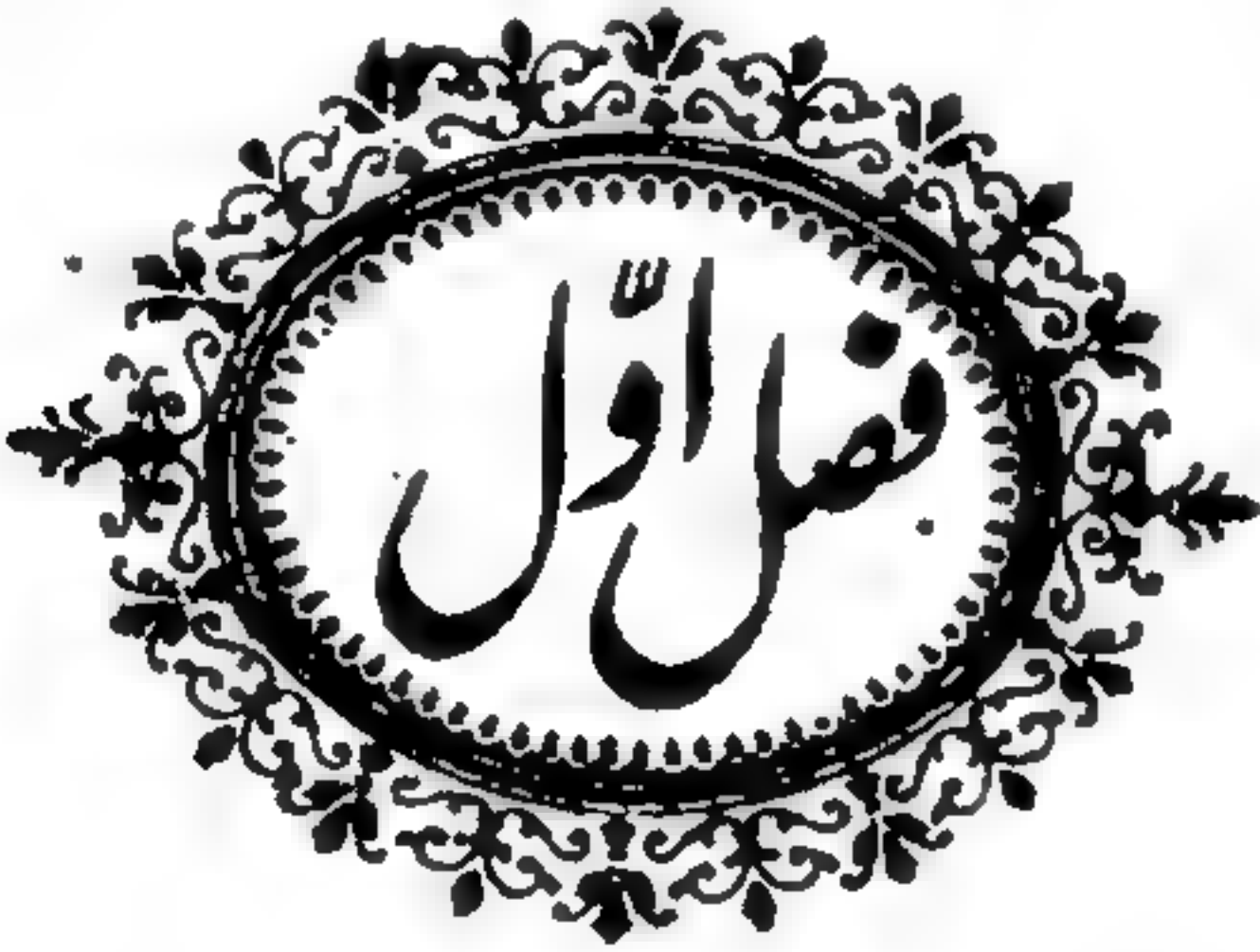
لکھا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی سے کہا کہ ہم خطبہ میں آپ کو یہ کہتے سنتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے اس طرح وصلاح فرما جیسے تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی تھی۔ اس پر آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور فرمایا وہ میرے محبوب ابوبکر اور عمر ہیں جو امام ہدایت شیخ الاسلام اور قرشی ہیں۔ حضور علیہ السلام کے بعد ان کی اقتدا کرنے والا بچایا جائے گا۔ اور جو ان کے آثار کی پیروی کرے گا صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پائے گا۔ اور جو ان سے تسک کرے گا۔ وہ خدائی

میں بھی اس قسم کی بہت سی باتیں موجود ہیں۔ اس مذہب سے تو یہ بات لازم آتی ہے حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور حضرت امام حسین کو خدا کے ہاں کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تقیہ پر عمل نہیں کیا۔ اور ساری فضیلت جہنم جوئی کے تمام منافقین کو حاصل ہو گئی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل کیا۔ تغیر اویسی میں ان کی ترمیم میں ان کی اپنی اور اہلسنت کی آواز بیان کی گئی ہیں۔

گروہ میں سے ہوگا۔ یہ اہلبیت کے معتبر اصحاب کی باتیں ہیں جنہیں ان سے اُن ائمہ حفاظ نے روایت کیا ہے جن پر احادیث و آثار کی معرفت اور ان کی مستقل اسانید سے صحیح و مقیم میں امتیاز کرنے پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پس اہلبیت کی رستی کو پکڑنے والا یہ کیسے گوارا کر سکتا ہے اور ان باتوں سے کیسے روگردانی کر سکتا ہے جو انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی عظمت شان اور ان کی خلافت حقہ پر اعتماد کے بارے میں کہی ہیں۔ اور جن باتوں سے انہوں نے اظہار بیزاری کیا اور اپنے حق میں مذمت خیال کیا ہے۔ انہیں ان کی طرف منسوب کرنے سے بھی وہ بڑی ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو ہمارے ساتھ اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ خدا کی قسم تمہاری محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ مگر اب وہ ہمارے لئے حار بن گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تم نے اب لوگوں کے پاس ہمارے نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ یعنی ہماری طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پس ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو ان ائمہ پر جھوٹ بولتے اور ان پر جھوٹ اور بہتانے کی تہمت لگاتے ہیں۔

باب سوم

اس بات کے بیان میں کہ حضرت ابوبکر، تمام امت اور حضرت عمر
حضرت عثمان اور حضرت علی سے افضل ہیں۔ نیز ان فضاہ کا تذکرہ جو
تہنا حضرت ابوبکر کے متعلق آتے ہیں یا حضرت عمر یا اصحاب ثلاثہ اور
یا کسی اور کے ساتھ بیان ہوئے ہیں اور اس میں کئی تفصیل ہے



اس میں بالترتیب خلفاء کے افضلیت اور ساری امت پر شیخین
کے افضلیت کے تصریح ہوگی۔ اور شیعوں اور رافضیوں کے اس خیال
کو باطل ثابت کیا جائے گا کہ یہ باتیں انہوں نے تقیہ اور مجبوری
کی بنا پر کہی تھیں۔

اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس امر پر علمائے امت اور

عظمائے ملت کا اتفاق ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور ان کے بعد حضرت عمرؓ پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر علماء جن میں امام شافعی اور احمد شامل ہیں اور حضرت امام مالک کے متعلق بھی یہ مشہور ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل مانتے ہیں۔ اور کوفیوں نے جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں بڑے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان تفاضل سے توقف کرنا چاہیے۔

امام مالک کے بارے میں روایت ہے جسے ابو عبد اللہ المازری نے المردنہ

سے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مالک سے دریافت کیا گیا کہ ان کے نبی کے بعد کون سا آدمی افضل ہے؟ فرمایا حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ۔ پھر اس نے کہا یا اس میں اُسے شک ہوا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کی اقتدا کی جاتی ہو۔ اور وہ ایک دوسرے پر فضیلت کا اظہار کرتے ہوں۔ اور آپ کا یہ قول کہ اس میں اسے شک ہوا ہے اس سے ان کی مراد اشعری کا وہ قول ہے جو آئندہ بیان ہو گا۔ جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بقیہ امت پر قطعی فضیلت دی گئی ہے۔

اور اس کا یہ توقف کرنا دراصل رجوع کرنا ہے۔ قاضی عیاضؒ

نے اس سے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت عثمان کی فضیلت کے توقف سے رجوع کر لیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہی موقف اسلح ہو گا۔ انشاء اللہ امام الحرمین بھی توقف کی طرف مائل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عثمان

اور حضرت علی کے بارے میں متعارض خیالات پائے جاتے ہیں۔ اور ابنے عبدالبر نے اہل سنت کے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جس میں امام مالک، یحییٰ القطان اور یحییٰ بن معین شامل ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں بات کرے اور حضرت علی کو سابق اور صاحب فضل قرار دے، وہ سنت پر چلنے والا ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو حضرت عثمان کی شان میں کمی کرے اور حضرت علی کی فضیلت کو نہ جانے وہ مذموم ہے۔ ابن عبدالبر کے خیال میں وہ حدیث جس میں اصحاب ثلاثہ کی شان کو کم بیان کیا گیا ہے۔ وہ اہل سنت کے قول کے مخالف ہے کہ حضرت علی، اصحاب ثلاثہ کے بعد لوگوں سے افضل ہیں۔ یہ مردود قول ہے کیونکہ تفصیل سے سکوت اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل نہیں ہیں۔ ابو منصور بغدادی کا یہ بیان کہ حضرت علی پر حضرت عثمان کی افضلیت ایک اجماعی بات ہے یہ بات مدخولہ ہے۔ اگرچہ اس سے بعض حفاظ نے اسے نقل کیا ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں اختلاف کی وجہ سے سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ پھر وہ قول جس کی طرف امام اہل سنت ابوالحسن اشعری مائل ہیں کہ حضرت ابوبکر کی فضیلت دوسروں پر قطعی ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول غلطی ہے اور ”ارشاد“ میں امام حرمین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی سے صاحب مفہم نے شرح مسلم میں جزم کیا ہے اور اس کی تائید ابن عبدالبر کے اس قول سے ہوتی ہے جو استیعاب میں ہے کہ عبدالرزاق نے عمر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت عمر، حضرت ابوبکر سے افضل ہیں

تو میں اُسے ڈانٹ نہیں پلاؤں گا۔ اور اسی طرح اگر وہ یہ کہے کہ میرے نزدیک حضرت علی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے افضل ہیں اور ساتھ ہی وہ شیخین کی فضیلت کا ذکر کرے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی صحیح تعریف کرے تو میں اُسے بھی زبرد تو بیخ نہیں کروں گا۔ میں نے اس بات کا ذکر و کیع سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اسے پسند کیا لیکن ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنے سے یہ ملحوظ نہ رکھا جائے کہ وہ اس کے قائل ہیں۔ ہاں مذکورہ تفضیل ظنی ہے۔ قطعی نہیں۔ اسکی تائید اس حکایت سے ہوتی ہے جسے خطاب نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بہتر ہیں اور حضرت علی افضل لیکن ان میں سے بعض نے کہا ہے یہ تو گنجلک اور گڈگڈ سا قول ہے کیونکہ بہتر ہونے کے معنی انفعلیت کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن اگر حضرت ابوبکر کے بہتر ہونے سے یہ مراد ہو کہ آپ بعض پہلوؤں سے بہتر ہیں اور حضرت علی بعض دیگر پہلوؤں سے افضل ہیں۔ تو اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور یہ بات کوئی حضرت ابوبکر اور حضرت علی سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ بات حضرت ابوبکر اور حضرت ابو عبیدہ کے متعلق بھی کہی جاسکتی ہے۔ بطور مثال یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت میں جس طرح حضرت ابو عبیدہ کو مخصوص فرمایا ہے۔ اس طرح حضرت ابوبکر کو نہیں فرمایا۔ اس لحاظ سے حضرت ابو عبیدہ حضرت ابوبکر سے بہتر ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ بعض دفعہ مفعول میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جو فاضل میں موجود نہیں ہوتیں۔ اگر شیخ خطاب کا مطلب یہ ہو کہ حضرت ابوبکر تو علی الاطلاق افضل ہیں۔ مگر حضرت علی میں بھی ایسی خوبیاں موجود ہیں

جو حضرت ابوبکر میں نہیں پائی جاتیں تو ان کی بات درست ہے اور اگر یہ مفہوم مراد نہیں تو ان کا کلام انتہائی گنجلک اور اس شخص کے بھی خلاف ہے جس کی اس نے مدد کی ہے بلکہ یہ ایک بے فائدہ اور ناقابل فہم بات ہے۔ اگر آپ کہیں کہ ابن عبدالبر کا قول کہ سلف نے حضرت ابوبکر اور حضرت علی کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اس قول کے منافی ہے۔ جسے آپ پہلے پیش کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس سے پہلے اس کا یہ قول جو حضرت سلمان، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب، حضرت جابر، حضرت ابوسعد خدری اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور ان بزرگوں نے انہیں دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

تو اس کے جواب میں، میں کہتا ہوں کہ ابن عبدالبر سے جو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سلف نے ان کی فضیلت کے بارے میں اختلاف کیا ہے یہ ایک عجیب و غریب بات ہے۔ اور وہ اس کے بیان میں ان لوگوں سے منفرد ہے جو اس سے حفظ و اطلاع میں کہیں بڑھ کر ہیں پس اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ جبکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت اور دوسرے صحابہ پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی آٹھ ہزار روایات ہیں جس میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں۔ جیسے کہ بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے۔ جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بطور تنزیل

تسیم کر لیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی ہے جسے کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے۔ کیونکہ مخالف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود حیثیت کی حامل ہے۔ ابن عبدالبر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حسنین پر شیخین کی تفصیل کے بارے میں پختہ اجماع ہو چکا ہے۔ اور یہ جو بعض متاخرین کی طرف سے ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں حسنین کی تفصیل کے بارے میں آیا ہے کہ وہ آپ کا ٹکڑا ہیں۔ تو یہ بات اس کے منافی نہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مفضول میں ایسی خوبی پائی جاسکتی ہے جو فاضل میں موجود نہ ہو۔ یہ تفصیل کثرت ثواب کے لئے نہیں بلکہ شرف مزید کے لئے ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں۔ لیکن ان کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے ثواب اور نفع کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور آپ کی اولاد میں دوسروں کو چھوڑ کر ان دونوں سے بھی زیادہ صاحب حیثیت اور زیادہ متقی آدمی ہو سکتا ہے۔ اور ابن عبدالبر نے جو دوسری بات اس جماعت کے بارے میں بیان کی ہے کہ وہ علی الاطلاق حضرت علی کو حضرت ابوبکر سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس قول کی بنیاد ان کے مقدم فی الاسلام ہونے پر ہے۔ یا ان کی مراد یہ ہے کہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے حضرت علی افضل ہیں۔ کیونکہ اس پر مرتجح اور صحیح دلائل موجود ہیں اگر آپ کہیں کہ اس اجماع کا مستند کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ وہ اس کے مستند سے ناواقف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ضلالت پر اجماع کرنے سے محفوظ رکھا ہوا ہے

اور اس کی دلیل بلکہ تصریح خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ
 وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمَوْئِنِ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ
 مَصِيرًا

اور اسی طرح انہوں نے اس ترتیب کے ساتھ ان کے استحقاق
 خلافت پر بھی اجماع کیا ہے۔ لیکن یہ بات قطعی ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو
 چکا ہے۔

اگر آپ کہیں کہ اس ترتیب کے مطابق ان کی تفصیل کیوں قطعی
 نہیں جبکہ اشعری کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے۔ تو میں جواب دوں گا کہ
 حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں تو اختلاف ہے جیسے کہ پہلے بیان
 ہو چکا ہے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور پھر دیگر لوگوں کے بارے میں اگر
 وہ اجماع کریں تو بھی اجماع کے حجت قطعی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں
 کا مذہب یہ ہے کہ اجماع مطلقاً حجت قطعی ہے۔ اس لئے اُسے تمام دلائل پر
 مقدم کیا جائے گا۔ اور کوئی دلیل اس کا معارضہ نہ کر سکے گی اور اس کے
 مخالف کی تکفیر، تفسیل اور تبدیلی کی جائے گی۔ امام راز کا اور آمدی نے
 کہا ہے کہ اجماع مطلقاً ظنی ہے اور اس تفصیل میں حق بات یہی ہے اور جس
 پر معتبر حضرات کا اتفاق ہے کہ اجماع حجت قطعی ہے اور اجماع سکوتی کی طرح
 اس میں اختلاف نہیں۔ اور وہ اجماع جس کو اس کا مخالف رد کر دے وہ ظنی
 ہوتا ہے۔

آپ ہمارے بیان سے سمجھ گئے ہوں گے کہ اس اجماع کا کوئی شاذ
 ہی مخالف ہو گا اگرچہ اس قسم کا اختلاف اجماع میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن وہ اجماع
 سے کم درجہ کا ہوتا ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو پس پہلا اجماع ظنی ہے اور یہ قطعی

اس لئے اشعری کے مقلین کے قول کو ترجیح حاصل ہے کہ یہاں اجماع ظنی ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ اس کے مناسب حال ہے، حقیقت یہ ہے کہ اصولیوں کے نزدیک مذکورہ تفصیل ہی درست ہے اور اشعری بھی ان اکثرین میں شامل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجت قطعی ہے۔

اور اس بات کی تائید کہ یہاں اجماع ظنی ہے یہ ہے کہ اجماع کمر نے والوں نے مذکورہ افضلیت کو قطعی قرار نہیں دیا ہے۔ بلکہ ان کے بارے میں فقط ظن کیا ہے۔ جیسا کہ ائمہ کی عبارات اور اشارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہاد ہے۔ اور اسکاستند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو اپنے نبی کی۔ اور اس کے دین کے قیام کے لئے چن لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام، خلالت کی ترتیب کے لحاظ سے ہی ہے۔ ایسے ہی حضرت ابو بکر اور حضرت علی وغیرہ کے بارے میں متعارف نصوص آئی ہیں۔ جن کی تفصیل نفاٹل کی بحث میں آئے گی۔ لیکن وہ بھی قطعی نہیں۔ کیونکہ وہ سب کی سب متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ احاد اور ظنی الدلالہ ہیں۔ اور اسباب ثواب کا بکثرت اختصاص اس بات کا موجب نہیں کہ وہ قطعی افضلیت کو مستلزم ہے۔ بلکہ ظنی افضلیت کا باعث ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے فضیلت دیا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ مطیع کی بجائے دوسرے کو ثواب دے دے اور ثبوت امامت خواہ قطعی ہو وہ افضلیت کی قطعیت کو فائدہ بخش نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ غایت درجہ تک ظن کو مفید ہے۔ کیونکہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے بطلان پر کوئی قطعی دلیل نہیں۔ لیکن ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ انہیں فضیلت دیتے ہیں

اور ہمارا حسن ظن ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اگرچہ انہیں اس کے متعلق کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ اسے اس پر منطبق کرتے پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور اس میں جو حق بات ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے۔

آمدی کہتے ہیں کہ تفصیل سے مراد یہ ہے کہ شیخین میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں ایسی فضیلت کہ ساتھ مختص کرنا جس کا دوسرے میں وجود تک نہ پایا جاتا ہو۔ جیسے عالم اور جاہل یا تو یہ فضیلت اس میں زیادہ ہوگی۔ جیسے اعلم ہونا، اور یہ بھی صحابہ میں فیصلہ شدہ بات ہے کہ جب ایک فضیلت کا اختصاص ایک سے ہو جائے تو اس میں کسی دوسرے کی شریکت کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔ اور عدم مشارکت کی صورت میں کسی اور فضیلت کے ساتھ دوسرے کا اختصاص ممکن ہوگا۔ اور کثرت فضائل سے اس احتمال کی بناء پر ترجیح نہ ہوگی کہ ایک فضیلت بہت سے فضائل سے بھی اہم ہو سکتی ہے یا تو ذاتی شرف کی زیادتی کی وجہ سے یا کثرت میں زیادتی کی وجہ سے پس اس معنی کی رو سے افضلیت پر جزم نہیں کیا جا سکتا۔ اور حقیقت میں فضیلت وہ ہے جو اللہ کے ہاں ہو اور اس پر ہوائے وحی کے مطلع نہیں ہوا جاسکتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے مگر اس سے فضیلت کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی۔ کیونکہ کوئی قطعی دلیل متن اور سند کے لحاظ سے موجود نہیں۔ سوٹے زیانہ وحی کے ان مشاہد و احوال کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے ساتھ ایسے قرائن سے ظاہر ہوئے جو اس وقت تفصیل پر دلالت کرتے تھے۔ بخلاف

اس کے جس نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا۔ ہاں ہمارے پاس سنی سنائی باتیں

پہنچی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے ظن کو اس ترتیب کے ساتھ اس تفصیل پر پختہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس کا افادہ صریحاً یا استنباطاً معلوم ہو رہا ہے اور فضائل میں اس کا بیان مبسوط طور پر آئے گا اور اس کی تائید گزشتہ بیان سے بھی ہوتی ہے کہ احق بالخلافت کے اجماع سے افضلیت پر اجماع لازم نہیں آتا کیونکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان حضرت علی سے احق بالخلافت ہیں۔ حالانکہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے اور یہ مقام بعض بے سمجھ لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے سیال کر لیا ہے کہ اصولیوں میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت ظن سے ثابت ہے نہ کہ قطعیت سے، اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی خلافت بھی ظنی ہی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے جہاں

ان لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے وہاں ساتھ ہی یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت قطعی ہے۔ پس بعض لوگوں کا یہ ظن کیسے پایا جاسکتا ہے۔ نیز آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت قطعیت سے ثابت ہے۔ حتیٰ کہ غیر اشعری بھی شیعوں اور رافضیوں کے اعتقاد کی بنا پر ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت علی سے روایت ہے اور وہ ان کے نزدیک معصوم ہیں اور معصوم پر جھوٹ باندھنا جائز نہیں ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر افضل الائمہ ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت آپ سے آپ کی خلافت اور حکومت

لے ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث حضرت علی سے متواتر ہے اور ابن عساکر نے بھی حضرت عمر سے ایسے ہی بیان کیا ہے

کے زمانے میں بھی تو اتر سے بیان ہوتی رہی اور آپ کے شیعوں کے جم غفیر میں بھی، پھر آپ نے اس کی صحیح اسانید کو مبسوط طور پر بیان کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسے اسی سے زیادہ آدمیوں نے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور ان میں ایک جماعت بھی شامل ہے۔ پھر فرمایا اللہ را فنیوں کا بُرا کرے کہ یہ کس قدر جاہل لوگ ہیں۔

اور بخاری میں جو آپ سے روایت آئی ہے وہ اس کو مدد دیتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر سب سے بہتر ہیں۔ پھر حضرت عمر، پھر ایک اور آدمی کا آپ نے نام لیا۔ تو آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے کہا، پھر آپ! فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اور طرق سے اسے حضرت علی سے روایت کیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ لوگو! سنو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے ہیں۔ پس جس کو میں نے ان دونوں پر فضیلت دیتے پایا وہ مغتری ہے اور اسے مغتری کی سزا ملے گی۔ سنو! اگر میں اس بارے میں پہل کرتا تو سزا دیتا۔ لیکن میں پہل کرنے سے پہلے سزا دینا پسند نہیں کرتا۔

دارقطنی نے آپ سے بیان کیا ہے کہ جس کسی کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے رہا ہے میں اس پر مغتری کی حد جاری کروں گا۔ اے

اے ابن عسا کر نے بھی اس روایت کو ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اور امام مالک نے حضرت جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ
امام باقر سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے پاس کھڑے
ہو کر جبکہ وہ چادر لپیٹے ہوئے تھے، کہا کہ مجھے زمین و آسمان میں اس شخص سے
زیادہ محبوب کوئی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفہ میں اس چادر
میں لپیٹے ہوئے شخص کی وجہ سے احکام اتارے ہیں اور ایک صحیح روایت
میں ہے کہ آپ نے، جبکہ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے انہیں صلی اللہ علیہ
کہا اور آپ کے لئے دعا کی۔

سفیان نے ایک روایت میں کہا ہے کہ امام باقر سے کہا گیا
کیا غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنا منع نہیں فرمایا میں نے ایسے ہی سنا ہے معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت علی عملاً عدم کراہت کے قائل تھے کیونکہ حضور علیہ السلام
کا قول ہے۔ اللہم صل علی آل ابی اوفیٰ اور ابو بکر آجری نے ابو جحیفہ
سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر فرماتے سنا کہ
اس امت کے نبی کے بعد بہترین آدمی ابو بکر ہیں اور اس کے بعد عمر۔

حضرت ابو ذر ہرادی نے متنوع طرق سے اوز دارقطنی وغیرہ
نے جحیفہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کے گھر گیا اور میں
نے کہا اے وہ شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے
بہتر ہے تو آپ نے فرمایا ابو جحیفہ ذرا ٹھہرو کیا میں آپ کو بتاؤں کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے وہ حضرت
ابو بکر اور حضرت عمر ہیں۔ ابو جحیفہ تیرا بڑا ہو۔ کسی مومن کے دل میں میرا
محبت اور ابو بکر اور عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اور محمد بن حنفیہ کی روایت سے جو انہوں نے آپ سے

بیان کی ہے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے متعلق خیر امت ہونے کا انہیں بتایا تھا۔ اور یہ قول حضرت علی سے طرق کثیرہ سے بیان ہوا ہے۔ اور جو شخص ان طرق کا تتبع کرے گا اُسے یقین حاصل ہو جائے گا کہ یہ قول حضرت علی ہی کا ہے۔ اور رافضیوں وغیرہ کے لئے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اس قول کے بارے میں یہ کہہ سکیں کہ یہ حضرت علی کا قول نہیں۔ اس کا انکار تو کوئی آثار سے جاہل شخص ہی کر سکتا ہے اگر اب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جھوٹ اور افترا ہے آئندہ بھی اس کا بیان آئے گا۔ اس موقع پر سب سے احسن بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ ابو جحیفہ حضرت علی کو افضل الامۃ

خیال کرتا تھا آپ نے سنا کہ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت مغموم ہوئے۔ حضرت علی اس کا ملاحظہ کر کے گھر لائے اور فرمایا ابو جحیفہ تجھے کس بات کا غم ہے۔ تو اس نے آپ کو ساری بات بتائی آپ نے فرمایا کیا میں تجھے خیر امت کے متعلق بتاؤں۔ اس امت کا بہترین آدمی ابو بکر ہے، پھر عمر۔ ابو جحیفہ کہتے ہیں جب حضرت علی نے یہ بات مجھے بالمشافہہ کہی تو میں نے اللہ سے عہد کیا کہ جب تک میں زندہ ہوں۔ اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا۔ اور شیعوں اور رافضیوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افترا ہے۔ اور معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ بات آپ نے علیحدگی میں اپنے زمانہ خلافت میں کہی ہے۔ پھر آپ نے اسے کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ اہل بصرہ کی جنگ سے فراغت کے بعد تشریف لائے ہیں اور

یہ بات نہایت قوی اور زبردست نافذ ہونے والا حکم ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بات حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی وفات کے لیے عرصہ بعد کہا ہے بعض اہل بیت نے اس بات کے تذکرہ کے بعد کہا ہے کہ اس قسم کے منحوس تقیہ کا وقوع کیسے سمجھ میں آسکتا ہے جس کا وجہ سے ان لوگوں نے اکثر اہل بیت نبوی کے عقائد کو اظہار محبت و تعظیم کے پردے میں خراب کر دیا ہے اور وہ ان کی تقلید کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ دنیا کی عزیز ترین چیز بلند شرف آدمی ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے اہل بیت کی مصیبت بڑھ گئی ہے اور اول و آخر ان پر بھی مصیبت بنے گی حضرت امام باقر نے کس خوبصورتی سے اس منحوس تقیہ کا ابطال کیا ہے۔ جب آپ سے شیخین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا میں ان سے دوستی رکھتا ہوں۔ تو آپ سے کہا گیا لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات آپ تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہیں فرمایا۔ زندوں سے ڈرا جاتا ہے نہ کہ مردوں سے، اللہ تعالیٰ ہشام بن عبد الملک کے ساتھ اس طرح سلوک کرے۔ دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اس امام کا احتجاج کس قدر واضح ہے جس کی جلالت و فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔

بلکہ یہ شقی لوگ تو انکی عصمت کے دعویدار ہیں پس جو آپ نے فرمایا وہ تو صدق کو واجب کرنے والا ہے۔ پھر اس منحوس تقیہ کے بطلان کی تصریح کرتے ہوئے آپ نے ان کے سامنے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شیخین کی وفات کے بعد ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ انہیں کوئی سلطوت حاصل نہیں پھر آپ نے ہشام کے لئے بددعا کر کے اس کو واضح کیا۔ ہشام آپ کے زمانے کا بڑا صاحب شوکت بادشاہ تھا۔ جب آپ

اس سے نہیں ڈرے حالانکہ اس کی سلطوت و حکومت اور قوت و قہر سے خوف کھایا جاتا تھا تو آپ ان سے کیسے خوف کھا سکتے ہیں جو وفات پا چکے ہیں اور انہیں کوئی سلطوت و شوکت بھی حاصل نہیں۔ جب امام باقر کا یہ حال ہے تو حضرت علی کے بارے آپ کا کیا خیال ہے۔ جبکہ ان کے اور امام باقر کے درمیان اقدام، قوت، شجاعت، سخت جنگ کرنے اور کثرت تعداد و تیاری میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ تھے۔ اور اس کے ساتھ آپ سے صحیح بلکہ تواثر کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے شیخین کی مدح و ثنا کی ہے اور انہیں خیر امت قرار دیا ہے اور امام مالک نے اثر صحیح میں جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے باپ امام باقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی، حضرت عمر کے پاس کھڑے ہوئے اور وہ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے متعلق جو کچھ کہا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت علی کو یہ بات تقیہ کے طور پر کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور امام باقر کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے بیٹے جعفر صادق کو تقیہ کے طور پر بات کہیں اور امام جعفر صادق کو کیا ضرورت تھی کہ امام مالک کے پاس تقیہ بیان کریں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عقلمند آدمی اس قسم کی صحیح اسناد کو کیسے ترک کر سکتا ہے۔ اور کیسے ایک غلط بات کیلئے اسے تقیہ پر محمول کر سکتا ہے۔ یہ فقط ان کی جہالت، غیبت، حماقت اور جھوٹ ہے۔ بعض شیعہ انصاف پسند جیسے عبدالرزاق سے اس نے کیا اچھا طریقہ اختیار کیا ہے وہ کہتا ہے میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علی نے اپنے آپ پر انہیں فضیلت دی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ اس منحوس تقیہ کے دعویٰ میں جو باتیں انہیں جھوٹا قرار دیتی ہیں ان میں وہ روایت بھی ہے جسے

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تو سفیان بن حرب نے بلند آواز سے حضرت علی سے کہا اے علی! اس معاملہ میں قریش کا ذلیل ترین گھرانہ آپ پر غالب آگیا ہے اگر آپ چاہیں تو خدا کی قسم میں سواروں اور پیادوں کو اس کے خلاف لے کر آجاؤں تو حضرت علی نے فرمایا اے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن! اس نے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ پس ان کے اس خیال اور افترا پر دازی کا بطلان معلوم ہو گیا کہ حضرت علی نے تقیۃً اور مجبوراً بیعت کی تھی اور جو کچھ وہ خیال کرتے ہیں اگر اس میں کچھ تھوڑی سی بات بھی صحیح ہوتی اور حضرت علی کی طرف سے مشہور ہوتی تو اُسے چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ بلکہ دارقطنی نے تو اُسے روایت کر کے اس کے معنی بھی بہت سے طرق سے بیان کئے ہیں۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کا پھاڑا اور جان کو پیدا کیا ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہوتا تو خواہ میرے پاس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ میں اس کے لئے ضرور کوشش کرتا۔ اور ابو قحافہ کے بیٹے کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اس کے مقام کو دیکھ لیا اور اُسے کہا کہ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا۔ مگر مجھے آپ نے چھوڑ دیا تو ہم اس سے اپنی دنیا کے لئے اسی طرح راضی ہو گئے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لئے اس سے راضی ہوئے۔ اور اس کا مزید بیان حدیث من کنت مولا ہ فعلی مولا ہ کے پانچویں جواب اور دوسرے باب اور دیگر مقامات پر گزر چکا ہے۔ اے دلوں سے دیکھ لیجئے کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ اور حضرت علی کی طرف تقیہ منسوب کرنے سے جو فاسد

بڑائیاں اور عظیم قباحتیں لازم آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ بزدل ذلیل اور مقہور آدمی تھے۔ اللہ آپ کو ایسی باتوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب آپ کو خلافت ملی تو آپ کا باغیوں کے ساتھ جنگیں کرنا اور ہزاروں کو دعوت مبارزت دینا ایسے امور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان احمقوں اور فالیوں نے جو باتیں آپ کی طرف منسوب کی ہیں وہ قطعی طور پر جھوٹ ہیں حالانکہ باغیوں کا اس وقت بڑی قوت و شوکت حاصل تھی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بنو امیہ اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں قریش میں شوکت اور کثرت کے لحاظ سے بہت بڑے تھے۔ اور ابوسفیان بن حرب جنگ امداد جنگ احزاب اور دیگر جنگوں میں مشرکین کا لیڈر تھا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی سے وہ بات کہی تھی جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ اور آپ نے اس کی تردید کرتے ہوئے اُسے بُری طرح رگیدا تھا۔ اور بنو تیم اور بنو عدی کے لوگ قریش کے کمزور ترین قبیلے تھے اور انہیں قبیلوں سے شیعین تعلق رکھتے تھے۔

پس حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت حضرت علی کا سکوت اختیار کرنا اور مخالفین کے خلاف تلوار اٹھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ اور شجاعت کے نہایت بلند مقام پر تھے۔ اور اگر ان کے پاس امر خلافت کے متعلق حضور علیہ السلام کی کوئی وصیت ہوتی تو آپ اسے نافذ کرتے خواہ آپ کے سر پر تلوار سونتی ہوتی۔ اس بات میں وہی شخص شک کر سکتا ہے جو ان کے بدلے میں ایسا ویسا اعتقاد رکھتا ہے مگر آپ اس سے بالکل بُری ہیں۔

کیونکہ جب وہ اپنے معاملے ہی میں ہمیشہ مضطرب رہے تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے۔ اس میں خوف اور رعب کا وہم سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔

کیونکہ جب تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔ یہ بات شیخ الاسلام امام غزالی نے فرمائی ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے بھی بڑی اور قبیح باتیں لازم آتی ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے سوا کسی کو امامت کے لئے مقرر نہیں فرمایا، مگر حضرت علی کو اس سے روک دیا گیا اور آپ نے تقیہ کے طور پر کہا کہ حضرت ابو بکر کو امیر بنا لو تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا ہے وہ سب تقیہ ہی ہے اور یہ بات اثبات عصمت کے لئے کچھ بھی فائدہ مند نہیں۔

ایسے ہی حضرت علی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی سے کہا گیا کہ لوگوں کو حضرت علی کی لاپرواہی نے آن سے روک کر دیا ہے تو حضرت امام شافعی نے جواب دیا وہ زاہد آدمی تھے اور زاہد دنیا اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور عالم بھی تھے اور عالم بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شجاع تھے اور شجاع بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شریف تھے اور شریف بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس روایت کو بیہقی نے بیان کیا ہے اگر فرض کے طور پر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ نے یہ بات تقیہ کہی ہے تو پھر بھی آپ نے اپنی ولایت کے تقاضوں کو باقی رکھا ہے۔ حالانکہ آپ نے خلوت میں اور خلافت کے زمانہ میں منبر پر کھڑے ہو کر جبکہ آپ کو انتہائی قوت حاصل تھی شیخین کی ولایت کی تعریف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس اس بات سے غافل نہ ہو۔

ابوذر ہر دی اور دلقطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو شیخین کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس نے

حضرت علی کو اسی بات کی خبر دی۔ اور کہا ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس بات کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ وہی آپ کے دل میں بھی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ جبرأت نہ کرتے تو حضرت علی نے فرمایا میں اس خیال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخین پر رحمت فرمائے۔ پھر آپ نے اٹھ کر اس بجز کا ہاتھ پکڑا اور اسے مسجد میں لے گئے اور منبر پر چڑھ کر اپنی سفید ریش کو ہاتھ میں پکڑا اور آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ آپ صحن کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں، وزیریوں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے والدین کا ذکر بُرے رنگ میں کرتے ہیں۔ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں اور جو کہتے ہیں میں اس سے بُری ہوں اور اس پر انہیں سزا ملے گی۔ شیخین نہایت متانت اور وفاداری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اوامر الہیہ کے امر و نہی نیز فیصلہ کرنے اور مزا دینے میں بھی انہوں نے سنجیدگی اختیار کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کی رائے کو ان کی رائے کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی سے محبت کرتے تھے۔ جب آپ نے وفات پائی تو آپ بھی اور مسلمان بھی ان سے راضی تھے۔ پس مسلمانوں نے ان کے معاطہ اور سیرت کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا اور نہ ہی آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کے حکم سے سرکابی کی ہے۔ اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر پیار فرمائے۔ اس ذات کی قسم جو رانے کو بچاڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے۔ میں سے صاحب فضیلت مومن محبت کرتا

ہے اور شقی اور دین سے نکل جانے والا آدمی الی سے بغض اور مخالفت رکھتا ہے۔ ان کی محبت قرب کا باعث ہے۔ اور ان کا بغض اللہ سے دور کرنے والا ہے۔ پھر آپ نے اس بات کا ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور وہ علی کے مرتبے سے بھی اگاہ تھے۔ پھر آپ نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔ پھر آپ نے بتایا کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ پھر فرمایا لوگو اس بات کو سن لو، اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں آدمی کہہ رہا ہے کہ میں ان سے بغض رکھتا ہوں۔ تو میں اُسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ شیخین کو برا بھلا کہنے کی انہوں نے اس لئے جرأت کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں آپ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ اس نظریہ کے حاملین میں ایک عبداللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس

لے۔ ابن عباس نے تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں یمنی ہے اور ایک سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا اور اس نے انہارا اسلام کر کے مسلمانوں کے شہر میں دور کیا۔ تاکہ انہیں ائمہ کی اطاعت سے روگردان کر دے اور ان میں شر پھیلا دے۔ اس کام کیلئے وہ دشمن آیا۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اس کے سعلق بیان کیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علی اور آپ کے بیٹوں کی خلافت کو منصوص قرار دیا۔ اور حضرت علی کی رجعت اور یہ کہ ان میں الوہیت کا جز ہے۔ اور یہ کہ وہ بادلوں میں آئیں گے، کا نیا شاخسانہ اسی نے گھڑا ہے

مقریزی کہتے ہیں کہ ابن سبا سے رافضیوں میں کئی قسم کے غالی پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے

رائے کا اظہار کیا تو حضرت علی نے فرمایا میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپ عنقریب اس بیان کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ انشا اللہ، پھر آپ نے ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا جو اُسے مدائن لے گیا۔ تو اس نے کہا کہ یہ مجھے کسی شہر میں طے نہ نہیں دیتے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ابن سبا یہودی تھا۔ جس نے اظہار اسلام کیا تھا۔ اور ردافض کے ایک گروہ کا بڑا لیڈر تھا اور ان لوگوں کو حضرت علی نے اس وقت نکالا تھا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی میرے الوہیت پائی جاتی ہے۔

دارقطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حرف گیری کر رہا ہے۔ آپ نے

حجاز سے مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں جاتا تھا مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش تیار کی اور ۳۳ھ میں بعصرہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عامر نے اس کی بُری باتوں کی وجہ سے اُسے دہاں سے نکال دیا تو وہ کوفہ چلا گیا۔ دہاں سے بھی اُسے نکال دیا گیا تو مصر چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ اور اپنے داعیوں کو شہروں میں پھیلا دیا۔ اور ان سے شہروں میں بے جو آدمی اس کی طرف مائل ہوا اُسے لکھا کہ اپنے حاکموں پر عیب لگاؤ۔

ملاحظہ فرمائیے: عبرت تاریخ از کوثری

اُسے حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس کے سامنے شیخین کے عیوب پیش کئے تاکہ وہ تسلیم کرے کہ میں یہ باتیں کہہ رہا تھا وہ اس بات کو سمجھ گیا تو آپ نے اُسے فرمایا خدا کی قسم جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر میں وہ باتیں جو مجھے پہنچی ہیں تجھ سے سن لیتا اور اس پر شہادت بھی بل جاتی تو میں تیرے ساتھ اس طرح سلوک کرتا۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی ہے، تو اہل بیت نبوی کے یہی نمایان شان ہے کہ وہ اس معاملہ میں سلف کی اتباع کریں۔ اور رافضیوں اور شیعہ نمایوں نے عناد، غیبت اور جہالت سے جو تبلیغ باتیں ان کی طرف منسوب کی ہے۔ ان سے اعراض کریں۔ اور ان تمام باتوں سے احتیاط اختیار کریں جو یہ لوگ ان کے بارے میں کہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت ابو بکر حضرت علی سے افضل ہیں۔ وہ کافر ہے۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت، صحابہ، تابعین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ دین، علمائے شریعت اور عوام کی تکفیر پیمان کو بچتہ کر دیں اور یہ کہ ان کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور یہ بات قواعد شریعت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ اور کتب سنت اور حضور کی شہادت اور صحابہ اور اہل بیت کی باتوں پر عمل کرنے کو باطل قرار دیتی ہے۔ جبکہ تمام احادیث اور اخبار و آثار کے راوی اور حضور علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر ہر دور میں قرآن کے ناقل، صحابہ، تابعین اور علمائے دین ہی رہے ہیں۔ اور رافضیوں کی قسم کے لوگوں کی کوئی روایت اور درایت موجود نہیں جس سے وہ فروع شریعت کو معلوم کر سکیں۔ ان کا بڑے سے بڑا کام یہ ہے کہ کسی سند میں کوئی رافضی یا اس قسم کا کوئی آدمی آگیا ہے۔ اور ان کی روایت کے قبول کرنے میں جو اعتراضات ہیں وہ ائمہ اثر اور ناقدین سنت میں ہشور

ہیں اور جب یہ لوگ صحابہ اور تابعین وغیرہ پر عیب لگاتے ہیں تو دراصل قرآن و سنت پر عیب لگاتے اور ساری شریعت کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ اور اس طرح معاملہ زمانہ جاہلیت کے جاہلوں کا سا ہو جاتا ہے۔ اور اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور عذاب الیم اور عظیم ناراضگی ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر افترا کرتا ہے جس سے ابطال شریعت اور ہم شریعت تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس ایک عقلمند کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے سوا داعلم کے متعلق جو شہادتیں کا اقرار کرتا اور شریعت کو قبول کرتا مگر کسی موجب کفر کے، کفر کا اعتقاد رکھے فرض کرو کہ نفس الامر میں حضرت علی، حضرت ابوبکر سے افضل ہیں۔ لیکن کیا حضرت ابوبکر کی افضلیت کے قائل معذور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات دلائل صریحہ کی بناء پر کہی ہے۔ اور وہ مجتہد ہیں اور مجتہد جب غلطی کرے تب بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ پس ان کی تکفیر کیسے کی جا سکتی ہے۔ جبکہ یہ متفقہ بات ہے کہ تکفیر ضروریات دین کے عنادی انکار سے ہوتی ہے۔ جیسے نماز اور روزے کا انکار کرنا لیکن جو بات نظر و استدلال کی محتاج ہو اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا خواہ اس کے اختلاف پر اجماع ہو۔ پس اہلسنت والجماعت کے انصاف پر غور کرو۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے رذائل، جہالت، عناد، تعصب اور غباوت سے پاک قرار دیا ہے۔ ہم ان لوگوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے جو حضرت علی کو، حضرت ابوبکر پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے نظریہ کے خلاف بنے۔ اور ہمارا ہر زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اس پر اجماع رہا ہے جیسا کہ اس باب کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے لئے ایسا عذر قائم کر دیا ہے جو تکفیر سے مانع ہے۔ اور امت میں سے جو شخص راغیور

کی تکفیر کرتا ہے تو وہ ان کے دیگر بُرے کاموں کی وجہ سے کرتا ہے۔ جو انہوں نے ساتھ ملا لئے ہیں۔ پس اس انسان کی تکفیر سے بچو۔ جس کا دل ایمان سے لبریز ہے اور جاہل گمراہ غالیوں کی تقلید نہ کرو۔ اور حضرت علی کی صحیح اور ثابت شدہ روایات اور اہلبیت کے صریح بیانات میں جوشینین کو حضرت علی پر فضیلت دی گئی ہے۔ اس پر غور کرو۔

ان احمقوں نے اگرچہ حضرت علی کی اس بات کو تقیہ پر محمول کیا ہے پھر بھی اہلسنت کے نزدیک حضرت علی اور اہلبیت کی اتباع کی روکاڑ میں یہ کوئی عذر نہیں بنتا پس ان کے متعلق کفر کے اعتقاد سے بچو۔ کیونکہ انہوں نے حضرت علی کے دل کو پھاڑ کر نہیں دیکھا کہ انہوں نے تقیہ کے طور پر یہ بات کہی ہے بلکہ آپ کے قرآن احوال، شجاعت اور اقدام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کے خوف کو خاطر میں نہ لانا۔ اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ نے تقیہ سے کام نہیں لیا پس اہلسنت کے نزدیک یہ کوئی ایسا شبہ نہیں جو ان کو اعتقاد کفر سے روکے۔

سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ

..... **تجارتِ کبر** شیخ الاسلام اور اپنے دور کے محقق ابو زر عہدِ ولی عراقی سے سوال کیا گیا کہ جوشینین خلفائے اربعہ کو تہ تیہ معلوم کے مطابق افضل سمجھے لیکن ان میں سے ایک کو زیادہ محبوب رکھے کیا وہ گنہگار ہوگا۔ آپ نے جواب دیا ! محبت دینی کام کی وجہ سے ہوتی ہے یا دنیوی کام کی وجہ سے دینی محبت افضلیت کو لازم ہے۔ جو افضل ہوگا ہماری دینی محبت اس سے زیادہ ہوگی۔ اور جب ہم ایک کے بارے میں یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ افضل ہے اور دینی اعتبار سے دوسرے سے زیادہ محبت رکھیں تو یہ ایک تناقض بات ہوگی۔ ہاں اگر ہم کسی دنیوی کام،

یعنی قرابت اور احسان کی وجہ سے افضل کی بجائے غیر افضل سے زیادہ محبت رکھیں تو اس میں کوئی تناقض اور امتناع نہیں۔ مگر جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی افضل ہیں۔ لیکن وہ حضرت ابوبکر کی بجائے حضرت علی سے زیادہ محبت رکھے، پس اگرچہ مذکورہ محبت بھی دینی محبت ہی ہے لیکن اس کا کوئی مفہوم نہیں کیونکہ دینی محبت افضلیت کو لازم ہے۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ اور یہ شخص صرف زبان سے ہی حضرت ابوبکر کی افضلیت کا معترف ہے اور اگر یہ دل سے دینی محبت کے باعث حضرت علی کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دیتا ہے۔ تو یہ جائز نہیں اور اگر مذکورہ محبت دینی اعتبار سے ہو اس لحاظ سے کہ وہ حضرت علی کی اولاد سے ہے یا کسی اور معنی میں تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔



قرآن و حدیث میں حضرت ابو بکر کے انے فضا کے
تذکرہ جن میں آپے سفرد ہیس ۔



پہلی آیت

وَسِيحِبْنَهَا لَا تَقِي الذِّي يُوْتِي
مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَالُ أَحَدٍ عِنْدَهُ لَا
مِنْ نِعْمَةٍ تَجْزِي إِلَّا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَسَوْفَ
يَرْضَى ۔

اور وہ اتنی جو اپنے مال کو دیتا ہے
تا کہ اس کا تزکیہ ہو وہ عنقریب بچایا
جائے گا۔ اور کسی کا اس پر احسانے
ہیں۔ جس کی جزا دی جائے۔ صرف
اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسا کر رہا
ہے۔ اور وہ اس سے راضی ہو جائے
گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ آیت حضرت ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی
ہے۔ اور اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ ساری امت سے اتنی ہیں اور اتنی اللہ
تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہوتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

اور اکرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوتا ہے

پس نتیجہ یہ نکلا کہ آپ بقیہ امت سے افضل ہیں۔ اس آیت کو حضرت علی پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ بعض جاہلوں نے افتراء کے طور پر ان کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

وَمَالِ احَدٍ عِنْدَکَ مِنْ نِعْمَةٍ تَحْزَنُ

اس کو حضرت علی پر محمول کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش کی۔ اور یہ آپ کا ان پر احسان ہے۔ یعنی ایسا احسان جسکی جزا دی جائے گی۔ اور جب حضرت علی اس آیت کے مفہوم سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکر کا تعین ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے اتقی ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ دونوں میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے نہ کوئی اور۔

لے بڑا سنے زبیر بن العوام سے ابن جریر، ابن المنذر، ابجرى اور ابن ابی حاتم نے عروہ سے اور حاکم نے ابن اسحاق سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے۔ اور فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اتقی سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اور تفضیل کا صیغہ خصوصیت کا متقاضی ہے۔ اور جو اسے عام قرار دیگا۔ اسے اتقی کی تائید اتقی سے کرنی پڑے گی۔ اور یہ قطعی طور پر مجاز ہے۔ اور مجاز اصل کے خلاف ہوتا ہے۔ اور بغیر دلیل کے اسے اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ دلیل اسکی معارضہ ہے جو سبب نزول اور اجماع مفسرین ہے۔ الاتقی میں لام عہد کا ہے۔ اس بارے میں امام سیوطی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام المحمل الثقی فی نصرة الصديق ہے۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے سات
 آدمیوں کو آزاد کر دیا جنہیں صرف اس بناء پر عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ توحید
 الہی کو مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی
 وسیع بنہا الا لقی الی آخر السورۃ

دوسری آیت

واللیل اذا یغشی والنہار اذا
 تجلی وما خلق الذکر والانثی
 ان سعیکم لشتی
 اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور
 دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور جو
 اس نے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔

تمہاری مسامی مختلف قسم کی ہیں۔

ابن حاتم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے
 حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس ادھیوں میں خریدا۔ اور
 پھر اسے اللہ آزاد کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ابو بکر، امیہ
 اور ابی کی مسامی آپس میں بڑا فرق رکھتی ہیں۔

تیسری آیت

ثانی اثین اذہما فی الغار اذ
 یقول لصاحبہ لا تحزن
 ان اللہ معنا فانا نزل اللہ
 وہ ثانی اثین تھا۔ جب وہ دونوں
 غار میں تھے اور حضور علیہ السلام
 اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے غم

سکینۃ علیہ وایدہ بجنود
لمتردها

نہ کر یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ
ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت
اس کے دل پر نازل کی اور آپ کی
ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم
نے نہیں دیکھا۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت
ابوبکر ہیں اور جو شخص آپ کی محبت کا انکار کرے اجماعی طور پر اس کی تکفیر
کی جائے گی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ !
فانزل اللہ سکینۃ علیہ میں ضمیر حضرت ابوبکر کے لئے ہے اور جب ضمیر کو
ہر اس بات کے مناسب ٹوٹایا جائے جو آپ کی شان کے مطابق ہے تو وہ
ایدہ بجنود آپ کے منافی نہیں اور حضرت ابن عباس کی جلالت شان اس
بات کے لئے فیصلہ کن ہے کہ اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی نفع معلوم نہ ہوتی تو
آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پر مخالف ہونے کے اسے آپ پر محمول نہ کرتے

چوتھی آیت

والذی جاء بالصدق وصدق اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور
بہ اولئک ہم المتقون جس نے اس کی تصدیق کی۔ یہی لوگ
مستقی ہیں۔

بزار اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے اپنی تفسیر
میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق
کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ

احسن ما عملوا ویتجاوز عت
سیاتهم فی اصحاب الجنة
وعد الصدق الذی کافوا
یوعده وینے

مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے
اور میں ایسے نیک عمل کروں جن سے
تو راضی ہو اور میری اولاد کی اصلاح
فرما میں تیر حضور تو بہ کرتا ہوں اور
میں مسلمانوں میں سے ہوں یہ وہ لوگ
ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ احسن
رنگ میں قبول فرمائے گا۔ اور ان
کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے
گا۔ یہ اصحاب جنت میں ہوں گے
یہ وعدہ جو ان سے کیا جا رہا ہے
بالکل سچ ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ یہ سادہ عمر
آیت حضرت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جو اس پر غور کرے گا اسے
اس میں خوبیاں اور احسان نظر آئیں گے۔ جن کی دوسرے صحابہ رضوان علیہم
اجمعین میں نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

دسویں آیت

ونزعنا ما فی صدورهم
من غل اخوانا علی سرر
مقابلین

اور ہم نے ان کے سینوں سے
کینے کو کھینچ کر نکال باہر کیا ہے
وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں جو ایک
دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں

جیسا کہ قبل ازیں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کی روایت سے بتایا جا چکا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

گیارہویں آیت

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة
ان یوتوا اولی القربی والمساکین
والمہاجرین فی سبیل اللہ
ولیعفوا ولیصفحوا لا تحبون
ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور
رحیم۔

اور تم میں سے صاحب فضل اور رحمت
والے، قریبیوں، مساکین اور مہاجرین
فی سبیل اللہ کو مال دینے میں کوتاہی
سے کام نہ لیں۔ اور چاہیے کہ عفو اور
درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے
کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے اور
اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا
ہے۔

بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیات حضرت
ابو بکر کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ جب حضرت ابو بکر نے حلف اٹھایا
کہ وہ مسلح پر خراج نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا
جنہوں نے حضرت عائشہ پر بھڑائی تہمت لگائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت
عائشہ کی اس تہمت سے اُن آیات میں برأت کی جو آپ کی شان کے بارے
میں نازل ہوئیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر نے کہا مولا،
تیری قسم ہم تو یہ پسند کرتے ہیں کہ تو ہمیں بخش دے اور پھر آپ نے اُسے
دوبارہ وہی خراج دینا شروع کر دیا۔

اور بخاری میں ایک اور طویل روایت (افق) حضرت عائشہ ہی

سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان الذین جاءوا بالآفة منکم سے تمام کی تمام دس آیات نازل کی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت فرمائی تو حضرت ابوبکر نے جو مسلح بن اثاثہ پر اس کی قرابت اور غربت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے۔ قسم کھائی کہ مسلح نے حضرت عائشہ کے بارے میں جو کچھ کہلے اس کی وجہ سے اب میں اس کے بعد مسلح پر کچھ خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَا يَأْتِلُ أُولَٰئِكَ الْفَنَلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ الْآيَةِ۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر نے کہا مولیٰ تیری قسم، میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اس کے بعد آپ نے پھر دوبارہ مسلح کو وہی خرچ دینا شروع کر دیا۔ جو آپ اس پر کیا کرتے تھے اور کہا خدا کی قسم کہ میں کبھی اس کا خرچ بند نہ کروں گا۔

تنبیہ حدیث ایک سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ جو شخص حضرت عائشہ کی طرف زنا منسوب کرے وہ کافر ہو جائے گا۔ اور ہمارے ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ایسا کہنے سے نفوس قرآنیہ کی تکذیب لازم آتی ہے اور ان کا مذهب اجماع مسلمین سے کافر ہے۔ اور اس سے غالی رافضیوں کی کثیر تعداد کا کفر بھی قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ حضرت عائشہ کی طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں۔ اللہ ان کا بُرا کرے یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

بارہوی آیت

الَّذِينَ كَفَرُوا تَأْتِيهِمْ آيَاتُ اللَّهِ إِذَا خَوِجَهُ
الَّذِينَ كَفَرُوا تَأْتِيهِمْ آيَاتُ اللَّهِ إِذَا خَوِجَهُ
اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ
تعالیٰ نے اس کی اس وقت مدد کی جب

کفار نے اُسے اور ثانی اشین کو نکالا
ابن عسا کر نے ابن عیینہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے
ابوبکر کے سب مسلمانوں سے اظہار ناراضگی فرمایا ہے اور ابوبکر اس ناراضگی سے
خارج ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ **الَاتَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ الْاٰیة**

احادیث نبویہ

اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث موجود ہیں
جن میں سے چودہ احادیث باب اول کی تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ
اور احادیث ہیں جن میں آپ کی رفعت شان، کمالات، اعلیٰ درجہ کے فضائل
اور افضال کا بیان ہے۔ اس لئے اب ہم پندرھویں حدیث سے گنتی کا آغاز
کرتے ہیں۔

پندرہویں حدیث

شینین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان

کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ
ای الناس احب الیک؟ قال عائشة، آپ کو لوگوں میں سے کون زیادہ
نفلت من الرجال قال ابوہا، نفلت ثم محبوب ہے فرمایا عائشہ، میں نے
من، فقال عمر بن الخطاب فعد رجالاً کہا مردوں میں سے کون زیادہ محبوب
ونی رواية لست اسألك عن اهلك ہے فرمایا اس کا باپ، میں نے کہا
انما اسئلک عن اصحابک پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب، آپ
نے کئی آدمیوں کے نام گنوائے اور

ایک روایت میں ہے کہ میں آپ
سے آپ کے اہل کی نسبت نہیں

پوچھتا، میں صرف آپ کے اصحاب
کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

سولہویں حدیث

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ

کنا فی زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم لا نعدل بابي بكر احداً ثم عمرو
ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبي صلى
الله عليه وسلم لا نفاضل بينهم و
فی رواية لابی داود کنا نقول و رسول
الله صلى الله عليه وسلم حی افضل امته
بعده ابو بكر ثم عمر ثم عثمان و زاد الطبرانی
فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم
فلم یکنه .

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں کسی کو بھی ابو بکر پھر عمر،
پھر عثمان کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اس
کے بعد ہم صحابہ میں تفاضل نہیں کرتے
تھے اور ابو داؤد کی روایت میں ہے
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زندگی میں حضرت ابو بکر پھر حضرت
عمر اور پھر حضرت عثمان کو افضل آدمی
کہا کرتے تھے اور طبرانی نے یہ
الفاظ بھی زائد کئے ہیں کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی
تو آپ نے اس پر براہیں مانا۔

بخاری میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے

باپ یعنی حضرت علی سے کہا کہ

ای الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر فقلت ثم من قال عمر و خشیت ان يقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا واحد من المسلمين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون آدمی بہتر ہے فرمایا ابو بکر، میں نے کہا پھر کون فرمایا عمر، میں نے کہا کہ کہیں آپ عثمان کا نام نہ لے دیں میں نے کہا پھر آپ، آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔

ابن عساکر نے ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ

کنا و نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل ابابکر و عمر و عثمان و علیا

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت ابو بکر، عمر، عثمان و علی کو فضیلت دیا کرتے تھے۔

ایسے ہی اس نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے

کنا معشر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نخت متوافرون نقول افضل هذه الامة بعد نبیہا، ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم نسکت

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وافر تعداد میں تھے۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اس امت کے نبی کے بعد افضل آدمی ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان ہیں۔ پھر ہم سکوت اختیار کیا کرتے تھے۔

ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے

حضرت ابوبکر سے کہا

یا خیر الناس بعد رسولی ۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین شخص، تو حضرت ابوبکر نے کہا اگر
 فقال ابوبکر اما انک لو قلت تو یہ کہتا جو میں نے آپ کو فرماتے سنا
 ذلک فلقد سمعته یقول ما سہ کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں
 طلعت الشمس علی خیر من عمر ہوا۔

اور حضرت علی سے یہ روایت تو اتر کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکر اور
 عمر ہیں اور فرمایا مجھے کوئی شخص ابوبکر اور عمر پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اسے
 مفتری کی حد لگاؤں گا۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ

ابوبکر خیرنا وسیدنا و
 اجبتا الی رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم
 ابوبکر ہم سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں
 اور ہم سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم کو محبوب ہیں۔

ابو ابن عساکر میں ہے کہ

ان عمر بعد المنبر ثم
 قال ان افضل هذه الامة بعد
 نبیہا ابوبکر فمن قال غیر
 هذا فهو مفتر علیہ ما
 علی المفتری۔
 حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا، ابوبکر
 اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل
 ہیں اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفتری
 ہے اور اسے مفتری کی حد لگے گی۔

سترہویں حدیث عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابو نعیم وغیرہ نے ابوالدرداء سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ما طلعت الشمس ولا غربت
سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع و غروب
علیٰ احد افضل من ابی بکر
نہیں ہوا جو ابوبکر سے افضل ہو۔ سوائے
الا ان یكون نبیا
اس کے کرئی بنی ہو۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ

ما طلعت شمس علیٰ احد بعد
انبیاء اور مرسلین کے بعد ابوبکر سے افضل
الذین والمرسلین افضل من
آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔
ابی بکر۔

اور جابر کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تم میں سے کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا جو اس سے افضل ہو۔ طبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے اور دیگر رجوع سے اس کے ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کے صحیح اور حسن ہونے کا قائل کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اٹھارہویں حدیث طبرانی نے اسعد بن زرہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان روح القدس جبریلی
روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ
اخبرنی ان خیر امتک
کے بعد آپ کی امت کا بہترین آدمی
بعدک ابوبکر
ابوبکر ہے۔

انیسویں حدیث : طبرانی اور ابن عدی نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبی ابو بکر سب لوگوں سے بہتر ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

بیسویں حدیث : عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر صاحبی ومولنی فی الغار سدوا ابوبکر میرے یار غار اور مولنس ہیں، کل خوخته فی المسجد غیر خوخته ابوبکر کی کھڑکی کے سوا مسجد کی سب ابی بکر کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

اکیسویں حدیث : نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر منی واما منه وابوبکر اخی فی الدنیا والآخرۃ ابوبکر مجھ سے اور میں اس سے ہوں، ابوبکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے

بائیسویں حدیث : ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اتانی جبریل واخذ بیدی فأرانی باب الجنة الذی تدخل منه امتی فقال ابوبکر اتی کنت معک حتی حضرت جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت داخل

النظر اليه فقال اما انك يا ابا بكر اول
من يدخل الجنة من امتي
ہوگی۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں
آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ میں
اُسے دیکھ سکوں۔ فرمایا اُسے ابو بکر
میری امت میں سے سب سے پہلے
آپ جنت میں داخل ہوں گے۔

تیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت سمرقہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان ابا بکر یقول السرُّ ویا وان رؤیاہ
الصالحۃ تحظر من النبوتۃ ای نصیب
من آثار نبوتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الا بقرۃ علیہ لمزید صدقہ
وتخلینہ بھامن سائر حظوظہ وانما ضہ
وعظیم نناۃ عن نفسه واهله
ابو بکر روایہ کی تاویل بیان کرتے ہیں
اور اپنی روایہ صالحہ نبوت میں سے آپ
کا حصہ ہے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے آثار نبوت میں سے آپ کا
حصہ ہے جس کا آپ پر فیضان (آپ پر
آپ کے صدق مزید اور دیگر حظوظ و
انوار سے کنارہ کشی اور اپنی جان اور اپنے
اہل سے فٹا ہوجانے کی وجہ سے ہوا ہے)۔

چوبیسویں حدیث

دیلمی نے حضرت سمرقہ سے بیان کیا ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
امرت ان ادلی الرویا ابا بکر
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابو بکر سے روایہ
کی تعبیر کر دوں۔

چھبیسویں حدیث

احمدانہ بخاری نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

انہ لیس فی الناس احداً لوگوں میں ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ابن ابی قحافہ
امن علی فی نفسه و مالہ سے بڑھ کر مجھ پر جان و مال سے فدا ہو۔ اگر
من ابن ابی قحافہ۔ ولو میں کسی کو خیل بناؤ تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن اسلام
کنت متخذاً خلیلاً لا اتخذت دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد کی
ابا بکر خلیلاً و لکن خلة سب کھڑکیوں کو۔ سوئے ابو بکر کی کھڑکی کے
الاسلام افضل سد و اعنی بند کر دو۔

کل خوفاً فی هذا المسجد
غیر خوفاً ابی بکر

چھبیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر سے

فرمایا کہ

انت عقیق من النار تو آگ سے آزاد ہے۔

سائیسویں حدیث

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ

مفت صاحبی علی المحوض و آپ حوض کوثر اور غار میں میرے ساتھی
صاحبی فی الغار ہیں۔

اٹھائیسویں حدیث
 ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے اور ابن سعد اور حاکم نے بھی اسے حضرت عائشہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ

انی نفی بیتی ذات یوم و رسول ایک روز میں اپنے گھر میں تھی اور رسول کریم
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب محن میں
 اصحابہ فی الفناء السور بیٹھے تھے، میرے اور ان کے درمیان پردہ
 بینی و بینہم اذ اقبل ابو بکر حائل تھا بکر ابو بکر آگئے تو حضور علیہ السلام
 فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو آگ سے آزاد آدمی کو دیکھنے
 من سورہ ان ینظر الی عتیق سے خوشی محسوس ہوتی ہو اسے چاہیے کہ وہ ابو بکر
 من النار فلینظر الی ابی بکر کو دیکھے۔

آپ کے اہل نے تو آپ کا نام عبد اللہ رکھا تھا مگر اس پر عتیق (آزاد) کا
 نام غالب آگیا ہے۔

اٹھائیسویں حدیث
 حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا
 یا ابابکر انت عتیق اللہ من اے ابو بکر مجھے اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد
 النار فمن یومئذ سمی عتیقا کر دیا ہوا ہے اس روز سے آپ کا نام عتیق
 پڑ گیا ہے۔

تیسویں حدیث
 بزار اور طبرانی نے نہایت عمدہ سند کے
 ساتھ حضرت عبد اللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے۔

کان اسمہ ابی بکر عبد اللہ حضرت ابوبکر کا نام بعد اللہ تھا۔ حضرت نبی کریم
 فقال له النبی صلی اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تجھے
 وسلم انت عتیق اللہ من النار نسیم عتیقاً ہے تو آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

تنبیہ

ان احادیث سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے اور علماء کے
 نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کا نام بعد اللہ تھا اور لقب عتیق۔

اکتیسویں حدیث

حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے
 بیان کیا ہے کہ

جاء المشركون الى ابی بکر مشرکین نے حضرت ابوبکر کے پاس آکر کہا
 فقالوا اهل لك الى ما جاءك آپ کے ساتھی کا خیال ہے کہ وہ رات کو
 يزعم انه أسرى به الليلة بیت المقدس گیا ہے کیا آپ اسے تسلیم کرتے
 الى بيت المقدس قال وقال ہیں حضرت ابوبکر نے کہا، کیا یہ بات انہوں
 ذلك قالوا نعم فقال لقد نے کہی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں
 صدق انی لا صدقه بالبعد تو آپ نے کہا پھر انہوں نے سچ کہا ہے۔ میں
 من ذلك بنجر السماء غدوة تو اس سے بھی دور کی باتوں یعنی جو خبریں
 وروحة فلذلك سمی العتیق صبح و شام آپ کو آسمان سے ملتی ہیں۔ ان کا
 بھی مصدق ہوں۔ اس لئے آپ کا نام مصدق
 رکھا گیا۔

یہ حدیث حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور ام ہانی سے بھی مروی ہے پہلی

دو حدیثیں ابن عساکر نے بیان کی ہیں۔ اور تیسری طبرانی نے۔

تیسویں حدیث

سید بن منصور نے اپنی سنن میں ابی وہب
مولیٰ ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب
اسراء سے واپسی پر ذی طوی مقام پر تھے تو آپ نے فرمایا
یا جبریل ان قومی لا یصدقونی اے جبریل میری قوم میری بات کی تصدیق نہیں
نقال یصدقک ابو بکر کرے گی۔ تو اس نے کہا ابو بکر آپ کی تصدیق
وہو الصدیق کرے گا اور وہ صدیق ہے۔

طبرانی نے اس حدیث کو اوسط میں ابی وہب اور ابی ہریرہ سے
موصول قرار دیا ہے۔

حاکم نے نزال بن سبرہ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت علی سے
کہا اے امیر المومنین ہمیں حضرت ابو بکر کے بارے میں کچھ بتائیں۔ فرمایا یہ وہ
شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صدیق
قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ خلیفۃ الرسول ہے۔ آپ نے اُسے ہمارے دینے
کے لئے پسند فرمایا اور ہم نے اپنی دنیا کے لئے اُسے پسند کیا۔ اس روایت
کی اسناد عمدہ ہے۔ اور حکم بن سعید سے صحیح روایت ہے کہ میں نے حضرت
علی کو حلف اٹھا کر یہ بات کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام صدیق سے
آسمان سے نازل کیا ہے۔

تقدیمیوں حدیث

حکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ

ما صاحب النین والمرسلین تمام انبیاء اور مرسلین اور صاحب لیس کے
اجمعین ولا صاحب لیس صحبت یافتہ اصحاب میں سے کوئی شخص ابو بکر
افضل من ابی بکر سے افضل نہیں ۔

چونتیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ملاحد عندنا من ید الاوقد ہم نے ابو بکر کے سوا ہر آدمی کے احسان کا
کافیناہ بہا ملعلا ابابکر فان بدلہ دے دیا ہے ۔ اس کے ہم پر اس قدر
لہ عندنا یدایکافہ اللہ بہا احسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز
یوم القیامۃ، وما نفعنی مال اسے ان کا بدلہ دے گا ۔ مجھے ابو بکر کے مال
لحد قط ما نفعنی مال ابی بکر نے اس قدر فائدہ دیا ہے ۔ جتنا کسی اور
ولو کنت متخذاً خلیلاً لا کے مال نے کبھی نہیں دیا ۔ اگر میں کسی کو خلیل
تخذت ابابکر خلیلاً الا ان بناتا تو ابو بکر کو بناتا ۔ لوگو اس بات کو اچھی
صاحبکم ای محمد اہل اللہ طرح سن لو کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم خلیل اللہ وسلم اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے ۔

پنچتیسویں حدیث

شیخین احمد، ترمذی اور نسائی نے حضرت

ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
من انفق زوجین فی سبیل اللہ جو شخص دو روپے یا کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ
فودی من ابواب الجنۃ ۔ یا کی راہ میں خرچ کرے گا ۔ اُسے جنت کے
عبد اللہ هذا خیر لک من دروازوں سے پکارا جائے گا ۔ اے عبد اللہ

کان من اهل الصلوة دعی تیرے لئے یہ بہتر ہے، جو نمازی ہوگا اُسے
 من باب الصلوة ومن کان باب الصلوة سے بلایا جائے گا، جو جہاد کرنے
 من اهل الجہاد دعی من والا ہوگا، اُسے باب الجہاد سے بلایا جائے
 باب الجہاد ومن کان من گا جو روزے دار ہوگا اُسے باب الریان سے
 اهل الصیام دعی من باب بلایا جائے گا، جو صدقہ دیتا ہوگا اُسے باب
 الریان ومن کان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکر نے
 قال ابوبکر وھل یدعی احد من عرض کیا، یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص ہے
 تلت الا بواب کلمھا قال او جو بھی ہوگا، جسے سب دروازوں سے بلایا جائے
 ان تکون منھم گا، فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تو ان لوگوں
 میں سے ہوگا۔

چھتیسویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا ینبغی لقوم فیہم ابوبکر لا ینبغی لقوم فیہم ابوبکر ابوبکر کی موجودگی میں لوگوں کی اہمیت کسی اور
 ان یومھم غیرہ شخص کو نہیں کرنی چاہیے۔

اس حدیث کو خلافت کی گزشتہ چوداں حدیثوں سے پورا تعلق اور ذی سرے
 مناسبت ہے۔

ستیسویں حدیث

شیخین، احمد اور ترمذی نے حضرت ابوبکر سے

بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں غار میں فرمایا

یا ابوبکر ما ظناک باثنین اللہ اے ابوبکر ان دو آدمیوں کے بارے میں

ثالثہما

تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیرا اللہ تعالیٰ ہو۔

ارتیسویں حدیث

عبدان المرززی اور ابن قانع نے بہز سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

یا ایہا الناس احفظونی فی اے لوگو! ابو بکر کے بارے میں میرا خیال

ابی بکر فائدہ لے لیتے مند رکھا کرو! اس نے حبسے میری مصیبت

صحابی۔ اختیار کی ہے مجھے تکلیف نہیں دی۔

اتالیسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمان بن عوف

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اذا کان یوم القیامۃ نادى "اس امت کا کوئی شخص ابو بکر سے

مناد، لایں فہن احد من اعدائہ پہلے اپنا اعمال نہ اٹھائے،

الامۃ کتابہ قبل ابی بکر

چالیسویں حدیث

طبرانی نے ابوامامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان اللہ اتخذ لی خلیلاً کما اللہ تعالیٰ نے میرا ایک خلیل بنایا ہے۔ جیسے

اتخذ ابراہیم خلیلاً وان اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل

خلیل ابو بکر بنایا تھا۔ اور میرا خلیل ابو بکر ہے۔

یہ حدیث خلافت کی چار مدتوں کے خلاف ہے۔ جو ابھی گزر چکی ہیں۔ ہاں

اگر اسے کمال دوستی پر ثواب کیا جائے تو پھر یہ ان احادیث کی قسم میں سے ہو

جاتی ہے ۔

اکتالیسویں حدیث

طبرانی ابن شاہین اور عارث نے حضرت معاذ

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان اللہ یکرہ فرق سمانہ اللہ تعالیٰ آسمان پچھلے اس بات کو ناپسند کرتا

ان یخطأ ابوبکر فی الارض ہے کہ ابوبکر زمین میں غلطی کرے اور ایک

وفی روایۃ ان اللہ یکرہ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے

ان یخطأ ابوبکر و رجالہ کہ ابوبکر غلطی کرے اس روایت کے رجال

ثقات تھے ہیں ۔

بیالیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ

ما احد عندی اعظم یداً من محمد پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی نے احسان نہیں کیا

ابی بکر و اسانی بنفسہ و مالہ اس نے اپنے مال و جان سے میری ہمدردی کی

وانکحنی ابنتہ اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا ۔

تتالیسویں حدیث

طبرانی نے حضرت معاذ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رایت انی وضعت فی کفۃ میں نے دیکھا کہ مجھے ایک پلڑے میں ڈالا گیا ہے

وامتی فی کفۃ فعدلتھا ثم اور میری امت دوسرے پلڑے میں ڈالتی گئی ہے

وضع ابوبکر فی کفۃ و امتی تو میں اس کے برابر رہا ہوں ، پھر ابوبکر ایک

فی کفۃ فعدلتھا ثم وضع پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے

عمرونی کفۃ وامتی فی کفۃ میں ڈالی گئی تو ابو بکر امت کے برابر رہا۔ پھر
 فعدا لھا ثمد وضع عثمان فی عمر ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے
 کفۃ وامتی فی کفۃ فعدا لھا پلڑے میں ڈالی گئی تو عمر امت کے برابر رہا
 ثمد رفع المیزان پھر عثمان ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے
 پلڑے میں ڈالی گئی تو عثمان میری امت کے
 برابر رہا۔ پھر اس کے بعد ترازو کو اٹھا دیا گیا

چوالیسویں حدیث مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور

بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 أرجم امتی ابو بکر میری امت کا سب سے رحمدل آدمی ابو بکر۔
 اس کے تتمہ کا بیان آئندہ آئے گا۔

پنجا لیسویں حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے سعید

بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 عشرة فی الجنة وابوبکر فی دس آدمی جنت میں ہوں گے اور ابو بکر بھی
 الجنة جنت میں ہوں گے۔

اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

چھیالیسویں حدیث احمد اور ضیاء نے سعید بن زید سے اور ترمذی

نے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ

ابوبکر فی الجنة ابوبکر جنت میں ہوں گے۔

اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آئے گا۔

سنن الیسویں حدیث

..... ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحم اللہ ابابکر زوجتی اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی

ابنتہ و حملتی الی دار الہجرة بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے

واعتق بلا لامن مالہ و ما دار الہجرت لے گئے اور اسلام میں ابوبکر کے

نفعنی مال فی الاسلام ما مال نے جو مجھے فائدہ دیا کسی اور کے مال نے

نفعنی مال ابی بکر نہیں دیا۔

یہ قول کہ وہ مجھے سوار کرا کے دار الہجرت لے گئے۔ بخاری کے

اس حدیث کے منافی ہے جس میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر سے

وہ سواری قیمتاً لی تھی اس کی تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے پہلے اس

سواری کو قیمتاً لیا پھر ابوبکر اس کی قیمت کی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ اس

کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

اثر الیسویں حدیث

..... بخاری نے ابوالدرداء سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے

ہیں کہ

كنت جالساً مع عبد بنی صلی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا

اللہ علیہ وسلم اذا قبل ابوبکر ہوا تھا کہ ابوبکر نے آکر سلام کیا اور کہا کہ میرے

فسلم وقال انی کان بلیغی اور عمر کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو

وبن عمر بن الخطاب
 فاسرعت اليه ثم ندمت
 فالتته ان يغفر لي فابى علي
 فأتيت اليه فقال يغفر الله
 لك يا ابا بكر يغفر الله لك يا
 ابا بكر يغفر الله لك يا ابا بكر ثم
 ان عمر ندم فالت منزل
 ابي بكر فلم يجد فأتى النبي
 صلى الله عليه وسلم فجعل
 وجهه النبي صلى الله عليه وسلم
 يتمرح حتى اشفق ابو بكر فجلسا
 على ركبتيه فقال يا رسول
 الله صلى الله عليه وسلم انا
 كنت اظلم منه انا كنت اظلم
 منه فقال النبي صلى الله عليه وسلم
 وسلم ان الله بعثني اليكم
 فقلت كذبت وقال ابو بكر
 صدقت وواساني بنفسه
 وماله فهل انتم تاركوني حاجي
 فهل انتم تاركوني حاجي
 فما اذى ابو بكر بعد ما :

میں نے جلدی سے ان کے پاس جا کر اظہارِ ندامت
 کیا اور معافی چاہی۔ مگر انہوں نے نہیں مانا تو
 اب میں آپ کے پاس آیا ہوں اس پر حضور
 علیہ السلام نے فرمایا۔ ابو بکر خدا تعالیٰ مجھے معاف
 فرمائے۔ ابو بکر خدا تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔
 ابو بکر تجھے خدا تعالیٰ معاف فرمائے۔ حضرت
 عمر کو بھی بعد میں ندامت ہوئی اور وہ حضرت
 ابو بکر کے گھر آئے مگر وہ سوہو نہ تھے پھر
 حضرت نبی کریم کے پاس آئے تو آپ کے چہرہ کو
 متغیر پایا۔ یہاں تک کہ ابو بکر ڈر گئے اور گھٹنوں
 کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں
 نے ہی زیادتی کی ہے۔ میں نے ہی زیادتی کی
 ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا تم
 نے میری تکذیب کی۔ اور ابو بکر نے میرے
 تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میرے
 پہلو دی کی کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر
 چھوڑ دو گے کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر
 چھوڑ دو گے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر کو
 کسی نے تکلیف نہیں دی۔

ابن عدی نے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت کی ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا تَوْذُوْنِي فِي صَاحِبِي فَإِنَّ مِثْرَةَ صَاحِبٍ كَيْفَ يَكُونُ
اللَّهُ بَعَثَنِي بِالْهُدَى وَدِينِ دُرِّ خَدَاتِغَالِي نِي مَجْهَدِيَّتِ اِدْر دِيْنِ حَقِّ كِي
الْحَقُّ فَعَلْتُمْ كَذِبًا وَقَالَ سَاحِبِ مَبْعُوثٍ فَرَايَا هِي تَمَّ نِي مِيرِي تَكْذِيبِ كِي
اِبُو بَكْرٍ صَدَقَتْ وَلَوْلَا اِنَّ اِبُو بَكْرٍ نِي مِيرِي تَعْدِيْقِ كِي . اَكْرَمُ اللّٰهُ لَعَلَّ
اللّٰهُ سَمَاءَ صَاحِبِ اَلَا تَخْذَلُهُ نِي اِسْ كَانَامِ صَاحِبِ نِي رَكْهَاتُو تُو مِيْنِ اُسِي
خَلِيْلًا وَلَكِنْ اِخْوَةُ الْاِسْلَامِ خَلِيْلٌ بِنَالِيْتَا . لِيَكُنْ اِسْلَامِي اَنْوَتِ سَبَّ سِي مَقَمِ
ہے ۔

انچاسویں حدیث

ابن عساکر نے مقدم سے بیان کیا ہے کہ حضرت
ابوبکر اور عقیل بن ابی طالب کے درمیان سخت کلامی ہوئی اور ابوبکر سبب یا
نساب تھے ۔ مگر آپ نے حضور علیہ السلام سے عقیل کی قرابت کے باعث عقیل
سے پہلو تہی کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس ان کی شکایت
کر دی تو آپ نے کھڑے ہو کر
لوگوں سے فرمایا ۔ تم میرے دوست کو کیوں نہیں چھوڑتے ۔ تمہیں اس سے کیا
نسبت ! خدا کی قسم تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر ظلمت ہے ۔ سوائے ابوبکر
کے دروازے کے ، اس کے دروازے پر نور ہے ۔ تم نے میری تکذیب کی
اور اس نے میری تصدیق کی ۔ تم نے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے روکا اور
اس نے میرے لئے مال کو خرچ کیا ۔ تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑا اور
اُس نے میری ہمدردی اور اتباع کی ۔

پچاسویں حدیث

بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من جزّ ثوبه خيلاً لم ينظر الله اليه يوم القيامة فقال ابو بكر ان احد شقى ثوبى يستره الا ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لست تصنع ذلك خيلاً

جو شخص اپنا کپڑا بکتر سے گھسیٹتا پھرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسے نظر رحمت سے نہیں دیکھیں گے۔ ابو بکر نے عرض کیا کہ میرے کپڑے کا ایک حصہ تو لٹکتا ہی رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بکتر سے ایسا نہیں کرتا

اکیاونویں حدیث

مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

من اصبح منكم اليوم مائماً قال ابو بكر انا قال فمن تبع منكم اليوم جنازة قال ابو بكر انا، قال فمن اطعم منكم اليوم مسكيناً قال ابو بكر انا، قال فمن عاد منكم اليوم مريضاً قال ابو بكر انا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اجتمعن في امرى عالا دخل الجنة

آج صبح تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا تھا۔ ابو بکر نے عرض کیا میں گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مسکین کو کس نے کھانا کھلایا ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے کھلایا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی ہے۔ ابو بکر نے عرض کیا میں نے عیادت کی ہے تو رسول کریم صلی اللہ

وفی رواية وجبت لك الجنة
 علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ سب باتیں
 جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے اور ایک روایت
 میں ہے کہ تجھ پر جنت واجب ہو گئی ہے۔

یاونویں حدیث

بمزار نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے بیان

کیا ہے کہ

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 صلوٰۃ الصبح ثم اقبل علی
 اصحابہ بوجهہ فقال من
 اصبح منکم صائماً؟ فقال
 عمر یا رسول اللہ لم احدث
 نفسی بالصوم البارحة
 فاصبحت مفطراً فقال ابوبکر
 ولكن حدثت نفسی بالصوم
 البارحة فاصبحت صائماً
 فقال هل منکم احد الیوم مہاد
 مریضاً فقال عمر یا رسول
 اللہ لم ندرح فکیف نعود
 المریض فقال ابوبکر بلغنی
 ان اخي عبد الرحمن بن
 عوف شال فجعلت طریق
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما کر
 صحابہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا، تم
 میں سے روزہ کس نے رکھا ہے حضرت عمر نے
 عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے
 دل میں شام کو روزے کا خیال نہیں آیا۔ اس
 لئے میں نے روزہ نہیں رکھا۔ اور ابوبکر نے
 عرض کیا میرے دل میں شام کو روزہ رکھنے
 کا خیال آیا تو میں نے روزہ رکھ لیا ہے آپ
 نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے مریض کی عیادت
 کی ہے حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم ہم فارغ نہیں ہوئے۔ مریض کی
 عیادت کیسے کر سکتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر
 نے عرض کیا مجھے پتہ چلا کہ میرے بھائی حضرت
 عبدالرحمن بن عوف بیمار ہیں تو میں ان کو دیکھنے
 کے لئے گیا کہ انہوں نے کس حالت میں صبح

علیہ السلام نظر کیا اصرح فقال کی ہے آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس نے
 حل منکم من اطعم الیوم سکناً کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت عمر نے
 فقال عمر صلیت یا رسول کہا یا رسول اللہ ہم نے نماز پڑھی پھر فراغت
 اللہ لم تبح فقال ابوبکر نہیں ملی اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں مسجد
 دخلت المسجد فاذا سائل میں آیا تو مجھے ایک سائل ملا۔ عبد الرحمن کے ہاتھ
 فوجدت کسرتہ من خبز الشعی میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ جسے میں نے
 فی ید عبد الرحمن فاخذتها اس سے لے کر اس سائل کو دے دیا۔ آپ
 قد فعتها الیہ فقال انت نے فرمایا تجھے جنت کی خوشخبری ہو پھر ایک بات
 فابشر بالجنة ثم قال ندفعها کہی جس سے سرت عمر بھی خوش ہو گئے۔ وہ
 ارضی بہا عمر زعم انه لم یرد کہتے ہیں جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ
 خیراً قط الا سبقہ الیہ کیا ہے ابوبکر جو سے بہت لے گئے ہیں۔ یہ
 ابوبکر کذا الفظ هذا المحدث الفاظ حدیث کے اس نسخہ کے ہیں۔ جسے میں سے
 فی النسختہ الی رایتہا و فیہ نے دیکھا ہے۔ اس میں کچھ باتیں غلطی کی محتاج
 ما یحتاج الی التامل ہیں۔

ابویعلیٰ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

كنت فی المسجد اصرح فدخل میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر
 ومعہ ابوبکر و عمر فوجد فی کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے دعا
 ادعوا فقال سل تعطہ ثم کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا، اس سے مانگو وہ
 قال من اراد ان یقرأ القرآن تمہیں دے گا۔ پھر فرمایا جو شخص قرآن پاک کو

فخطا طریاً فلیقرأ بقراءۃ ابن ترمذی تازہ صورت میں پڑھنا چاہتا ہے۔ تو وہ
 ام عبد فرجعت الی منزلی ابن ام عبد کی قرأت میں پڑھے۔ اس کے بعد
 فاتانی ابو بکر فبشرنی، ثم میں اپنے گھر واپس آگیا تو حضرت ابو بکر نے آکر
 اتانی عمر فوجد ابابکر خارجاً مجھے مبارک دی۔ پھر حضرت عمر میرے پاس
 قد سبقہ فقال انک لسباق آئے تو انہوں نے حضرت ابو بکر کو میرے گھر
 بالخیر :۔ سے نکلنے دیکھا تو کہا تو نیکی کے کاموں میں سے
 بہت سبقت لے جانے والا ہے۔

ترہنویں حدیث

احمد نے سند حسن سے ربیعہ اسلمی سے بیان

کیا ہے وہ کہتے ہیں

جری بنی و بنی ابی بکر میرے اور حضرت ابو بکر کے درمیان کچھ سخت
 کلام فقال لی کلمۃ کرہتھا کلامی ہو گئی تو انہوں نے مجھے ایک ایسی بات
 وندم فقال لی یا ربیعہ رو کہی جو مجھے بُری لگی اور وہ بھی اپنی بات پر نادم
 علی مثلھا حتی یكون قماماً ہوئے اور مجھے کہنے لگے اے ربیعہ مجھے بھی
 فقلت لا افعل فقال ابو بکر اس جیسی بات کہہ لو تاکہ قصاص ہو جائے میں
 لتقولن اولاً تستعذین لے کہا میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ حضرت ابو بکر
 علیک رسول اللہ صلی اللہ نے کہا تو کہے گا یا میں تیرے خلاق رسول اللہ
 علیہ وسلم قلت ما انا بفعل صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کروں۔ میں
 فانطلق ابو بکر الی النبی صلی نے کہا میں تو ایسا کرنے والا نہیں۔ حضرت
 اللہ علیہ وسلم فانطلقت ابو بکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے
 اتلوہ و جاء الناس من اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ویاں گیا اور اسلم

اسلم فقالوا رحم الله ابا بكر قبيلى كے لوگ بھی آگئے اور کہنے لگے اللہ
ای شئى يستعدى عليك تعالى ابو بكر پر رحم کرے وہ کس معاملے میں
وهو الذى قال لك ما قالے آپ کے خلاف مدد طلب کرنے جا رہے
فقلت اتدرون من هذا ہیں مالانکہ انہوں نے ہی تجھ سے جو کہا ہے
هذا ابو بكر هذا ثانی اشنین کہا ہے میں نے کہا تمہیں پتہ ہے یہ کون
وهذا ذو شيبة المسلمين ہے یہ ابو بكر ہے ثانی اشنین ہے اور مسلمانوں
اياكم لا يلتفت فیرا کہم کا بزرگ ہے اس کی طرف کوئی متوجہ نہ
تنصرونى عليه فيغضب ہو اگر اس نے دیکھ لیا کہ تم اس کے خلاف
فيا ترى رسول الله صلى الله میری مدد کر رہے ہو تو وہ ناراض ہو جائے
عليه وسلم فيغضب لغضبه گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
فيغضب الله لغضبها فيهلك جائے گا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس
ربيعه قالوا فما تا مونا قلت کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے
ارجعوا والظلم ابو بكر وبعثته اور ان دونوں کی ناراضگی کی وجہ سے خدا تعالیٰ
وهدى حتى اتى رسول الله ناراض ہو جائے گا اور ربیعہ تباہ ہو جائیگا
صلى الله عليه وسلم فحدثه انہوں نے کہا پھر تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے میں
الحديث كما كان فوقع اتی نے انہیں کہا واپس چلے جاؤ میں اور حضرت
رأسه فقال يا ربيعه مالك ابو بكر اکیلے ہی دیاں گئے حضور تشریف لائے
والمديق فقلت يا رسول الله تو حضرت ابو بكر نے جیسے واقعہ ہوا تھا ویسے
كاذن كذا كذا فقال لي كلمة ہی بتا دیا حضور نے سراٹھا کر میری طرف
كروهما فقال لي قل لي دیکھا اور فرمایا تمہارا اور مدد لینا کیا معاملہ
كما قلت لك حتى يكون ہے میں نے عرض کیا حضور اس اس طرح

قصصنا فابیت فقال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم
 اجل لا ترد عليه ولكن
 قل غفر الله لك يا ابا بكر
 فقلت غفر الله لك يا ابا بكر
 واقع ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات
 کہی جو مجھے ناگوار گذری پھر انہوں نے مجھے
 کہا مجھے بھی ایسی بات کہہ لو جیسی میں نے
 کہی ہے تاکہ قصاص ہو جائے میں نے بات
 کہنے سے انکار کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے
 فرمایا ہاں اسے جواب نہ دیجئے بلکہ کہیے اے
 ابوبکر اللہ تجھے معاف کرے تو میں نے کہا
 اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

چونویں حدیث

ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بروایت حسن
 بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ
 انت صاحبی علی الخوض تو خوض کوثر پر میرے ساتھ ہوگا۔ اور غار
 و صاحبی فی الغار و مؤنسی میں تو میرا مؤنس اور ساتھی ہوگا۔
 فی الغار

بچپنیوں کی حدیث

بیہقی نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 ان فی الجنة طیوراً کماثال
 البخاتی قال ابوبکر انہما
 لنا عمۃ یا رسول اللہ قالے
 انعم منہما من یا کلہما
 جنت میں بختی اونٹنیوں کی طرح پرندے
 ہوں گے حضرت ابوبکر نے عرض کیا،
 یا رسول اللہ وہ موٹے اور تروتازہ ہونگے
 فرمایا وہ کھانے والے کو بطور انعام ملیں گے

وَأَنْتَ مِمَّنْ يَأْكُلُهَا اور آپ بھی اُسے کھانے والوں میں ہونگے۔
یہ روایت حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

چھپنویں حدیث

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عُوجِرَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَمَاتَ جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں آسمان سے
بِسَمَاءٍ لَا وَجَدْتُ فِيهَا بھی میرا گذر ہوا۔ وہاں میرا نام محمد رسول اللہ
اسمى محمد رسول الله لکھا ہوا تھا اور ابو بکر صدیق میرے پیچھے تھے
وَابُوبَكْرُ الصِّدِّيقُ خَلْفِي

یہ حدیث حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت

ابی سعید اور حضرت ابوالدرداء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور اس کی سبب
اسانید ضعیف ہیں۔ لیکن مجموعی حیثیت سے یہ حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔

ستاونویں حدیث

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے سعید بن جبیر سے بیان

کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

قَرَأْتُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت
وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ یا ایہا النفس المطمئنة پڑھی تو حضرت ابو بکر
فَقَالَ ابُوبَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو بہت اچھی بات
إِنَّ هَذَا الْحَسَنَ فَقَالَ رَسُولُ ہے فرمایا موت کے قریب فرشتہ آپ سے
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یہ الفاظ کہے گا۔
إِمَّا أَنْ الْمَلِكُ سَيَقُولُهَا لِلَّهِ

اٹھاونویں حدیث

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

لما نزلت لوانا کتبنا علیہم ان
اقتلوا وَاخروجوا من ديارکم
قال ابو بکر یا رسول اللہ لوامتنی
ان اقتل نفسی لفعلت قال صدقت
جب آیت لوانا کتبنا کا نزول ہوا تو حضرت ابو بکر
نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیتے
کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں تو میں اپنے
آپ کو قتل کر دیتا آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہوں

انسٹھویں حدیث

طبرانی نے ابکیر میں اور ابن شاہین نے السنۃ

میں حضرت ابن عباس سے موصولاً بیان کیا ہے اور ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں ہم سے
داؤد بن عمر نے بیان کیا اور عبد الجبار بن الورد نے ابن ابی ملیکہ سے بیان کیا
اور وکیع نے عبد الجبار بن الورد کی متابعت کی۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے
کہ عبد الجبار ثقہ آدمی ہے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام میں مگر یہ روایت
اس طریق سے مرسل ہے وہ کہتے ہیں کہ

دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب
علیہم السلام را صحابہ غدیراً
قال لیسم کل رجل الی صاحبہ
فسم کل رجل منهم الی صاحبہ
حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علیہ وسلم و ابو بکر فسمی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تیر کر حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور آپ کو

الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقالے گئے لگایا اور فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بنانے والا
لوکنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ہوتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے صاحب
ابا بکر خلیلاً وکنہ صاحبی ہیں ۔

ساتھویں حدیث

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر
نے صدقہ بن میمونہ کے طریق سے ، سلیمان بن لیث سے بیان کیا ہے وہ کہتے
ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
خصال الخیر ثمانۃ وستون اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں ۔ جب اللہ تعالیٰ
خصلۃ اذا اراد اللہ بعد خیراً کو کسی بندے کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو ان
جعل ینہ خصلۃ منہا بہما خصائل میں سے کوئی خصلت اس میں رکھ دیتا
یدخل الجنة فقال ابوبکر رضی ہے اس سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔
اللہ عنہ یا رسول اللہ افتح حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ
شیء منہا قال نعم جیعہما علیہ وسلم کیا ان خصائل میں سے کوئی خصلت
من کل ۛ مجھ میں ہے ۔ فرمایا ہاں وہ سب خصلتیں آپ
میں موجود ہیں ۔

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خصائل الخیر ثمانۃ وستون تین سو ساٹھ اچھے خصائل ہیں ۔ ابوبکر نے عرض
فقال ابوبکر یا رسول اللہ لی کیا یا رسول اللہ کیا ان میں سے کوئی خصلت
منہا شیء قال کلہا ینک مجھ میں بھی پائی جاتی ہے ۔ فرمایا سب کی سب
نینک ۛ ایاک ۛ پائی جاتی ہیں پس اے ابوبکر تجھے مبارک ہو۔

اکسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے مجمع الانفاری کے طریق سے اس کے باپ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ لوگوں کے مل کر بیٹھنے کی وجہ سے کنگن کی طرح ہوتا تھا مگر حضرت ابوبکر کی نشست خالی ہوتی تھی کوئی آدمی دایاں بیٹھنے کی خواہش نہیں کرتا تھا جب حضرت ابوبکر تشریف لاتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے اور حضور علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ان سے باتیں کرتے اور لوگ ان باتوں کو سنتے۔

باسٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر وشکوہ واجب میری تمام امت پر ابوبکر سے محبت رکھنا علی کل امتی :: اور اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

اس نے سہل بن سعد سے بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

ترسیٹھویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الناس کلہم یحاسبون الا ابوبکر کے سوا سب لوگوں کا حساب لیا جائے ابابکر ::

چونسٹھویں حدیث

احمد نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما نفعنی مال قط ما نفعنی مال مجھے ابوبکر کے مال نے جو فائدہ دیا ہے کسی
 ابی بکر فبکی ابوبکر وقال هل انا اور کے مال نے نہیں دیا۔ یہ بات سن کر حضرت
 ومالی الادک یا رسول اللہ ابوبکر نے اشکبار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ، میں
 اور میرا مال آپ ہی کے لئے ہیں۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے ایک ایسی ہی مرفوع حدیث بیان
 کی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت
 جابر بن عبد اللہ اور ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے
 اسے ابن المسیب سے مرسل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زائد جان کئے ہیں کہ
 کان صلی اللہ علیہ وسلم یقضى یعنی حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کے مال میں
 فی مال ابی بکر کما یقضى فی مالہ اپنے مال کی طرح فیصلہ کرتے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ اور حضرت عروہ سے کئی طرق سے بیان
 کیا ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کیا، آپ کے پاس چالیس
 ہزار دینار تھے اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم کے الفاظ آئے ہیں۔
 آپ نے ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا۔

پینیسٹھویں حدیث

بغوی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے

بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ

کنت عند النبی صلی اللہ علیہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
 وسلم وعندہ ابوبکر الصدیق موجود تھا اور حضرت ابوبکر الصدیق بھی وہیں تھے
 وعلیہ عباؤہ قد خللہا فی اور آپ ایک چوغہ زیب تن کئے ہوئے تھے
 صدرہ بخلال فنزل علیہ بوسینے سے پھٹا ہوا تھا۔ حضرت جبریل نے

جبریل فقال یا محمد مالی حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہا اے محمد (صلی
 اُری ابابکر علیہ عیادتہ قد اللہ علیہ وسلم) میں ابوبکر کے جسم پر ایک چوغہ
 خللہما فی صدرہ بخلال فقال دیکھ رہا ہوں جو سینے سے پھٹا ہوا ہے۔ آپ
 یا جبریل انفق مالہ علی قبل نے فرمایا اے جبریل اس نے فتح مکہ سے پہلے
 الفتح، قال فان اللہ یقرأ علیہ مجھ پر اپنا مال خرچ کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام
 السلام ویقول قل لہ اراضی نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں سلام کہتا ہے۔ اور
 انت صنی فی فقرک هذا ام فرماتا ہے کہ ابوبکر سے کہیے کہ کیا تو مجھ سے
 ساخط فقال ابوبکر اسخط علی اپنے اس فقر میں راضی ہے یا ناراض ہے۔
 ربی انا عن ربی راض انا عن ابوبکر کہنے لگے کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو
 ربی راض انا عن ربی راض۔ میں اپنا رب سے راض ہوں۔
 وسندہ غریب ضعیف جداً میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب
 سے راضی ہوں۔ لیکن اس حدیث کی سند
 بہت غریب ہے۔

ابولعیم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اسی
 ہی روایت بیان کی ہے۔ مگر ان دونوں حدیثوں کی سند بھی اسی طرح ضعیف
 ہے اور ابن عباس نے بھی حضرت ابن عباس سے اسی طرح کی روایت بیان کی
 ہے اور خطیب نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ھبط جبریل علیہ السلام و جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان پر ایک
 علیہ طنفۃ متخلل بہما فقلت پھٹی ہوئی چادر تھی میں نے کہا اے جبریل یہ
 یا جبریل ما هذا قال ان اللہ کیا ہے تو وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

تعالى امر اللاتكة ان تختل في
السماء لتختل ابي بكر في
الارض ۛ

کو حکم دیا ہے کہ وہ زمین میں حضرت ابو بکر کے
پہا ہوا لباس پہننے کی وجہ سے آسمان میں پہا
ہو لباس پہنیں

ابن کثیر کہتے ہیں یہ حدیث بہت منکر ہے۔ اگر یہ اور اس سے پہلے
والی روایت بہت سے لوگوں میں متداول نہ ہوتی تو ان دونوں سے اعراض
اختیار کرنا زیادہ بہتر تھا۔

چھیا سٹھویں حدیث

امرونا رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان نتصدق فوافق ذلك
ملا عندي فقلت اليوم اسبق
ابا بكر ان سبقته يوما فبئت
بنصف مالي فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم ما اُبقيت
لاهلك ؟ قلت مثله فأتى
ابوبكر بثل ما عنده فقال يا
ابا بكر ما اُبقيت لاهلك ؟ قال
اُبقيت لهم الله ورسوله
فقلت لا اُسبقه الى شيء ابداً

حضرت عمر سے صحیح روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے صدقہ
دینے کا حکم دیا۔ میرے پاس مال موجود تھا۔
میں نے کہا آج میں ابو بکر سے سبقت لے
جاؤں گا۔ میں اپنا نصف مال لے کر آگیا
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گھر
والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا
جتنا مال لایا ہوں اتنا مال گھر بھی چھوڑ کر آیا
ہوں۔ ابو بکر اپنے گھر کا سدا سامان لے آئے
آپ نے فرمایا ابو بکر گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ
آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور
اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا
میں اس سے کبھی نہیں بڑھ سکوں گا۔



سٹھویں حدیث

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر سے صحابہ کے ایک مجمع میں دریافت کیا گیا۔ کیا آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی، فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا: انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ میں اپنی عزت اور جوانمردی کی حفاظت و صیانت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور جوانمردی کو برباد کر دیتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ابو بکر نے سچ کہا۔ ابو بکر نے سچ کہا۔ یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے مرسل غریب ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابو بکر نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شراب نہیں پیا اور نہ انہوں نے اور نہ حضرت عثمان نے جاہلیت میں کبھی شراب پی۔

ابونعیم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر نے جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے پرہیزگار کیا ہوا تھا۔

اٹھویں حدیث

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما کلمت فی الاسلام احداً الا
ابی علی وراجعی الکلام الا ابن
ابی قحافة فانی لم اکلمه فی شیء
الاقبله و استقام علیہ و فی دوائه
لا بن اسحق ما دعوت احداً الی
الاسلام الا کانت له کبوة و
یرد و نظر الا ابا بکر ما عقم و ما
تعدد فیه۔

جب بھی میں نے کسی کو دعوت اسلام دی تو سوائے ابو بکر کے ہر ایک نے انکار کیا اور مجھ سے باتوں میں الجھ پڑا۔ اور ابو بکر سے جب میں نے بات کی اس نے لے سے قبول کیا اور اس پر استقامت دکھائی۔

اور ابن ساقی کی ہدایت میں ہے کہ جس کسی کو میں نے دوست
سلام دی تھے اس کے قبول کرنے میں رکاوٹیں اور تردد تھا۔ مگر اب جو
نہ کا دھڑ پیدا ہوئی نہ تردد ہوا۔

اب یہ بتائی جاتی ہیں اس کلام پر ہے کہ آپ حضور کے ان لوگوں سے
نبی ہی داخل جنت کو دیکھتے اور آپ کے احکامات کو سمجھتے تھے۔ اس نے نبی
آپ سے دوست سلام دی تو پہلے فکر و نظر کی بنا پر آپ نے اسی وقت سلام
قبول فرمایا۔ اس کی ہدایت میں بات سے ہوتا ہے جسے ابوفیم نے فدا کی ہیں
اس آپ سے بیان کیسے وہ کہتے ہیں میں سے بیرون بن ہرین سے پوچھا،
آپ کے نزدیک حضرت علی افضل ہیں یا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔ ان کی بات
جس میں پروردگار کی ہدایت کے تحت سے مسابریں۔ چہرے کے جسے
نہل میں پیرکنا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا۔ جب ان دونوں کے
برہنہ کسی کو طبع ہونے لگا۔ ان دونوں کا کیا کہنا۔ وہ تو صوفیوں اور اہل اسلام تھے۔ میں
نے کہا کہ حضرت ابوبکر پہلا سلام دے تھے یا حضرت علی۔ کہنے لگے خدا کا تعین
ابوبکر تو جیسا کہ آپ کے زمانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان دے ہوئے
تھے جب آپ کا گذر اس کے پاس سے ہوا تھا۔ اور حضرت عمر کے پاس سے
رسولین مختلف ہوا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے آپ سے اس کا کلام کر دیا
اور یہ سب باتیں حضرت علی کی پیدائش سے قبل کی ہیں۔

نہید بن مسلم سے بھی ہدایت میں آیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے غائب ہونے والے حضرت ابوبکر تھے۔
ترغی اللہ بن علی نے اپنی مجلس میں حضرت ابوبکر سے بیان
کی کہ انہوں نے کہا کہ میں لوگوں سے غارت کا زیادہ متعلق نہیں کیا

میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں طبرانی نے البکیر میں اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے۔ انہوں نے کہا ابوبکر، کیا تم نے حضرت حسان کا قول نہیں سنا۔

اذا تذکرت شجواً من اخي ثقة فاذا ذكرا خالفاً ابابكر بما فعلا
خير البرية اتقاسا وأعد لها الى التبي وأدفاها بما حملا
والثاني والتالي المحمود مشهده واول الناس منهم صدق الرحلا
یعنی جب تجھے کسی قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی
ابوبکر کو بھی یاد کیا کر کہ اس نے کیا کچھ کیا۔ وہ مخلوق سے بہتر، الٹی اور سب
سے عادل انسان تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو ذمہ
داری اس نے اٹھائی۔ اُسے سب سے بڑھ کر پورا کیا۔ وہ ثانی اشین اور
آپ کا پیروکار تھا اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھا۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین اور دوسرے بے شمار لوگوں
نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اول تھے بلکہ بعض نے
تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اس حدیث اور ان احادیث میں جو اس
کے منافی بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ مردوں میں سے
سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر ہیں۔ عورتوں میں سب سے
پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے
اسلام لانے والے حضرت علی ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے

لے سب سے پہلے تطبیق دینا لے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے

والے حضرت زید ہیں۔ ابن کثیر نے اس کی مخالفت کی ہے، اور کہا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کے اہلبیت میں سے حضرت خدیجہ آپ کا غلام زید اور اس کی بیوی ام ایمن، حضرت علی اور ورقہ ایمان لائے اور اس کی تائید سعد بن وقاص کی صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن حضرت ابو بکر ہم میں اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر تھے۔

انہترویں حدیث

ابو یعلیٰ، احمد اور حاکم نے حضرت علی سے بیان

کیا ہے کہ

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدہ ولای بکر مع احدکما جبریل ومع الآخر میکائیل۔
مجھے اور حضرت ابو بکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے روز فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل۔

سترویں حدیث

تمام نے اپنے فوائد میں اور ابن عساکر نے

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اتانی جبریل فقال ان اللہ یمرک ان تستیر ابا بکر۔
میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ابو بکر سے مشورہ کریں۔



حضرت ابو بکر کے انہ فضاائل کا تذکرہ جنہ میں اصحابہ ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ اسے فصل کو میں نے سیاق کے اعتبار سے پہلی فصل سے الگے نوع کی قرار دیا ہے۔ لیکن حضرت ابو بکر کی فضیلت اور شرف کے لحاظ سے یہ پہلی فصل کی جیسے سے ہے اسے لئے اسے کا نمبر شمار پہلی فصل پر ہی رکھا گیا ہے۔

اکہتر ویں حدیث

حاکم نے الکنی میں، ابن عدی نے الکامل میں

اور خطیب نے اپنی تاریخ میں، حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابو بکر و عمر خیر الاولین ابو بکر اور عمر، انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر

والآخرین و خیر اهل السماء اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین میں

و خیر اهل الارض الا النبیین رہنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

و المرسلین

پہترویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابو الدرداء سے بیان کیا ہے کہ

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر فانہما جبل للہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں الممدود من تمسک بجمہا جو ان سے تمسک کرے گا۔ وہ ایک مضبوط فقد تمسک بالعروة الوثقی کڑے کو پکڑے گا جو ناقابل شکست ہوگا۔ لا انفصام لہا ÷

یہ حدیث اور طرق سے بھی مروی ہے جن کا ذکر احادیث خلافت میں گذر چکا ہے۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

تہترویں حدیث

اذا اُتیت و ابوبکر و عمر و عثمان فان استطعت ان تموت فمت ÷ جب میں ابوبکر، عمر اور عثمان فوت ہو جائیں تو اگر تجھے مرنے کا استطاعت ہو تو مر جانا۔

چوتھترویں حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی اور

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نعم الرجل ابوبکر و نعم الرجل ابوبکر و عمر کیا ہی اچھے آدمی ہیں۔ عمر ÷

پچھترویں حدیث

ترمذی نے ابوسعید سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما من نبی الدّٰولہ وذریران من ہر نبی کے اہل سماء اور اہل زمین سے دو وزیر
 اہل السّماء وذریران من ہوتے ہیں۔ اہل سماء سے میرے دو وزیر جبریل
 اہل الارض فأما وزیرای من اور میکائیل ہیں۔ اور اہل زمین سے ابوبکر اور
 اہل السّماء فجبریل ومیکائیل عمر ہیں۔
 وأما وزیرای من اہل الارض
 فابوبکر وعمر ۛ

پچھترویں حدیث

احمد، شیخین اور نسائی نے حضرت ابوسریرہ سے

بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نرٹاٹے سنا کہ

بیناراعی غنمہ عدا علیہ الذّٰب ایک چرواہا بکریاں چرواہا تھا کہ ایک بھیڑیا اس
 فاخذ منه شاة فطلبہ الراعی پر حملہ کر کے ایک بکری لے گیا۔ چرواہے نے
 فالتفت الیہ الذّٰب فقال اس سے بکری کا مطالبہ کیا تو بھیڑیے نے اس
 من لہا یوم السبع یوم لاراعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یوم السبع کو جب میرے
 لہا غیری و بینارجل یسوق سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ اسے کوئسے
 بقرة قد حمل علیہا فالتفت بچائے گا۔ اور ایک آدمی نے بیل پر بوجھ لادا
 الیہ فکلمتہ فقالت انی لست ہوا تھا تو بیل نے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر
 اخلق لہذا ولکننی خلقت کہا کہ میں بوجھ اٹھانے کیلئے پیدا نہیں ہوا بلکہ
 للحرث قال الناس سبحان اللّٰہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا ہوا ہوں۔ لوگوں نے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا سبحان اللہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فانی اؤمن بذلک والوبکر فرمایا میں ابوبکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں
 وعمر وماثم ابوبکر وعمر اسی حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وہاں موجود ہی نہ
 لم یکنافی المجلس شہد لہما تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں
 صلی اللہ علیہ وسلم بالایمان کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے یہ گواہی دی۔
 لعلمہ بکمال ایمانہما وفی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی بیل پر سوار
 روایتہ بینا رجل لکب علی بقرۃ تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں سواری
 فالتفتت اہہ فقلت انی لم اخلق کیلئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں۔
 لہذا انما خلقت للمحراث فانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ابوبکر
 اؤمن بہذا انا و ابوبکر وعمر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں اور ایک آدمی
 و بینا رجل فی غنمہ اذ عدا اپنی بکریوں میں موجود تھا کہ بھڑایا اس پر حملہ کر کے
 الذئب فذهب منها بشاة ایک بکری لے گیا اس نے بھڑے سے بکری کا
 نطلبہ حتی استنقذھا منہ مطالبہ کیا اور بکری کو اس سے چھڑایا۔ تو بھڑے
 فقال لہ الذئب استنقذھا فقال منی فمن ہما یوم السبع ہم لاری نے اُسے کہا تو نے بکری کو مجھ سے چھڑایا ہے
 لہما غیری فانی اؤمن بہذا انا میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ رسول
 و ابوبکر وعمر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ابوبکر،
 اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

سترویں حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے

اپنی صحیح میں ابوسعید سے اور طبرانی نے جامعین سمرة سے اور ابن عساکر نے

حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اهل الدراجات العالیٰ بلند درجات والوں کو نیچے درجہ والے اس
لیواہم من ہوا سفلی منہم طرح دیکھیں گے۔ جیسے تم آسمان کے افق میں
کما ترون الکوکب اللالی کافی روشن ستارے کو دیکھتے ہو ابو بکر اور عمران میں
افق السماء وان ابابکر وعمر سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔
منہم والاعمال

اہل بیتوں حدیث

ابن عباس نے ابو سعید سے بیان کیا ہے کہ
ان اهل علیین لیشرق اھدم اہل علیین میں سے جب کوئی شخص جنت
علی الجنة فیضی وجہہ کی طرف جھانکے گا تو اس کا چہرہ جنتیوں کو اس سے
لا اھل الجنة کما یمنی القریبۃ طرح روشن کر دیگا۔ جیسے چاند اہل دنیا کو
البدس لا اھل الدنیا وان ابابکر روشن کر دیتا ہے۔ اور ابو بکر اور عمران
وعمر منہم والاعمال لوگوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

اناسویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے اور ابن
ماجر نے حضرت علی اور ابو جحیفہ سے اور ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں اور منیاء

لے انما یعنی وہ دونوں بڑھ کر ہیں۔ احسنت الی والعت یعنی تو نے میرے ساتھ
حسن سلوک کیا اور احسان کرنے میں زیادتی کی اور اس کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ وہ دارالنعیم
میں داخل ہو گیا۔ جیسے کہتے ہیں اشمال یعنی شمال میں چلا گیا کما فی النہایۃ

نے المختارة میں حضرت انس سے اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر اور ابو سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید اکہول اهل الجنة من انبياء اور رسولین کو چھوڑ کر، ابو بکر اور عمر اولین الاولین والآخرین الا النبیین اور آخرین اہل جنت کے ادھیر عمر کے لوگوں کے والہو رسولین یعنی ابابکر و عمر سردار ہیں۔

اس باب میں یہ حدیث ابن عباس اور ابن عمر سے بھی آئی ہے۔

اسویں حدیث

حاکم اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے عبد اللہ بن حنظلہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رای ابابکر و عمر فقال هذان ابو بکر و عمر کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں سمیع و بصیر السمیع و البصر کے مقام پر ہیں،

طبرانی نے اسے حضرت عمر اور ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے

اکاسویں حدیث

ابو نعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے حضرت جابر اور ابو لعلی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر منی بمنزلة السمع والبصر من الرأس ابو بکر اور عمر مجھ سے اس مقام پر ہیں جو مقام سمیع و بصیر کو، سر سے حاصل ہوتا ہے۔

بیاسویں حدیث

طبرانی اور ابو نعیم نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ ایدائی باربعة و ذراع اللہ تعالیٰ نے چار ذراعوں سے میری تائید فرمائی

اشنین من اهل السماء جبریل ہے ، دو وزیر اہل سما میں سے ہیں ۔ یعنی
 میکائیل و اشنین من اهل جبریل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے
 الارض ابی بکر و عمر ہیں یعنی ابوبکر و عمر ۔

تتراسویں حدیث

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان نکل نبی خاصۃ فی اصحابہ ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے
 وان خاصۃ من اصحابی ابوبکر ہیں ۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر
 و عمر

چوراسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے
 کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان نکل نبی وزیدین و زیدای ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے وزیر
 و صاحبای ابوبکر و عمر اور ساتھی ابوبکر اور عمر ہیں ۔

پچاسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے
 اکٹھے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

خیوامتی بعدای ابوبکر و عمر میرے بعد میری امت کے بہترین آدمی ابوبکر و
 عمر ہیں ۔

پچھاسویں حدیث

خلیب نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سید اکھول اهل الجنة ابو بکر اور عمر اہل جنت کے ادھیڑ عمر کے لوگوں
ابو بکر و عمر و ان ابابکر کے سردار ہیں اور ابو بکر جنت میں ایسے ہوگا
فی الجنة مثل الشریا فی السماء جیسے آسمان پر شریا ۔

ستاسویں حدیث

بخاری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ما قدمت ابابکر و عمر لکن میں نے ابو بکر اور عمر کو مقدم نہیں کیا ۔ بلکہ اللہ
اللہ قد صہما تعالیٰ نے انہیں مقدم کیا ہے ۔

اٹھاسویں حدیث

ابن قانع نے حجاج بھی سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
من رأیتموه ینذاکر ابابکر و عمر جسے تم ابو بکر اور عمر کی بڑائی بیان کرتے دیکھو وہ
بسوء فانما یرید غیبا لاسلام اسلام کے سوا کسی اور چیز کا خواہاں ہے ۔

نواسویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت ابن مسود سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
القائم بعدی فی الجنة والذی میرے بعد کھڑا ہونے والا جنتی ہے اور جو اس
یقوم بعده فی الجنة والثالث کے بعد کھڑا ہوگا وہ جنت میں ہوگا تیسرا
والرابع فی الجنة اور چوتھا بھی جنت میں ہوگا ۔

نوویں حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اربعة لا یجتمع جہم فی قلب منافق ولا یجمعہم الا مومن ابوبکر وعمر، عثمان و علی۔

چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے سوا، کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی سے۔

اکاویں حدیث

ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

رحمہ اللہ ابابکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الہجرۃ وأعتق بلالاً من مالہ وما نفعنی مال فی الاسلام ما نفعنی مال ابی بکر رحمہ اللہ عمر یقول الحق و ان کان عدلاً ترکہ الحق ومالہ من صدیق، رحمہ اللہ عثمان تستقی منہ الملائکۃ وجہز حبیش العسرة وزاد فی مسجدنا حتی وسعنا، رحمہ اللہ علیہم ادر الحق معہ حیث

اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے دارالہجرت لے گئے۔ اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کر دیا اور اسلام میں کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ وہ حق کی مرارت کے باوجود، حق ہی کہتے ہیں۔ حق گوئی کی وجہ سے اس کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اس نے حبش العسرة کو ساز و سامان سے آراستہ کیا اور ہماری مسجد میں اضافہ کیا جس

دار :۔
 سے ہیں وسعت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علی پر
 رحم فرمائے۔ اے اللہ جہاں علی جائے جوتے
 اس کے ساتھ ہو۔

بالنویں حدیث

احمد ابوداؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے زید بن

سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قال عشرة فی الجنة النبی ورساؤی جنتی، میں یعنی نبی، ابوبکر، عمر، عثمان،
 فی الجنة وابوبکر فی الجنة وعلی، طلحہ، زبیر، سعد بن مالک، عبد الرحمن بن
 عوف فی الجنة وعثمان فی

الجنة وعلی فی الجنة وطلحہ

فی الجنة والزبیر بن العوام

فی الجنة وسعد بن مالک

فی الجنة اسی وهو ابن ابی

وقاص وعبد الرحمن بن

عوف فی الجنة وسعید بن

زید فی الجنة،

احمد اور ضیاء نے اس مفہوم کی حدیث سعید بن زید سے اور ترمذی

نے حضرت عبد الرحمن بن عوف سے بیان کی ہے۔

ترالویں حدیث

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی، ترمذی

اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ

نعم الرجل ابوبکر، نعم الرجل
عمر، نعم الرجل ابوعبیدہ بن
الجراح، نعم الرجل أسید
بن حضیر، نعم الرجل ثابت
بن قیس بن شماس، نعم
الرجل معاذ بن عمرو بن الجراح
نعم الرجل سہیل بن بیضاء

بن قیس بن شماس نعم

الرجل معاذ بن عمرو بن الجراح

نعم الرجل سہیل بن بیضاء

چورانویں حدیث

احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور

بیہقی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ارحم امتی ابوبکر واشدھم فی میری امت کاسب سے رحمدل آدمی ابوبکر، سب سے

دین اللہ عمر و اشدھم حیاء زیادہ سختی سے دین پر عمل کرنے والا عمر، سب

عثمان و اقرؤھم لکتاب اللہ ابی سے زیادہ حیا دار عثمان، سب سے زیادہ کتاب

بن کعب و افرضھم زید بن ثابت اللہ کا قاری ابی بن کعب، سب سے زیادہ فرائض

واعلمھم بالحلّال والحرام معاذ کا جاننے والا زید بن ثابت، سب سے زیادہ

بن جبل و کلّ امۃ امین و امین حلال و حرام کا عالم معاذ بن جبل اور ہر امت کا ایک

ھذا الامۃ ابوعبیدۃ بن امین ہوتا ہے۔ اور اس امت کا امین ابوعبیدہ

الجراح بن الجراح ہے۔

اے ان کا اصل نام عامر بن عبید اللہ بن الجراح ہے۔

اور طبرانی کی ایک روایت میں جو الاوسط میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کر نیوالا ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والا عمر ہے اور سب سے زیادہ حیا دار عثمان ہے۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب ہے اور حلال و حرام کا زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے ہوگا۔ امت کا سب سے بڑا قاری ابی بن کعب اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت ہے اور عومیر یعنی ابوالدرداء کے حصے میں عبادت آئی ہے اور ابن عساکر کی ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت کا سب سے زیادہ رحمدل آدمی ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ابو عبیدہ بن الجراح ہے اور زیادہ صحیح لہجہ والا ابو ذر ہے اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور سب سے زیادہ لپھے فیصلے کرنے والا علی ہے۔ اور العقیلی کی ایک اور روایت میں ہے کہ اس امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابو بکر ہے اور سب سے زیادہ دین میں قوی عمر ہے اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والا علی بن ابی طالب ہے۔ اور سب سے زیادہ حیا دار عثمان بنے عفان ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے اور سب سے زیادہ قاری ابی بن کعب ہے اور ابو ہریرہ علم کا برتن ہے اور سلمان اتھاہ عالم ہے اور معاذ بن جبل حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور زین بن آسمان میں ابو ذر سے زیادہ کوئی صحیح لہجہ والا نہیں اور ابولیلی کی ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر میری امت کے لئے نہایت نرم دل ہے اور دین میں سخت تر عمر ہے۔ اور عثمان سب سے زیادہ حیا دار ہے۔ اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ دینے والا علی ہے اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت

ہے اور سب سے بڑا قاری ابی ہے اور معاذ بن جبل، حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کا امین ابو عبیدہ بن الجراح ہے۔

پچانوئیں حدیث

ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المهاجرین والانصار وہم جلوس وفیہم ابوبکر و عمر فلا یرفع الیہ احد منہم بصرہ الا ابوبکر و عمر فانہما کان ینظران الیہ و ینظر الیہما و یتبسمان الیہ و یتبسم الیہما۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاجرا و انصار اصحاب کے پاس تشریف لایا کرتے تھے درانہ ایک وہ بیٹھے ہوتے تھے۔ ابوبکر اور عمر بھی ان میں موجود ہوتے تھے اور کوئی شخص آپ کی طرف سواٹے عمر فلا یرفع الیہ احد منہم ابوبکر و عمر کے نظر اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔ وہ دونوں بصرہ الا ابوبکر و عمر فانہما آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ کر کان ینظران الیہ و ینظر الیہما مسکرایا کرتے تھے۔

پچانوئیں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے اور طبرانی نے

”الاوسط“ میں حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد و ابوبکر و عمر احدهما کو پکڑے ہوئے تھے۔ جبکہ ایک ان میں سے عن یمینہ و الآخر عن شمالہ و جواخذہما پھر فرمایا قیامت کے روز ہمارا اسی طرح

دقائق کا زائچہ ہیتمہ بے ثبوت ہوگا۔

ستائویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے صحاح میں اس سے یہی کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اما اول من تشق عنہ الارض سب سے پہلے میری قبر تشق ہوگی پھر ابو بکر اور میری
تم ابو بکر تم عمرو

بزار نے اُردی اللہ وکما سے بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس موجود تھا کہ ابو بکر اور عمر آگئے تو آپ نے فرمایا

الحمد لله الذي ايدى بكما من خدك شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعہ
میری مدد فرمائی۔

یہ حدیث سی طرح بروجن غائب سے بھی بیان ہوئی ہے جسے بزار نے

نے ۱۰۰ واسطہ میں بیان کیا ہے۔

سویں حدیث

عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت

انس سے مروی بیان کیا ہے کہ

انی لأرجو لموتی فی جسم لا یمیکر میں اپنی موت سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے

وہ مصرعہ اور جسم فی قول سے ۱۰۰ واسطہ سے ثبت رکھتے ہیں۔ ایسی ہی

لا الہ الا اللہ بت ابو بکر اور عمر سے رکھیں گے۔

۱۰۱ حدیث

ابو یعلیٰ نے عمار بن یاسر سے یہی کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اُتانی جبیل آنفا فلت یا ابھی میرے پاس جبیل آئے تو میں نے کہا
 جبیل حدثنی بفضائل عمر مجھے عمر بن خطاب کے فضائل بتائیے، کہنے لگے
 بن الخطاب فقال لو حدثتك اگر میں عمر کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے
 بفضائل عمر منذ ما لبثت لگوں جب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پھرے
 نوح فی قومہ ما لفت فضائل تھے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں۔ اور عمر
 مروان عمر حسنة من ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔
 حسنات ابی بکر

۱۰۲ حدیث

احمد نے عبد الرحمن بن قنم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا
 واجتمعانی مشورتہما خالفكما اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں
 تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔
 طبرانی نے اسے برادر بن عازب کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

۱۰۳ حدیث

طبرانی نے حضرت پہل سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ
 السلام ہجرت ہودج سے تشریف لائے تو منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔
 ایہا الناس ان ابابکر لم یثوبنی اے لوگو ابوبکر نے مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں دی
 قط فاعرفوا لہ ذلک ایہا الناس اس کی بات کو اچھی طرح جان لو۔ اے لوگو میں ابوبکر
 انی راضی عن ابی بکر و عمرو و عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمن
 عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و بن عوف، ہاجرین اور اولین سے راضی ہوں
 سعد و عبد الرحمن بن عوف ان کے متعلق یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔

والمهاجرين والاولين فاعرفوا

ذلك لهم

۱۰۴ حدیث

ابن سعد نے بسطام بن اسلم سے بیان سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر سے فرمایا

لا تيامر صليكما بعدى ميرے بعد تم پر کوئی امیر نہ بن سکے گا۔

۱۰۵ حدیث

ابن عساکر نے حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ

حب ابی بکر و عمر ایمان و ابوبکر اور عمر کی محبت ایمان کی علامت ہے

بغضہما کفر اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

۱۰۶ حدیث

ابن عساکر نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر و عمر من السنة ابوبکر اور عمر کی محبت، سنت پر چلنے کی علامت ہے

۱۰۷ حدیث

احمد، بخاری، ترمذی اور ابو حاتم نے حضرت انس سے

بیان کیا ہے کہ

سعد بنی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر

والبکر و عمر و عثمان اُحداً اور عثمان اُحد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز اٹھا۔

فوجہم فخریہ البنی صلی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں

اللہ علیہ وسلم بدرجلہ و قال مار کر فرمایا اُحد اپنی جگہ پر بٹھرا رہا۔ تجھ پر ایک

اُثبت احدنا علیک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔
وصدیق وشہیدان

آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ پہاڑ کا یہ لرزہ اس قسم کا
نہ تھا جو تحریف کلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پہاڑ پر پیش آیا تھا کیونکہ
وہ لرزہ تو غضب الہی تھا اور یہ خوشی سے جھومتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ
نے خوشی سے مقام نبوت و صدیقیت اور شہادت کو بیان فرمایا ہے نہ کہ
اس کے لرزے کی وجہ سے، پس پہاڑ اپنی جگہ پر ٹک گیا۔

ترمذی، نسائی اور دارقطنی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ
انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر
علی، ثبیر، بکۃ ومعہ ابوبکر میرے ساتھ مکہ کے شہر پہاڑ پر کھڑے
وعمر وانا فتعزل الجبل حتی تھے کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی۔ یہاں تک
تساقطت حجاتہ بالخصیف کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے۔ آپ نے
ای قرار الارض متعلق الجبل اس پر پاؤں مار کر فرمایا، ثبیر ٹھہر جا، تجھ پر
فرکضہ ای ضربہ بدرجلہ و ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔
قال اسکن ثبیر فانما علیک
نبی وصدیق وشہیدان۔

مسلم نے حضرت ابویہ سے بیان کیا ہے کہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، عثمان، علی
وسلم کان علی حراً، هو وطلحہ، زبیر کے ساتھ حرا پر کھڑے تھے کہ چٹان
ابوبکر و عثمان وعلی وطلحہ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا، حرا ٹھہر
والزبیر فتحرکت الصخر فقال جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں ۔

اسکن حراننا علیک السلام

و صدیق و شہیدان

اور ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص کی ایک روایت میں حضرت نبی کا ذکر موجود نہیں اس حدیث کی تخریج یہی ہے کہ ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہو اور اس میں سعد کا ذکر نہیں کیا ۔ اور ابو ہریرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ کے سوا پہاڑ پر دس آدمی تھے ۔ روایت کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ واقعات کئی دفعہ ہوئے ہیں ۔ اس لئے ان میں جھگڑے کے گنہائش نہیں ۔ کیونکہ صحت حدیث کے لئے محض صحیح سے اس لئے ان میں توافق کا تعین ہو گیا ہے اور مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث سے نہ دکی تاہم جوتی ہے ۔

۱۰۸ احادیث

محمد بن یحییٰ النذبی نے ازہریات میں حضرت ابو زہرہ سے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن گیا تو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جا چکے تھے میں نے آپ کے متعلق خادم سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں ہیں ۔ میں آیا تو دیکھا کہ کوئی آدمی آپ کے پاس موجود نہیں اور آپ اکیلے ہی بیٹھے ہوئے ہیں ۔ اور مجھے یوں دکھائی دیتا تھا کہ آپ وحی کے نزول کے کیفیت میں ہیں ۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کیسے آنا ہوا ۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کے لئے آیا ہوں ۔ تو آپ نے مجھے بیٹھنے کا ارشاد فرمایا ۔ میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا ۔ میرے پیچھے بغیر آپ نے مجھے بہت کچھ بتایا ۔ ابھی آپ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ حضرت

ابوبکر جلدی جلدی آئے اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دے کر دریا فرمایا کیسے آنا ہوا۔ عرض کیا مجھے اللہ اور اس کا رسول لایا ہے آپ نے انہیں ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو آپ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر آئے تو آپ نے ان سے بھی یہی دریا فرمایا۔ اور وہ حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمان آئے اور وہ عمر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کے قریب سنگریزے ہاتھ میں لئے تو انہوں نے آپ کے ہاتھ میں سے تسبیح شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں شہد کی مکھڑوں کی جھنجھٹ کی طرح ان کی آواز آتی تھی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دے دیا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں بھی تسبیح کی۔ اس کے بعد آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے اور سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کو دے دیا تو انہوں نے حضرت عمر کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی۔ جیسے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کو دیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔

بزار اور طبرانی نے "الاوسط"، میں حضرت ابوذر سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ مگر اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سات سنگریزے پکڑے یہاں تک کہ میں نے ان کی آواز سنی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح

کی پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ طبرانی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ان کی تسبیح ان تمام لوگوں نے سنی جو وہاں موجود تھے پھر آپ نے انہیں ہماری طرف پھینکا تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ساتھ بھی تسبیح نہ کی۔

پہلی روایت میں جو آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھنے سے قبل انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دیا۔ بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت ابوبکر کو آپ کا زیادہ قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے الگ نہیں تھا۔ آپ نے بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ان سنگریزوں کے زوال حیات پر دونوں ہاتھوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

۱۰۹ حدیث

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الله افترض عليكم حب الله تعالى نے آپ لوگوں پر حضرت ابوبکر حضرت ابی بکر و عمرو و عثمان و علی کما عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی محبت افترض الصلوة والزكاة والعموم نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کی طرح فرض والحج فمن انكم فقلهم فلا قرار دی ہے۔ اور جو شخص ان کی فضیلت کا قبل منه الصلوة والزكاة منكرهوا۔ اس کی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور ولا العموم والمحجرج حج قبول نہیں ہوتا

۱۱۰ حدیث

حافظ سلفی نے "مشيخت" میں حضرت انس کی حدیث

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

حب ابی بکر واجب علی امتی ابو بکر کی محبت، میری امت پر واجب ہے۔

۱۱۱ حدیث

شیخین اور احمد وغیرہ نے ابو موسیٰ اشعری سے بیان کیا

ہے کہ انہوں نے مسجد کی طرف جاتے ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا وہ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ آپ بئر اریس میں داخل ہو گئے۔ میں اس کے دروازے پر، جو کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا، بیٹھ گیا۔ آپ نے قضاے حاجت سے فارغ ہو کر وضو کیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ آپ بئر اریس پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا سر اس کے وسط میں تھا۔ میں بطور دربان کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر نے دروازے پر دستک دی میں نے پوچھا کون ہے۔ انہوں نے کہا، ابو بکر میں نے کہا، اٹھریے۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو بکر عاصری کی اجازت چاہتے ہیں آپ نے فرمایا اُسے آنے کی اجازت اور جنت کی بشارت دو۔ میں نے آکر حضرت ابو بکر کو اندر داخل ہونے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکر اندر آکر حضور علیہ السلام کی دائیں جانب آپ کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور کنوئیں میں پاؤں لٹکا کر جیسے حضور علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں واپس آکر بیٹھ گیا۔ اور اپنے بجائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور

میں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں سے یعنی اس کے بھائی سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی دروازے کو دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب، میں نے کہا بھڑکیے پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا، عمر آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں آپ نے فرمایا اجازت کے ساتھ انہیں جنت کی بشارت بھی دیجئے۔ میں نے انہیں داخلے کی اجازت کیسے بتایا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ حضور علیہ السلام کی بائیں جانب کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اُسے بھی لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی آدمی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا، عثمان بن عفان، میں نے کہا ٹھہریے اور میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع دی آپ نے فرمایا انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت انہیں پہنچنے والی ہے اس پر جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں نے آکر انہیں ساری بات کہہ دی۔ آپ نے اندر آکر دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر تو پُر ہو چکی ہے آپ آخری صف میں حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک کہتے ہیں کہ ابن المسیب نے اس کی تائید یہ کی ہے کہ ان کی قبریں اس طرح ہونگی مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید یہ ہے کہ ان کی خلافت ان کی آمد کی ترتیب کے مطابق ہوگی۔ بلکہ یہ سابقہ حدیث بڑے موافق ہے۔ اس کی روایات اور طرق ان نو احادیث میں بیان ہوئے ہیں جو حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخین کا حضور کے پہلو میں بیٹھا اور حضرت عثمان کے لئے جگہ کا تنگ ہو جانا یہاں تک کہ آپ کا ان کے سامنے بیٹھا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخین کی

خلافت فتنوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے گی۔ اور مومنین کے احوال نہایت اعتدال میں رہیں گے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت اگر چہ حق و صداقت اور عدل پر مبنی ہے مگر ان کے ساتھ بنی امیہ اور ان کے کم عقل آدمیوں کے احوال کے گڈمڈ ہونے سے دل بکدر ہو جائیں گے۔ اور مسلمانوں میں تشویش پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں عظیم فتنے نمودار ہوں گے۔ اور اس کی تا ئید اس بات سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان پر مصیبت وارد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ مصائب بنی امیہ کے بُرے حالات کی وجہ سے پیدا ہوں گے جن کا تفصیلی ذکر خلافت عثمان اور ان کے فضائل و مناقب میں آئے گا۔ ایک دوسری روایت میں ان روایات کے خلاف بھی ذکر آیا ہے۔

ابوداؤد نے ایک ایسی ہی روایت ابی سلمہ عن نافع عن عبدالحارث الخزامی سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور حضرت بلال سے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ پھر حضرت ابوبکر اجازت طلب کرتے ہوئے آئے۔ اس کے بعد وہی قصہ بیان کیا ہے۔ طبرانی کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں ہے کہ نافع بن الحارث بھی اجازت طلب کرتے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ کئی بار ہوا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر نے اس قصہ کے عدم تعدد کی جو تصویب کی ہے اس سے یہ بات زیادہ واضح ہے اور یہ قصہ ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے اور کسی دوسرے سے یہ قول وہی بات ہے

۱۱۲ حدیث

حافظ عمر بن محمد بن خضر الملاح نے اپنی سیرت میں بیان کیا جو کہ امام شافعی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کنت انا وابوبکر وعمر و عثمان میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، تخلیق آدم سے
 و علی انواراً علی یسین العرش ایک ہزار سا قبل، عرش کے دائیں جانب
 قبل ان یخلق آدم بالف عام انوار بکھیر رہے تھے۔ جب آدم کی تخلیق ہوئی
 فلما خلق اسکنا ظہرہ فلم تو ہم نے اس کی پشت کو سکون دیا اور ہم ہمیشہ
 نزل منتقل فی الاصلاب الطاهرة ہی پاک اصلا ب میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں
 حتی نقلنی اللہ تعالیٰ الی صلب تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت عبد اللہ کی
 عبد اللہ و نقل ابابکر الی صلب صلب میں اور ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کو
 ابی قحافہ و نقل عمرو الی صلب بالترتیب ابی قحافہ، خطاب، عفان اور ابیطالب
 الخطاب و نقل عثمان الی کی اصلا ب میں منتقل کر دیا پھر انہیں میرا اصلا ب
 صلب عفان و نقل علیاً الی منتخب کیا اور ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق
 صلب ابیطالب ثم اختارہم عثمان کو ذوالنورین اور علی کو وصی بنایا۔ پس
 لی اصحاباً فجعل ابابکر صدیقاً جو شخص میرے اصحاب کو بُرا کہتا ہے وہ مجھے
 و عمر فاروقاً و عثمان ذوالنورین بُرا کہتا ہے اور جو مجھے بُرا کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ
 و علیاً وصیاً فذلک سب اصحابی کو بُرا کہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو بُرا کہتا ہے
 فقد سبني ومن سبني فقد سب اللہ تعالیٰ اسے نتھوں کے بل اوندھا کر
 سب اللہ تعالیٰ ومن سب اللہ اکبرہ اللہ فی النار علی دے گا۔

منخریک :-

۱۱۳ حدیث

حب طبری نے ریاض میں بیان کیا ہے اور جسے میں

نے دیکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اخبرني جبويل ان الله تعالى مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
 لما خلق آدم وادخل الروح نے آدم کو پیدا کیا اور روح کو اس کے جسم
 في جسده وأمرني أن اخذ میں داخل کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں ایک سہیب
 تفاحة من الجنة واعصرها ملے کر اس کے حلق میں پھڑپھڑوں میں پھڑپھڑاؤں سے
 في حلقه فصرتها في فيه اس کے منہ میں پھڑپھڑاؤں سے پھڑپھڑاؤں سے
 فخلق الله من النطفة الاولى سے ایک دوسرے سے ابوبکر کو، تیسرے سے
 انت ومن الثانية ابابكر عمر کو، چوتھے سے عثمان کو، پانچویں سے علی
 من الثالثة عمر ومن الرابعة کو پیدا کیا، آدم نے عرض کیا اے رب! یہ
 عثمان ومن الخامسة عليًّا کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دے رکھی ہے
 فقال آدم يا رب من هؤلاء اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ شیوخ تیری اولاد
 الذين اكرمهم فقال الله تعالى میں سے ہیں مجھے تمام مخلوق سے عزیز تر ہیں
 هؤلاء خمسة اشياخ من یعنی آپ انبیاء و رسل میں زیادہ قابل تکریم ہیں اور
 ذريتك وهم اكرم عندي وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم
 من جميع خلقي اى انت اكرم ہیں جب آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو
 الانبياء والرسل وهم اكرم کہا اے مولیٰ ان پانچ شیوخ کی حرمت کا
 اتباع الرسل فلما عصى آدم واسطے دے کر عزت کرتا ہوں جنہیں تو نے
 ربه قال يا رب مجرمت اولئك فضیلت دی ہے کیا تو میری توبہ قبول نہیں
 الاشياخ الخمسة الذين کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کر لی۔
 فضلتهم ألا تبت على قآب

عليه ÷

۱۱۴ حدیث

بخاری نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے

ہیں

خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام حنین فلما التقتنا کان للمسلمین جولة فزأیت رجلا من المشرکین قد علا رجلا من المسلمین فزوبته من ورأیه علی جبل عاتقه بالسيف فقطعت الدرع وأقبل علی ففمنی فمته و جدت منها ریح الموت ثم ادركه الموت فأرسلنی فالحقت عمر فقلت ما بال الناس قال أمر اللہ عز وجل ثم رجعوا فجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من قتل قتیلًا له علیہ بینه فله سلبه ، فقلت من یشهد لی ثم جلسیت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثله فقلت من یشهد لی ثم جلسیت ثم

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین کو نکلے جب ہماری ٹہ بھڑ ہوئی ، تو مسلمانوں کی پیش قدمی کی باری تھی ۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر سوار ہے میں نے پیچھے سے کندھے کی رگ اس کے کندھے پر تلوار مار دی ۔ اور زرہ کو کاٹ دیا ۔ اس نے میری طرف آکر مجھے زور سے بھینپا جس سے مجھے موت کی خوشبو آئی ۔ پھر وہ مر گیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا ۔ میں حضرت عمر سے بلا اور پوچھا لوگوں کا کیا حال ہے ۔ انہوں نے کہا اللہ کے حکم سے لوگ لوٹ آئے ہیں ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو وہ اس پر گواہ پیش کرے تو مقتول کا سامان اسے ملے گا ۔ میں نے کہا میرا گواہ کون ہوگا ۔ پھر میں بیٹھ گیا تو حضور علیہ السلام نے وہی بات دہرائی ۔ میں نے پھر کہا کہ میرا گواہ کون ہوگا ۔ پھر میں

قال مثله فقلت فقالے بیٹھ گیا۔ آپ نے تیسری بار پھر وہی بات
 مالک یا ابا قتادۃ فاخبرته دہرائی تو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ نے دریافت
 فقال رجل صدق وسلبہ فرمایا، ابوقتادہ کیا بات ہے میں نے آپ کو
 عندی فارضہ منی فقالے حقیقت حال سے اطلاع دی تو ایک آدمی
 ابوبکر لاہا اللہ اذالایعہل نے کہا یہ سچ کہتا ہے۔ اور اس کا سامان
 الی اسد من اسد اللہ میرے پاس ہے اسے مجھ سے راضی کروا
 یقاتل عن اللہ ورسولہ دیجئے، حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم
 فیعطیک سلبہ ۛ جبھی تو خدا کے اس شیر کا کوئی قصہ نہیں کر
 سکتا جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے
 جنگ کر رہا ہو وہ تجھے سامان دے دے
 سکا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اس نے
 سچ کہا ہے۔ اس کا سامان اسے دے دیجئے
 تو اس نے مجھے سامان دے دیا۔

امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی کہتے ہیں کہ میں
 نے اس حدیث کے ذکر پر بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اگر ابوبکر کی اس کے
 سوا اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ کافی ہوتی کیونکہ انہوں نے
 علمی روشنی، یقینی پختگی، رائے اور انصاف کی قوت، صحت تدقیق اور
 صدق تحقیق سے حق بات کی طرف مبادرت کی ہے۔ اور حضور کی موجودگی
 میں حضور کی طرف سے شراعت کے حکم کے متعلق فتویٰ دیا۔ اور یہ آپ کی
 غلیم خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دیگر فضائل بھی ہیں۔ جو حدود
 شمار میں نہیں آسکتے۔



آپ کے فضیلت کے متعلقہ صحابہ، سلفہ صالح اور عربوں کے
بیانات ،

بخاری نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے ہوش میں
اپنے والدین کو دیندار پایا۔ حضور علیہ السلام روزانہ صبح و شام ہمارے گھر
تشریف لایا کرتے تھے جب مسلمانوں پر دو رات بلا آیا تو حضرت ابو بکر حبشہ کی طرف
ہجرت کے لئے نکلے۔ جب آپ برک النقاد مقام پر پہنچے تو آپ کو رئیس ملائکہ ابن الدغنه
ملا اور کہا ابو بکر کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا میری قوم نے مجھے نکال
دیا ہے۔ اب میں زمین میں چل چکر اپنے رب کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔
ابن الدغنه نے کہا آپ جیسے آدمی کو نہ خود نکلنا چاہیے اور نہ نکالنا چاہیے۔ آپ
غریب پروری کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،
ہمانوں کی ہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور معائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں
آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ واپس آجائیے۔ اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کیجئے
آپ ابن الدغنه کے ساتھ واپس آ گئے۔ شام کو ابن الدغنه اشراق قریش کے پاس گیا
اور کہا کہ ابو بکر جیسے آدمی کو نکالا نہیں جانا چاہیے۔ ادھر ہی غریب پرور، صلہ رحم

ہمارے نواز اور مصائب پر امانت کرنے والے شخص کو یہاں سے نکلنا چاہیے اور قریش نے ابن الدغنه کے پناہ دینے کی مخالفت نہ کی۔ جو شخص اس حدیث پر تامل کرے گا اُسے حضرت ابوبکر کی خصوصیات واضح طور پر نظر آئیں گی۔ کیونکہ مکہ سے لے کر مدینہ تک کے سفر ہجرت میں آپ کے اس قدر فضائل، مناقب کرامات اور خصوصیات ہیں جن میں سے ایک کی تغیر بھی صحابہ کرام میں نہیں پائی جاتی ہمیں ابن الدغنه کے بیان کردہ ان اوصاف پر غور کرنا چاہیے جو اس نے اشراف قریش کے سامنے بیان کئے ہیں۔ حالانکہ انہیں آپ کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آپ سے سخت بغض و عداوت تھی مگر پھر بھی وہ آپ پر کوئی حرف نہیں رکھ سکے۔ پس ان کا اعتراض و انکار کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ حضرت ابوبکر ان کے درمیان ان اوصاف میں شہرت تامہ رکھتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ان کی عداوت اور ان کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے اور آپ کے دفاع کرنے کی وجہ سے جیسا کہ آپ کی شجاعت کے واقعات میں گزر چکا ہے۔ ہر ممکن طریق سے انکار میں جلدی کرتے۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور بیعتی میں ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان ان سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر سب سے سابق اور نمایاں تھے۔ اور مسند نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جنت میں اس مقام پر رہوں جہاں ابوبکر کو دیکھ سکوں۔ اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ انہوں

نے کہا کہ ابو بکر کی خوشبو، کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی تھی اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ ابو بکر کے پاس آئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا کوئی ایک شخص بھی جوا اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اپنے رب سے بلا ہو۔ اللہ کو اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر محبوب نہیں اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ میں نے جس نیکی میں بھی ابو بکر کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم نے جس نیکی میں بھی مسابقت کی، ابو بکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے۔ اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کیا آپ نے حضرت ابو بکر کے متعلق بھی کچھ شعر کہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا سنائیے۔ میں سننا چاہتا ہوں تو حضرت حسان نے کہا:

وَمَا نِيَّاتَيْنِ فِي النَّارِ لَنُفَعُوهُ طَافَ الْعَدُوُّ بِهِ إِذْ صَحَّ الْجَبَلَا

وَكَانَ حُبُّ رَسُولِ اللَّهِ قَدْ عَلُوا مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَجِدْ لَهُ رَجَلَا

وہ بلند مرتبہ غار میں حضور علیہ السلام کا ثانی اشین تھا جب وہ پہاڑ پر چڑھا تو دشمنوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں حضور علیہ السلام ان اشعار کو سن کر اس قدر مسکرائے کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا، حسان تو نے سچ کہا ہے ابو بکر ایسا ہی ہے۔ جیسے تو نے کہا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس واقعہ کو سابقہ احادیث کے سلسلہ میں بیان

کیا جاتا لیکن رسالت نے اُسے یہاں مؤخر بیان کیا ہے۔ ابن سعد نے ابراہیم النخعی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو رافت اور رحمت کی وجہ ”اواہ“ کہتے تھے اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اول میں مرقوم ہے کہ ابوبکر کی مثال بارش کے قطرے کی سی ہے وہ جہاں پڑتا ہے فائدہ دیتا ہے۔ نیز کہا ہم نے گزشتہ انبیاء کے صحابہ پر بھی غور و فکر کیا ہے مگر ان میں سے کسی نبی کا ساتھی ابوبکر جیسا نہیں ہے۔ اور نہ ہری سے بیان کیا گیا ہے کہ ابوبکر کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ انہیں اللہ کے بارے میں ایک لمحہ کیلئے بھی کبھی شک نہیں ہوا۔ اور ابی حصین سے بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد اولاد آدم میں سے ابوبکر سے افضل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکر ایک نبی کے مقام پر کھڑے تھے۔ الدیوری اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو چار ایسی خصلتوں سے مخصوص فرمایا ہے جو اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ کا نام اس نے صدیق رکھا ہے آپ کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور سفرِ ہجرت کے رفیق ہیں اور مسلمانوں کی موجودگی میں آپ نے انہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ابن ابی داؤد نے ابو جعفر سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبریل کی سناجات کو سُن لیا کرتے تھے مگر اُسے دیکھتے نہیں تھے اور حاکم نے ابن مسیب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کا مقام حضور علیہ السلام کے وزیر کا تھا آپ تمام امور میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر آپ کے ثانی فی الاسلام، ثانی فی الغار اور جنگ بدر کے موقع پر ثانی فی العرش اور ثانی فی القبر ہیں حضور علیہ السلام کسی شخص کو آپ پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ زبیر بن بکار اور ابن عساکر

نے معروف بن خربوذ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر ان گیارہ قریشیوں میں سے ہیں جن کا شرف جاہلیت، اسلام کے شرف کے ساتھ مل گیا ہے۔ دیات اور چٹی کے معاملات کے فیصلے آپ کے پاس آتے تھے کیونکہ قریش کا کوئی بارشا نہ تھا۔ جس کے پاس یہ معاملات آتے بلکہ ہر فیصلے میں ان کے سردار کو ولایت عامہ حاصل ہوتی تھی۔ بنو ہاشم کے پاس ستایہ اور رفاۃ کا کام تھا۔ اس کا مفہوم یہ ہے ہر شخص ان کے سامان خورد و نوش سے کھانا پیتا تھا اور عبدالدار کے گھرانے میں حجابت، لواء اور ندرہ کا کام تھا۔ یعنی کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور جب قریش جنگ کا جھنڈا نصب کرتے تو اسے بنو عبدالدار باندھتے اور جب کسی معاملہ کے کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کیلئے وہ جمع ہوتے تو یہ اجتماع دارالندوة میں ہوتا اور بنو عبدالدار ہی اس کا نفاذ کرتے اور نووی نے تہذیب میں کیا ہی خوبصورت انداز میں حضرت صدیق کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے باوجود اختصار کے آپ کے اعلیٰ درجہ کے نفاذ اور عطایا کو مبسوط اور مکمل طور پر پیش کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت نے بالاجماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے۔ کیونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کی تصدیق میں سبقت کی اور صدق کو اختیار کئے رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی اسلام میں آپ کے بہت سے بلند مواقف کا تذکرہ موجود ہے جیسے قصہ شب اسری میں آپ کا ثبات اور کفار کو آپ کا جواب دینا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنا اور غار اور راستے میں آپ کے ساتھ رہنا پھر بدر اور حدیبیہ کے موقع پر جب دخول مکہ میں تاخیر کے باعث معاملہ مشتبہ ہو گیا تو آپ کا کلام کرنا نیز آپ کا اس وقت گریہ زاری کرنا، جب

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا ہے۔ پھر آپ کا حضور علیہ السلام کی وفات پر ثابت قدمی دکھانا اور خطبہ دے کر لوگوں کی تسکین کا سامان کرنا۔ پھر مسلمانوں کے مصلحت کے لئے بیعت کیلئے کھڑا ہو جانا اور اس کا اہتمام کرنا اور ہمیشہ اسامہ کو شام کی طرف بھیجنے پر ثابت قدمی دکھانا، پھر مرتدین سے جنگ کرنا اور صحابہ سے مناظرہ کرنا اور دلائل سے ان پر حجت کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا مرتدین سے قتال پر صحابہ کا شرح مدد کر دینا پھر شام کی طرف لشکر تیار کر کے بھیجنا اور آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خوبی حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت صدیق کے اس قدر فضائل اور کارنامے ہیں جن کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔

تہذیب میں ہے کہ آپ مکمل قرآن حفظ کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اس بات کا ذکر ایک جماعت نے کیا ہے اور بعض متاخر محققین نے بھی آپ پر اعتماد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث میں جن چار آدمیوں کے قرآن جمع کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اس سے ان کی مراد انصار ہیں اور ابن ابی رواد نے جو شعبی سے بیان کیا ہے کہ ابو بکر وفات پا گئے۔ لیکن وہ مکمل قرآن جمع نہ کر سکے۔ یہ قول مدفوع یا مؤدل ہے۔ اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے موجود ترتیب کے مطابق قرآن جمع نہیں کیا۔ کیونکہ یہ کام حضرت عثمان نے کیا ہے اور آپ کے عظیم فضائل میں قرآن کا جمع کرنا بھی ہے۔ ابویعلیٰ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن کے جمع کرنے کا سب سے زیادہ اجر ابو بکر کو ملے گا۔ اس لئے کہ ابو بکر وہ شخص ہے جنہوں نے قرآن کو دو تختیوں میں جمع کیا اور بخاری نے زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ آپ رح کے پاس اہل یمامہ کے میدان جنگ کی خبر پہنچی۔ اس وقت حضرت عمر

آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر کہتے ہیں میرے پاس حضرت عمر نے آکر کہا کہ جنگ یمامہ میں سخت خونریزی ہوئی ہے۔ اگر اس طرح جنگوں میں قاری حضرات مارے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اَلَا یہ کہ آپ اُسے جمع کر دیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو جمع کریں۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ خدا کی قسم یہ بہت اچھی بات ہے اور حضرت عمر ہمیشہ اس بارے میں مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں میرا شرح صدر کر دیا تو میں نے عمر کی رائے اپنائی۔ زید کہتے ہیں حضرت عمر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے بات نہیں کرتے تھے۔ ابوبکر نے زید سے کہا آپ تو جوان اور عقلمند آدمی ہیں۔ ہم آپ پر کوئی ہمت بھی نہیں لگاتے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی لکھتے رہے ہیں۔ آپ قرآن کا تتبع کر کے اُسے جمع کر دیں۔ خدا کی قسم اگر آپ مجھے پہاڑ کو اٹھانے کا حکم دیتے تو وہ مجھ پر قرآن کے جمع کرنے سے زیادہ گراں نہ ہوتا۔ میں نے کہا آپ دونوں وہ کام کیسے کریں گے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو ابوبکر نے کہا خدا کی قسم یہ بہت اچھا کام ہے پھر میں ہمیشہ آپ سے اس معاملہ میں گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر اور عمر کی طرح مجھے بھی شرح صدر عطا فرمایا پس میں قرآن کے تتبع میں لگ گیا اور اُسے پیٹروں جانوروں کی ہڈیوں کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ یہاں تک کہ سورہ توبہ کی دو آیتیں مجھے خزیہ بن ثابت کے سوا اور کسی سے نہ ملیں۔ یعنی یہ آیات لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ اِلٰیْكُمْ وَہِ اِدْرَاقٌ جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا۔ حضرت ابوبکر کے پاس رہے۔ اور آپ

کی خصوصیات میں سے یہ مجاہد ہے کہ آپ پہلے خلیفہ ہیں جس کے لئے رویت نے
وکیل مقرر کیا۔

بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ
بنے تو آپ نے فرمایا اے میری قوم آپ کو علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل کی
ضرورت کے لئے کافی تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں اور
ابوبکر کے اہل اس مال کو تھوڑے عرصے میں کھا جائیں گے۔ اور وہ مسلمانوں
کے کام کرتا رہے گا۔ ابن سعد نے عطاء بن السائب سے بیان کیا ہے کہ جب
ابوبکر کی بیعت ہو چکی تو آپ صبح اپنے بازو پر چادریں رکھ کر بازار جا رہے تھے
حضرت عمر نے پوچھا، آپ کہاں جانا چاہتے ہیں۔ کہنے لگے بازار جا رہا ہوں حضرت
عمر نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے۔ آپ تو مسلمانوں کے امور کے متولی ہیں فرمایا
میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمر نے کہا چلیے ابو عبیدہ آپ
کے لئے گزارہ مقرر کریں گے۔ آپ ابو عبیدہ کے پاس گئے انہوں نے کہا میں
آپ کے لئے ہمارے جہیز کے ایک آدمی کی درمیانہ درجہ کی خوراک اور گرمیوں
اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا مقرر کرتا ہوں، جب کوئی چیز بوسیدہ
ہو جائے تو آپ اسے واپس کر دیا کریں اور اس کی جگہ دوسری لے لیا کریں
آپ کے لئے روزانہ نصف بکری اور سر اور پیٹ کو ڈھانپنے کے لئے ایک چادر
مقرر کر دی گئی۔ ابن سعد نے میمون سے بیان کیا ہے جب ابوبکر خلیفہ بنے
تو مسلمانوں نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے آپ نے فرمایا میں عیالدار
آدمی ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تو آپ کے
مزید پانچ سو درہم بڑھادیے گئے۔

طبرانی نے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے بیان کیا ہے

کہ حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اس اونٹنی کی طرف خیال رکھا جس کا ہم دودھ پیا کرتے تھے۔ اور اس پیالے کا بھی خیال رکھا جس میں ہم سالن پکا یا کرتے تھے۔ اور اس چادر کا بھی خیال رکھا جسے ہم اوڑھا کرتے تھے۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ اٹھایا کرتے تھے جب ہم مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں ان چیزوں کو حضرت عمر کی طرف لوٹا دینا جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ نے یہ چیزیں حضرت عمر کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا، اے ابوبکر خدا تجھ پر رحم فرمائے تو نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ابوبکر بن حفص سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا اے بیٹی ہمارے سپرد مسلمانوں کے معاملات تھے ہم نے کوئی دینار و درہم اپنے لئے نہیں لیا۔ اور ان کا معمولی کھانا کھایا اور موٹا جھوٹا پہنا اور ہمارے پاس مسلمانوں کی فے میں سے سوائے اس حبشی غلام اور اس پانی کھینچنے والے اونٹ اور اس چادر کے سوا کچھ نہیں۔ میرے مرنے کے بعد انہیں حضرت عمر کے پاس بھیج دینا ہے

اے حضرت ابوبکر کے خصائص اور اویسیا بشمار ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر محب طبری نے الرایض میں اور سیوطی نے تاریخ الخلفاء اور التراتیب الاداریہ میں کیا ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جن کا نام خلیفہ رکھا گیا اور انہیں خلیفۃ اللہ کہا گیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفۃ رسول اللہ کہا۔ ابن حزم کہتے ہیں آپ کے علاوہ صحابہ میں سے کسی کا نام یہ نہیں رکھا گیا اور نہ ہی اس شخص کا یہ نام رکھا گیا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ یا نمازوں یا عزت یا حج میں اپنا جانشین مقرر کیا۔

باب چہارم

دوبارہ خلافتِ حضرت عمر اور اس میں کمی فصیح ہے

فصل اول

آپ کی خلافت کی حقیقت کے متعلق

ہمیں اس جگہ حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات ہر صاحب عقل و فہم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقیقت سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت لازم آتی ہے اور حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقیقت اجماع اور نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ پس اس سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیقت پر نصوص کتاب و سنت اور اجماع لازم آتا ہے کیونکہ جو چیز اصل کیلئے ثابت ہے وہ فرع کیلئے بھی ثابت ہوتی ہے پس ردِ لغو اور شیعہ حضرات میں سے کسی کو حضرت عمر کی خلافت میں نزاع کی جستجو نہیں کرنی چاہیے اس لئے کہ ہم نے اس کو خلیفہ مقرر کرنے والے کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ پس جب اس کی خلافت کی حقیقت ثابت ہو گئی تو اس

میں غدار، جہالت اور غبات سے نزار کرنا، ضروریات کا انکار کرنا ہے اور
 اس قسم کے جاہلوں اور احمقوں اور ان کی ابالیل و اکاذیب سے اعراض کرنا،
 اور ان کی طرف التفات نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ اور کسی معاملے میں ان پر
 اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے
 کہ حضرت صدیق کی سب سے بڑی فضیلت، حضرت عمر کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر
 کرنا ہے۔ کیونکہ اس سے عام طور پر فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ممالک مفتوح
 ہوئے ہیں اور اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا بیان آئندہ آئے گا
 اور کچھ احادیث جن میں حضرت عمر کی خلافت کی تصریح ہے پہلے بھی گذر چکی
 ہیں جیسے اقتداء بالذین من بعدی ابی بکر و عمر، اور یہ حدیث کہ حضرت
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت نبی کریم کے
 پہلو میں رکھیں۔ اور حضرت عمر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت ابوبکر کے پہلو میں رکھیں
 اور حضرت عثمان کو حکم دیا کہ اپنا پتھر حضرت عمر کے پہلو میں رکھیں۔ پھر فرمایا
 یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اور یہ حدیث بھی کہ حضور علیہ السلام
 نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک چرخ کے ساتھ کنوئیں سے ڈول کی طرح رہے
 ہیں کہ ابوبکر نے اگر ایک یا دو ڈول کیلئے پھر عمر نے اگر پانی نکالا تو وہ بڑا
 ڈول بن گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لوگوں میں
 سے کسی عبقری کو اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا۔ اور یہ حدیث بھی کہ خلافت
 تیس سال رہے گی۔ اور یہ حدیث کہ تمہارے دین کی ابتدا میں نبوت
 اور رحمت ہے۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ یہ تمام احادیث حضرت عمر
 کی خلافت کی حقیقت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اگر آپ کی خلافت پر اجماع
 نہ فرما کیا جلتے تو یہ کیونکر ہوگا۔ جب کہ ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرنے

دالی نفوس بتا رہی ہیں۔ اور اس پر اجتماع بھی ہو چکا ہے۔

فصل دوم

حضرت ابوبکر کا مرض الموت میں حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا اور اسے
سے پیشتر آپ کے مرض کے سبب سے کا بیان ہے ۔

سیف اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم حضرت ابوبکر کی موت کا سبب بن گیا ۔ جس کے
باعث آپ کا جسم کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا ۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی
اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حرث ابن کلاء
خنزیرہ کھا رہے تھے جو حضرت ابوبکر کو بلور ہدیہ کے بھجوا گیا تھا ۔ حرث نے
حضرت ابوبکر سے کہا اے خلیفۃ الرسول ، کھانے سے ہاتھ اٹھا لیجئے ۔ خدا کی
قسم اس میں وہ نہ ہرٹایا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارا کام تمام کر دے گا ۔ اور
میں اور آپ ایک ہی دن مرجائیں گے ۔ اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھالیا
اس کے بعد یہ دونوں ہمیشہ بیمار رہے ۔ اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی
دن اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ اور حدیث

اثبت احدنا علیک نبی اے اہل اپنی جگہ پر قائم رہ ۔ تیرے اوپر ایک
وصدیق و شہیدان : نبی ، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں ۔

لے خنزیرہ ، اور بعض روایات میں خنزیرہ کا لفظ آیا ہے ۔ خنزیرہ آتے میں دو روایا چربی ملا کر کھیا
جاتا ہے ۔

اسکے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت ابوبکر کا اخص وصف آپ کا صدیق ہونا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور جسے میں وصف شہادت پر اشتراک کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف نبوت ہی بیان کیا ہے۔ جو آپ کا اخص وصف ہے وگرنہ خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہر خورانی سے ہوئی تھی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے مرض الموت میں صراحت کی ہے کہ یہ خیبر میں کھانا کھانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ کھانا بار بار آپ پر حملہ آور ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنٹیں کٹ گئیں۔

واقعی اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جمادی الآخرہ کے سات دن گذر چکے تھے کہ حضرت ابوبکر نے سو مواری کو غسل کیا جس سے آپ کے مرض کا آغاز ہوا۔ یہ دن نہایت سرد تھا۔ آپ کو پندرہ روز تک بخار آتا رہا۔ آپ نماز کیلئے مسجد بھی نہیں جاسکتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۲ جمادی الآخرہ ۳۱ھ کو منگل کے روز تریستھ سال کی عمر میں پائی۔

واقعی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی طبیعت جب بوجھل ہو گئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بلایا اور فرمایا مجھے عمر بن خطاب کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ جس امر کے بارے میں مجھ سے دریافت فرما رہے ہیں۔ آپ اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر نے کہا، اگر یہ بات اسی طرح ہے تو آپ بھی بتائیے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا خدا کی قسم آپ عمر کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلا کر ان سے حضرت عمر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا آپ ان کے متعلق ہم سے بہتر جانتے

ہیں۔ پھر کہنے لگے اے اللہ میرا علم ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین و انصار سے بھی مشورہ کیا اسید نے کہا، میں انہیں آپ کے بعد بہتر آدمی سمجھتا ہوں۔ وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور جو شخص بھی اس امر (خلافت) کا متوکی ہوگا، وہ ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہوگا۔ اسی اثناء میں بعض صحابہ آپ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ سے کہا جب اللہ تعالیٰ آپ سے حضرت عمر کو ہم پر والی بنانے کے بارے پوچھے گا تو آپ کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کو اس کی سختی کا اچھی طرح سے علم ہے۔ تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا تو مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے۔ میں اُسے کہوں گا اے اللہ میں نے اس شخص کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو سب سے بہتر تھا۔ میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور فرمایا کہ کھو !

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابو بکر بن ابی قحظہ نے دنیا کو چھوڑتے وقت یہ آخری مہم کیا اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے یہ اس کا پہلا مہم ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور کاذب بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے اس کی سمع و اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ اس کے رسول اور اس کے دین کے بارے میں کسی کو تاہی سے کام نہیں لیا۔ نیز اپنا اور تمہارا بھلا چاہئے میرا علم ذلن اس کے بارے میں یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا۔ اگر

وہ ایسا نہ کرے تو ہر آدمی اپنے کئے کا پھل پائے گا۔ میرا ارادہ بھلائی کا ہے
میں کوئی غیب دان نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس
مقام کی طرف لوٹتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے اس تحریر پر ہر لگانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے حضرت
عثمان کو حکم دیا کہ وہ اس ہر شدہ تحریر کو باہر لے جائیں، تو لوگوں نے آپ کی بیعت
کی۔ اور آپ سے راضی ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بلا کر
آپ کو وصیت کی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ تو حضرت ابو بکر نے ہاتھ اٹھا
کر دُعا کی۔ اے اللہ میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے واسطے ایسا
کیا ہے مجھے ان کے بارے میں فتنہ کا خوف دامن گیر ہے۔ میں نے ان
کے متعلق جو کچھ کیا ہے تو اسے مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے
میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور قوی آدمی کو جو ان کی ہدایت
کا بڑا خواہشمند ہے، خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ میری موت کا وقت قریب آگیا
ہے۔ پس آپ ان کے نگران ہیں۔ کیونکہ وہ آپ ہی کے بندے ہیں۔ انکی
پیشانیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کی اصلاح فرما اور اسے اپنے خلفائے
راشدین میں بنا۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ تین
آدمی سب سے زیادہ صاحب فراست ہیں۔ حضرت ابو بکر جب آپ نے حضرت
عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی بیوی جب اس نے کہا کہ اس شخص کو نزدیک
پر رکھئے جو قوی اور امین ہو اور عزیز مصر جب اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے
میں فراست سے کام لے کر اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرتا کہتے کہ سلیمان

بن عبد الملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ جب اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ مقرر کیا۔

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی طبیعت خراب ہو گئی تو آپ نے درتپکے سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفۃ الرسول ہم راضی ہیں۔ حضرت علی نے کھڑے ہو کر کہا ہم عمر کے سوا کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا وہ عمر ہی ہیں۔

ابن سعد نے شداد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلی بات یہ کہی اے اللہ میں سخت گیر ہوں۔ مجھے نرم کر دے۔ میں کمزور ہوں مجھے طاقتور بنا دے۔ میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔ زہری کہتے ہیں حضرت عمر حضرت ابوبکر کی وفات کے روز خلیفہ بنے اور آپ نے خلافت کا حق ادا کر دیا۔ آپ کے دور خلافت میں اس قدر فتوحات ہوئیں۔ جن کی فیر بعد کے خلفاء کے زمانے میں نہیں ملتی۔ شام عراق، فارس، روم، مصر، اسکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گزشتہ سات احادیث میں جو خلافت صدیق پر دلالت کرتی ہیں۔ اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ان احادیث کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے حضرت ابن عمر اور حضرت ابوسہریرہ سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر ڈول کھینچتے دیکھا۔ میں نے اس سے اتنا پانی نکالا جتنا خدا نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابوبکر نے لے لیا تو انہوں نے بھی ایک دو ڈول نکالے مگر آپ کے نکالنے میں کچھ کمزوری پائی جاتی تھی۔

اللہ آپ کو معاف فرمائے پھر عمر پانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا
میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس طرح کام کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں
تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔ علماء نے یہ بھی
کہا ہے کہ اس خواب میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کی طرف اشارہ پایا
جاتا ہے اور یہ بھی کہ حضرت عمر کے زمانے میں بے شمار فتوحات ہوئی اور اسلام
کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

اے یغری فریہ یا، کی تشدید کے ساتھ، اس کے معنی ہیں: اچھی طرح کام کرنا یا اچھی طرح قطع
کرنا۔ اور اسے یا، کی تخفیف اور راء کے سکون سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ مگر امام خلیل
نے اسکو ثقیل بنانے سے انکار کیا ہے۔

۳۱۸ فصل سوم

اسے باتے کے بارے میں کہ آپ نے خلیفۃ الرسول کی بجائے
اپنا نام امیر المومنین کیوں رکھا۔

عسکری نے الدلائل میں، طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن
شہاب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر علیہ السلام
بن ابی خثیمہ سے پوچھا کہ وہ ابوبکر کے زمانہ میں کس وجہ سے من خلیفۃ رسول اللہ
لکھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ انہوں نے من خلیفۃ لکھا۔ پس وہ
کون شخص ہے جس نے سب سے پہلے من امیر المومنین لکھا۔ انہوں نے جواب دیا
کہ مجھ سے ایک ہاجر خاتون الشفانہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر من خلیفۃ
رسول اللہ کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر من خلیفۃ رسول اللہ
لکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ دو بہادر
آدمی میرے پاس بھجوا دیے جائیں۔ میں ان سے عراق اور اہل عراق کے متعلق
پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھجوا دیا۔ وہ مدینہ
آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کو دیکھا
تو ان سے کہا آپ ہیں امیر المومنین کے ہاں حاضری کی اجازت لے دیں، تاکہ
حضرت عمرو بن العاص نے کہا خدا کی قسم تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن
العاص نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین، حضرت

عمر نے کہا اس نام میں آپ کو کیا راز معلوم ہوا ہے۔ جو تو نے کہا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کر، تو انہوں نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ اس وقت سے یہ نام لکھا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ لبید اور عدی نے خود حضرت عمر کو یہ الفاظ کہے، حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہتے ہیں سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو امیر المومنین کہا۔ ابن عساکر نے معاویہ بن قمرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر کے زمانہ میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے انہیں خلیفہ خلیفۃ رسول اللہ کہنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر نے کہا یہ تو بہت لمبا نام ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں! ہم نے آپ کو اپنے آپ پر اپنا امیر بنایا ہے اور آپ ہمارے امیر ہیں۔ فرمایا ہاں میں تمہارا امیر ہوں۔ اور تم مومن ہو تو آپ نے امیر المومنین کے الفاظ رکھے۔ اور یہ بات حضرت عبداللہ بن جحش کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں آیا ہے کہ وہ اپنے اس سر پہ میں تھے جس میں سے یسٹلونک من الشہر المحرم قتال فیہ کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپ کو امیر المومنین کہتے تھے۔ کیونکہ یہ ایک خاص تسمیہ ہے۔ اس وقت زیر بحث موضوع یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المومنین رکھا۔ حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلافت کی رو سے اپنا یہ نام رکھا۔ لے

اے سیوطی نے المصباح الوہاب میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت اسامہ کو شامیوں کے ایک لشکر پر امیر مقرر کیا تو صحابہ ان کو امیر المومنین کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت عمر بھی انہیں امیر المومنین کہہ کر سلام کہتے تھے پھر خلفاء نے اس لقب کو اپنایا۔

باب پنجم

حضرت عمر کے نقائل اور خصوصیات کا بیان ہے۔ اسے بابے
میں کئی فصلیں ہیں۔

فصل اوّل

آپ کے قبول اسلام

ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا
اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ آپ اشرف قریش میں سے تھے۔ اور ان کی
سفارت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ جنگ کے مواقع پر قریش آپ ہی
کو پیامبر بنا کر بھیجتے۔ اور جب کوئی قریش پر اظہارِ مفاخرت کرتا تو آپ ہی کو
مقابلہ کیلئے بھجوا دیا جاتا۔ آپ چالیس یا اسیالیس یا پچاسالیس مردوں اور گیارہ
عورتوں یا تیس عورتوں کے بعد اسلام لائے مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی
ہوئی۔ اور آپ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اسلام غالب آگیا۔
ترمذی نے حضرت ابن عمر اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت

انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اللہم اعز الاسلام باحب اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام
 ہذین الرجلین الیک بعدہ دونوں میں سے جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے
 بن الخطاب ادبائی جھلے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔
 ابن ہشام ::

اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے اور طبرانی نے حضرت ابو بکر
 اور حضرت ثوبان سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 اللہم اعز الدین بعمر بن الخطاب اے اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے خاص طور
 الخطاب خاصتے :: پر دین کو عزت دے۔

اور احمد نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی
 جستجو میں نکلا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے مسجد میں جا چکے ہیں۔ میں آپ کے
 پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورہ حاقہ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن کریم کی ترتیب
 سے حیرت میں پڑ گیا۔ اور قریش کی طرح اسے شعر کہنے لگا۔ جب آپ نے یہ آیت
 انه لقول رسول کریم وما هو کہ یہ معزز رسول کا کلام ہے کسی شاعر کا قول
 بقول شاعر قلیلا ما تو منون نہیں۔ تم اس پر کم ہی ایمان لائے ہو۔

تو میرے دل میں اسلام پوری طرح روح بس گیا۔ اور ابن ابی
 شیبہ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کی پہلی
 وجہ یہ ہوئی کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن المنیٰ کو مارا۔ پھر میں گھر سے
 نکل کر کعبے کے پردوں میں پھپھ گیا۔ اتنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 آکر کمرے میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کر دی جب آپ واپس تشریف
 لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز سنی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی

تھی۔ جب آپ باہر نکلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے فرمایا اکون
ہے۔ میں نے کہا عمر، آپ نے فرمایا اے عمر تو مجھے نہ دن کو چھوڑتا ہے اور نہ
رات کو۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں ڈرا کہ آپ مجھ پر بددعا کریں گے۔ میں نے
کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول
ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر اس بات کو پوشیدہ رکھ۔ میں نے کہا اس ذات
کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اسلام کا ایسے ہی اعلان
کروں گا۔ جیسے آپ نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

ابو بکر، بیہقی اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت
عمر تلوار لٹکائے نکلے تو بنی زہرہ کا ایک آدمی آپ سے بلا۔ اس نے کہا، عمر کہا
کا ارادہ ہے۔ کہنے لگے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنا چاہتا ہوں،
اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے
کیسے محفوظ رہیں گے۔ عمر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے اس
نے کہا کیا میں آپ کو ایک تعجب خیز بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تیری بہن اور
تیرا بہنوئی تیرا دین چھوڑ کر صابی ہو چکے ہیں۔ عمران کے پاس آئے اور ان کے
پاس حضرت خباب موجود تھے۔ حضرت خباب کو جب عمر کا پتہ چلا تو وہ گھر میں
چھپ گئے آپ نے گھر میں داخل ہو کر کہا آپ آہستہ آہستہ کیا کہہ رہے تھے۔ وہ
اس وقت سورہ طہ پڑھ رہے تھے۔ آپ کے بہنوئی اور بہن نے کہا ہم آپس
میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا شاید تم صابی ہو چکے ہو۔ آپ کے
بہنوئی نے کہا اے عمر اگر حق آپ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں ہو
تو پھر آپ کا خیال کیا ہے۔ اس پر حضرت عمران پر بھٹے اور سائیں بڑی طرح
رگیدا۔ آپ کی بہن نے آپ کو اپنے خاوند سے ہٹانا چاہا تو آپ نے تھپڑ مار کر

بہن کے چہرے کو لہو لہان کر دیا۔ آپ کی بہن نے بھی بیچر کر کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو آپ پڑھ رہے تھے۔ آپ کی بہن نے کہا آپ پلید ہیں اور اسے پاک آدمی کے سوا کوئی نہیں پھوسکتا۔ جاؤ جا کر نہاؤ۔ پھر وضو کرو۔ حضرت عمر نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور پڑھنے لگے۔ طے ما انزلنا عیدک القرآن لتشتقی یہاں تک کہ آپ نے انی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبد فی واقم الصلوٰۃ لذكوری تک پڑھا۔ پھر کہنے لگے مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے۔ اور کہا، عمر تمہیں خوشخبری ہو۔ مجھے ایسا ہے کہ تو حضور علیہ السلام کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ نے جمعرات کی شب کو کی تھی کہ اے اللہ تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

حضور علیہ السلام اس گھر میں تھے جو مفا کے دامن میں ہے۔ عمر جب اس گھر پر آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر لوگوں کو پایا حضرت حمزہ نے کہا یہ عمر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اس سے مصلحتی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا۔ اور اگر ایسا نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے معمولی بات ہے۔ حضور علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے اور عمر کے پاس پہنچ کر اس کے کپڑوں اور تلوار کے پیرتے کو اچھی طرح پکڑ کر کہا اے عمر تو کس خیال میں ہے۔ کیا تو پتا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ عمر نے کہا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بزرگ طبرانی ، البرہم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں خود بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت میں سب سے سخت آدمی تھا۔ ایک گرم درپر کو میں مکہ کے ایک راستے پر گھوم رہا تھا کہ ایک آدمی مجھے بلا اور اس نے کہا اے ابن خطاب تو اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ مگر اسلام آپ کے گھر میں داخل ہو چکا ہے میں نے کہا کیسے ، اس نے کہا تیری بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے وہاں سے غضبناک حالت میں واپس آکر بہن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا کون ہے۔ میں نے کہا طرا تو وہ دروازہ چھپ گئے۔ وہ ایک صحیفہ پڑھ رہے تھے۔ جسے وہ وہیں چھڑ گئے یا قبول گئے۔ میری بہن نے آٹھ کر دروازہ کھولا۔ میں نے کہا اے اپنی جان کی دشمن کیا تو صابی ہو گئی ہے؟ اور میرے : میں کوئی چیز تھی جو میں نے بہن کے سر پہ دے ماری۔ جس سے خون بہہ پڑا۔ اور اس نے روتے ہوئے کہا اے ابن خطاب جو تیرا جی چاہے کر گذر۔ میں صابی ہو چکی ہوں کہنے لگے میں اندر داخل ہو کر چار پائی پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس صحیفہ کی طرف دیکھ کر کہا یہ کیا ہے۔ مجھے پکڑا رہے تھے تو میری بہن نے کہا تو اس کا اہل نہیں ہے تو تو جنابت سے پاک نہیں اور اس کتاب کو پاکیزہ آدمیوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں ان سے اصرار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ پکڑا دیا۔ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جب میں پڑھتے پڑھتے اللہ کے کسی نام پر سے گذرتا تو مجھے اس سے خوف آتا۔ پھر میں صحیفہ کو رکھ دیا اور اپنے آپ پر غور کرنے لگا۔ پھر میری بہن نے وہ صحیفہ مجھے دیا تو اس میں لکھا تھا۔ سبوح للہ ما فی السموات وما فی الارض ، تو میں ڈر گیا۔ میں نے آمنوا باللہ ورسولہ تک پڑھا تو میں نے کہا اشہدان لا الہ الا اللہ،

پس لوگ میری طرف دڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا تجھے خوشخبری ہو کہ حضور علیہ السلام نے سو مواری کو دعا کی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت دے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور علیہ السلام صفا کے دامن میں اپنے گھر میں قیام پذیر ہیں۔ میں نے جاکر دروازہ کھٹکھٹایا تو لوگوں نے کہا کون ہے میں نے کہا ابن الخطاب! وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق میری شدید عداوت کو جانتے تھے۔ اس لئے کسی نے دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کی۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا دروازہ کھول دو۔ دو آدمیوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑ کر حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا اسے چوڑ دو۔ پھر آپ نے مجھے تمیص کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا۔ اے ابن الخطاب اسلام قبول کر۔ اے اللہ اسے ہدایت دے تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی مسلمان چپ چپ کر دن گزار رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو مار پڑ رہا ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی۔ تو میں اپنے ماموں ابو جہل کے پاس گیا وہ سردار آدمی تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا ابن الخطاب جو صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کر اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ پھر میں تریش کے ایک بڑے آدمی کے پاس گیا۔ میں نے اُسے بلا کر وہی بات کہی جو اپنے ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا۔ اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مسلمانوں کو زور و کوب کیا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں تو ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو تیرے اسلام قبول کرنے کا علم

ہو جائے۔ میں نے کہا ہاں! اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو فلاں آدمی کے پاس جانا جو کسی راز کو چھپا نہیں سکتا۔ اسے کہہ دینا کہ میں صابی ہو گیا ہوں وہ راز کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں سے بیٹھ چکے تھے۔ تو میں نے اسے کہا کہ میں صابی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کیا تو نے یہ اقدام کر لیا ہے۔ میں نے کہا ہاں! تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ ابن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ لوگ دوڑ کر میری طرف آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں انہیں مارتا تھا۔ میرے ارد گرد لوگ جمع ہو گئے۔ تو میرے ماموں نے کہا۔ یہاں لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں۔ اُسے بتایا گیا کہ صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارہ بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رُک گئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو مار پٹے اور میں بچا رہوں۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا مجھے آپ کی پناہ کی ضرورت نہیں۔ پس میں ہمیشہ ہی مارتا اور مار کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔



۳۲۷ فصل دوم

آپے کا نام فاروقے رکھنے کے بیان سے

ابونعیم نے الدلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا۔ تو آپ نے جواب دیا۔ حضرت حمزہ مجھ سے تین دن پہلے اسلام لائے۔ میں مسجد کی طرف گیا تو ابو جہل آپ کو برا بھلا کہنے کیلئے جلدی سے آپ کی طرف گیا۔ آپ نے حضرت حمزہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی طرف آئے۔ جہاں قریش حلقہ بناٹے بیٹھے تھے۔ اور ابو جہل بھی وہیں بیٹھا تھا۔ آپ نے ابو جہل کے سامنے ہو کر کمان پر ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا۔ ابو جہل نے آپ کے چہرے سے معلوم کر لیا کہ ان کی نیت بخیر نہیں۔ اس نے کہا اے ابو عامر مجھے کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماری جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہہ پڑا۔ تو قریش نے جنگ اور خرابی کے ڈر سے اس معاملہ کو سلجھا دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں پھپھے ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا۔ میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا کیا تو اپنے آباؤی دین کو چھوڑ کر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار ہو گیا ہے۔ اس نے جواب دیا اگر میں نے ایسا کیا ہے تو اس نے بھی یہ کام کر لیا ہے۔ جو مجھ سے زیادہ تجھ پر حق رکھتا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے

اس نے کہا تیری بہن اور تیرا بہنوئی۔ میں گیا تو میں نے آہستہ سے آواز سنی
میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا یہ کیا ہے؟ ہمارے درمیان باتیں ہوتی رہیں
یہاں تک کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پکڑ کر مارا اور اسے لہو لہان کر دیا۔
میرا بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ سب کچھ تجھے ذلیل کرنے کیسے
ہو رہا ہے۔ میں نے جب خون دیکھا تو مجھے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے بیٹھ کر
کہا مجھے یہ کتاب دکھائیے۔ بہن کہنے لگی اس کو پاکیزہ آدمی کے سوا کوئی نہیں چھو
سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ صحیفہ دیا جس میں لکھا تھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے کہا یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔ طہ
ما انزلنا علیک القرآن لتشتقی سے لیکر لے الاسماء الحسنیٰ تک میں
نے پڑھا۔ تو میرے دل میں اس کی عظمت پیدا ہو گئی تو میں نے کہا۔ اس
کلام سے قریش جھاگتے ہیں۔ پھر میں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ بہن نے کہا وہ دارالرقم میں ہیں۔ میں نے دہاں
جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوگوں نے آواز سنی۔ حضرت حمزہ نے انہیں کہا، تمہیں
کیا ہو گیا ہے۔ کہنے لگے عمر آیا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو
اگر قبول اسلام کیلئے آیا ہے تو ٹھیک وگرنہ ہم اس کا کام تمام کر دیں گے۔ حضور
علیہ السلام نے بھی یہ بات سن لی تو آپ باہر نکلے۔ حضرت عمر نے کلمہ شہادت
پڑھا تو گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر لگایا۔ جسے مسجد والوں نے بھی
سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں میں
نے کہا پھر چھپنے کی کیا وجہ ہے تو ہم باہر نکلے۔ ایک صف میں بیٹھا اور
دوسری میں حضرت حمزہ۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ قریش نے جب مجھے اور
حمزہ کو دیکھا تو انہیں شدید صدمہ ہوا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ابن سعد نے ذکوان سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ سے کہا۔ حضرت عمر کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو جبریل نے نازل ہو کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والوں کو عمر کے اسلام لانے سے خوشی ہوئی ہے۔ اور بزار اور حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو مشرکوں نے کہا کہ آج ہم نصف رہ گئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین اور بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی معزز رہے ہیں۔ اور ابن سعد نے بھی ابن مسعود سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے کہ عمر کا اسلام لانا فتح ہے۔ اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے۔ ہم اس وقت تک بیت اللہ تک نہیں پہنچے جب تک عمر مسلمان نہیں ہوئے۔ اور جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کو مارا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے رستے کو چھوڑ دیا۔ ابن سعد اور حاکم نے عذیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور جب عمر شہید ہوئے تو اسلام کمزور ہوتا گیا۔ اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام کا اعلان کروانے والے عمر بن خطاب ہیں۔ اور ابن سعد نے حضرت مہیب سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آگیا اور اس کی طرف اعلان

رعوت دیا جانے لگی۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اور جو ہم سے درشتی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے۔

فصل ثالث

آپؐ کھ ہجرت کے بیان سے

ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ سے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ کے سوا سب لوگوں نے خفیہ ہجرت کی۔ آپؐ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی کمان کا ندھے پر رکھی۔ اور ہاتھ میں تیر لے کعبہ تشریف لائے۔ اشراف قریش معنی میں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیمؑ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپؐ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس آئے اور کہا تم پر چھکڑ ہو۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی مال اُسے ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس دادی کے پیچھے مل لے مگر کوئی آدمی آپؐ کے پیچھے نہ گیا۔ اور اس نے براہِ راست روایت کی ہے کہ سب سے پہلے ہاجر جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام کلثومؓ ہیں۔ پھر عمر بن خطابؓ ہمیں سواروں کے ساتھ آئے ہم نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پروگرام ہے۔ آپؐ نے کہا وہ میرے پیچھے پیچھے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام ابو بکرؓ کی معیت میں تشریف لے آئے۔

فصل چہارم

آپ کے فضائل کے متعلق

آپ کے فضائل کے متعلق چونتیس حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ بلکہ اکثر احادیث حضرت ابوبکر کے ذکر کے ساتھ مل کر بیان ہوئی ہیں۔ جو آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

۳۵ ویں حدیث

یہ حدیث ابھی بیان ہو چکی ہے۔

اللهم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب
عزت دے۔

۳۶ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب حضرت

عمر نے اسلام قبول کیا تو جبریل علیہ السلام آئے کہا اے عمر (صلی اللہ علیہ وسلم)
آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے ہیں۔

۳۷ ویں حدیث

یہ حدیث بھی ابھی بیان ہو چکی ہے کہ جب

حضرت عمر اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہم لعن ہو گئے ہیں۔ اور اللہ
تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یا ایہا النبی حسبک اللہ یعنی اسے نبی، اللہ اور تیرے پیروکار مومنین
ومن اتبعک من المومنین تجھے کافی ہیں۔

۳۸ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

بینا انا فائتم رایتنی فی الجنة میں نے نیند کی حالت میں اپنے آپ کو جنت میں
ذاذ امرأۃ تتوضأ الی جانب دیکھا۔ کیا دیکھا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے
تصو قلت لمن هذا القصر جانب و منوکر رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل
قالوا لعمرفذکرت غیرتک کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر کیلئے۔ تو
فولیت مدبراً فبکی وقال علیک مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی اور میں مڑ کر واپس
اُغار یا رسول اللہ آگیا۔ حضرت عمر رو کر کہنے لگے یا رسول اللہ میں
آپ پر غیرت کھاؤں گا۔

۳۹ ویں حدیث

احمد اور شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

رایتنی دخلت الجنة فاذا میں نے دیکھا کہ میں جنت میں گیا ہوں اچانک
اُنابا لرمی صواء امرأة ابی میں نے رمی صا میں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا اور
طلحة و سمعت خشفاً اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی۔ میں نے جبریل سے
اُمای قلت ما هذا یا کہا یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا یہ بلال ہے
جبریلے؟ قال هذا بلال پھر میں نے ایک سفید محل دیکھا۔ جس کے صحن
رایت قصراً أبيضاً ففناہ میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ میں نے کہا کہ یہ محل

جاریۃ فقلت لمن هذا القصر کس کے لئے ہے۔ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب
قالوا العمودین الخطاب فارتد کھے لئے۔ میں اُسے دیکھنے کی خاطر اندر داخل
ان ادخله انظر الیه فذکرت ہونا چاہتا تھا کہ مجھے آپ کی غیرت یاد آگئی۔
غیرتکث :

۴۰ ویں حدیث

شیخین نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

بینا انا نائم شربت یعنی اللبن میں نے خواب میں دودھ پیا اور اس کی تری میرے
حتی النظر الی الری بجری فی ناخول میں نظر آ رہی تھی۔ پھر میں نے اُسے
اظہاری ثم ناولته عمرو قالوا حضرت عمر کو پکڑا دیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول
فما اولته یا رسول اللہ قال اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے فرمایا
العلم :

۴۱ ویں حدیث

احمد شیخین، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید

مدری سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ
بینا انا قائم رایت الناس عرضوا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے
علی وعلیہم قمص فمنہما يبلغ پیش کیا جا رہا ہے وہ قمیصیں پہنے ہوئے ہیں
الشدی ومنہما يبلغ دون جو سینے تک پہنچتی ہیں۔ اور بعض اس سے بھی
ذلك و عرض علی عمرو علیہ اوپر رہتی ہیں۔ عمر کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا
قمیص یجوزہ قالوا فدا اولته وہ اپنی قمیص کو گھسیٹ رہے ہیں۔ صحابہ نے
یا رسول اللہ قال الدین : عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر

کیسے فرمایا دین ۔

اور حکیم ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ حضور آپ اسکی کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں تک اور بعض کی پنڈلیوں کے نصف تک ۔

آپ نے جو دین کا لفظ فرمایا ہے اس پر زہر اور پیش پڑھنا دونوں طرح جائز ہے ۔ اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان کیا گیا ہے ۔ اور قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کا وجہ یہ ہے کہ قمیص دنیا میں قابل پر وہ مقامات کو چھپاتی ہے اور دین انہیں آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر مکروہ کام سے روکتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے اور معجز کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قمیص کی تعبیر دین بیان کرنے کی یہ وجہ ہے کہ اس کی لمبائی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قمیص کے آثار اس کے بعد بھی رہیں گے ۔ اور ابن العربی کہتے ہیں ۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین جہالت کی کمزوری کو چھپاتا ہے ۔ جیسے قمیص بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیصیں سینے تک پہنچتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے محفوظ رکھتا ہے ۔ اور جو قمیص اس سے نیچے اور شرمگاہ تک چلی جاتی ہے ۔ اس کا فہم واضح ہی ہے ۔ جو شخص معصیت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا ۔ اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقویٰ میں گم ہے اور جو اپنی قمیص کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں بڑھ گیا ہے ۔ اور عارف بن ابی حمزہ نے بیان کیا ہے کہ حدیث میں لوگوں سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد ادا پر عمل پیرا ہونا اور نواہی سے اجتناب کرنا ہے

اور حضرت عمر کو اس معاملہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے کہ جو شخص قمیص کو اچھی یا بُری صورت میں دیکھے اس سے قمیص پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا۔ اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مثال ان مثالوں میں سے ہے۔ جو نیند میں قابل تعریف اور بیداری میں شرعاً قابل مذمت ہے۔ یعنی قمیص کا گھسیٹنا کیونکہ قمیص کے بارے میں وعید آئی ہے۔

۴۲ ویں حدیث

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب سے فرمایا کہ
والذی نفسی بیدۃ مالئیک قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری
الشیطان سالکنا قضا الا جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے
سلاک فجاء غیثاً ۛ گا جس پر تو چل رہا ہے۔ بلکہ دوسرا راستہ
کو اختیار کرے گا۔

۴۳ ویں حدیث

احمد اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے اور احمد

مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
لقد کان فیما قبلکم من الامم تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے
ناس محدثون فان یکن فی اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر
امتی احد فاندہ عمر ۛ ہے۔

اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ میرا فلاں چیز کے بارے میں یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت آدمی آپ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ نے کہا میرا خیال اس شخص کے بارے میں غلطی کرتا ہے۔ یہ شخص جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا۔ اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اسے بلا کر یہ بات کہی تو اس نے کہا میں نے آج کی طرح کسی مسلمان کو اسے خوش آمدید کہتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا جو تو نے مجھے کہا ہے اس پر میں تجھے قسم دلوں گا۔ اس نے کہا میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ آپ نے فرمایا جو تیری جنتی جاہلیت میں تیرے پاس لاتی تھی میں اس سے متعجب نہیں ہوا۔ اس نے کہا ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آگئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا۔ تو اس نے کہا کیا تو نے جنات اور ان کے اطمینوں کو نہیں دیکھا۔

۴۴ ویں حدیث

احمد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے اور ابو

داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ذر سے اور ابوالعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے حضرت بلال اور حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

ان الله تعالى جعل الحق على اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل و زبان پر حق جاری لسان عمر و قلبہ ۛ کیا ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں گفتگو

ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا تو قرآن حضرت عمر کے بیان کے مطابق نازل ہوا

۲۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور حاکم سننے بیان کیا ہے اور

اسے عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے عصمت بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

لو کان بعدی نبی لکان عمرو اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب بن الخطاب ؛ ہوتا

طبرانی نے اسے حضرت سعید بن خدی وغیرہ سے بیان کیا ہے۔

اور ابن عساکر نے ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

۲۶ ویں حدیث

ترمذی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

انی لا نظروا لی شیاطین الجن میں جن و انس کے شیطانوں کو عمر سے جاکتے والانس قد فروا من عمرو دیکھ رہا ہوں۔

اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ

رایت شیاطین الانس و میں نے دیکھا کہ جن و انس کے شیطان عمر الجن قدروا من عمرو سے جاگ گئے ہیں۔

۲۷ ویں حدیث

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اول من یصلحہ الحق عمرو عمر پہلے شخص ہیں جن سے حق مسافہ کرے گا اور

اول من یسلم علیہ واول انہیں سلام کہے گا۔ اور انہیں ملحق سے پکڑ کر جنت

من یاخذ بید لا یدخلہ الجنة میں داخل کرے گا۔

یہاں معافہ سے مراد مزید انعام اور اقبال ہے۔ اور یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ابو بکر جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ ان دونوں حدیثوں میں سے یوں تطبیق دیا جائے گی کہ حضرت ابو بکر کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت عمر ہوں گے۔

۴۸ ویں حدیث

حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ذر سے بیان کیا

ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ
 اِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَمَرَ كِي زَبَانٍ پَر جَارِی كَر دِیَا هَے .
 عمر یقول به

۴۹ ویں حدیث

احمد اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا

ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ اللّٰهِ تَعَالٰی عَمَرَ كِي قَلْبٍ وَ زَبَانٍ پَر حَق قَائِم كَر
 عمر و قلبه دِیَا هَے .

اور ابن مینع نے اپنی مسند میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ
 جو اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت
 عمر کی زبان سے بولتی ہے۔

بزار نے حضرت ابن عمر اور ابو نعیم نے علیہ میں

۵۰ ویں حدیث

لے سکینت سے مراد، نفس کی طمانیت وغیرہ ہے۔ جیسے کہ الہام کا ملکہ اور معرفت۔

حضرت ابو ہریرہ سے اور ابن عساکر نے معب بن جثامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

عمر سواجہ اهل الجنة عمر اهل جنت کے چراغ ہیں ۔

بزار نے قدافہ بن مغنوں اور انس کے چچا عثمان بن مغنوں سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم

۵۱ ویں حدیث

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

هذا غلق الفتنة وأشار
ببدا الى عمرو لا يزال ينكم
وبين الفتنة باب شديد
الغلق ما عاش هذا بين
انظروكم
یہ فتنہ کو بند کرنے والی ہے اور اپنے ہاتھ سے عمر کی طرف اشارہ کیا جب تک عمر آپ لوگوں کے درمیان زندہ رہے گا آپ کے اور فتنوں کے درمیان مضبوطی سے دروازہ بند رہے گا ۔

طبرانی نے الاوسط میں اور حکیم نے نوادر الاصول اور الفیاء میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا

۵۲ حدیث

سہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا
أتدري السلام وأخبره
ان غضبه عذو رضاء حكم
عزت اور رضا حکم ہے ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے پاس جبریل نے آکر کہا ۔ عمر کو سلام کہہ دیجئے اور بتائیے کہ اس کی ناراضگی عزت ہے ۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

۵۳ ویں حدیث

ان الشيطان يفرق من عمر
شیطان عمر سے ڈرتا ہے ۔

احمد ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریق سے بیان

کیا ہے کہ

ان للشیطان لیفترق منک یا . اسے عمر شیطان کو تجھ سے ڈرتا ہے ۔

عمر

۵۴ ویں حدیث

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

آسمان کے تمام فرشتے ، عمر کی توفیر کرتے ہیں ۔

اور زمین کے تمام شیطان عمر سے ڈرتے ہیں ۔

ما فی السماء ملک الا وهو یوقر

عمور لانی الارض شیطان الا

وهو یفرق من عمر

۵۵ ویں حدیث

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور عمر پر خصوصاً

فخر کیا ہے ۔

ان اللہ با محی باهل عرفه

عامۃ وباحی بعمرو خاصۃ

اور طبرانی نے ابکیبیر میں بھی ابن عباس سے اس قسم کی حدیث بیان

کی ہے ۔

۵۶ ویں حدیث

طبرانی اور دیلمی نے حضرت فضل بن عباس سے

بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے کہ

میرے بعد عمر جہاں بھی ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا

طبرانی نے حضرت سعدیہ سے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

الحق بعدی مع عمر حیث کان

۵۷ ویں حدیث

ان الشیطان لم یلق عمر منذ عمر کے اسلام لانے کے بعد شیطان اُسے جہاں اسلام والاخر لوجہہ :- بھی ملا ہے منہ کے بل گرا ہے ۔

اور داؤد قطنی نے الافراد میں اس حدیث کو سدیہ من حفصہ کے طریق

سے بیان کیا ہے ۔

طبرانی نے حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

۵۸ ویں حدیث

قال لی جبیل لیبک الاسلام جبریل نے مجھے کہا کہ اسلام کو عمر کی موت پر رونا چاہیے ۔

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۵۹ ویں حدیث

فرمایا ہے کہ

من البغض عمر نقد البغضی جو عمر سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے
ومن احب عمر نقد احبنی و اور جو عمر سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے
ان اللہ باہی بالناس ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر
عشیۃ عرفۃ عامۃ رباعی عموماً اور عمر پر خصوصاً نازل کیا اور اللہ تعالیٰ نے
بمرحامۃ وانہ لم یبعث کوئی ایسا نبی نہیں جیسا جس کی امت میں محدث
اللہ نبیا الا کان فی امتہ محدث نہ ہوں اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو
وان یکن فی امتی منهم احدہم عمر ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ محدث
عمر قالوا یا رسول اللہ کیف کس طرح کا ہو سکتا ہے فرمایا اس کی زبان سے
امحدث قال تکلم الملائکۃ علی فرشتے نہ لیتے ہیں اور انہو حدیث کی اسناد
لسانہ انسان محض :- حسن ہے :-

۶۰ ویں حدیث

احمد اترندی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور
حاکم نے مستدرک سے روایت کی ہے کہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یا بلال ہم سبقتنی الی الجنة
ما دخلت الجنة قط الا سمعت
خشخشتك انا می فایت علی
قصور بع مشرف من ذهب
فقلت لمن هذا القصر
قالوا الرجل من العرب قلت انا عربی
لمن هذا القصر قالوا الرجل
من قریش فقلت انا من قریش
لمن هذا القصر قالوا الرجل
من امه محمد فقلت انا محمد
لمن هذا القصر قالوا الحمد
بن الخطاب

اے بلال تو مجھ سے پہلے جنت میں کیسے چلا گیا
جب کبھی میں جنت میں داخل ہوا میں نے تیری
حرکت کی آواز سنی۔ میں نے سونے کے ایک
چوکور اور بلند محل کے پاس آکر پوچھا یہ محل کس
کے لئے ہے لوگوں نے کہا ایک عربی آدمی
کے لئے ہے۔ میں نے کہا میں عربی ہوں۔ انہوں
نے کہا قریش کے ایک آدمی کیلئے ہے میں نے
کہا میں قریش میں سے ہوں۔ انہوں نے کہا
محمد کی امت میں سے ایک آدمی کیلئے ہے میں
نے کہا میں محمد ہوں۔ یہ محل کس کے لئے ہے
انہوں نے کہا عمر بن الخطاب کیلئے۔

۶۱ ویں حدیث

ابوداؤد نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا

لا تنسایا اخی من دعاک

اے میرے بھائی ہمیں اپنی دُعا میں نہ بھولنا
احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا

۶۲ ویں حدیث

یا اخی اشوکنا فی صالحہ دعاک

اے میرے بھائی ہمیں اپنی نیک دُعاؤں میں

ولاتنسنا :-

شامل رکھنا اور ہمیں نہ بھونا :-

۶۳ ویں حدیث

ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الصدق بعدی من عمری حیث کان :- میرے بعد سچ عمر کے ساتھ ہوگا۔

۶۴ ویں حدیث

طبرانی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عمومی و انام مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان :- میں عمر کے ساتھ اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد حق دہاں ہوگا جہاں عمر ہوگا :-

۶۵ ویں حدیث

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی مجموعہ میں سے حضرت انس سے اور احمد اور شعبین نے حضرت

جابر سے اور احمد نے حضرت بکر بن عبد ربیع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

دخلت الجنة فاذا انا بقصر من ذهب فقلت لمن هذا القصر قالوا الشاب من قریش فظننت انى انا هو فقلت ومن هو قالوا عمر بن الخطاب فلولا ما علمت من غيرتك لدخلته غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔

میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک سونے کے محل میں ہوں۔ میں نے پوچھا یہ قالوا الشاب من قریش فظننت انى انا هو فقلت ومن هو قالوا عمر بن الخطاب فلولا ما علمت من غيرتك لدخلته غیرت کا علم نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔

۶۶ ویں حدیث

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ما طلعت الشمس علی خیلو من عمر ۛ
عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا ۛ

۶۷ ویں حدیث

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان اللہ جعل الحق علی لسان
عمر و قلبہ و هو الفاروق
فوق اللہ بے بین الحق و
الباطل ۛ
اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے ۛ

۶۸ ویں حدیث

طبرانی نے عمت بن مالک سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

و یحک اذا مات عمر فان
استطعت ان تموت فمت ۛ
تیرا بڑا ہو جب عمر فوت ہو جائے تو تو اگر
مرنے کی استطاعت رکھے تو مر جانا ۛ

فصل پنجم

صحابہ اور سلف کے زبان سے آپ کے تعریفیے

ابن عباس نے حضرت صدیق سے بیان کیا ہے کہ مجھے زمین پر حضرت عمر سے زیادہ کوئی آدمی محبوب نہیں اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ سے مرض الموت میں کہا گیا کہ آپ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں اپنے رب کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں اُسے کہوں گا کہ میں نے ان کے بہترین آدمی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کرو۔ اور ہم اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت عمر کی زبان پر بولتی ہے۔ یعنی ان کی گفتگو سے اطمینان اور سکون ملتا ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر سے زیادہ غمگین اور سخی کوئی نہیں دیکھا۔

طبرانی اور حاکم حضرت ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روٹے زمین کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر کا علم ان کے علم سے بڑھ جائیگا

لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نوچے حضرت عمر کے پاس ہیں۔
 اور زبیر بن بکر نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ نہ ابوبکر
 نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے ابوبکر کو چاہا۔ مگر حضرت عمر کو دنیا نے چاہا لیکن
 آپ نے دنیا کو نہ چاہا۔ باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی خاطر اس پر پشت کے
 بل لیٹتے رہے۔ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر
 کے پاس گئے۔ اور وہ کپڑے میں پیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا آپ پر اللہ
 کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں پیٹے
 ہوئے شخص کے صحیفے میں جو آثار ہے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے
 یہ قول حضرت علی سے کئی طرق سے بیان ہوا ہے اور طبرانی اور حاکم نے ابن
 مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب سالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کرو۔
 عمر ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ کے دین کا ہم سے زیادہ فہم رکھنے
 والے ہیں۔

طبرانی نے عمر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے کعبہ الاحبار
 سے کہا آپ میری تعریف کیسی پاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا میں آپ کی
 تعریف لوہے کے سینگ کی طرح پاتا ہوں حضرت عمر نے پوچھا لوہے کے
 سینگ سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا ایسا سخت امیر جس پر اللہ کے دین
 کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا
 انہوں نے جواب دیا آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کو ظالم گروہ قتل کرے
 گا۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہوگا انہوں نے کہا پھر مصیبت آئے گی۔

احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ
 لوگوں پر عمر بن خطاب کی فضیلت چار باتوں کی وجہ سے ہے۔

بدر کے روز قید یوں کے ذکر کی وجہ سے آپ نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ الْآيَةَ**، حجاب کے ذکر کی وجہ سے آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو پرے کا حکم دیا۔ تو حضرت زینب نے آپ سے کہا اے ابن خطاب تو ہم پر غیرت کھاتا ہے جبکہ وحی ہمارے گھر میں نازل ہوتی ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا** الْآيَةَ اور حضور علیہ السلام کی اس دعا کی وجہ سے جس میں آپ نے کہا اے اللہ اسلام کی عمر کے ذریعے مدد فرما اور حضرت ابوبکر کے بارے میں رائے دینے کی وجہ سے آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

اور ابن عسا کر نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر کی امارت میں شیاطین پابند سلاسل ہیں اور آپ کی موت کے بعد وہ آزاد ہو گئے ہیں۔



فصل ششم

قرآن و سنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات

ابن مردودہ نے جاہد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور ابن عباس نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن میں ایسی باتیں بھی ہیں جو عمر کی رائے کے مطابق ہیں۔ اور اس نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں لوگ گفتگو کریں اور حضرت عمر بھی اپنی رائے کا اظہار کریں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو آپ کی موافقات بے شمار ہیں۔

۱-۲-۳۔ شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی، واتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی بیویوں کے پاس اچھے اور بُرے لوگ آتے ہیں اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ پردہ کر لیا کریں۔ تو آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں غیرت کی وجہ سے اکٹھی ہوئیں۔ تو میں نے کہا ممکن ہے اگر حضور علیہ السلام تم کو طلاق دے دیں تو ان کا رب انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے تو اسی کے مطابق آیت نازل

ہوئی ۔

۴ :- بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے ۔ یعنی بدر کے قیدیوں ، حجاب اور مقام ابلیس کے بارہ میں ۔

۵ :- شراب کو حرام قرار دینے کے بارہ میں ، اصحاب سنن اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمیں شافی بیان دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تحریم حکم نازل فرمایا ۔

۶ :- ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ میرے رب نے چار باتوں میں میری موافقت کی ہے جب آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین نازل ہوئی تو میں نے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین تو یہ آیت انہی الفاظ میں نازل ہوئی

۷ :- عبداللہ بن ابی کے قصہ میں صحیح بخاری میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے نماز جنازہ کے لئے بلایا گیا تو آپ اس کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو میں بھی اٹھ کر آپ کے سینہ کے پاس کھڑا ہو گیا ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ، کیا خدا کے دشمن ابن ابی پر آپ نماز جنازہ پڑھیں گے ۔ حالانکہ اس نے فلاں دن اس طرح کہا تھا خدا کی قسم ابھی غور اسی وقت گذرا تھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ولا تقبل علی احد منہم مات ابداً الایۃ

۸ :- استغفار کے قصہ میں ، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے خبر دی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے بکثرت استغفار کرنے لگے تو حضرت عمر نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا برابر ہے ۔ تو یہ

آیت نازل ہوئی ۔ سواء علیہم استغفرت لہم ام لہم تستغفر لہم الا یتہ ،
 ۹۔ بدر کی طرف خروج کیلئے مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں یہ واقعہ
 اس طرح ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے بدر کی طرف خروج کے
 بارہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عمرؓ نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت نازل
 ہوئی ۔ کہا اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین
 لکارھون الا یتہ

۱۰۔ قصر اُفک کے متعلق مشورہ طلب کرنے کے بارہ میں ، یہ واقعہ یوں
 ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے صحابہ سے قصر اُفک کے متعلق مشورہ طلب کیا
 تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا حضرت عائشہؓ کو کس نے آپ کی زوجیت میں دیا
 ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ اللہ نے ، تو حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ خیال کرتے ہیں
 کہ آپ کے رب نے اس معاملہ میں آپ کو اشتباہ میں رکھا ہو اسے وہ اس
 سے پاک ہے یہ تو ایک عظیم بہتان ہے ۔ تو آیت بھی اس کے مطابق نازل
 ہوئی ۔

۱۱۔ روزوں میں اپنی بیوی سے جماعت کے قصر میں ، اُحد نے اپنی سزد
 میں بیان کیا ہے کہ جب انتباہ کے بعد آپ نے اپنی بیوی سے جماعت کی
 آغاز اسلام میں ایسا کرنا حرام تھا تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ احل لکم لیلۃ العیام
 السرفت الی نساءکم ۔

۱۲۔ اللہ کے قول من کان عدواً الی آخوہ کے بارہ میں ابن جریر
 وغیرہ نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے ان میں سب سے زیادہ موافقت
 کے قریب وہ طریق ہے جسے ابن ابی حاتم نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے
 بیان کیا ہے ۔ کہ ایک یہودی حضرت عمرؓ سے ملا اور کہا کہ وہ بھرل جو آپ کے

دوست کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا من کان عدواً
للّٰہ و ملائکتہ و رسولہ و جبریل و میکال فان اللّٰہ عدو لکافرین ، تو
یہ آیت حضرت عمرؓ کی زبان سے نازل ہوئی ۔

۱۳۱ :- آیت فلا وربک لا یؤمنون کے بارہ میں ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ
نے ابی الاسودؓ سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ۔ جس
کے خلاف آپ نے فیصلہ دیا ۔ اس نے کہا ہم عمر بن خطاب کی طرف جاتے
ہیں ۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ دیا ہے ۔ اس نے کہا
ہم عمر کے پاس جاتے ہیں ۔ آپ نے کہا کیا یہ بات ایسے ہی ہے ۔ اس نے
کہا ہاں ، حضرت عمرؓ نے دونوں سے کہا میرے آنے تک دونوں اسی
جگہ ٹھہرے رہنا تو آپ تلوار لگا کر باہر نکلے اور اس شخص کو قتل کر دیا ،
جس نے کہا تھا کہ ہم عمر کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا بھاگ گیا اور جا کر رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا عمر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے آپ نے
فرمایا میں ایسا خیال نہیں کرتا کہ عمر ایک مومن کے قتل کی جرأت کرے ، تو
اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکولہ
نیما شجور بنہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً ما قضیت و یسلموا تسلیماً ،
تو اس آدمی کا خون رائیگاں چلا گیا اور حضرت عمرؓ اس آدمی کے قتل سے بُری ہو
گئے ۔

۱۳۲ :- داخل ہونے کیلئے اجازت طلب کرنے کے بارہ میں ۔ یہ واقعہ اس
طرح ہے ۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا ۔ آپ نے

کہا اسے اللہ اس طرح داخل ہونے کو حرام فرما تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

۱۵۔ ثلثہ من الاولین وثلثہ من الاخرین کے قول میں موافقت ہوئی۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر سے بیان کیا ہے اور اس کا قصہ سبب نزول میں بیان ہوا ہے۔

۱۶۔ اذان کے بعض حصوں میں آپ کی موافقت ہوئی۔ ابن عدی نے الکامل میں عبد اللہ بن نافع کے طریق سے بیان کیا ہے جو عن ابیہ عن ابن عمر سے منقول ہے کہ حضرت بلال اذان میں کہا کرتے تھے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ حی علی الصلوٰۃ، حضرت عمر نے انہیں کہا اس کے بعد کہا کرو، اشہد ان محمداً رسول اللہ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا، بلال لیے ہی کہا کرو۔ جیسے عمر کہتے ہیں۔ جس صحیح حدیث سے اولاً مشرودیت اذان ثابت ہوتی ہے وہ اسے رد کرتی ہے۔

۱۷۔ عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب من سالم بن عبد اللہ کے طریق سے بیان کیا ہے کہ کعب الاحبار نے کہا کہ آسمان کے بادشاہ کے مقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔ حضرت عمر نے کہا سولے اس کے جو اپنے آپ کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبار نے کہا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میرے میری جان ہے یہ بات تو تورات میں ہے تو آپ سجدہ میں گر پڑے۔

۱۸۔ سیوطی نے قطف الشمر فی موافقات عمر کے نام سے ایک نظم لکھی ہے اور تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ابو عبد اللہ الشیبانی نے اپنی کتب فضائل الامامین میں حضرت عمر کی اکیس موافقات لکھی ہیں۔ ان میں اشیخہ و اذینا کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔

فصل ہفتم

آپ کے کرامات کے بیان سے

۱:- بیہقی، ابونعیم، لاکاٹی، ابن الاعرابی اور خلیب نے نافع سے، انہوں نے حضرت ابن عمر سے اسناد حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر حضرت ساریہ کی سرکردگی میں بھیجا۔ ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ نے تین بار کہا اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس کے بعد لشکر کا پیغامبر آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین ہم شکست خوردگی کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ یہ بات اس نے تین بار کہی۔ ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے پاس تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔ اور ابن مردودہ نے میمون بن ہیران کے طریق سے، حضرت ابن عمرؓ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ کو کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ آپ نے فرمایا! اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو حیر و اطمینان بنایا۔ اس نے

ظلم کیا۔ تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تو حضرت علی نے انہیں کہا انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کا مطلب معلوم کریں گے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ اگر وہ اس کی طرف لوٹ جائیں تو انہیں ایک ہی طرف سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہاں سے گزر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سنی ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد فتح مکہ خوشخبری لے کر ایک آدمی آیا۔ تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس روز حضرت عمر کی آواز سنی اور ہم پہاڑ کی طرف لوٹ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصرت عطا فرمائی۔

ابونعیم نے عمر بن حارث سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے خطبہ چھوڑ کر دو یا تین بار یہ الفاظ کہے کہ ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ پھر آپ نے خطبہ دینا شروع کر دیا تو حاضرین میں سے ایک آدمی نے کہا اسے جنون ہو گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آکر کہا آپ نے لوگوں کو اپنے خلاف باتیں کرنے کا موقع دے دیا ہے آپ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے اسے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے جواب دیا قسم بخدا میں اس پر ضبط نہیں رکھ سکا میں نے انہیں ایک پہاڑ کے پاس جنگ کرتے دیکھا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آ رہے ہیں تو میں نے بے ساختہ کہا، ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تاکہ وہ پہاڑ کے دامن میں چلے جائیں۔ یہاں تک کہ ساریہ کا بیٹا میر خند

لے کر آیا کہ جمعہ کے دن دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو گیا۔ تو ہم نے ان سے جنگ کی جتنی کہ جمعہ کا وقت آگیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا۔ جس نے دو بار کہا کہ اسے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ اور ہم ہمیشہ ان پر غالب رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور انہیں مار دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف، کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس آدمی کو چھوڑ دو اسے کوئی عارضہ ہو گیا ہے۔

۲۔ ابو القاسم بن بشران نے، موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی سے کہا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا انگارا۔ آپ نے کہا تو کس کا بیٹا ہے اس نے کہا روشن شعلے کا۔ پوچھا تو کس خاندان سے ہے اس نے کہا جلن کے خاندان سے۔ آپ نے فرمایا تیرا گھر کہاں ہے اس نے کہا تپش میں۔ آپ نے پوچھا کیسی۔ اس نے جواب دیا شعلوں والی۔ آپ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ وہ جل چکے ہیں۔ وہ آدمی گھر گیا تو دیکھا اس کے گھر والے جل چکے ہیں۔ امام مالک نے ٹوطا میں اور دوسروں نے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔

۳۔ ابوالشیخ نے العلقمہ میں، قیس بن جراح کی سند سے اس شخص سے روایت کی ہے جس نے اس سے بیان کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو اہل شہر حضرت عمر بن العاص کے پاس اس وقت آئے جب آپ عجم کے ہینوں میں کسی دن

۴۔ اس روایت کو ابن جریر نے الاخبار المنثورہ میں اور ابن الکلبی نے الجامع میں بیان کیا ہے جیسا کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

داخل ہوئے۔ انہوں نے کہا اسے امیر چار سے ملانے دیا۔ نیل کی ایک رسم ہے آپ نے فرمایا وہ کیا۔ انہوں نے کہا جب اس پہننے کا گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نوخیز لڑکی کا اس کے ماں باپ کی موجودگی میں تقد کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں۔ اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات پہناتے ہیں۔ پھر اسے دیاے نیل میں پھینک دیتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام پہلے کی رسوم مٹا دیتا ہے۔

پس وہ اس رسم کی ادائیگی کیلئے تیار ہوئے اور نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا یہاں تک کہ انہوں نے اُسے جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضرت عمر بن العاص نے یہ بات دیکھی تو حضرت عمر کی طرف یہ بات بکھ بھیجی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رحوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنے خط کے اندر ایک رقعہ بھیجا اور حضرت عمرو بن العاص کو لکھا میں نے اپنے خط کے اندر ایک رقعہ تمہاری طرف بھیجا ہے اسے نیل میں پھینک دینا۔ جب حضرت عمرو بن العاص کے پاس خط پہنچا تو آپ نے رقعہ کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود بخود بہتا تھا تو اب نہ بہنا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے چلا تا تو میں خدا کے واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے رکھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ روز صلیب سے ایک روز پہلے نیل میں ڈال دیا تو بیچ لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک رات میں سولہ لاکھ تک چلا دیا ہے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم ختم کر دکھا ہے۔

۴۱۔ ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر کے

پاس کوئی آدمی حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کہتے تو آپ فرماتے اسے مت بیان کرو۔ پھر اسے حدیث سنا کر فرماتے اسے مت بیان کرنا۔ تو وہ آدمی آپ سے کہتا میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ برحق ہے۔ مگر آپ نے جو حکم مجھے دیا ہے کہ اسے مت بیان کرو۔ یہ غلط ہے۔

ابن عسا کر نے حسین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب بات کرتے وقت ہی سمجھ جایا کرتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔
 ۵۔ بیہقی نے الدلائل میں ہدایت الحموی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو سنگسار کر دیا ہے۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے، نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا اے اللہ ان لوگوں نے مجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پر معاملہ کو مشتبہ کر دے۔ اور جلد ہی ان پر یقینی نو جوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما۔ جو نہ ان کے اچھے آدمی کی بات کو قبول کرے اور نہ غلط کام سے درگزر کرے۔ این لہیعت کہتے ہیں اس وقت تک جہانچ پیدا نہیں ہوا تھا۔

اختتامِ پیرا کی سیرت کے متعلق چند باتیں

ابن سعد نے آصف بن قیس سے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے تو ایک لڑکی گزری۔ لوگوں نے کہا یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے آپ نے فرمایا نہ یہ امیر المومنین کی لونڈی ہے اور نہ یہ اس کے لئے جائز ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ہے ہم نے

کہا اللہ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا کچھ جائز ہے ؛ آپ نے فرمایا اللہ کے مال میں سے عمر کے لئے گرمیوں اور سردیوں میں ایک ایک قمیص ، حج اور عمرہ کے اخراجات ، میرے اور میرے اہل و عیال کیلئے قریش کے دریاں درجہ کے آدمی کی خوراک یعنی جائز ہے ۔ اور میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں ۔

ابن سعد اور سعید بن منصور وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے مال میں اسی قدر مقدار سمجھا ہے جتنا یتیم کا ولی اس کے مال میں حق رکھتا ہے ۔ اگر میں آسائش میں ہوں تو مال لینے سے بچتا ہوں ۔ اور اگر نادار ہوں تو معروف کی مطابق کھاتا ہوں ۔ اور اگر آسائش میں ہوں تو ادائیگی بھی کرتا ہوں ۔ دوا کے لئے مجھے شہد کی ضرورت ہوتی ہے ، بیت المال میں شہد کا ایک مرتبان ہے اگر تم مجھے اجازت دو تو میں لے لوں گا ۔ ورنہ وہ مجھ پر حرام ہوگی تو مسلمانوں نے آپ کو اجازت دے دی ۔

ایک مدت تک آپ نے بیت المال سے کھانے کے لئے کچھ نہ لیا تو آپ کو تنگ دستی نے آیا ۔ صحابہ نے آپ سے دریافت کیا تو فرمایا میں نے اپنے آپ کو اس مال میں مشغول کر لیا ہے ۔ میرے لئے اب اس مال سے لینا سبب نہیں تو حضرت علی نے کہا صبح اور شام کا کانا لے لیا کریں تو آپ نے لینا شروع کر دیا آپ کے حج کے سارے اخراجات سولہ دینار تھے ۔ اور اس کے باوجود آپ یہ کہتے تھے کہ ہم نے مال میں اسراف سے کام لیا ہے ۔

جب آپ سے حضرت حفصہؓ اور حضرت عبداللہ وغیرہ نے گفتگو کی کہ اگر آپ طیب کھانا کھاتے تو وہ آپ کو حق پر زیادہ قوی کرتا ، فرمایا کیا تم سب کی

یہی رائے ہے۔ انہوں نے جواب دیا ملاں فرمایا میں تمہاری غیر خواہی کو جانتا ہوں لیکن میں نے اپنے ساتھی کو ایک راستہ پر چھوڑا ہے۔ اگر میں ان دونوں کے رستہ کو ترک کر دوں تو میں ان کے مقام کو حاصل نہ کر سکوں گا۔

فرمایا لوگوں کو قحط نے آیا۔ اس سال آپ نے گھی اور گوشت نہ کھیا دوسری دفعہ جب کسی شخص نے آپ سے کھانے کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا، تیرا بڑا ہو میں اپنی پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں کھا جاؤں۔ اور ان سے فائدہ اٹھاؤں۔ آپ کا بیٹا عام گوشت کھا رہا تھا اسے فرمایا، انسان کے لئے یہی اسراف کافی ہے کہ وہ جو چاہے اسے کھالے۔ آپ خلیفہ ہونے کی حالت میں صوف کا ایسا جیبہ پہنتے تھے جس کو بعض جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے۔ اور آپ بازار میں اپنے کندھے پر ڈرہ رکھ کر گھومتے پھرتے تاکہ لوگوں کو ادب سکھائیں اور کچھور کی گٹھیاں اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت انس کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کی قمیص میں دونوں سے کندھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے۔ ابو عثمان الفہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ازار بند کو چمڑے کے پیوند لگے دیکھے ہیں۔ اور جب آپ نے حج کیا تو چادر کے نیچے سایہ حاصل کیا۔ چمڑے کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیتے۔ گریہ زاری کے باعث آپ کے چہرے پر درد خط بنے ہوئے تھے۔ جب آپ اس آیت سے گزرتے جو آپ ورد کرتے تو گر پڑتے۔ یہاں تک کہ کئی دن تک اس کی وجہ سے آپ کی عیادت کی جاتی۔ آپ زمین سے ایک تنکا پکڑتے اور فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا، کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا، کاش میری مال مجھے نہ جنتی۔ آپ ہاتھ میں اونٹ کے بال پکڑے ہوئے داخل

ہوتے اور فرماتے۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تیرے بارے میں پوچھا جاؤں اور اپنی گردن پر مشکیزہ اٹھا لیتے۔ پوچھا گیا آپ ایسا کیوں کرنے ہیں فرمایا میرے نفس میں کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کروں۔

حضرت انس کہتے ہیں رمادہ کے سال تیل کھانے سے آپ کے پیٹ میں ترلتر اٹھا آپ نے گھی کھانا اپنے نفس پر حرام کیا ہوا تھا۔ آپ نے انگلی سے اپنے پیٹ کو ٹٹولی کر کہا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ لوگوں کی حالت درست ہو جائے۔ اس سال آپ کا شک متغیر ہو گیا اور آپ چمڑے کی طرح ہو گئے۔ اور آپ فرمایا کرتے جو شخص مجھے میرے عیوب سے مطلع کرے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو کبھی غصے کی حالت میں نہیں دیکھا۔ جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا یا آپ کو اللہ سے ڈرایا جاتا یا کوئی آدمی آپ کے پاس قرآن پان کی آیت پڑھتا تو آپ اس کی مزدت سے اگا ہی حاصل کرتے۔ آپ اپنے پاس گوشت میں گھی ڈال کر لایا گیا۔ آپ نے دونوں کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا ان میں سے ہر ایک شائع ہے آپ کی ران شگی ہو گئی۔ تو اہل نبیوں نے ایک سیاہ داغ دیکھا تو کہا یہ وہ شخص ہے جسکی علامت ہمارے کتاب میں پائی جاتی ہے یہ ہمیں ہمارا زمین سے نکال دے گا۔ اور کعب ملا جبار نے آپ سے کہا ہم کتاب اللہ میں آپ کو جہنم کے ایک دروازے پر دیکھتے ہیں۔ جو لوگوں کو اس میں گرنے سے روکتا ہے۔ اور جب آپ مر جائیں گے تو قیامت تک لوگ اس میں داخل ہوتے رہیں گے۔ آپ نے اپنے گورنروں کو جن میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے حکم دیا کہ وہ اپنے اموال

کو نصف نصف کریں آپ نے نصف ان سے لے لیا اور باقی نصف ان کے پاس رہنے دیا۔ یہ سب واقعہ ابن سعد نے لکھا ہے اور عبدالمرزاق نے جابر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کے پاس عورتوں کی بدخلقی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا ہمیں بھی ایسے حالات سے واسطہ پڑتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ میں ضرورت پوری کرنے کا خواہشمند ہوتا ہوں۔ تو وہ مجھے کہتی ہے کہ تو تو فلاں جگہ فلاں کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے کیلئے گیا تھا۔ آپ سے عبد اللہ بن مسعود نے کہا، آپ کیلئے یہی بات کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سارہ کے خلق کی شکایت کی تو آپ کو جواب دیا گیا کہ یہ ٹیڑھی لیسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ جب تک آپ اس میں کوئی ایسی بات نہ دیکھیں جو دین میں جرم ہو آپ اس کو اسی حالت میں رہنے دیں۔ آپ کا بیٹا آپ کے پاس خوبصورت کپڑے پہن کر آیا تو آپ نے اُسے درختوں سے مارا۔ یہاں تک کہ وہ زور پڑا۔ پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ غرور کے باعث یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا ہے تو میں نے پسند کیا کہ اس کو چھوڑا بتا دوں اور خلیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان ایک مسجد میں الجھ پڑے۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے نے خیال کیا کہ اب کبھی یہ اکٹھے نہیں ہوں گے۔ مگر وہ نہایت احسن اور خوبصورت طریق سے الگ ہوئے۔

باب ششم

اسے باب سے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا تذکرہ ہوگا۔ نیز اس کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ اور اس کے اسے اسباب و مقدمات کا ذکر ہوگا۔ آپؐ نے حج سے واپس آکر شہادت پائی۔

حاکم نے مسیب سے بیان کیا ہے کہ جب آپؐ منیٰ سے نکلے اور ابلح میں پڑاؤ کیا تو آپؐ نے لیٹ کر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ میں عمر رسیدہ اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری رعایا منتشر ہو چکی ہے۔ مجھے اس حالت میں موت دے دے کہ نہ میں ضائع کرنے والا بنوں۔ اور نہ افراط کرنے والا۔ ابھی ذوالحجہ کا ہینہ نہیں گزرا تھا کہ آپؐ شہید ہو گئے۔

آپؐ سے حضرت کعب نے کہا اے مجھے قورات سے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ شہید ہو کر مارے جائیں گے آپؐ نے فرمایا جزیرہ عرب میں رہتے ہوئے میرے نصیب میں شہادت کہاں ہو سکتی ہے؟ بخاری نے آپؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے کہا اے اللہ مجھے اپنے رستے میں شہادت عطا فرما اور میری موت تیرے رسول کے شہر میں ہو۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرنے والے نے مجھے ایک یاد دہانے والے سے کہا میں سمجھتا

ہوں کہ میری موت آگئی ہے اور لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہیں کرے گا اگر مجھے جلد موت آگئی تو ان چھ آدمیوں کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ طے کر لینا۔ جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک راضی تھے ایک آدمی نے آپ سے کہا آپ عبداللہ بن عمر کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ فرمایا، اللہ تیرا برا کرے تو نے خدا کی خوشنودی کی خاطر یہ بات نہیں کہی میں اس شخص کو خلیفہ مقرر کروں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کے ایام میں طلاق دے دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا اُسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے۔

آپ نوجوان لڑکوں کو مدینے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے جو کوفہ کے گورنر تھے، آپ کو لکھا کہ ان کے پاس ایک نوجوان ہے جو لوگوں کے فائدے کے بہت سے اچھے کام جانتا ہے۔ جیسے آہن گری، نقاشی، تجارت اور چکی بنانا وغیرہ۔ آپ نے اُسے مدینہ میں داخلہ کی اجازت دے دی۔ اس کا نام ابو لؤلؤ تھا اور وہ مجوسی تھا وہ حضرت عمر کے پاس شکایت لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر روز چار درہم وصول کئے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹیکس کوئی زیادہ نہیں تو وہ غصے کی حالت میں واپس چلا گیا۔ اور لوگوں میں یہ بات پھیلا دی کہ وہ میرے سوا سب کے ساتھ انصاف کرتے ہیں، تو پورے عرصے کے بعد حضرت عمر نے اُسے پیغام بھیجا اور فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہر اسے پسائی کرے تو

اس نے ترش رو ہو کر حضرت عمر سے کہا . میں تیرے لئے ایسی چکی بناؤں گا جس کے بارے میں لوگ باتیں کیا کریں گے . جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے کہا اس غلام نے ابھو مجھے دھمکی دی ہے . اور واقعی وہ دھمکی تھی اس نے اپنے دل میں آپ کے قتل کی ٹھانی لی . ایک خنجر بنایا اور اسے تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا . جب حضرت عمر لوگوں کو نماز کے لئے جگانے کے واسطے نکلے آپ احرام سے پہلے لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا حکم دیا کرتے تھے تو ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کے قریب آکر اس خنجر سے آپ کے کندھے اور کولہے پر تین وار کئے . جس سے حضرت عمر گر پڑے آپ کے ساتھ تیرہ آدمی زخمی ہوئے جن میں سے چھ آدمی مر گئے . ایک عراقی آدمی نے اس پر کپڑا پھینکا . جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کر لی . حضرت عمر کو اٹھا کر ان کے گھر لے جایا گیا . سورج اس وقت چڑھنے ہی کو تھا حضرت عبدالرحمن بن عوف نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی . اس کے بعد حضرت عمر کو بندھا دیا گیا جو زخم کے راستے باہر نکل گیا . لیکن پتہ نہ چلا پھر لوگوں نے آپ کو دودھ پلایا . وہ بھی زخم کے راستے خارج ہو گیا . لوگوں نے کہا کوئی نکرہ نہ کریں حضرت عمر نے فرمایا اگر قتل ہونا کوئی نکرہ کی بات ہے تو میں قتل ہو چکا ہوں . اس پر لوگ آپ کا تعریف کرنے لگے . اور کہنے لگے کہ آپ اپنے مقام میں بے نظیر تھے آپ نے فرمایا : خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح نکلوں کہ میرے ذمے کسی کا کچھ نہ نکلے اور میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا . رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ کی صحبت میری سلامتی کا باعث ہوگی . حضرت ابن عباس نے آپ کی تعریف کی تو فرمایا اگر میرے پاس زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا ہوتا تو میں اس

خوف پر قربان کر دیتا جو نمایاں ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنائی۔ اور حضرت صہیب کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ اور ان چھ آدمیوں کو تین دن کی ہلت دی، آپ یدھ کے روز زخمی ہوئے جبکہ ۲۳ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور انوار کے روز آپ کو دفن کیا گیا۔ اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے روز سورج کو گرہن لگا اور جنات نے آپ پر نوحہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا میرے قرض کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ

لے حضرت عمر کی وفات پر سورج گرہن کی روایت کو طبرانی نے عبدالرحمن بنہ یسار سے روایت کیا ہے۔ نور الہدٰی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے۔ اس کے رجال ثقہ میں اور محب طبری نے حسن بن ابی جعفر سے ذکر کیا ہے۔ کہ زمین تاریک ہو گئی تھی اور بچے ماؤں کو پوچھتے تھے کہ کیا قیامت آگئی ہے تو وہ کہتی تھیں نہیں بیٹے۔ بلکہ عمر بن خطاب قتل ہو گئے ہیں۔ یہ ابن یسار کے بیان کا مفہوم ہے۔ ورنہ بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ لے جنات کے نوحے کا تذکرہ ابن سعد نے سلیمان بن یسار سے بیان کیا ہے۔ اور حاکم نے مالک بن دینار سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے تبالہ پہاڑ سے آواز سنی جو اشعار میں نوحہ کر رہی تھی۔

پر چھپا سی ہزار روپیہ قرض نکلا۔ فرمایا اگر آل ہر کا مال و ناکرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے۔ بصورت دیگر بنی عدسہ سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی۔ مگر آج میں انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہو۔ حضرت عبداللہ نے آکر بتایا کہ ام المومنین نے اجازت دے دی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ وصیت کریں اور خلیفہ مقرر کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان چھ آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت تک ان سے راضی تھے پھر آپ نے ان چھ آدمیوں کے نام لئے پھر فرمایا عبداللہ بن عمر ان کے ساتھ میٹنگ میں حاضر ہوا کرے گا۔ مگر خلافت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اگر بعد خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا اہل ہے ورنہ جو خلیفہ بنے وہ اس سے مدد لے۔

میں نے اُسے عجز اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔ پھر فرمایا میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل اصحاب سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی قسم کی باتیں تھیں۔ جب آپ وفات پا گئے۔ تو آپ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عائشہ کو سلام کیا اور کہا، عمر اجازت طلب کرتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں اندر لے آؤ، اندر لے جا کر آپ کو اپنے دوستوں کے پاس رکھ دیا گیا۔ جب آپ کے دفن سے فارغ ہو کر لوگ واپس ہوئے تو اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمن

نے کہا تین آدمیوں کو خلافت کے معاملہ میں نامزد کرو تو حضرت زبیر نے حضرت علی کا، حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن کا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا۔ پھر یہ تینوں الگ ہو گئے۔ تو حضرت عبدالرحمن نے کہا میں خلافت نہیں چاہتا تم دونوں میں سے کون اس امر سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اسے اس کے سپرد کریں۔ خدا کی قسم وہ اور اسلام جو ان میں حقیقتاً افضل اور امت کی بہتری کا خواہاں ہے اسے دیکھیں گے۔ اس پر حضرت علی اور حضرت عثمان خاموش ہو گئے تو حضرت عبدالرحمن نے کہا یہ معاملہ میرے سپرد کر دو۔ علی خدا کی قسم میں تم میں سے افضل کے بارے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا ہاں، آپ حضرت علی کو علیحدگی میں لے گئے۔ اور کہا آپ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت میں تقدم حاصل ہے۔ اگر میں آپ کو امیر بناؤں تو آپ عدل کریں گے اور اگر آپ پر امیر بنا دوں تو سبغ والماعت کریں گے آپ نے جواب دیا ہاں پھر آپ نے دوسرے آدمی کو علیحدگی میں بھی کچھ کہا جب دونوں سے پختہ عہد لے لیا تو آپ نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور حضرت علی نے بھی آپ کی بیعت کی۔ حضرت عثمان کی بیعت حضرت عمر کی وفات کے تین رات بعد ہوئی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ لوگ ان ایام میں اکٹھے ہو کر حضرت عبدالرحمن سے مشورہ کرتے تھے۔ اور کوئی صاحب الرائے خلوت میں کسی کو حضرت عثمان کے برابر نہ سمجھتا تھا۔ جب حضرت عبدالرحمن نے بیعت کیلئے بیٹھے تو حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان کے سوا کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی میں نے لوگوں میں نظر دوڑا کر دیکھا ہے

وہ کسی کو عثمان کے برابر نہیں سمجھتے۔ آپ اپنے خلاف الزام نہ لیں پھر آپ نے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہم سنت اللہ، سنت الرسول اور آپ کے بعد آپ کے دونوں خلیفوں کی سنت پر آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن نے آپ کی بیعت کی اور انصار و ہاجرین نے بھی۔ ابن سعد نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے وفات سے ایک گھنٹہ قبل ظلم انصاری کی طرف پناہ بھیجا کہ اصحاب شوریٰ کے گروپ کے ساتھ چپا س آدمی لے کر آجائیں۔ میرے خیال میں وہ ایک گھر میں اکٹھے ہوں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور کسی کو اندر داخل نہ ہونے دیں اور تیسرا دروازہ نہ گزرنے دیں کہ وہ اپنے میں سے ایک امیر بنالیں اور مسند احمد میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تم نے علی کو چور کر عثمان کی بیعت کیسے کر لی ہے۔ انہوں نے جواب دیا میرا اس میں کیا گناہ ہے میں نے علی سے آغاز کیا اور کہا کہ میں کتاب اللہ، سنت الرسول اور ابو بکر اور عمر کی بیعت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جس کی میں طاقت رکھوں۔ پھر میں نے یہی بات عثمان پر پیش کی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمن نے خلوت میں عثمان سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کے متعلق مشورہ دیں گے انہوں نے کہا علی کے متعلق اور علی سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے نہ بیکر کو بلا کر کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ انہوں نے کہا علی یا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے مسند کو بلا کر کہا آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ میں اور آپ تو خلافت

چاہتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا مشورہ دوں گا۔ پھر عبدالرحمن نے بڑے بڑے لوگوں سے مشورہ لیا تو اکثر کی خواہش کو حضرت عثمان کے حق میں پایا۔ ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا جو باقی رہ گئے ہیں ان سے ہمارا امیر بہتر ہے اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ ان سب روایات سے حضرت عثمان کی بیعت کی صحت اور صحابہ کا اس پر اجماع ثابت ہو گیا اور یہ بھی کہ اس بارے میں کوئی شبہ اور جھگڑا نہیں ہوا۔ اور حضرت علی بھی جملہ تابعین میں شامل تھے۔ اور آپ نے حضرت عثمان کی جو تعریف کی ہے وہ بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے حضور کے ساتھ جنگیں کیں اور حدود کو آپ کی موجودگی میں قائم کیا۔ ایسی بہت سی احادیث بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ وہ حضرت عمر کی خلافت کے بعد ہو گے۔ اس بگدان کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور عثمانی خلافت، حضرت عمر کی خلافت کی فرع ہے جو خلافت صدیق کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب و سنت کے دلائل ابو بکر کی خلافت کی حقیقت پر قائم ہیں۔ جس سے ان کا قیام خلافت عمر اور خلافت عثمان پر بھی لازم آتا ہے۔

اے باقلانی نے عبدالرحمن کے اس طریق کی صحت کے متعلق جو انہوں نے حضرت عثمان کی بیعت کیلئے اختیار کیا۔ یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں نے جن کے پیشرو صحابہ تھے کئی دن کے مشورہ کے بعد ان کو امین بنانے پر رضامند کا اظہار کیا۔ عبدالرحمن کے عظیم آدمیوں میں سے تھے۔ اور وہ اپنی سبقت اور علم اور زہد فی الخلافۃ کی وجہ سے خلافت کے حقداروں میں سب سے زیادہ موزوں تھے۔ اور لوگ انہیں

پس یہ بیعت درست اور خلافت برحق تھی۔ جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

پسند کرتے تھے اور جب عثمان نے اس کی آواز بلند کی۔ تو امت اس کی فرمانبرداری ہو گئی اور خلافت کو اس کے لئے پسند کیا اور انہیں امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا اس کے بعد کی جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ جھوٹ ہیں۔ اور حضرت علی کا آپ کے بیعت کرنا اس طرح نہیں جیسے شیعہ کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے تقیہ سے ایسا کیا تھا یہ ایک باطنی چیز ہے۔ جس سے ظاہر سے معلوم ہونیوالی چیز کو ترک نہیں کیا جاسکتا

باب ہفتم

آپ کے فضائل اور خوبوں کے بیان میں
اس میں کئی فصلیں ہیں

فصل اوّل

آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کے بارے میں

آپ قدیم الاسلام اور ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں حضرت
صدیق نے دعوت اسلام دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف
اور دوسری مدینہ کی طرف۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی
حضرت رقیہ سے شادی کی۔ ان کی وفات جنگ بدر کے دنوں میں ہوئی۔ آپ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ان کی تیمارداری کیلئے پیچھے رہ گئے
تھے۔ آپ کے لئے جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا۔ اس
لحاظ سے انہیں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔
جس روز حضرت رقیہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا اسی روز ایک آدمی

مسلمانوں کی کامیابی کی خوشخبری لے کر آیا پھر حضور علیہ السلام نے ان کی بہن ام کلثوم کو آپ کے ساتھ بیاہ دیا۔ حضرت ام کلثوم کی وفات ہجرت کے نویس سال میں ہوئی۔

علماء کہتے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کے سوا کسی اور آدمی کے ساتھ نبی کی دربیٹیاں بیاہی گئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابعین الاولین اور اول المہاجرین میں سے ہیں۔ اور انہی دس آدمیوں میں سے ایک ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔ اور ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جنہاں سے وفات کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راضی تھے اور آپ قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق نے بھی اسے جمع کیا تھا۔ حضرت عثمان کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے اسے مصحف میں موجودہ معروف ترتیب میں جمع کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے آپ کو غزوہ ذات الرقاع اور غطفان میں مدینہ پر امیر مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے۔ اور بے حد خوبصورت تھے۔

ابن عساکر نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے گوشت کی ایک پلیٹ دے کر حضرت عثمان کے گھر بھیجا۔ میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت رقیہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں ایک دفعہ حضرت رقیہ کے چہرے کی طرف اور دوسری دفعہ حضرت عثمان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جب میں واپس آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تو

ان دونوں کے پاس اندر گیا تھا میں نے کہا ہاں ! فرمایا کیا تو نے ان دونوں سے خوبصورت جوڑا دیکھا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں۔

اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب آپ اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ کو پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا۔ اور کہا تو اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو قبول کرتا ہے۔ جب تک تو اس دین کو نہیں چھوڑے گا اس وقت تک میں تجھے رٹا نہیں کروں گا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ اور نہ اس سے الگ ہوں گا۔ جب حکم نے دین میں آپ کی نچنگی کو دیکھا تو چھوڑ دیا۔ اور ابولعلی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان سب سے پہلے آدمی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنے اہل کے ساتھ ہجرت کی۔ اور ابن عدی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کو حضرت عثمان کے زوجیت میں دیا تو اسے فرمایا کہ تیرا خاوند تیرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تیرے باپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت مشابہ ہے۔

فصل دوم

آپ کے فضائل کے بیان سے

آپ کے فضائل کا تذکرہ حضرت ابو بکر کے فضائل کی احادیث میں گزر چکا ہے اور کچھ ایسی احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کو حضرت عمر کے بعد خلافت ملی۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ شیخین کے بعد آپ کا تمام امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو آپ اس کے برابر ٹھہرے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا دیا گیا۔

۱۔ شیخین نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۲۔ ابو نعیم نے علیہ میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں عثمان حیا کے اختیار کرنے میں سب سے سخت ہیں۔

۳۔ خطیب نے حضرت ابن عباس سے اور ابن مساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی خبر دی ہے کہ میں اپنی دو اچھی بیٹیوں یعنی رقیہ اور ام کلثوم کو عثمان سے بیاہ دوں۔

۴ :- احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان ایک حیادار آدمی ہے۔ میں ڈرا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اسے اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے گا۔

۵ :- احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا میں اس شخص سے حیادہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۶ :- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بڑا حیادار ہے۔ یہاں تک کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

۷ :- ابو نعیم نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان میری امت کا سب سے زیادہ حیادار اور کریم آدمی ہے۔

اے حضور علیہ السلام حضرت عائشہ کے بستر پر چادر اوڑھ کر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے آپ نے اسی حالت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دیدی مگر جب حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنے کپڑوں کو درست کیا اور حضرت عائشہ کو بھی ارشاد فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو درست کر لیں اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو اندر آنے کی اجازت دی حضرت عائشہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عثمان سے اس قدر کیوں گہمرائے تھے تو آپ نے انہیں یہ حدیث سنائی۔

۸ :- ابو نعیم نے حضرت ابی امامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان سب سے زیادہ حیا دار ہے ۔

۹ :- ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان حیا دار اور پردہ پوش آدمی ہے ۔ اور فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں ۔

۱۰ :- طبرانی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت لوط کے بعد عثمان پہلے آدمی ہیں جنہوں نے خدا کی خاطر اپنے اہل سمیت ہجرت کی ۔

۱۱ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت عثمان کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں ۔

۱۲ :- طبرانی نے ام عیاشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عثمان کے ساتھ ام کلثوم کی شادی آسمانی وحی کے مطابق کی ہے اے

۱۳ :- ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا اے عثمان یہ جبریل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم کو رقیہ کے مہر کے مثل پر تیری زوجیت

اے طبرانی نے اس حدیث کو اکبیر اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔ ذرا ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد حسن ہے جیسا کہ اس کے شواہد کو پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۔

میں دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ سلوک بھی ویسا ہی کرنا ہوگا۔

۱۴ :- احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے فرمایا کہ، اے عثمان اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین اس کے اتارنے کا ارادہ کریں تو اُسے نہ اتارنا۔ یہاں تک کہ تو مجھے آ ملے۔

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جو ظاہری طور پر آپ کی خلافت کی حقیقت پر واضح دلالت کرتی ہیں۔ حدیث میں قمیص سے کنایتہ خلافت الہیہ مراد لی گئی ہے۔

۱۵ :- ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

۱۶ :- ابن عساکر نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان جنتی ہے۔

۱۷ :- ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کا اس کی امت سے ایک خلیفہ ہوگا اور میرا خلیفہ عثمان بن عفان ہے۔

حضرت صدیق کے فضائل کی احادیث میں اس قسم کی حدیث حضرت صدیق کے حق میں بھی بیان ہوئی ہے اور یہ اس مشہور روایت کے منافی نہیں۔ جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیفہ بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔

۱۸ :- ترمذی نے حضرت طلحہ نے اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا جنت میں ایک

رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے ۔

۱۹ :- ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے آدمی جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جو آگ کے مستحق ہو چکے ہوں گے ۔

۲۰ :- طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ اور لوط علیہ السلام کی ہجرت کے درمیان کوئی فرق نہیں ۔

۲۱ :- بخاری نے ابو عبد الرحمن السلمي سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان محصور ہو گئے تو آپ نے محاصرین کو اوپر سے جھانک کر فرمایا ، میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے حبش العسرة کو تیار کیا وہ جنتی ہوگا تو میں نے اُسے تیار کیا ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو رومہ کے کنوئیں کو کھدوائے گا وہ جنتی ہے تو میں نے اُسے کھدوایا تو آپ کے قول کی سب نے تصدیق کی ۔

۲۲ :- ترمذی نے عبد الرحمن بن خباب سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حبش العسرة کی تیاری کی ترغیب دے رہے تھے ، اس وقت میں آپ کے پاس تھا تو عثمان بن عفان نے کہا یا رسول اللہ ایک سواونٹ عرق گیروں اور پالانوں سمیت خدا کی راہ میں دیتا ہوں ۔ پھر آپ نے ترغیب دلائی تو حضرت عثمان نے کہا یا رسول اللہ دو سواونٹ مع عرق گیروں اور پالانوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں آپ نے پھر ترغیب دلائی تو حضرت

عثمان نے کہا یا رسول اللہ تین سواونٹ مع عرق گیروں اور یالانوں کے خدا کی راہ میں دیتا ہوں اس کے بعد حضور علیہ السلام منبر سے اتر پڑے اور فرمایا عثمان اس کے بعد جو چاہے کرے اسے کوئی حرج نہیں

۲۳:- ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے عبدالرحمن بن سمرقہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ حضور علیہ السلام جب حبشہ العسرة کی تیاری فرما رہے تھے تو حضرت عثمان ایک ہزار دینار لے کر آئے اور آپ کے مجرہ میں انہیں بکھر دیا حضور علیہ السلام انہیں الٹنے پلٹنے لگے پھر فرمایا عثمان آج کے بعد جو کام کرے گا اس کا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

۲۴:- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے بیعت الرضوان کا ارشاد فرمایا اس وقت حضرت عثمان، حضور علیہ السلام کے ایلچی بن کر مکہ گئے ہوئے تھے۔ لوگوں نے بیعت کر لی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا عثمان خدا اور اس کے رسول کی حاجت میں لگا ہوا ہے تو آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا تو حضور علیہ السلام کا دست مبارک حضرت عثمان کے لئے دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا۔ اور حاجت کے لفظ کو اللہ کی طرف منسوب کرنا استغاثہ اور تمثیل کے طور پر ہے جیسا کہ علم بیان میں ملے ہو چکا ہے۔

۲۵:- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک نقتے کا ذکر کیا اور فرمایا اس میں عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارا جائے گا۔

۲۶:- ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے کعب بن مرس سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو ایک قریبی فتنے کا ذکر کرتے سنا تو ایک آدمی گذرا جو کپڑے سے منہ ڈھانپے ہوئے تھا آپ نے فرمایا اس وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا میں اٹھ کر اس آدمی کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان تھے میں نے آپ کی طرف اپنا منہ کر کے پوچھا یہ شخص، فرمایا ہاں۔

۲۷۷ :- ترمذی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یوم الدار کو فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں آپ نے اس بیان میں اس گزشتہ حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین اسے اتارنے کا ارادہ کریں تو اسے نہ اتارنا یہاں تک کہ توجھے آئے۔

۲۷۸ :- حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دفعہ جنت خریدی ہے۔ ایک دفعہ روہ کے کنویں کو کھود کر اور دوسری دفعہ حبش العسرة کو تیار کر کے۔

۲۷۹ :- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے عثمان خلق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۲۸۰ :- طبرانی نے عسمة بن مالک سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیٹی جو حضرت عثمان سے بیاہی ہوئی تھی فوت ہو گئی تو آپ نے فرمایا عثمان کو بیاہ دو اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان کو بیاہ دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کی شادی کی ہے۔

۲۸۱ :- ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان سے یہ فرماتے سنا اگر میرے چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے ساتھ بیاہ دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی ۔

۳۲ :- ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا اس نے کہا یہ شہید ہے جس کی قوم اسے قتل کر دے گی ۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں ۳۳ :- ابو یعلیٰ نے حضرت بن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فرشتے عثمان سے اسی طرح حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول سے کرتے ہیں ۔

ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس حضرت عثمان کی حیا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر کے اندر ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ نہانے کیلئے کپڑے اتاریں تو حیا کی وجہ سے وہ کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے ۔

۳۴ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان کی زندگی تک نیام میں بند کی ہوئی ہے جب عثمان قتل ہو جائے گا تو وہ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا ۔ اور پھر اسے قیامت تک نیام میں نہیں کرے گا ۔

اس حدیث میں عمرو بن فائد متفرد ہے جس کی منکر الحدیث

بھی ہیں ۔

فصل سوم

۳۸۲

آپ کے کارناموں، روشن فغاٹے، شہادتے،
مظلومیت اور فتنے سے ہدایت پر ہونیکے بیانیے سے

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عثمان مظلوم ہونے کی حالت
میں قتل ہوں گے۔ اس حدیث کو بغوی نے المسابیح من الحسان میں
بیان کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔ احمد نے اسے
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ
نے گھر میں شہادت پائی۔ آپ کے آگے قرآن پاک پڑا ہوا تھا
اور آپ کا خون اس آیت پر گرا۔ نسیکفیکم اللہ وهو السميع
العلیم۔

اور الشفاء میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ عثمان قرآن پاک کی تلاوت کے دوران شہید ہوں گے۔
اور خدا تعالیٰ اسے عنقریب ایک قمیص پہنائے گا۔ اور لوگ اسے
اتارنے کے خواہاں ہوں گے۔ اور اس کا خون خدا تعالیٰ کے اسے
قول پر رواں ہوگا۔ نسیکفیکم اللہ وهو السميع العلیم۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس کے الفاظ میں اس طرح
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عثمان تو سورہ
بقرہ پڑھتے ہوئے قتل ہوگا اور تیرے خون کا قطرہ نسیکفیکم اللہ

پر گرے گا۔ لیکن الذہبی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے یعنی توڑ پھٹا ہو گا سے آخر تک، لیکن وہ اخبار جن میں اصل قتل کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں جیسا کہ بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ کنوئیں والی حدیث میں جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ اور ابو بکر کے فضائل میں آئی ہے۔ اور اس حدیث صحیح میں جس میں حضور علیہ السلام نے فتنے کا ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس سے گزرا تو آپ نے فرمایا یہ مظلوم ہونے کی حالت میں قتل ہو گا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ آپ ۳۵ھ کے ایام التشریق کے وسط میں قتل ہوئے۔ اور حضرت زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی آپ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے متعلق وصیت کی تھی آپ بقیع میں حش کو کب میں مدفون ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جو اس جگہ دفن ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۸ ذوالحجہ کو جمعہ کے روز شہید ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذوالحجہ میں چودہ دن باقی رہتے تھے۔ آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔

ابن عساکر نے ایک جمیعت سے بیان کیا ہے کہ آپ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مہری ہے جسے حمار کہتے ہیں۔ اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بیان کیا ہے کہ محاصرہ کی حالت میں میں آپ کے پاس گیا۔ محاصرہ کا بیان آئندہ باب میں آئے گا۔ اور آپ سے کہا۔ آپ عامر الناس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ پر نازل ہو چکی ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جو بات چاہیں اختیار کر لیں۔ ان میں

سے ایک یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں۔ آپ کے پاس بی شمار آدمی اور طاقت ہے۔ پھر آپ حق پر ہیں۔ اور وہ باطل پر ہیں۔ یا آپ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں۔ وہ آپ کے خون کو ہرگز مباح نہ سمجھیں گے نیز آپ رباں کے رہنے والے بھی ہیں۔ یا آپ شام چلے جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ بھی ہیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا یہ بات کہ میں باہر نکلے کر جنگ کروں۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں خونریزی کرنے والا پہلا جانشین نہیں بننا چاہتا۔ اور یہ کہ مسکے چلا جاؤں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قریش میں ایک آدمی بکروی کر کے مکر چلا جائے گا۔ اس پر نصف دنیا کا عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص ہرگز نہیں بنوں گا۔ اور یہ کہ میں شام چلا جاؤں۔ میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ابن عسا کر نے ابو ثور الفہری سے بیان کیا ہے کہ میں محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس گیا۔ تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کے پاس دس باتیں پوچھ لیں رکھی ہوئی ہیں۔ میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی وہ فوت ہو گئی تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ میں نے نہ کبھی گناہ کیا اور نہ اس کی تمنا کی اور جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔ اس وقت سے اپنا رباں ملا تھا اپنی شرگاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام

لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی ایسا نہیں گذرا جس میں میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو۔ سوائے اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی چیز نہ ہو۔ یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کئے ہیں اور نہ ہی میں نے جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا ارتکاب کیا ہے اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن جمع کیا ہے ابن عساکر نے زید بن ابی حبیب سے بیان کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس قافلے کے عام لوگوں کو جنوں ہو گیا تھا۔ جنہوں نے حضرت عثمان پر چڑھاٹی کی تھی۔

ابن عساکر نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ پہلا فتنہ عثمان کے قتل اور آخری فتنہ خرد زح و جال ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص جس کا دل حضرت عثمان کے قتل کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی پسند کرتا ہے وہ دجال کا پیروکار بنے بغیر نہ مرے گا۔ اگر وہ دجال کا زمانہ پالے تو ٹھیک اگر نہ پالے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لے لے گا اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا مطالبہ نہ کیا تو ان پر آسمان سے سنگباری کی جائی گی۔ ایسے ہی ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان قتل ہو گئے اور حضرت علی اپنی زمین میں گئے ہوئے تھے جب آپ کو خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اے اللہ میں اس بات میں راضی نہ تھا اور نہ ہی میری یہ آرزو تھی۔

حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے قیس بن عباد سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو جنگ جمل کے روز کہتے سنا اے

اللہ میں تیرے پاس خونِ عثمان سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جس روز
عثمان قتل ہوئے میری عقل جاتی رہی۔ اور میں اپنی جان کو بھول گیا لوگ
میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے کہا خدا کی قسم مجھے اس
قوم کی بیعت لینے سے شرم محسوس ہوتی ہے جس نے عثمان کو قتل کیا
ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں عثمان کے
دفن ہونے سے پہلے بیعت لوں۔ پس وہ لوگ واپس چلے گئے۔ جب
لوگ لوٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے متعلق پوچھا تو میں
نے کہا اے اللہ میں جو اقدام کرنے والا ہوں اس سے مجھے خوف آتا
ہے۔ پھر مجھے عزیمت حاصل ہو گئی تو میں نے بیعت لی۔ لوگوں نے مجھے
امیر المومنین کہا تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے تو
میں نے کہا اے اللہ مجھ سے عثمان کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے۔
ابن عساکر نے ابوخلدۃ الحنفی سے بیان کیا ہے وہ کہتے
ہیں کہ اس نے حضرت علی کو کہتے سنا کہ بنی اُمیہ کا خیال ہے کہ میں نے
عثمان کو قتل کیا ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ نہ میں
نے اسے قتل کیا ہے اور نہ کبھی ایسی آرزو کی ہے میں نے تو انہیں منع
کیا مگر انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اور ابن عساکر نے سمرقہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام
ایک مضبوط قلعے میں تھا انہوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام میں ایک حکیم
شکاف پیدا کر دیا ہے جو قیامت تک پر نہ ہو سکے گا۔
عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت
عثمان کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے اور کہنے لگے عثمان کو قتل نہ

کرنا۔ خدا کی قسم جو شخص اسے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں سے ملے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے وہ اس کی راہنمائی نہیں کریگا اور خدا کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ خدا کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو خدا تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی اسے تمہارے متعلق نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے اس کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل کئے۔ اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا۔ مگر اس نے ان کے اتفاق سے پہلے ۳۵ ہزار آدمی قتل کئے۔

ابن عساکر نے عبد الرحمن المہدک سے بیان کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں بھی نہ تھیں۔ اپنے متعلق اس حد تک صبر کہ قتل ہو گئے اور لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کرنا۔

ابونعیم نے الدیلمی میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی خطبہ دیتے رہے تھے مگر جماعۃ الفقہاری نے آپ کے ہاتھ سے عصا پکڑ کر اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا کیا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس سے وہ مر گیا۔

مختصر :- خوارزم آپ سے کئی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں۔ مگر آپ ان سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اکابر صحابہ کو اللہ کے کلموں سے معزول کر کے اپنے اقارب میں سے کم تر آدمیوں کو انکی جگہ مقرر کیا جیسے ابو موسیٰ اشعری کو بصرہ سے عمرو بن العاص کو مصر سے عمار بن یاسر کو کوفہ سے ایسے ہی مغیرہ بن شعبہ کو اور اسی طرح ابن مسعود کو مدینہ بھجوا دیا

جواب: آپ نے یہ سب کچھ مجبوری کے باعث کیا۔ ابو موسیٰ کے متعلق ان کے لشکر نے بخل کی شکایت کی اور کوفہ کا لشکر اس پر ناراض تھا۔ انہوں نے حضرت عمر کے حکم کی وجہ سے ہرمز کی فتح تک اس کی اطاعت کا حکم دیا۔ انہوں نے ہرمز کو فتح کیا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو گالیاں دیں۔ جب آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نے انہیں امن دیا تھا انہوں نے حضرت عمر کو لکھا آپ نے اُسے حلف اٹھانے کا حکم دیا تو اس نے حلف اٹھایا آپ نے جو کچھ ان سے لیا تھا اس کے واپس کرنے کا حکم دیا انہوں نے یہ بات حضرت عمر تک پہنچائی تو آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا اگر ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جاتا جو تیرے کام میں ہمیں کفایت کرتا تو ہم تجھے معزول کر دیتے جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو دونوں لشکر اس پر غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عثمان نے فتنہ کے خوف سے اُسے معزول کر دیا اور عمرو بن العاص کے متعلق مصری کثرت سے شکایات کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر نے انہیں معزول کر دیا تھا جب انہوں نے ان کی شکایات کا ازالہ کر دیا تو آپ نے دوبارہ انہیں وہیں مقرر کر دیا۔ پھر ان کی جگہ ابن ابی سرح کو مقرر کیا۔ اگرچہ یہ صاحب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے۔ فتح مکہ کے روز اسلام لانے اور انہیں اصلاح کرنے کی وجہ سے آپ کا خون معاف کر دیا گیا بلکہ ان کی حکومت میں بعض قابل تعریف باتیں بھی ہوئیں۔ جیسے ان علاقوں میں بہت سے قبائل کو فتح کرنا اور ان کے لئے یہ فخریٰ کافی ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کثیر صحابہ کی طرح ان کے جھنڈے تلے جنگ کرتے رہے بلکہ صحابہ نے انہیں عمرو بن العاص سے زیادہ سیاستدان اور خوبیوں والا پایا۔ جب عثمان

قتل ہوئے تو انہوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد کسی مسلمان سے جنگ نہیں کی۔ عمار کو حضرت عثمان نے نہیں حضرت عمر نے معزول کیا تھا میغرہ کے متعلق حضرت عثمان کو بتایا گیا کہ اس نے رشوت لی ہے جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ وہ اس بات پر لبند ہیں تو آپ نے ان کے معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اگرچہ وہ لوگ ان کے متعلق جھوٹ بول رہے تھے۔

اور ابن مسعود حضرت عثمان پر بہت ناراض تھے آپ نے ان کو معزول کرنے میں مصلحت سمجھی اور مجتہد پر اجتہادی امور میں اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن یہ معترضین اور لعنت کرنے والے تو عقل و فہم سے بالکل کورے تھے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے اقارب کو بہت سا مال دے کر بیت المال میں اسراف سے کام لیا ہے مثلاً حکم کو آپ نے مدنیہ واپس بلایا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طائف جلا وطن کر دیا ہوا تھا اور اپنے کاتب مروان کو ایک لاکھ پانچ ہزار افریقی مال دیا اور حرث کو بازار کا محتسب مقرر کر کے دسواں حصہ دیا اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ معض من گھڑت ہے حکم کو آپ نے اس لئے واپس بلایا کہ جب آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق اہانت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے آپ سے اس کو واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے شیخین سے یہ بات کہی۔ مگر انہوں نے اکیلے ہونے والے کا وعدہ اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب آپ خود خلیفہ بنے تو آپ نے اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ جیسا کہ اکثر فقہاء کا

قول ہے۔ پھر یہ کہ حکم کو جس بنا پر بلا وطن کیا گیا تھا۔ اس سے اس نے توبہ کر لی تھی۔

اور مروان کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ جب انفریقی ساز دساکاں اور حیوانوں کا لے جانا مشکل ہو گیا تو اس نے امیر ابی سرح سے ایک لاکھ میں وہ سامان خرید لیا جس کا اکثر حصہ اس نے نقد ادا کیا اور اسی نے سب سے پہلے انفریقہ کی فتح کی بشارت دی تو حضرت عثمان نے بقیہ رقم اسے بشارت دینے کی جزا میں چھوڑ دی۔ کیونکہ مسلمانوں کو انفریقہ کے پریشانی کن حالات کی وجہ سے بہت قلق و اضطراب تھا اور امام بشارت دینے والے کو اس کی تنگ و دو اور اس کی بشارت کی اہمیت کے مناسب حال دینے کا حق رکھتا ہے اور یہ ہزار حرث کے گھر کے مال سے آپ نے دیا تھا۔ اور حضرت عثمان کی مالی لحاظ سے جو پوزیشن جاہلیت اور اسلام میں تھی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور عشور کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہے۔ آپ نے اسے بازار کی نگرانی اور اصلاح کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ مگر جب اس نے ظلم کا رستہ اختیار کیا تو آپ نے اسے معزول کر دیا۔

اور ابن اسحاق نے ابو موسیٰ کے جس قصہ کا ذکر کیا ہے اس کی سند مجہول ہے اور وہ اس معاملہ میں حجت نہیں بن سکتی۔ اور حضرت عثمان کی دولت مندی اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے جو نمونہ دکھایا وہ ایک شہور بات ہے۔ اور وہ آپ کی طرف اس بات کی نسبت میں مانع ہے۔ غایتہ الامریہ کہ اگر آپ کے بارے میں یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپ اپنے اقارب کو بیت المال سے زیادہ دیتے تھے تو یہ آپ اجتہاداً کرتے تھے۔ پس اس وجہ سے آپ پر یہ اعتراض

نہیں ہو سکتا۔

اور یہ خیال کہ آپ نے لوگوں کو اپنے ایجنٹ کی خریداری سے قبل مال خریدنے سے منع کیا ہوا تھا اور یہ کہ بحرین سے کوئی کشتی آپ کے سامان تجارت کے سوا کسی اور کے مال کو پہنچ کر نہ جاسکتی تھی ایک جھوٹی بات ہے۔ آپ کی تجارت کا دائرہ چونکہ وسیع تھا شاید آپ نے کشتی کو ریزرو کر دیا ہو کہ اور کوئی اس پر سوار نہ ہو۔ آپ نے حضرت زید بن ثابت کو بیت المال کی چیکنگ پر مقرر کیا تو کچھ زائد مال پکچ رہا۔ جسے آپ نے تعمیر میں خرچ کر دیا اور اس سے حضور علیہ السلام کی مسجد میں ایزادی نہ کی تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اس نے اپنے گھروں کی تعمیر میں اسے خرچ کر دیا ہے۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے لئے ایک رکھ رکھی ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ صدقہ کے اڈوں کے لئے تھی۔ اور آپ نے بیت المال کی اکثر اراضیات ٹھیکے پر دے دی تھیں۔ حالانکہ وہ احیاء میں سے تھیں اور وہ اشرف مین کو ان اراضی کے عوض میں دی گئی تھیں جنہیں وہ چھوڑ آئے تھے اور جب سے وہ مدینہ آئے تھے مسلسل دشمن کے مقابلہ پر رہتے تھے۔ اور اس بات میں مصلحت عامہ تھی پس آپ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے عطاء بن مسعود اور ابی بن کعب کو محبوس کیا اور حضرت ابوذر کو رنڈہ کی طرف جلا وطن کر دیا اور جب حضرت معاویہ نے عبادہ بن الصامت کی شکایت کی تو انہیں شام سے مدینہ بھجوا دیا۔ اور ابی مسعود نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ نے ابن عوف کو منافق کہا اور عمار بن یاسر کو مارا۔ اور کعب بن عبادہ کی بے عزتی کی اور انہیں بیس کوڑے مارے اور

پہاڑی علاقے کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اسی طرح اشتر نخعی کو بے عزت کیا۔
 اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عطا و ابن مسعود کو مجبوس
 کرنا اور اس کا آپ کو چھوڑ دینا ایسی شکایات کی بنا پر تھا جن سے یہ سزا
 واجب ہو جاتی تھی۔ اس تعلق میں خاص بات یہ ہے کہ دونوں حضرات
 مجتہد ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو کیا ہے اس پر اعتراض
 نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ خیال کہ حضرت عثمان نے اُسے مارا۔ ایک جھوٹ
 بات ہے اور اگر اس کو درست بھی خیال کر لیا جائے تب بھی آپ کا
 مارتا اس ضرب سے زیادہ نہ تھا جو حضرت عمر نے سعد بن وقاص کے سر
 پر درہ سے ماری تھی اور اس کے لئے آپ نے گواہ بھی قائم نہ کیا اور
 کہا تو نے مجھے خلافت نہیں دی۔ میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت
 تجھ سے نہیں ڈرتی لیکن سعد اس پر بالکل نہیں بگڑے اور ابن مسعود تو
 بدرجہ اولیٰ اس سزا کے مستحق تھے۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان کو ایسے
 جواب دیتے تھے جن سے قطعاً عزت اور انا باقی نہیں رہتی۔ حضرت
 عمر نے ابی کو چلتے دیکھا کہ اس کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت جلی آرہی ہے
 تو آپ نے اُسے درہ مار کر کہا کہ یہ تیرے اور ان کے لئے فتنہ ہے
 لیکن ابی نے اس پر برا نہیں مانا۔ جبکہ حضرت عثمان ابن مسعود کے
 پاس آئے اور ان کو راضی کرنے کی حد درجہ کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ
 ابن مسعود آپ سے راضی ہو گئے۔ اور آپ کے لئے بخشش طلب
 کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ راضی نہیں ہوئے۔
 اور حضرت ابوذر کے ساتھ بھی آپ کو یہی معاملہ پیش آیا اور
 انہوں نے بھی ایسی جسارت کی جس سے آپ کی خلافت کی بڑائی ختم ہو

جاتی تھی۔ آپ نے جو سلوک ان کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا وہ منصب شریعت کی میانیت اور حرمت دین کی حفاظت کے لئے کیا حضرت ابوذر آپ سے یہ کہتے تھے کہ آپ شیخین کے طریق کے مطابق چلیں اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنے معاملہ میں لوگوں کو حضرت عثمان سے علیحدہ اور ختم کرنے کے لئے گھومنا شروع کر دیا اور آپ نے انہیں کہا کہ میرے پاس قیام کرو اور صبح و شام دو دھیل اونٹنیاں تمہارے پاس آئیں گی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں یہ سب قصیہ قطنی طور پر چھوٹا ہے۔

اسی طرح عبدالرحمن بن عوف کے قصیہ کا حال ہے آپ ان سے کثرت آمد و رفت کے باعث متوحش تھے۔ آپ نے حضرت عمار کو بھی بالکل زود کو ب نہیں کیا۔ آپ کو حضرت عثمان نے اس لئے مارا کہ ان کو مسجد میں آنے کے لئے آپ نے بار بار آدمی بھیجا تاکہ آپ ان اشیاء کے بارے میں ان پر عتاب کریں۔ جن کی وجہ سے آپ ان پر ناراض تھے۔ انہوں نے آپ کے پاس عذر کیا مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔ بلکہ حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر نہایت سختی سے کہا کہ انہوں نے لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا پھر آپ نے انہیں راضی کرنے کی بے حد کوشش کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو گئے تھے۔

اور کعب کے ساتھ آپ کے جس سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اس میں آپ کا عذر یہ ہے کہ آپ نے انہیں بلکا اور سختی کی۔ پھر حضرت عثمان کو جب حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ نے ان کو

راضی کرنے کی از حد کوشش کی اور اپنی قمیض آمار کر کوڑا ان کی طرف پھینک دیا تاکہ وہ قصاص لے لیں۔ کعب نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ کے خواص میں سے ہو گئے۔

اشتر کے ساتھ آپ نے جو سلوک کیا اس میں آپ معذور ہیں وہ حضرت عثمان کے زمانہ میں فتنے کا سردار ہے۔ بلکہ وہ آپ کے قتل کا سبب ہے بلکہ یہاں تک آیا ہے کہ وہ آپ کے قتل میں براہ راست شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلوں کو اندھا کر دیا اور ایسا کیوں ہوا۔ اس لئے کہ انہوں نے دین سے نکل جانے والے اس آدمی کے فعل کی مذمت نہیں کی بلکہ اس شخص کے فعل کی مذمت کی۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے کہ وہ امام برحق ہے اور وہ بحالت مظلومی شہید ہوگا اور وہ جنتی ہے۔ ایک اعتراف آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ان صفات کو نذر آتش کیا جن میں قرآن لکھا ہوا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو آپ کے فعاثل میں سے ہے کیونکہ عذلیہ وغیرہ نے آپ تک یہ بات پہنچائی کہ شامیوں اور عراقیوں نے قرآن میں اختلاف کیا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے اچھی ہے اور قریب ہے کہ یہ بات کفر تک پہنچ جائے حضرت عثمان نے سوچا کہ وہ لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیں آپ نے حضرت ابوبکر کا مصحف لے کر قرآن کریم کو اس کے مطابق کھویا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کی پابندی کرنے کا لوگوں کو حکم دیا۔ پھر اس سے کئی صحیفے کھوائے اور انہیں مختلف ممالک کی طرف بھجوا دیا۔

آپ نے یہ حکم اختلاف امت کی وجہ سے دیا اور حضرت علی نے فرمایا
ہے خدا کی قسم اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کچھ کرتا جو عثمان نے کیا
اور فرمایا عثمان کو اس وجہ سے بُرا بھلا نہ کہو کیونکہ انہوں نے یہ ہمارے
اتفاق کیلئے کیا ہے۔ شرح مشکوٰۃ میں اس قصہ کے فوائد کو تفصیل سے
بیان کیا گیا ہے۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے ہرمزان
جفینہ اور ابو لؤلؤ قتیل عمر کی چھوٹی بچی کو قتل کر دینے کے باعث عبید اللہ
بن عمر کو قتل نہیں کیا حالانکہ حضرت علی اور صحابہ نے آپ کو قتل کر دینے
کا ارشاد کیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جفینہ نصرانی ہے اور ابو لؤلؤ کی بیٹی کا
باپ مجوسی ہے۔ اس کی مال مجہول الحال ہے اور اس کا اسلام لانا
ثابت نہیں اور ہرمزان ابو لؤلؤ کو حضرت عمر کے قتل کا حکم اور مشورہ
دینے والا ہے اور مجتہدین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ قتل کا حکم
دینے والا قتل پر مامور شخص کی طرح ہی قتل کرتا ہے۔ آپ کو عبید اللہ
کے قتل سے ایک عظیم فتنہ کا خدشہ پیدا ہوا۔ آپ نے قتل کی شرط
کافی حد تک موجود ہونے کے باوجود عبید اللہ کے قتل کو ترک کر دیا
اور ہرمزان کے اہل کو راضی کر لیا۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے آپ نے حج کے موقع پر
منیٰ میں پوری نماز پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتہاد کی مسئلہ ہے اس پر اعتراض
کرنا حد درجہ کی جہالت و غبارت ہے اکثر علماء کے نزدیک قصر جائز

ہے واجب نہیں ۔

ایک اعتراف آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے محمد بن ابوبکر کے ساتھ خیانت اور دھوکہ بازی سے کام لیا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو حلف اٹھا کر بتایا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور لوگوں نے آپ کی تصدیق کی ۔ سوائے اس کے جس کے دل میں بیماری تھی ۔ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بالکل درست ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جنتی ہیں ۔ اور مظلوم مارے جائیں گے اور آپ نے ان کی پیروی کا حکم دیا ۔ اور جو آدمی اس شان کا ہو اس پر یہ اعترافات کیسے کئے جاسکتے ہیں ۔ اور یہ بھی درست ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کے متعلق بتایا ہے کہ آپ خلیفہ ہوں گے اور منافقین آپ کو خلافت سے اتارنے کے لئے سازش کریں گے اور وہ ان کی بات نہیں مانیں گے ۔ حالانکہ انہیں علم ہے کہ آپ سابق الاسلام اور راہ خدا اور دیگر کاموں میں کثرت سے روپیہ خرچ کرنے والے ہیں ۔ جس کا کچھ ذکر آپ کے کارناموں میں گزر چکا ہے ۔

باب ششم

در بیان خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اسے سے قبل
حضرت عثمان کے واقعہ قتلے بیان ہوگا۔ کیونکہ آپ کے قتلے پر ارباب
حل و عقد نے آپ کے بیعتے کے ہے۔ جیسے کہ آئندہ بیان ہوگا۔

ابن سعد نے زہری سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے بارہ
سال خلافت کی اور چھ سال تک لوگ آپ سے ناراض نہیں ہوئے۔ بلکہ
لوگ آپ کو حضرت عمر سے زیادہ چاہتے تھے کیونکہ حضرت عمر ان سے ذرا
سخت رویہ رکھتے تھے مگر جب حضرت عثمان ان کے خلیفہ بنے تو ان سے
نرم رویہ رکھا۔ صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملہ میں نرمی سے کام لیا اور آخری
چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر کیا اور انہیں
اہل حکم کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال دیا اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر
اور حضرت عمر نے یہ مال چھوڑ دیا تھا اور میں نے اسے لے کر اپنے
رشتہ داروں میں تقسیم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ پر اعتراض
کیا گیا۔

ابن عساکر نے زہری سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن مسیب
سے کہا کہ کیا آپ مجھے حضرت عثمان کے قتل کے متعلق بتائیں گے۔ کہ
لوگوں کا اور آپ کا معاملہ کیسا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب نے آپ کو کمیوں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ ابن مسیب نے جواب دیا کہ حضرت عثمان مظلوم ہونے کی حالت میں مارے گئے۔ اور آپ کا قاتل ظالم تھا اور جس شخص نے بھی آپ کو بے یار و مددگار چھوڑا وہ معذور تھا۔ میں نے دریافت کیا کیسے؟ انہوں نے کہا جب آپ خلیفہ بنے تو صحابہ کا ایک گروہ آپ کی خلافت کو ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ آپ اپنی قوم سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور وہ بنی امیہ کے ایسے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جنہیں حضور علیہ السلام کی محبت بھی متیسرہ آئی تھی اور آپ کے امراء ایسے افعال کے مرتکب ہوتے تھے جنہیں صحابہ پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ ان کے بارے میں لوگوں کی ناراضگی کو مول لے لیتے تھے۔ مگر انہیں معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچا زاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دے کر ان کو والی بنایا اور انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا وہ وہاں کئی سال رہے تو اہل مصر ان کی شکایت اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابو ذر اور حضرت عمار بن یاسر کو بھی حضرت عثمان سے کچھ دلی کدورت تھی جس سے بنو نہیل اور بنو زہرہ کے ذل میں بھی رنجش تھی اور ملکہ یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان پر بڑا غصہ تھا۔ اہل مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت لے کر آئے تو آپ نے خط میں عبداللہ بن ابی سرح کو ڈانٹ پلائی تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے آپ نے اُسے روکا تھا اور حضرت عثمان کی طرف سے جو آدمی گئے تھے ان میں سے ایک کو مار مار کر قتل کر دیا۔ تو اہل

مصر میں سے سات سو آدمیوں نے مدینہ آکر مسجد میں ڈیرہ لگایا اور نماز کے اوقات کے بارہ میں ابن مرچ نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کے پاس شکایت کی تو طلحہ بن عبید اللہ نے حضرت عثمان سے تند و تیز گفتگو کی۔ اور حضرت عائشہ کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں کہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے ہیں اور اس شخص کے عزل کے بارہ میں آپ سے دریافت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ اس شخص نے ان میں سے ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ آپ اپنے عامل سے انہیں انصاف دلائیے۔ حضرت علی بن ابی طالب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ یہ لوگ آپ سے ایک آدمی کی جگہ ایک آدمی کا سوال کرتے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے خون کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔ آپ اسے معزول کر کے ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ اس سے انہیں انصاف دلائیں آپ نے انہیں فرمایا کوئی ایک آدمی پسند کر لو میں اس کی جگہ تم پر اسے حاکم بنا دوں گا۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا آپ نے انہیں حکم بنا دیا۔ جب وہ واپس جانے لگے تو ہاجرین اور انصار میں کچھ اختلاف اٹھ اٹھا اور ابن ابی مرچ کے معاملہ کا جائزہ لینے کیلئے ان کے ساتھ نکل پڑے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی بھی نکلے اور جب وہ مدینہ پہنچے تین دن کے فاصلہ پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ نام غلام اونٹ کو اس طرح اندھا دھند دھڑا رہا تھا گویا اس کے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے۔ یا وہ خود کسی کے تعاقب میں ہے تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اسے کہا۔ تجھے کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے تو مفرد

ہے یا کسی کے تعاقب میں ہے۔ تو اس نے کہا میں امیر المومنین کا
غلام ہوں۔ آپ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس بھیجا ہے تو ان میں سے
ایک آدمی نے کہا مصر کے گورنر تو یہ ہیں۔ اس نے کہا میں انہیں نہیں
ملنا چاہتا۔ اس شخص نے محمد بن ابی بکر کو اس شخص کے متعلق بتایا تو
آپ نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو بھیجا وہ اسے پکڑ کر آپ کے پاس
لے آیا تو ایک آدمی نے اُسے کہا تو کس کا غلام ہے۔ اس نے ایک
دفعہ کہا کہ میں امیر المومنین کا غلام ہوں اور دوسری بار کہا کہ میں مردان
کا غلام ہوں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے اُسے پہچان لیا کہ یہ حضرت
عثمان کا غلام ہے۔ محمد بن ابی بکر نے اس سے پوچھا، تجھے کس کی
جانب بھیجا گیا ہے۔ اس نے کہا مصر کے گورنر کی طرف۔ انہوں نے
پوچھا کس لئے۔ اس نے کہا ایک پیغام دینے کے لئے۔ انہوں نے
پوچھا تیرے پاس کوئی رقعہ ہے اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے اس
کی تلاشی لی۔ مگر کوئی رقعہ نہ ملا۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس
میں ابی سرج کے نام حضرت عثمان کا خط تھا۔ محمد بن ابی بکر نے اسے
مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کیا جو آپ کے ساتھ تھے۔ پھر ان کی موجودگی
میں اس خط کو کھولا۔ تو اس میں لکھا تھا کہ جب آپ کے پاس محمد بن ابی
بکر اور نلاں نلاں آدمی آئیں تو ان کے قتل کی تدبیر کرنا۔ اور اس کے
پاس جو تقرری کا خط ہے اسے بے فائدہ اور لغو قرار دینا اور جب تک
میری رائے کا تجھے علم نہ ہو اس وقت تک اپنے کام پر ڈٹے رہنا
اور جو لوگ شکوہ و شکایت کے لئے تمہاری طرف سے آتے ہیں ان
کو اس وقت تک مجبوس رکھنا۔ جب تک ان کے معاملہ میں میرے

راٹے آپ کو معلوم ہو علیے انشاء اللہ تعالیٰ ۔

جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو وہ خوفزدہ ہو کر مدینہ واپس چلے گئے ۔ اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام لوگوں کی ہرے لگوائیں جو آپ کے ساتھ تھے ۔ اور ان میں سے ایک آدمی کو خط دے دیا ۔ مدینہ آکر انہوں نے حضرت طلحہ ، حضرت زبیر ، حضرت علی ، حضرت سعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ موجود تھے انہیں اکٹھا کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا ۔ اور انہیں اس غلام کا واقعہ بھی بتایا اور ان سب کو وہ خط پڑھ کر سنایا جس سے مدینہ کے تمام آدمی حضرت عثمان پر غصہ سے بھر گئے ۔ اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود ، حضرت ابوذر اور حضرت عمار کو غیظ و غضب میں اور بھی بڑھا دیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو پیسے گئے ۔ جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنایا تو ہر آدمی غم کی تصویر بنا بیٹھا تھا ۔

لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر بنو تیم وغیرہ کو آپ پر جھڑپائی کے لئے لے آیا ۔ جب حضرت علی نے یہ صورت حال دیکھی تو حضرت طلحہ ، حضرت زبیر ، حضرت سعد اور حضرت عمار اور بدری صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے پاس آئے ۔ آپ کے ساتھ وہ خط ، وہ غلام اور وہ اونٹ بھی تھا آپ نے حضرت عثمان سے کہا ۔ کیا یہ غلام آپ کا ہے ؟ آپ نے جواب دیا ہاں ۔ پھر کہا ، کیا یہ اونٹ بھی آپ کا ہے ؟ آپ نے جواب دیا ہاں ۔ پھر کہا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے ؟ آپ نے جواب دیا نہیں ، اور آپ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا ۔ اور نہ میں نے اسے یہ حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی معلوم ہے ۔ حضرت

علی نے کہا یہ مہر آپ کی ہے آپ نے جواب دیا ہاں، حضرت علی نے کہا آپ کا غلام آپ کے اونٹ پر آپ کا ہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ کو اس کا علم ہی نہیں۔ حضرت عثمان نے قسم اٹھا کر کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ میں نے اسے حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو کبھی مصر کی طرف بھیجا ہے۔

لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان کے متعلق شبہ میں پڑ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیا جائے مگر آپ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ کے گھر میں تھا۔ حضور علیہ السلام ۱؎ صحابہ آپ کے پاس سے ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ کے معاملہ میں پڑ گئے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان نے جھوٹا علف نہیں اٹھایا۔ مگر کچھ لوگوں نے کہا جب تک حضرت عثمان مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط کی صورت سال معلوم نہ کر لیں۔ اس وقت تک ہم حضرت عثمان کو دل سے بری نہیں سمجھتے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابیوں کے قتلِ ناحق کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اگر وہ خط حضرت عثمان نے لکھا ہے تو ہمیں اسے معزول کریں گے۔ اگر مروان نے اسے حضرت عثمان کی طرف سے لکھا ہے تو ہم مروان کے معاملے میں جہاں تک ہو سکا غور کریں گے۔ اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ حضرت عثمان نے مروان کو قتل کے خوف سے ان کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا آپ نے جہاں تک کر لوگوں سے پوچھا کیا آپ لوگوں میں حضرت علی موجود

ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا آپ میں سعد
 موجود ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی
 آدمی حضرت علی تک یہ پیغام پہنچا دے گا کہ وہ ہمیں پانی پلائیں۔ حضرت علی
 کو جب یہ اطلاع پہنچی آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ کی طرف
 بھیجے۔ ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کے باعث بنو ہاشم
 اور بنو امیہ کے متعدد غلام زخمی ہو گئے۔ یہاں تک کہ پانی آپ کے پاس
 پہنچ گیا۔ حضرت علی کو یہ خبر ملی کہ لوگ حضرت عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں
 آپ نے فرمایا ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر حضرت عثمان کے
 قتل کی بات نہیں ہوگی۔ اور آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا
 اپنی تلواریں حضرت عثمان کے دروازے پر لے کر کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص آپ
 تک پہنچنا چاہے اسے بالکل نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ نے اپنے اپنے بیٹوں کو بھیجا کہ کسی شخص
 کو حضرت عثمان کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور ان سے کہیں کہ وہ مروان
 کو گھر سے باہر نکال دیں۔ جب محمد بن ابی بکر نے یہ صورت حال دیکھی تو لوگوں
 نے حضرت عثمان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان
 کے دروازے پر حضرت حسن خون سے لت پت ہو گئے۔ اور مروان کو بھی
 گھر کے اندر ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے۔ اور حضرت علی
 کے غلام قبیلہ کو بھی سر میں زخم آیا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ خبر ہوئی کہ ہمیں
 بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین کی حالت دیکھ غصے میں نہ آجائیں اور
 ایک فتنہ برپا کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا
 اگر بنو ہاشم نے اگر حضرت حسن کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو

حضرت عثمانؓ سے ہٹا دیں گے۔ اچھا ہم جس بات کے خواہش مند ہیں۔ وہ پوری نہ ہو۔ مجھے بھی میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلے گا۔

پس محمد بن ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھیوں کو اس بات کا پتہ بھی نہ چلا۔ کیوں کہ آپ کے تمام ساتھی گھروں کی چھتوں پر تھے۔ اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی بیوی ہی تھی۔ محمد بن ابی بکر نے دونوں ساتھیوں سے کہا اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو کیونکہ ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی ہے۔ یہاں تک کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں۔ جب میں انہیں قابو کر لوں تو تم دونوں داخل ہو کر انہیں ہمارا کر قتل کر دینا۔ محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی ریش ملبہ پکڑ لی تو حضرت عثمان نے اسے کہا اگر تیرا باپ تجھے میرے ساتھ اس پوزیشن میں دیکھتا تو اسے یہ بات بُری لگتی۔ تو اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اتنے میں دونوں آدمیوں نے داخل ہو کر مار مار کر آپ کو قتل کر دیا۔ اور جس راستے سے آئے تھے۔ بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے۔ آپ کی بیوی چلائی مگر آپ کی چیخ و پکار گھر میں باہر سے آئے لوگوں کی دھڑ سے کسی کو نہ سنی آپ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے آکر دیکھا تو آپ کو مقتول پایا۔ جب یہ خبر حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس خبر سے ان کے ہوش و حواس قائم نہ تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر آکر انہیں مقتول پایا تو انا ملنے وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت

علی نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا۔ دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے۔ اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن کے ایک تھپڑ مارا اور حضرت حسین کے سینے پر ضرب لگائی اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور نہایت غصے کی حالت میں اپنے گھر آ گئے لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت علی نے جواب دیا یہ آپ لوگوں کا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس سے اہل بدر راضی ہوں گے وہ خلیفہ ہوگا۔ تمام اہل بدر نے حضرت علی کے پاس آکر کہا ہم آپ کے سوا کسی کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ مردان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیوی سے آکر دریافت کیا کہ حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا ہے؟ ان نے کہا میں نہیں جانتی۔ دو آدمی آپ کے پاس آئے جنہیں میں نہیں پہچانتی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا۔ اور جو کچھ انہوں نے کیا۔ اس کے متعلق حضرت علی کو بتایا۔ حضرت علی نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر، جو کچھ آپکو حضرت عثمان کی بیوی نے بتایا تھا۔ اس کے متعلق پوچھا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ خدا کی قسم میں ان کو قتل کرنے کیسے گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں اللہ کے حضور توبہ کر کے ان کے پاس سے اٹھ آیا۔ خدا کی قسم نہ میں نے انہیں پکڑا ہے اور نہ قتل کیا ہے۔ حضرت عثمان کی بیوی نے کہا اس نے سچ کہا ہے۔ مگر ان دو آدمیوں کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں حضرت علی کی بیعت خلافت، قتل عثمان کے دوسرے دن مدینہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ نے جو دہاں موجود تھے انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بادل خواستہ بیعت کی۔ پھر دونوں مکہ چلے گئے۔ دہاں سے حضرت عائشہ کو ساتھ لے کر خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرہ چلے گئے۔ حضرت علی کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ عراق گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھیوں سے ملے یہ جنگ جمل کی بات ہے جو حجاجی الانہ ۳۶ھ میں ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور زبیر بھی لڑے اور دہاں تیرہ ہزار آدمی مارے گئے حضرت علی بصرہ میں پندرہ راتیں ٹھہرے رہے پھر کوفہ واپس آ گئے پھر آپ کے خلاف حضرت معاویہ اور آپ کے شامی ساتھیوں نے خروج کیا۔ حضرت علی کو جب اطلاع ملی تو آپ چل پڑے اور صفر ۳۷ھ میں صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کی مدد سمیٹ ہوئی۔ کئی روز تک جنگ ہوتی رہی تو شامیوں نے قرآن بلند کر دیے کہ ہم اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ دراصل یعروبن العاص کی ایک چال تھی۔ انہوں نے آپس میں ایک تحریر لکھی کہ وہ ایک سال تک اذرج بستی میں آئیں گے اور امت کے معاملہ پر غور کریں گے۔ لوگ منتشر ہو گئے اور حضرت معاویہ شام میں اور حضرت علی کوفہ میں واپس آ گئے تو آپ کے اصحاب میں سے نواذح اور آپ کے ساتھیوں نے آپ کے خلاف خروج کیا اور کہا ہم اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں مانیں گے۔ اور حروراء مقام پر چھاؤنی ڈال دی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت

ابن عباس کو بھیجا۔ آپ نے ان سے دلائل و براہین سے مخاطبت کی تو ان میں سے بہت سے لوگوں نے رجوع کر لیا اور کچھ لوگ ثابت قدم رہے اور نہروان کی طرف چلے گئے۔ حضرت علی نے وہاں جا کر انہیں قتل کیا اور ذوالنہدیہ کو بھی قتل کیا۔ جس کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ۳۸ھ کو ہوا اس سال شعبان کے مہینے میں لوگ ازرح بستی میں جمع ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ بھی وہاں پر حاضر ہوئے عمرو بن العاص نے ابو موسیٰ اشعری کو اپنی ایک تدبیر کے تحت آگے کیا انہوں نے گفتگو کر کے حضرت علی کو خلافت سے معزول کر دیا اور عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو امیر بنا دیا اور اس کی بیعت کر لی جس پر لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ حضرت علی نے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کی اور اپنی انگلیاں کاٹ کر کہا میری نانہرانی اور معاویہ کی اطاعت ہو۔ یہ ان واقعات کا ملخص ہے۔ یہ رسالہ پورے واقعات کی تفصیل کا متحمل نہیں اور اس مقام پر اختصار کرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو ان کو کچھ کہنے سے رک جایا کرو۔ حضور علیہ السلام نے جنگ جمل اور صفین اور حضرت علی کے ساتھ حضرت عائشہ اور حضرت زبیر کے لڑنے کی پیشگوئی کی تھی۔ جیسے کہ حاکم نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے ام سلمہ سے صحیح روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہبات المؤمنین کے خروج کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ مسکرائیں تو آپ نے فرمایا اے حمیرہ انتظار کر کہ تو ایسی نہ ہوگی۔ پھر آپ نے

حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر تو اس پر قابو پا لے تو اس سے نری کرنا۔ بزار اور ابونعیم نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ تم میں سے کون سرخ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی۔ یہاں تک کہ اسپر خوب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے ارد گرد بے شمار آدمی قتل ہوں گے اور مشکل نجات پائیں گے۔ حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابی الاسود سے روایت کی ہے۔ روکتے ہیں میں نے حضرت زبیر کو دیکھا کہ وہ حضرت علی کی تلاش میں نکلے تو حضرت علی نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو علی سے ظالم ہونے کی حالت میں جنگ کرے گا۔ تو حضرت زبیر واپس چلے گئے۔ اور ابولعلی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا ہاں میں نے سنا ہے مگر میں بھول گیا تھا۔

تنبیہ :- گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا ہے کہ ارباب اہل عقد کے اتفاق سے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت ابی ہشیم بن التہیان حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت عمار بن یاسر شامل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد امام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ حضرت علی بن ابی طالب خلافت کے حقدار ہیں۔

اور شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے بیان کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور شورشی کے زمانے میں اس کے

لے بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

العتقاد کی وجہ یہ ہے کہ خلافت کے حقدار حضرت علی ہیں یا حضرت عثمان اور یہ اجماع اس بات پر ہے کہ اگر حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت حضرت علی کے لئے ہے اور جب حضرت عثمان قتل ہو کر درمیان سے نکل گئے تو حضرت علی کے لئے اجماعاً خلافت باقی رہ گئی اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ اس قول کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی کہ حضرت علی کی امامت پر اجماع نہیں ہوا۔ امامت نے حضرت علی سے انکار نہیں کیا۔ فتنہ تو دیگر امور سے پیدا ہوا ہے۔

باب ۱۰

اس باب میں حضرت علیؑ کے فتائلے، کارنامے اور حالاتے بیان ہوئے گئے۔ اس کی کئی فصلیں ہیں۔

فصل اول

اس فصل میں آپؐ کے قبولے اسلام اور ہجرت وغیرہ کا بیان ہوگا۔

آپؐ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ نو سال اور آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور یہ بھی کہ آپؐ اس سے بھی بہت پہلے اسلام لایچکے تھے بلکہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ آپؐ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور بعض سے منقول ہے کہ اس پر اجماع ہے اور اس اجماع کی تطبیق پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی اجماع اس بات پر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اور ابو لعلیؓ نے آپؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سوموار کو ہوئی اور میں منگلوار

کو اسلام لایا ۔

ابن سعد نے حسن بن زید سے بیان کیا ہے کہ آپ نے صغریٰ میں بھی کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی ۔ اسی لئے آپ کے پاس میں کرم اللہ وجہہ کے الفاظ کہے جاتے ہیں ۔ اس معاملے میں حضرت صدیق کو بھی آپ کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی ۔ آپ ان گیارہ آدمیوں میں سے ایک ہیں ۔ جن کے جنتی ہونے پر گواہی دی گئی ہے ۔ نیز آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موانحات میں بھائی اور سیدۃ النساء حضرت فاطمہ کے خاوند ہونے کی وجہ سے آپ کے داماد بھی ہیں ۔ آپ سابقین الاسلام عملتے ربانی مشہور بہادروں ، زاہدوں اور معروف خطیبوں میں سے ایک ہیں ۔ آپ ان جامعین قرآن میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا ۔ آپ کے علاوہ ابوالاسود الدؤلی ابو عبد الرحمن السہمی اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ بھی آپ کے حضور قرآن پیش کیا ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو دعایا اور ماتوں کی ادائیگی کیلئے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا ۔ پھر آپ ان سے چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور سے جا ملے ۔

آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے ۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا ۔ اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو بارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا ۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں ۔ جنگ

اُمّہ کے رذر آپ کو سولہ زخم آئے۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے معرکوں میں آپ کو جہنڈا عطا فرمایا۔ خصوصاً جنگ خیبر میں۔ اور آپ نے پیشگوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی آپ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازے کو کھینچا اور اُسے چالیس آدمیوں نے اٹھایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی ڈھال بنالی۔ اور اُسے ہاتھ میں لیکر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ آپ نے اُسے پھینک دیا پھر اٹھ اُدیو نے اُسے پھینکنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

فصل دوم

اس فصل میں آپ کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔

آپ کے فضائل مشہور اور اس قدر کثیر تعداد میں ہیں کہ احمد نے کہا ہے کہ حضرت علی کے برابر کسی آدمی کے فضائل نہیں۔ اور اسماعیل قاضی نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ کسی صحابی کے لئے اس قدر حسن اسانید وارد نہیں ہوئے جتنی حضرت علی کے لئے آئی ہیں۔ اور اہل بیت نبوی کی اولاد میں سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان تمام واقعات سے جو آپ کے بعد رونما ہونے والے اور جن میں حضرت علی مبتلا ہونے

لے ذہبی نے تلخیص الموضوعات میں کہا کہ کسی صحابی کے فضائل حضرت علی سے برسر کمر دی نہیں اور انکی تین اقسام ہیں۔ صحیح، حسن اور ضعیف، ضعیف فضائل بکثرت ہیں اور موضوعات کی تو کوئی حد نہیں۔ اور شاید بعض توضیحات اور زندقیت تک پہنچتے ہیں اور کتاب تنزیہ اشریعتہ المرفوعہ میں ہے کہ خلیلی نے الارشاد میں کہا ہے کہ حفاظ میں سے ایک نے کہا ہے کہ اہل کوفہ نے حضرت علی اور ان کے اہل بیت کے جو فضائل وضع کئے ہیں میں تسنن پر غور کیا ہے وہ تین ہزار سے زیادہ ہیں۔

والے تھے، اگاہ کر دیا تھا۔ اور جب آپ کو خلافت ملی اور جو اختلافات اس میں وقوع پذیر ہوئے ان کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دے دی تھی۔ یہ امور اس بات کے مقتضی تھے کہ امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کو مشہور کیا جائے تاکہ جو شخص آپ سے تمسک کرے وہ نجات پائے پھر جب یہ اختلاف رونما ہوا اور آپ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہ نے ان فضائل کو سنا تھا انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے انہیں نشر کرنا شروع کر دیا پھر جب معاملہ شدت اختیار کر گیا اور نبی امیہ کا ایک گروہ آپ کی تنقیص کرنے لگا اور منبروں پر آپ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خوارج نے ان کی موافقت کی بلکہ انہوں نے آپ کو کافر تک کہا تو اہلسنت کے جلیل القدر حفاظ، امت کی خیر خواہی اور حق کی نفرت کے لئے آپ کے فضائل کی نشر و اشاعت میں لگ گئے۔

عنقریب اہل بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہوگا۔ آپ کو صرف حضرت علی کے فضائل پر اکتفا کرنا ہوگا۔ ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گذشتہ اٹار میں بیان ہو چکا ہے۔ جو حضرت ابو بکر کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں اس جگہ چالیس حدیثوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد نے اور بن زرارہ نے ابوسعید خدری سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ، حبشی بن خبابہ ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمرو، علی، براؤ بن عازب اور زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے موقع

پر حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا

اما ترضی ان تكون معی — کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ بمنزلۃ ہارون من موسیٰ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت داؤد علیہ السلام سے تھا۔ ہاں میرے بعد کوئی بنی نہیں۔ اس حدیث کے متعلق بارہویں شبہ میں بہت کچھ بیان ہو چکا ہے۔

۲: شیخین نے سہیل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، ابن ابی یسلی اور عمران بن حسین سے اور بزار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے روز فرمایا۔ میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محب ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کے محب ہوں گے۔ رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو آپ جھنڈا دیں گے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اُسے جھنڈا دیں گے۔ آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے فرمایا انہیں بلاؤ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ سب لوگوں سے بڑھ کر آپ کو محبوب تھیں۔ اور ان کے خاندان حضرت علی مردوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب تھے۔

۳۔ مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ جب آیت فذرع
انباء فاد ابناؤکم کا نزول ہوا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
فاطمہ اور حضرت حسین کو بلایا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں ۔

۴۔ غدیر خم کے موقع پر حضور علیہ السلام نے فرمایا
من كنت مولاه فعلى مولاه جسے میں محبوب ہوں علی بھی اُسے محبوب
اللہم وال من والاه وعاد ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے تو
میں عاواہ ۛ بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت
رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔

گیارہویں شبہ میں یہ حدیث بیان ہو چکی ہے۔ اسے حضور علیہ
السلام سے ہمیں صحابہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے بہت سے طریق
صحیح اور حسن ہیں۔ اس کے معنوں کے متعلق بہت کچھ بیان ہو چکا ہے اور یہی
نے بیان کیا ہے کہ یہ مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ علی سید العرب ہے حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ کیا آپ
سید العرب نہیں فرمایا میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہے۔
حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے یہ الفاظ بیان کئے
ہیں۔

انا سید ولد آدم و علی سید یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی عربوں
العرب کا سردار ہے۔

حاکم نے اسے صحیح کہا ہے مگر دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔
اس کے تمام شواہد کمزور ہیں جیسا کہ بعض محقق محدثین نے بیان کیا ہے
بلکہ ذہبی اس پر وضع کا حکم لگانے کی طرف مائل ہیں۔ لہذا اگر اسے صحیح فرض

کر لیا جائے تو علی کی سیادت ان کے لئے نسب و فیرہ کی رُوسے ہوگی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ خلفائے ثلاثہ سے بھی افضل ہیں۔ اور اس بارے میں مزید دلائل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

۵:۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے برویدہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا اور مجھے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔

۶:۔ احمد ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن خبابہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

علی منی وانا من علی ولا علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور میری یوہی منی الا انا وعلی:۔ ادائیگی میں کر سکتا ہوں یا علی۔

۷:۔ ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے درمیان مٹاغات قائم کی تو حضرت علی نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مٹاغات قائم کی ہے۔ لیکن میرے ساتھ کسی کی مٹاغات نہیں کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

انت اخي في الدنيا والآخرة کہ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔ ۸:۔ مسلم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو بھاڑا اور جان کو پیدا کیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکید فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے لعن

رکھے گا۔

۹۔ بزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور طبرانی حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

انما مدینۃ العلم وعلی بابہا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت علی سے مروی ہے کہ

انما دار الحکمة وعلی بابہا : میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی باب علم ہے علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کے بارے لوگ بہت مضطرب ہیں۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے جس میں ابن جوزی اور نووی شامل ہیں۔ انہیں حدیث اور اس کے طرق کے متعلق جو معرفت حاصل ہے وہ کافی ہے۔ یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا ہے کہ نووی کے بعد کوئی آدمی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اس کی برابری تو کجا اس کا لگا بھی کا سکے۔ اور حاکم نے حسب عادت مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو۔ اور بعض محقق متاخر محققین نے حدیث کے بارے میں بڑی واقفیت رکھتے ہیں۔ اسے درست قرار دیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۱۰۔ حاکم نے حضرت علی سے صحیح روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے بھیجا رہے ہیں۔ اور میں ایک نوجوان آدمی ہوں جو قضا سے واقف نہیں آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثبات عطا کر، اس ذات کی قسم جس نے دانے کو سچاڑا ہے کہ مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہو کبھی شک نہیں ہوا۔

کہتے ہیں حضور علیہ السلام کے قول کہ علی تم سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے ہیں، کا سبب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی احادیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گدھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔ اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ چو پاؤں پر کوئی ضمانت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ آپ نے دونوں سے پوچھا کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا۔ اور بیل کا مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے کہا بیل دلے پر گدھے کی ضمانت پڑتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے آپ کے حکم کو قائم کیا اور آپ کے فیصلے کو نافذ کیا۔

۱۱ :- ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا۔ کیا وجہ ہے کہ اصحاب رسول کی طرح آپ کی احادیث بکثرت نہیں۔ تو آپ نے فرمایا جب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا تو آپ مجھے بتاتے اور جب

خاموش ہو جاتے تو مجھ سے شروع کرتے ۔

۱۲ :- طبرانی نے "الاوسط" میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ مختلف شجروں سے نہیں اور میں اور علی ایک ہی شجرے سے ہیں ۔

۱۳ :- بزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لئے جہنمی ہونا جائز نہیں ۔

۱۴ :- طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص جرات نہ کرتا ۔

۱۵ :- طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس حدیث کی اسناد حسن ہے ۔

۱۶ :- ابوالیعلیٰ اور بزار نے حضرت سعد بن وقاص سے بیان کیا ہے کہ ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علی کو اذیت دی ۔ اُس نے مجھے اذیت دی ۔

۱۷ :- طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی ۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا ۔

۱۸ :- احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرطے ثنا کہ جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا ۔

۱۹ :- احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو نے جیسے تمزلی قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تاویل قرآن پر لڑائی کرے گا ۔

۲۰ :- بزار، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے ۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی مال پر بہتان باندھا ۔ اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا ۔ سنو میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے ۔ ایک حد سے بڑھا ہوا محب ، جو میری تقریط میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی ۔ دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی ، مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتا ہے ۔

۲۱ :- طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ثنا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے ۔ اور قرآن سے علی کے ساتھ ہے ۔ وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے ۔

۲۲ :- احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا ۔ دو آدمی بڑے بد بخت ہیں ۔ ایک قوم ثمود کا اخیمر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور اسے علی دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر وار بھی کو تر کر دے

گا۔ یہ حدیث حضرت علی، حضرت مہیب، حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ سے بھی بیان ہوئی ہے۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے ساتھ چٹے ہوئے اور بوسے دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے میرا باپ یگانہ شہید پر قربان ہو۔

طبرانی اور ابو یعلیٰ نے اسے ایسی سند سے بیان کیا ہے جس کے رجال سوائے ایک کے ثقہ ہیں۔ اسے بھی انہی کی طرح ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ بخور علیہ السلام نے ایک دن حضرت علی سے فرمایا۔ اولین میں سے کون بڑا بد بخت ہے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے پھر فرمایا آخرین میں کون بڑا بد بخت ہے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں فرمایا جو تیری کھوپڑی پر مارے گا۔ حضرت علی جب اہل عراق سے تنگ آجاتے تو انہیں کہتے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بد بخت آدمی کھڑا ہو کر میری داڑھی کو رنگ دے۔ اور اپنے سر کے لگے حصّے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرتے۔

ایک صحیح روایت یہ بھی ہے کہ ابن سلام نے آپ سے کہا عراق نہ جائیے۔ مجھے خدشہ ہے کہ آپ کو وہاں تلوار کی دھار لگے گی۔ تو حضرت علی نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس کی خبر مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ابوالاسود کہتے ہیں۔ میں نے کسی شخص کو جسے ایسی خبر دی جائے کبھی اپنی جان سے اس طرح دفاعی جنگ کرتے نہیں دیکھا۔

۲۲۳۔ حاکم نے ابوسعید خدری سے صحیح روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی کی شکایت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے

اور فرمایا علی کی شکایت نہ کرو۔ خدا کی قسم وہ اللہ کی ذات کے بارے میں یا اللہ کی راہ میں بڑی خشیت رکھنے والا آدمی ہے۔

۲۲۷ :- احمد اور الضیاء نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں تمہارے ایک کہنے والے نے کہا ہے، خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث سے ان احادیث کے بارہ میں اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ جو حضرت ابو بکر کی خلافت کے متعلق بیان ہو چکی ہیں۔ کہ ابو بکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں تصریح ہے۔ کہ آپ نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں دیا تھا۔ اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اسے مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے علماء کے قول کی توضیح ہو گئی کہ اس میں حضرت ابو بکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے نیز یہ حدیث اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

۲۵ :- ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس حدیث اور اس کے معنوں پر گیارہویں شبہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۶ :- طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت

فاطمہ کو علی کو زوجیت میں دے دوں۔

۲۷۷۔ طبرانی نے حضرت جابر سے اور خلیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

۲۷۸۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ ہے۔
۲۷۹۔ دیلمی نے حضرت عائشہ سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمی سبقت کرنے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق یسٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق علی بن ابی طالب ہیں۔

۲۸۰۔ ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب یسٰ اور علی بن ابی طالب۔

۲۸۱۔ ابو نعیم اور ابن عساکر نے ابی یعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حبیب النجار مومن آل النبی جس نے کہا اے قوم، مرسلین کی پیروی کرو۔ اور حزقیل مومن آل فرعون جس نے کہا کیا تم ایسے آدمی کو مارتا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور علی بن ابی طالب اور یہ سب سے افضل ہے۔

۲۸۲۔ خلیب نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کے حیفہ کا عنوان، علی بن ابی طالب کی محبت ہے۔

۳۳: حاکم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی نیکو کاروں کا امام اور فاجروں کا قاتل ہے۔ جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا۔ اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔

۳۴: دارقطنی نے "الاقرلو" میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی گناہوں کے بخشنے کا دروازہ ہے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے نکل جائیگا وہ کافر ہوگا۔

۳۵: حضرت البراء سے خطیب نے اور دہلی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا مقام مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرے بدن سے سر کا۔

۳۶: بیہقی اور دہلی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی جنت میں یوں چمکے گا جیسے اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث احمد بن محمد بن جوری العکبری کے طریق سے آئی ہے اور ابن جوزی نے الوابیات میں کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ذہبی نے اسے باطل کہا ہے اور اس کی سند تاریک ہے۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں آیا ہے۔

۳۷۷ :- ابن عدی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی مومنین کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔
 ۳۷۸ :- ہزار نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی میرا قریبی ادا کرے گا۔

۳۷۹ :- ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان کی۔

۳۸۰ :- شیخین نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو مٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے۔ اے ابوتراب اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کنیت بڑی پسند ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کنیت سے پکارا ہے۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چار آدمیوں کی محبت منافق کے

۱۔ عقیلی نے بھی اسی قسم کی ایک طویل روایت بیان کی ہے اسکی روایت میں ایک ابن داہر ہے۔ اس کی وجہ سے کوئی آفت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ آفت کسی اور کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اور ابی یعلیٰ غفاری کی حدیث میں آیا ہے جسے ابوالاحمد الحاکم نے الکنی میں بیان کیا ہے جس میں اسحاق بن بشر الکاہلی بھی ہے۔ جسے وضاعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے بیان کیا ہے۔

دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور مومن کے سوا ان سے کوئی محبت نہیں کرتا وہ چار آدمی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں۔
نسائی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہر نبی کو سات نجیب رفقاء دیئے گئے ہیں اور مجھے چودہ۔ حضرت عسلی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر۔

ابن المنظر اور ابن ابی الدنیانے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں ہمارے پاس آئے اور ہم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے بلاؤ۔ اور جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی۔ اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی۔ اور نہ تمہارے ہاتھ کوتاہ ہوں گے اور فرمایا میں تم کو ان دو آدمیوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو ہٹائے گا اور ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ایک نور عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی وہ اس پر وارد ہوگا۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن عوف سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ طائف کو چلے گئے اور سترہ یا انیس دن تک اس کا محاصرہ کئے رہے۔

پھر خلیفہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نماز کو قائم کرنا، اور زکوٰۃ ادا کرنا، میں تمہاری طرف ایک آدمی بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں کو مارے گا۔ پھر حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ آدمی یہ ہے۔

اس روایت کی سند میں ایک آدمی ہے جس کو ضعیف قرار دیئے جانے کے بارے میں اختلاف ہے اور بقیہ آدمی ثقہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: لوگو! قریب ہے کہ میں جلد ہی فوت ہو جاؤں میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں پھر حضرت علی کے ہاتھ کو پکڑا اور اُسے بلند کر کے فرمایا: یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ حوض کوثر تک جہانہ ہوں گے جو کچھ میں چھوڑے جا رہا ہوں اس کے بارے ان دونوں سے دریافت کرنا۔

احمد نے المناقب میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چادر دیواری میں بلایا اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر کہا: کھڑا ہو جا۔ خدا کی قسم میں تجھے راضی کروں گا تو میرا سبائی اور میرے بیٹے کا باپ ہے۔ میری سنت پر جنگ کر جو

میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا۔ اور جو تیرے عہد پر مرے گا اُس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ دائمی طور پر اس پل میں دایمان کی ہر لگا دے گا۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ان چھ آدمیوں سے جنہیں حضرت عمر نے شوریٰ کے لئے مقرر فرمایا تھا طویل گفتگو کی۔ جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دریا کترا ہوں کہ تم میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا فرمایا ہو اے علی قیامت کے روز تو جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا کسی کو ایسا نہیں کہا۔

عنزہ نے علی رضا سے بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا تو دوزخ اور جنت کا تقسیم کنندہ ہے۔ یعنی قیامت کے روز آگ کہے گی یہ میرے لئے ہے اور وہ تیرے لئے۔

ابن السماک نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے آپ سے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے گزر نہیں سکے گا۔ سوائے اس کے کہ حضرت علی نے اس کے لئے گزرنے کا حکم ہو۔

بخاری نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت کے روز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دوزخ و زانو ہو کر جھکے

کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

هذان خصمان اختصموا فرمایا یہ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بدر فی ربیعہ کے روز مبارزت کی تھی۔

یعنی علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔



فصل ثالث

در بیان شائے صحابہ و سلفے

ابن سعد نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی ہم میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اور حکم نے ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علی ہیں۔

ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب ہمیں باوثوق ذرائع سے علم ہو جائے کہ یہ فتویٰ حضرت علی نے دیا ہے تو ہم اس سے تجاوز نہیں کرتے

سفید بن المسیب نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہم اس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو علی حل نہ کر سکیں۔ اور انہی کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ صحابہ میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو۔ ہاں علی یہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھا کرو۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ مدینہ میں سے سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلے کرنے والے حضرت علی ہیں۔ حضرت عائشہ کے پاس ذکر کیا گیا تو آپ نے

فرمایا جو لوگ باقی رہ گئے ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ سنت کو جاننے والے ہیں۔

مصدق کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو علم میں بڑی نچنگی حاصل تھی اور آپ کو اسلام اور حضور علیہ السلام کی دامادی، سنت میں تفقہ، جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے میں تقدم حاصل تھا۔

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے یا ایہا الذین امنوا کے الفاظ نازل کئے ہیں وہاں حضرت علی بن ابی طالب کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ مگر حضرت علی کا ذکر اچھے رنگ میں کیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علی کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ وہ کسی کے لئے نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں حضرت علی کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ ابولعلی نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں۔ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے

لے یہ دونوں اثر موضوع نہیں ضعیف ہیں جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں بیان ہوا ہے۔

شادی کی۔ اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی۔ اس میں ان کے لئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لئے نہیں۔ اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپ کو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

احمد اور ابو علی نے بسند صحیح حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھ میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے، نہ میری آنکھ میں تکلیف ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے پچھاڑا ہے۔ جب آپ کو فہ تشریف لائے تو ایک عرب فلا سفر آپ کے پاس آکر کہنے لگا امیر المؤمنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے۔ اس نے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشی۔ اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی۔

سلفی نے طبریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی ہار حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ سے عیب تلاش کئے مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

فصل چہارم

در بیانے چند کراماتے ، فیصلہ جاتے ، کلماتے جو آپسے
کے معرفت الہی ، علم و حکمت اور زہد میں بلند رتبہ ہونے پر
دلالت کرتے ہیں ۔

ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم جو آیت
بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کس کے متعلق ، کس
جگہ اور کس پر نازل ہوئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل دل اور ناطق زبان
عطا کی ہے ۔ ابن سعد وغیرہ نے ابو الطفیل سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی
نے فرمایا کہ مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو ۔ میں ہر آیت کے متعلق
جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو ، میدان میں نازل ہوئی
یا پہاڑ پر ۔

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جب
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی
بیعت میں دیر کی تو حضرت ابوبکر نے آپ سے علی کر کہا کہ کیا تو میری
امارت کو ناپسند کرتا ہے ۔ انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ
میں نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کروں ۔
اس وقت تک سوائے نماز کے چادر نہ اوڑھوں گا ۔ صحابہ کا خیال

ہے کہ آپ نے اُسے ترتیب نزولی کے مطابق جمع کیا ہے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ہوتا۔

آپ کی روشن کرامات | جب آپ کی گود میں رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم سر رکھے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی اور حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی تو سورج کو آپ پر لوٹا دیا گیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی کیفیت دور ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے دعا کی۔ اے اللہ اگر یہ تیری اور تیرے رسول کی امانت میں لگا ہوا تھا تو سورج کو اس کے لئے واپس لوٹا دے۔ تو سورج غروب ہونے کے بعد پھر طلوع ہو گیا۔

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث کو علماء دینی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور قاضی نے بھی الشفاء میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زرقہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے۔ ان کا رد پیش کیا ہے۔

اے سیوطی نے اس حدیث کے طرق کے تتبع میں کشف اللبس فی حدیث روایات میں ایک جزو لکھا ہے اور اسے اس قول پر ختم کیا ہے کہ اقوال اس حدیث کی صحت کی شہادت دیتے ہیں۔ ان میں امام شافعی وغیرہ کا یہ قول بھی ہے کہ انبیاء کو تسبیح و تہلیل سے گئے ہیں ان کی نظیر یا ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو بھی دیئے گئے ہیں۔ آپ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ یوشع جو سرکشوں کے قاتل ہیں ان کیلئے سورج کئی راتوں تک روک لیا گیا تھا پس ضروری ہے کہ اسکی تفسیر حضور علیہ السلام کیلئے بھی ہو۔ ابن کثیر اور منزہ الشریعتہ میں اس بات کو مفصل بیان کیا ہے۔

اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت تو قوت ہو گیا تھا پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹنا خصوصیت ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علی کی خصوصیت اور کرامت ہے۔ یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آجائے۔ میں نے اسے مع وجوہات شرح العیاب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے۔ کہ انہوں نے ابو منصور المظفر بن ازوشیر القباوی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو بکھوایا اور اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپالیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

اے سورج! جب تک آل مصطفیٰ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا اگر تو ان کی ناکرنا چاہتا ہے تو اپنی غان کو موڑ، کیسے تجھے وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کے لئے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے ہو جائے۔

کہتے ہیں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا۔ عبد البرزاق نے

حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا تیری کیا حالت ہوگی۔ جب تجھے حجر پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا میں نے عرض کیا ایسا بھی ہوگا فرمایا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں فرمایا حجر پر لعنت کرنا۔ مگر مجھ سے اظہار بنیاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے ہیں مجھے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے یمن کا امیر تھا، حکم دیا کہ میں حضرت علی پر لعنت کروں۔ میں نے کہا امیر نے مجھے حضرت علی پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر لعنت کرو اللہ اس پر لعنت کرے۔ اس بات کو ایک آدمی کے سوا کوئی بھی نہ سمجھا۔ کیونکہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی۔ اور حضرت علی پر لعنت نہ کی۔ یہ حضرت علی کی کرامت اور آپ کی غیب کے متعلق پیشگوئی ہے آپ کی یہ بھی ایک کرامت ہے کہ آپ نے ایک حدیث بیان کی تو ایک آدمی نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے اُسے کہا اگر تو جھوٹا ہوا تو میں تجھ پر بددعا کروں گا۔ اس نے کہا بددعا کرو۔ آپ نے اس پر بددعا کی تو جلد ہی اس کی بصارت جاتی رہی۔

ابن المدائنی نے ایک گروہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بیت المال میں جاڑو دیتے۔ پھر اس امید پر نماز پڑھتے کہ ان کیلئے گواہی دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں رکھا۔ دو آدمی بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس سے ایک تیسرا آدمی گذرا۔ جسے انہوں نے بٹھالیا۔ اور وہ برابر برابر آٹھ روٹیاں کھا گئے۔ پھر تیسرے آدمی نے کھانے کے عوض انہیں

آٹھ درہم دے دے تو دونوں آپس میں جھگڑ پڑے۔ پانچ روٹیوں والا کہتا میرے پانچ درہم ہیں اور تین روٹیوں والے کے لئے تین درہم ہیں اور تین روٹیوں والا کہتا ہے کہ میرے ساڑھے چار درہم ہیں۔ دونوں جھگڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس گئے۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا آپ وہ تین درہم لے لیں۔ جن کے بارے میں آپ کا ساتھی رضا مند ہے۔ کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اس نے کہا میں تو حق کے مطابق راضی ہوں گا۔ آپ نے فرمایا حق کے مطابق ایک درہم ہے۔ اس نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کیا آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے۔ اور تم اسے برابری پر محمول کرتے ہو۔ تو نے آٹھ ثلث کھائے ہیں حالانکہ تیرا حصہ نو ثلث تھا اور تیسرے ساتھی نے بھی آٹھ ثلث کھائے۔ حالانکہ اسے پندرہ ثلث ملنے چاہیں۔ اس کے لئے سات باقی رہ گئے۔ اور تیرا ایک باقی رہ گیا۔ اس کو سات کے بدلے سات اور تجھے ایک کے بدلے ایک درہم ملنا چاہیے۔ اس نے کہا اب میں راضی ہوں۔

آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خیال میں اسے اپنی ماں کے ساتھ احرام ہوا جو آپ نے فرمایا اسے دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مارو۔

اے مسجد میں جاڑو دینے کا اثر عبدالرزاق نے المصنف میں مدنی سے بیان کیا ہے اسی طرح وہ حکایت بھی جو اس کے بعد ہے اور وہ بھی جو اس کے بعد ہے۔

آپ کے کلمات | لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مر جاتے ہیں تو

اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان

میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں
اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی قدر
پہچان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اُسے
اچھی لگے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان
لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے۔ جبکہ مشہور
یہ ہے کہ یہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے
چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہوگا اس کے بھائی بہت ہوں گے
نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ نجیل کے مال کو حادثہ یا وارث
کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف دیکھ مصیبت
کے وقت داویلا کرنا۔ مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ
کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ جبروں کے ساتھ
کھانے اور بد بھمی میں کوئی صحت نہیں۔ بے ادبی کے ساتھ کوئی
شرف نہیں۔ حسد کیساتھ کوئی رحمت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سرداری
نہیں۔ مشورہ ترک کرنے سے صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ جھوٹے
کے لئے کوئی مروت نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔
توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ
خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں
آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے
جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا

اعادہ گناہ کی یاد دہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا زخمی کرنا ہے۔ جاہل کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو روڑی پر آگاہ ہو۔ بے صبری، صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے۔ یہاں تک کہ واپس آجائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخل غیوب کمرے برائیوں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر بھول جاتی ہے۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر عقد آتا ہے۔ گنہگار کے لئے گناہ ہی کافی سفارش کنندہ ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ احسان، زبان کو بند کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی غریبی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچے ذلت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کیسے ہلاک ہوا۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا اور کیسے بچا۔ اونٹوں کے بھگانے سے بچو۔ کیونکہ بھاگے ہوئے واپس نہیں ہوتے۔ لالچ کی چمکتے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔ جب اونٹ قہار سے پاس پہنچ جائیں تو شکر کی کمی کے باعث سب سے دور رہنے والے اونٹ کو نہ بھگاؤ۔ جب تمہے کسی دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں اُسے معاف کر دے۔ جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بخیل جلد غریب ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں غریبوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور آخرت

میں اس کا حساب مالداروں کا سا ہو گا۔ عقلمند کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور بیوقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کینے کو بلند مرتبہ کر دیتا ہے۔ اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے گرا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم اور جاہل عبادت گزار نے میری مکر توڑ دی ہے۔ یہ فتوے دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے متنفر کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ لوگوں میں سب سے کم قیمت آدمی وہ ہے جو ان میں کم علم ہے۔ کیونکہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے جو اسے اچھا بنائے۔ اس انوکھے اسلوب پر آپ کا کلام بے شمار ہے مگر میں تم سے طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیتا ہوں۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پھندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے اُسے کمزور کہتے ہیں۔ اگر سپندوں کو اپنے پیٹ کی برکت کا علم ہوتا تو وہ اس سے ایسا نہ کرتے۔ اپنے جسموں اور زبانوں سے لوگوں میں سے گھل مل جاؤ اور اپنے قلوب اور اعمال سے ان سے الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے روز وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔ عمل سے زیادہ قبولِ عمل کیلئے اہتمام کرو۔ اس لئے کہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہ ہوگی۔ اور مقبولِ عمل کیسے کم ہو سکتا ہے۔

اے عالمینِ قرآن اس پر عمل کرو۔ کیونکہ عالم وہ ہے جو

علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔ غریب
 کچھ حاملین علم ہوں گے۔ علم ان کے گلے سے آگے نہیں گزرے گا
 ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا
 وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہاں تک
 کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ اُسے پھوڑ
 کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ
 تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور
 اپنے رب سے امید رکھو۔ جسے علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم
 محسوس نہ کرے اور حجب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس
 کا اُسے علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر
 ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے۔
 کامل نقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الہی سے مایوس نہ کرے
 اور نہ انہیں معصیت الہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الہی
 سے مامون کر دے۔ اور نہ قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی
 دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی
 نہیں جس کے ساتھ علم نہیں۔ اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کے
 ساتھ فہم نہیں۔ اس قرأت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبیر
 نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے
 اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا
 ہوں اللہ اعلم، جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو
 کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت فقہ، سخت
چھینک، سخت جانی، قے، نکیر، سرگوشی اور ذکر الہی کے وقت
نیند کا آنا۔

بدگمانی دانائی ہے۔ یہ حدیث ہے اور اس کے الفاظ
یہ ہیں۔ بدگمانی بھی دانائی کی بات ہے۔ توفیق بہترین قائد ہے۔
اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔
ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت نہیں
آپ سے تقدیر سے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ
ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے۔ اس میں داخل نہ ہو۔ ایک الہی
راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لئے اسے سائل اسے افشا نہ کر۔
خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے
جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھے
سے کالے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔ جب
کوئی مبتلائے مصیبت ہو تو اس کے ضروری ہے کہ اس کے انجام
تک پہنچے۔ عاقل کو جب مصیبت پہنچے تو اسے چاہیے کہ اس کی مدت
ختم ہونے تک سو رہے۔ کیونکہ اُسے قبل از وقت ختم کرنے میں
اس کی کراہیت میں اضافہ کرنا ہے۔

آپ سے سخاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا جو سخاوت
سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیا اور عزت کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کے
ایک دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا تو فرمایا میں ایسا نہیں
جیسا تو کہہ رہا ہے۔ بلکہ جو کچھ تیرے دل میں ہے۔ میں اس سے بھی

بڑھ کر ہوں۔ فرمایا معصیت کی جزا، عبادت میں کمزوری، رزق میں تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے۔ پوچھا گیا لذت کی بے لطفی کیسے ہے؟ فرمایا انسان کو جائز خواہش کے پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے۔ آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ثبات بخشے فرمایا تیرے سینے پر جب آپ کو ابنِ بلجم نے تلوار ماری تو حضرت حسن آپ کے پاس روتے ہوئے آئے، فرمایا اے میرے بیٹے مجھ سے چار اور چار باتیں یاد کر لو۔ حضرت حسن نے عرض کیا۔ میرے ابا وہ کونسی باتیں ہیں۔ فرمایا سب سے بڑی مالدارۃ عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی حماقت ہے اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے۔ اور سب سے بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے۔

عرض کیا دوسری چار باتیں کونسی ہیں۔ فرمایا
 اولے :- بیوقوف کی صحبت سے اجتناب کر کیونکہ وہ نفع کے ارادے سے تجھے نقصان پہنچا دے گا۔
 دوم :- جھوٹے کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ دور والوں کو تیرے قریب اور قریبیوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔
 سوم :- بخیل کی دوستی سے بچ کیونکہ جس وقت تجھے اس کی بڑی ضرورت ہوگی وہ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔
 چہارم :- ناجر کی دوستی سے بچ کیونکہ وہ تجھے حقیر چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔

ایک یہودی نے آپ سے کہا ہمارا رب کب سے ہے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا نہ وہ مکان ہے

نہ کہیں پایا جاتا ہے۔ اور وہ بغیر کیفیت کے ہے۔ نہ اس کا آغاز ہے نہ انتہا۔ تمام غایات اس کے درے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔ آپ صغین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہو گئی۔ جو ایک یہودی کے پاس سے ملی۔ آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے قاضی شریح کے پاس سے گئے۔ اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر میرا مد مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ مجالس میں انہیں برابر نہ بٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے انہیں حقیر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر بنایا ہے پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شریح نے آپ سے کہا۔ باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں یہودی نے کہا امیر المومنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا۔ اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ واندی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس چار درہم تھے جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہمات کو، ایک دن کو، ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔ تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی

الذین ینفقون اموالہم
باللیل والنہار سراً
وعلانیۃ فلہم اجرہم
عند ربہم ولا خوف
علیہم ولا ھدم یحزنون

جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور
دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر
خرچ کرتے ہیں۔ ان کا اجر
رب کے پاس ہے۔ نہ انہیں کسی کا
خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

حضرت معاویہ نے ضرار بن عمرو سے کہا میرے سامنے حضرت
علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ حضرت معاویہ
نے کہا میں تجھ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اس نے کہا خدا کی قسم وہ
بہت دور تک جانے والے شدید القوی، فیصلہ کن بات کرنے والے،
انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا۔
اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی چکاچوند سے
نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے
اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر
سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔ جب ہم ان سے حوال
کرتے تو وہ جواب دیتے۔ جب انہیں بلائے تو وہ ہمارے پاس آتے
اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے کے ان کی ہیبت کی وجہ سے ان
سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینداروں کی تعلیم کرتے اور مساکین کو
قریب کرتے۔ طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ
کمزور ان کے عدلی سے مایوس ہوتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے
بعض مقامات پر جب رات جھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو
انہیں اپنی داڑھی کو پکڑے، اڑ سے ہوئے انسان کی طرح بیقرار اور غمگین

کی طرح روتے دیکھا۔ اور وہ کہتے اسے دنیا میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے۔ کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائزنہ طلاقیں دے دی ہیں۔ جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا۔ تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلمتِ زاد، درازی سفر اور راستے کی وحشت، حضرت معاد یہ یہ باتیں سن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

آپ کے بھائی عقیل نے آپ کو اس لئے چھوڑ دیا کہ آپ ہر روز انہیں اتنے جو دیتے جو صرف ان کے خیال کو کفایت کرتے۔ آپ کی اولاد نے پانی میں جگولی ہوئی کھجوروں کی خواہش کی تو آپ ہر روز ان کو کچھ زیادہ دینے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس اتنے جو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں۔ اور کھانا تیار کر کے حضرت علی کو دعوت دی۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے بارے پوچھا انہوں نے تمام قصہ کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا کیا اس کے علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لئے کافی ہوتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کلم کر دیا۔ جو وہ ہر روز علیحدہ کر لیا کرتے تھے۔ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں۔ تو وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے بولا گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی حالت میں انہیں داغ دیا۔ اور فرمایا تو اس سے گھبراتا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لئے پیش کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے سونا دے گا۔

اور کھجوریں کھلائے گا اور وہ حضرت معاویہ کے پاس چلے گئے۔
ایک دن حضرت معاویہ نے کہا اگر وہ یہ نہ جانتا ہوتا کہ میں
اس کے بھائی سے بہتر ہوں۔ تو وہ ہمارے پاس نہ ٹھہرتا اور نہ اُسے
چھوڑتا تو عقیل نے انہیں جواب دیا۔ میرے دین کے لئے میرا بھائی
بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے میں نے اپنی دنیا کو ترجیح
دی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے خاتمہ یا اخیر کی دعا کرتا ہوں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علی سے
کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو
جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دوں گا
عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر
اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے
تفل توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ۔ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنانا چاہتے
ہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر
تمہیں دے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا
چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے
حضرت معاویہ کے پاس آکر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک
لاکھ روپیہ دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں
نے آپ کو کیا دیا۔ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا
میں نے علی کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا
اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین
پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا۔ تو نے ہم کو

چھوڑ کر حضرت علی کو کیوں پسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے، (ا) جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کے علم کی وجہ سے (ب) جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے (ج) جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی وجہ سے۔ جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف بکھو پھر اُسے ذیل کے اشعار بکھوائے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں۔ اور سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا ہیں۔ اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ میری مال کے بیٹے ہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میری بیوی اور میری سکینیت ہے جس کا گوشت پوست میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔ اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس بیوی سے ہیں۔ تم میں کون ہے جو میری طرح ہو۔ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے قبل ہی جوان تھا۔

یہی کہتے ہیں ہزار آدمی کو چاہیے کہ ان اشعار کو یاد کرے تاکہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو معلوم کر سکے۔ حضرت علی کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں۔

حضرت امام شافعی کے کلام میں ہے کہ جب ہم حضرت علی کو فضیلت دیتے ہیں تو ہم جاہلوں کے نزدیک تفضیلی را فنی ہوتے ہیں۔ اور جب میں حضرت ابوبکر کی فضیلت کا ذکر کرتا ہوں تو مجھ پر غارتی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ میں ہمیشہ ہی ان دونوں کی محبت کی وجہ

سے خارجی اور رافضی رہوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے ریت میں تکیہ لگا دیا جائے۔ یعنی میں مرجاؤں۔

پھر فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں تو رافضی ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ رفق تو میرا دین و اعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے بلا شبہ بہترین امام اور ہادی سے دوستی کی ہے۔ اگر ولی سے محبت کرنا رفق ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا اے سوار منی میں محصب پر ٹھہرا اور خیف کے ساکن کو آواز دے۔ جب حاجی صبح کے وقت موحیوں مارتے ہوئے فرات کی طرح منی کی طرف جاتے ہیں۔ اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا نام رفق ہے تو میں دلیس اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعی نے یہ اشعار اس وقت کہے جب خوارزم نے حسد اور سرکشی سے انہیں رافضی کہا۔ اس قسم کے اور اشعار بھی آپ نے کہے ہیں۔

مزنی کہتے ہیں آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں۔ اگر آپ اس کے متعلق کچھ شعر کہتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا ہے
تو نے ہمیشہ ہی اہلبیت کی محبت کو پوشیدہ رکھا ہے۔ یہاں
یہ کہ میں جتنی سائلین کو جواب دینے میں گونگا ہو گیا۔ میں باوجود
صفائے محبت کے اپنی محبت کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاکہ تو چغل فروش
کی باتوں سے محفوظ رہے اور میں بھی۔

فصل پنجم

آپ کی وفات

جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طویل پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمن بن بلجم المرادی، بزرگ اور عمرو الیقین نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ ابن بلجم نے حضرت علی، بزرگ نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ ابن بلجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شیب بن عجرة الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

جب ۱۷ رمضان ۳۵ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علیؑ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسنؑ سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا ہے کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے انکے

بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہوں۔ اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے بُرا ہو۔ پھر آپ کی طرف بطحیں چلائی ہوئی آئیں۔ تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا انہیں جھوڑ دے یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثنا میں موزن نے آکر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر جا لگا۔ پھر ابن بلجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا۔ اور ابن بلجم جاگ گیا۔

شبیب جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آکر اسے قتل کر دیا اور ابن بلجم کو ہر طرف سے لگوں نے گھیر لیا اور سہدان کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اسل پر چادر چھینکی اور اسے نیچے گرا دیا اور اس سے تلوار چین کر حضرت علی کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ جان کے بدلے جان۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے اسی طرح قتل کرنا جیسے اس نے مجھے قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جانبر ہو گیا تو اس کے معاملے میں غور کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ زخموں کا قصاص ہوتا ہے۔ اُسے پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا گیا۔ حضرت علی جمعہ اور ہفتہ زندہ رہے اور اتوار کی رات کو وفات پا گئے۔ آپ کو حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر نے غسل دیا۔ اور حضرت محمد بن الحنفیہ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ آپ کو تمیم کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت

حسن نے آپ کی نم ز جنازہ پڑھائی اور سات بجیر میں کہیں اور شب کو کوفہ کے دارالامارت میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ یا قری میں اس جگہ کی آج کل زیارت کی جاتی ہے یا آپ کے گھر اور جامع الامام کے درمیان آپ کو دفن کیا گیا۔ پھر ابن بلجم کو اطراف سے قطع کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلا دیا گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت حسن نے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہشیم بنت الاسود النخعیۃ نے جلا دیا۔ جس رمضان میں حضرت علی قتل ہوئے اس میں آپ ایک رات حضرت حسن کے پاس، ایک رات حضرت حسین کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روزہ افطار کرتے اور تینے نعمتوں سے زیادہ نہ کھاتے اور فرماتے میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو نہ لیا پیٹ سلوں۔

جس رات کی صبح کو آپ قتل ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھتے اور کہتے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات ہے جس کا بے وعدہ دیا گیا۔ اور جب سحری کے وقت آپ باہر نکلے تو ابن بلجم نے آپ کو موعود ضرب لگائی۔ جیسا کہ ہم احادیث فضائل میں بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت علی کی قبر کو خوارج کے کھود لینے کے خوف سے پوشیدہ کر دیا گیا۔

شریک کہتے ہیں کہ آپ کے بیٹے حضرت حسن انہیں مدینہ لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جب آپ قتل ہوئے تو لوگ آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھ لاٹے رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ کی نعش تھی بدک گیا۔ اور کسی کو پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ اور نہ ہی اُسے کوئی پکڑ سکا۔ اسی لئے اہل عراق کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اونٹ جلا وطنی میں گر پڑا اور لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور آپ کو دفن کر دیا۔

قتل کے وقت آپ ۶۳ سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر ۶۴ بعض ۶۵ بعض ۶۷ اور بعض ۵۸ سال بتاتے ہیں۔ ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خلیفہ ریتے ہوئے آپ سے اس آیت رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فمہم من قبی فحبہ ومنہم من ینتظروما بدلوا بتدیلا کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی عرب میں تو میں اس بد بخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور وارث کو زندگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوٹ لگی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں دنیا خواہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں

نہ ملے۔ اس پر گریہ نہ کرنا۔ حق بات کہنا۔ یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا۔ آخرت کیلئے کام کرنا۔ ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار بننا۔ خدا کی رضا مندی کے لئے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا تو نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا۔ پھر حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

روایت ہے کہ ابن بلجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا
 میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے
 تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے۔ کون معذور سمجھے۔ پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے۔ کہا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ فرمایا پھر مجھے کون قتل کرے گا۔
 مستدرک میں السدی سے بیان کیا گیا ہے کہ ابن بلجم

خوارج کی ایک عورت پر عاشق تھا جس کا نام قلام تھا۔ اس نے اس سے نکاح کیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی کا قتل مہر میں دیا اس کے متعلق فرزدوق کہتا ہے میں نے قلام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی کو کلاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگرچہ کوئی مہر کتنا ہی گراں ہو وہ حضرت علی کے مہر سے گراں نہیں اور کوئی حملہ خواہ کتنا ہی اچانک ہو ابن بلجم کے حملہ کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اے

اے ان اشعار کا تذکرہ نسائی نے کتاب خصائص علی میں اور ابو عبد اللہ النزاری نے اپنی تاریخ "الانوار العلویۃ" میں کیا ہے۔

باب دہم

اس باب میں حضرت حسن کی خلافت، فضائل، کمالات اور کرامت کا بیان ہوگا۔ اس کی کئی فضیلتیں ہیں۔

فصل اول

آپ کی خلافت کے بیان میں

آپ اپنے نانا کی نصیحت کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے

بزرگ اور بھتیجی نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خان نے "حضرت اجماعی" میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ خلافت تیس سال ہے گی۔ اس کے بعد طو کیت آجائے گی۔ اسے اصحاب سفین نے بیان کیا ہے۔ اور ابن عباس نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جہان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں۔ اور سیوطی نے کہہ ہے کہ ان تیس سالوں میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کا زمانہ خلافت بھی شامل ہے۔ آپ چھ ماہ اور چند دن تک تخت خلافت پر رونق افروز رہے۔ پھر رستمہ میں مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ اور چھ دن تک خلیفہ رہے آپ خلیفہ برحق اور امام عادل و صادق ہیں۔ اور اپنے نانا کی اس پشت گوی کو پورا کرنے والے ہیں۔ جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی تھی کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اگر یہ چھ ماہ ان تیس سالوں کی تکمیل کرنے والے ہیں تو آپ کی خلافت منصوص ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے حضرت معاویہ آپ کے نائب بنے اور اس کا اقرار انہوں نے اپنے ایک خطے میں کیا جس کا تذکرہ ابھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں۔ حضرت معاویہ سے صلح اور خلافت سے دستبرداری کے خط میں بھی یہی ہے۔ ان چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے۔ جب حضرت حسن نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک دوسرے کی اکثریت کو جسم نہ کرے آپ نے حضرت معاویہ کو اطلاع دیا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس ہوگی۔ آپ مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔ سوائے اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے۔ اور آپ خیرات میں ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کر لیا۔ آپ مسلسل ان سے گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ

حضرت معاویہ نے آپ کے پاس مفید کاغذ جمع دیا۔ اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں۔ میں اس کی پابندی کروں گا۔ جیسا کہ کتب سیرت میں لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مد مقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے حضرت معاویہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے۔ اگر یہ لوگ اُن کو اور وہ اُن کو مار دیں تو مسلمانوں کے امور ان کی فورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملہ کو نہٹا سکتے ہیں میل مدوگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ نے قریش میں سے نبو عبد شمس کے ذوالدی عبد الرحمن بن سمرہ اور عبد الرحمن بن عامر کو حضرت حسن کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ان دونوں نے آپ کے پاس آکر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے۔ تو حضرت حسن نے فرمایا ہم نبو عبد شمس ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے۔ اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا من کون ہوگا۔ انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے جو بات دریافت کی۔ انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ تو آپ نے حضرت معاویہ سے صلح کر لی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت

معاویہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو۔ پھر حضرت حسن نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہو گئی ہو تو حضرت حسن نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے۔ یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین ہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔ اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا۔ اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور عداکھے زمین میں جہاں بھی ہوں گے۔ امن میں ہوں گے۔ اور اصحاب غسلی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے۔ اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں غلاں بن غلاں اس پر گواہی دیتا ہوں و کفی باللہ شہیداً۔ جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ نے حضرت حسن سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر

کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی ہے۔ تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء الہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا۔

لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی قہمت فسق و فجور ہے پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی۔ ضلالت سے بچایا۔ جہالت سے نجات دی۔ ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد کثرت بخشی۔ معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ اور وہ میرا حق ہے۔ اس کا حق نہیں۔ اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے۔ کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے۔ اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے۔ اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی مخالفت کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقا، چاہی ہے۔ اور جس بات سے اس صلح پر آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت حسن کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ

مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں غنیمت صلیح کروائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدوالی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضا مندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول ۳۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عمار، آپ فرماتے عمار نار سے بہتر ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے فخر پر سلام۔ آپ نے فرمایا میں مومنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند نہیں کیا۔ پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔

فصل دوم

آپ کے فضائل

۱۔ شیخین نے البراء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

۲۔ بخاری نے ابو بکر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ میرا یہ سردار بٹیا ہے۔ اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دوسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرا دے اس وقت حضرت حسن حضور کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف۔

۳۔ بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۴۔ ترمذی اور حاکم نے ابی سعید خدری سے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۵۔ ترمذی نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا

یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں
ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور جو
ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۶۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام
سے کیا سنت کیا گیا آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب
ہے فرمایا حسن اور حسین۔

۱۷۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم حسن کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے تو آپ
کو ایک آدمی بلا اس نے کہا، اے نوجوان تو کیا ہی ابھی سواری
پر سوار ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیا
اچھا ہے۔

۱۸۔ ابن سعد نے عبداللہ بن عبدالرحمن بن زبیر سے بیان کیا
ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے حضرت حسن سب
سے زیادہ آپ کے مشابہ اور آپ کو محبوب تھے۔ میں نے حضرت
حسن کو آتے دیکھا اور حضور علیہ السلام مسجد میں تھے۔ آپ حضور علیہ السلام
اے بخاری نے حضرت انس سے حضرت حسین کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ
کے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ انہی سے ابن سیرین نے اور خود ابن سیرین سے بھی روایت ہے
کہ حسن سے زیادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کوئی نہ تھا۔ ترمذی نے حضرت علی
سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضور کے بعد اور پہلے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ ان
روایات میں حافظ نے یوں تطبیق دی ہے کہ ابن سیرین کا تو ان حضرت حسن کا ذات کے
بعد حضرت حسین کے متعلق ہے۔ یا دونوں بعض اعضاء بہت مشابہت رکھتے تھے

کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے۔ اور اپنی مرضی سے ہی اترے اور
میں نے آپ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ اپنی ٹانگوں کو کھٹا کر دیتے
تاکہ حضرت حسن دوسری جانب نکل جائیں۔

۹:- ابن سعد نے ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے بیان کیا ہے کہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کیلئے اپنی زبان کو باہر نکالتے
اور جب بچہ زبان کی سُرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ہنکتا۔

۱۰:- حاکم نے زہیر بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن خطبہ
کے لئے کھڑے ہوئے تو از و شنوۃ میں سے ایک آدمی نے کھڑے
ہو کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو
انہیں گھٹنے پر بٹھائے دیکھا اور آپ فرما رہے تھے جو مجھ سے محبت
رکھتا ہے اُسے اس سے بھی محبت رکھنی چاہیئے اور جو عاقر کو چاہیئے کہ
اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں اور اگر حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اسے کسی کے
سامنے بیان نہ کرتا۔

۱۱:- ابونعیم نے علیہ میں حضرت ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام

جیسے کہ حضرت علی نے بتایا ہے کہ حسن سر اور سینے کے درمیان سے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حسین نچلے حصے میں مشابہ ہیں۔ حضرت علی نے
تمام اعضا میں مکمل مشابہت کی نفی کی ہے۔ لوگوں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ
مشابہ کا ذکر کیا ہے اور وہ دس تک پہنچے ہیں جنہیں حافظ نے الفتح میں نظم کیا
ہے۔

ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن کی عمر اس وقت چھوٹی تھی آپ آکر مسجد کی حالت میں کبھی حضور کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے حضور علیہ السلام آہستگی سے ان کو ہٹاتے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا یہ میری خوشبو ہے۔ اور میرا یہ بیٹا سزاوار ہے۔ اور میرے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا ۱۲۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ۔ اور ایک روایت میں ہے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد مجھے حسن سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں۔ کہ جب بھی میں نے حضرت حسن کو دیکھا میری آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگالی۔ یہاں تک کہ ہم بنو قلیقاع کے بازار میں آ گئے۔ آپ نے بازار دیکھا پھر واپس آ گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں آ بیٹھے۔ پھر فرمایا میرے بیٹے

کو بلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کی گود میں گر گئے۔ پھر حضور علیہ السلام ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر کے فرمانے لگے اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھ۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ جو مجھ سے حسن اور حسین سے اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا اور ترندی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حافظ سلفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور معیت سے مراد مقام کی معیت نہیں بلکہ رفع حجاب کی جہت سے معیت مراد ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔



فصل سوم

آپ کے بعض کارنامے

آپ سید، کریم، علیم، زاہد، پرسکون، باوقار، صاحبِ حشمت اور قابلِ تعریف سنی تھے۔ اس کی تفصیل ابھی بیان ہو گئی۔ ابو نعیم نے علیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب سے اس حال میں ملتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہ چلا ہوں۔ چنانچہ آپ بیس سال بیت اللہ کی طرف چل کر آتے رہے۔

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ۲۵ حج پا پیارہ کئے ہیں۔ اور اونٹنیاں آپ کے سامنے کھینچ کر لائی جاتیں۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے اپنے مال سے دو مرتبہ زکوٰۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال کو تین مرتبہ تقسیم کیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک جو تاعطا کرتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پس رکھتے۔ ایک آدمی کے متعلق آپ نے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگتا ہے۔ آپ نے اُسے دس ہزار درہم بھیج دیئے۔ ایک آدمی جو پہلے مالدار تھا۔ اپنی غربت اور بد حالی کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کے پاس آیا تو

آپ نے فرمایا تیرے سوال کا حق یہ ہے جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ تجھے کیا دینا چاہیئے۔ اور وہ دینا میرے لئے دشوار ہے۔ اور میرا ہاتھ تیری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے۔ اور راہِ خدا میں مالِ کثیر کا دینا بھی قلیل ہی ہے۔ اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے۔ اور اگر تو مقوراً قبول کرے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کی تکلیف دور کر دے تو تو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔ اس نے کہا اے فرزندِ دختر رسول میں قلیل کو قبول کر لوں گا۔ اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا۔ اور میں روکنے پر معذور خیال کروں گا۔ حضرت حسن نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا اور فرمایا مجھے زائد رقم دو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس آدمی کو دیئے اور معذرت بھی کی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر کی منیافت کی۔ آپ نے اُسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں دیں۔ اور حضرت حسین نے بھی اسے اسی قدر دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔

بزار نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا۔ تو آپ نے خلبہ میں فرمایا۔ اے اہل

عراق ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور
 یہاں بھی ہیں۔ اور ہم وہ اہلبیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 ہے انما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم
 تطہیراً۔ آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد
 رو پڑے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں
 کہ میں نے ایک بار کے سوا کبھی آپ کے منہ سے محش بات نہیں سنی۔
 آپ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے درمیان کسی زمین کے متعلق کوئی
 جھگڑا تھا۔ تو آپ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ کچھ ہے جو اس کو دلیل
 کر دے گا۔ یہ وہ سخت محش کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سنا۔ مروان
 نے آپ کی طرف ایچی بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ وہ مدینہ کا عامل
 تھا۔ اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت حسن نے
 اس کے ایچی سے کہا۔ اس کو جا کر کہہ خدا کی قسم میں تجھ کو گالیاں دے کر
 ان سے کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا جو تو نے کہی ہے۔ اللہ کے ہاں تیرے
 اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے
 سچ کی تجھے جزا دے گا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام
 لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ سے سختی کی اور آپ خاموش رہے
 پھر اس نے دائیں ہاتھ سے رینٹ صاف کی تو آپ نے فرمایا تیرا برا
 ہو کیا تجھے علم نہیں کہ داہیں ہاتھ منہ کے لئے اور بائیں شرمگاہ کیلئے
 ہے۔ تجھ پر افسوس ہے تو مروان خاموش ہو گیا۔

آپ عورتوں کو بہت طلاق دینے والے تھے۔ آپ محبت کرنے والی عورت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ آپ نے نوے عورتوں سے شادی کی۔

ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اسے اہل کوفہ حسن کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والا آدمی ہے تو ایک ہمدانی نے کہا ہم ضرور اسے لڑکیاں دیں گے۔ وہ جس سے راضی ہو اُسے رکھے اور جس کو ناپسند کرے اُسے طلاق دے دے۔ جب آپ نے وفات پائی تو مروان آپ کے جنازے پر رویا۔ تو حضرت حسین نے اُسے کہا کیا تو اس پر روتا ہے حالانکہ تو نے انہیں سخت اذیت دی ہے۔ اس نے جواب دیا میں یہ اس شخص سے کرتا تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولت مندی کی نسبت غربت، صحت کی نسبت بیماری زیادہ پسند ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم کرے۔ میں کہتا ہوں جو شخص اپنے آپ کو اس اچھاٹی کے سپرد کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ اُسے اس حالت کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے۔ دوسری کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے۔

آپ ہر سال ایک لاکھ روپیہ بخشش کیا کرتے تھے۔ ایک سال حضرت معاویہ نے روپیہ روک لیا اور آپ بہت تنگ ہو گئے فرماتے ہیں میں نے معاویہ کو اپنے متعلق یاد دلانی کرانے کے واسطے خط لکھنے کیلئے روات منگائی۔ پھر میں رک گیا۔ میں نے خواب میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا: اباجی اچھا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رک جانے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: کیا تو نے اپنے جیسی مخلوق کو یاد دہانی کرانے کے لئے روات منکوائی تھی۔ میں نے جواب دیا: ہاں یا رسول اللہ میں کیا کہا کروں۔ فرمایا یہ دعا کیا کرو۔

اللهم اذهب في قلبي	اے اللہ میرے دل میں اپنی امید ڈال
رجاءك واقطع رجائي	دے اور اپنے ماسوا سے میری امید
عن سوال حتى لا ارجو	کو منقطع کر دے۔ یہاں تک کہ میں تیرے
احدا غيرك اللهم وما	سوا کسی سے اُمید نہ رکھوں۔ اے
ضعفت عند قوتی وقصو	اللہ جس چیز سے میری قوت کمزور
عند عملی ولم تنته	اور میرا عمل قاصر ہو اور میری رغبت
اليه رغبتى ولم تبلغه	اور میرا سوال اسے
مسئلتى ولم يجبر على	نہ پہنچے اور جو تو نے اولین و آخرین
لساني مما اعطيت احدا	میں سے کسی کو دیا ہے۔ اس یقین کے
من الاولين والآخرين	متعلق میری زبان پر بات نہ چلے تو
من اليقين فختمتي به	اے الرحم الراحمین مجھے اس سے
يا ارحم الراحمين	مخصوص فرما۔

آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ معاویہ نے میری طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیجے۔ تو میں نے کہا سب تعریف اس خدا کی ہے جو یاد کرنے والے کو نہیں بھوتا۔ اور اس سے دُعا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا۔ پھر میں نے رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور میں نے آپ سے اپنی بات بیان کی۔ فرمایا اسے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا۔ جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائی سے کہا اسے بھائی آپ کے والد نے خلافت کو چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کو دے دی۔ پھر چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو دے دی۔ پھر شوریٰ کے وقت آپ کو یقین تھا کہ خلافت مجھے ملے گی۔ اللہ نے اسے حضرت عثمان کو دے دیا۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو آپ کی بیعت کی گئی۔ پھر آپ سے تنازعہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے تلوار سونت لی۔ مگر خلافت کا معاملہ آپ کے لئے صاف نہ ہوا۔ قسم بخدا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہیں کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ کو سبک کر کے نکال دیں گے۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اور آپ نے اسے قبول کر لیا ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضرت عائشہ کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا۔ میرا خیال ہے لوگ عنقریب اسی سے روکیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بحث نہ کرنا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت امام حسین نے حضرت عائشہ کے پاس جا کر پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا یہ تو لغت اور عزت کی بات ہے۔ مردان نے انہیں روکا تو حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار بہن لئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ نے آپ کو واپس کر دیا۔ پھر آپ

کو اپنی والدہ کے پہلو میں بقیع میں دفن کر دیا گیا ۔

آپ کی موت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی بعدہ دختر
اشعث بن قیس الکندی کو زید نے آپ کو زہر دینے کے لئے
خفیہ طور پر بھجوا دیا ۔ زید نے آپ کی شادی اس سے کروائی اور
اس کے لئے ایک لاکھ روپیہ خرچ کیا ۔ اور اس نے آپ کو زہر
دے دیا ۔ آپ پالیس روز تک بیمار رہے ۔ جب آپ فوت
ہو گئے تو اس نے زید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق پوچھا ۔ اس
نے جواب دیا ہم نے تو حسن کے لئے بھی تجھے پسند نہیں کیا ۔ تجھے
اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے ہیں ۔ کئی متقدمین نے جیسے قتادہ
اور ابوبکر بن حفص نے اور متاخرین میں سے زین العراقی نے مقدمہ
شرح التقریب میں آپ کو شہید قرار دیا ہے ۔ آپ کی وفات ۲۹ھ
یا ۳۰ھ یا ۳۱ھ میں ہوئی ہے ۔ ایک جماعت کے قول کے مطابق
اکثریت کے نزدیک آپ کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی ہے ۔ وادی
نے ۳۱ھ کے سوا سب کو غلط قرار دیا ہے ۔ خصوصاً جنہوں نے آپ کی
وفات ۳۱ھ اور ۳۲ھ میں قرار دی ہے ۔

آپ کے بھائی نے بہت کوشش کی کہ آپ کو زہر دینے
والے کا پتہ چلے مگر کسی نے آپ کو نہ بتایا ۔ آپ نے کہا جس کے
متعلق مجھے گمان ہے اگر وہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے شدید انتقام
لے گا ۔ اور اگر وہ نہیں تو میری وجہ سے اُسے نہ مارا جائے ۔ اور اللہ
ہر چیز سے پاک ہے ۔

ایک روایت میں ہے کہ اے میرے بھائی میری وفات

کا وقت آگیا ہے۔ اور میں جلد آپ سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے رب سے جا ملوں گا۔ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے۔ میں اس سے اللہ کے ہاں لڑوں گا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے اس معاملہ میں کوئی بات نہ کرنا اور جب میں اپنا حصہ پورا کر لوں تو مجھے قمیص پہنانا، غسل دینا کفن دینا اور مجھے میری چارپائی پر اٹھا کر میرے نانا کی قبر پر لے جانا۔ میں ان سے تجدید عہد کروں گا۔ پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر پر لے جانا اور وہاں دفن کر دینا۔ اور میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں میرے معاملہ میں کسی کا خون نہ بہانا۔

ایک روایت میں ہے کہ اسے میرے بھائی مجھے تین بار زہر دیا گیا ہے۔ مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ حضرت حسین نے پوچھا آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا کیا تیرے اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ تو ان سے جنگ کرے۔ مگر میں ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس روایت کو ابن عبد البر نے بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے مگر اس طرح کا زہر مجھے کبھی نہیں دیا گیا۔ اس نے میرے جگر کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔ گویا میں اُسے بکڑی پر الٹ پلٹ رہا ہوں۔ حضرت حسین نے آپ سے کہا بھائی جان آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ فرمایا تیرا اس سے کیا مقصد ہے کیا تو اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت حسین نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا جس کے متعلق

میرا گمان ہے اگر وہ آدمی ہے تو اللہ سخت انتقام لینے والا ہے
 اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو میری خاطر کسی بے گناہ کو نہ مار جائے
 آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان
 قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے۔ تو آپ اور آپ کے اہل بیت خوش
 ہو گئے۔ انہوں نے یہ بات ابن المسیب کو بتائی تو انہوں نے کہا اگر
 میں اس روئے کی تصدیق کروں تو آپ کی زندگی کم ہی باقی رہ گئی ہے
 اور چند روز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی نماز جنازہ
 سعید بن العاص نے پڑھائی کیونکہ وہ اس سے پہلے حضرت معاویہ
 کی طرف سے مدینہ کے والی تھے۔ آپ کو اپنی دادی دختر اسد کے
 پاس ان کے مشہور گنبد میں دفن کیا گیا ہے۔ آپ کی عمر ۱۱ سال
 تھی۔ ان میں سے سات سال آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ رہے۔ تیس سال اپنے والد کے ساتھ رہے اور پھر چھ ماہ
 خلیفہ رہے۔ اور پھر ساڑھے نو سال مدینہ میں رہے۔



باب یازدہم

اس باب میں اہل بیت نبوی کے فضائل کا بیان ہوگا۔ اسکی کئی تفصیلیں ہیں

سب سے پہلے ہم اس کی اصل کو بیان کرتے ہیں۔ صحیح ترین روایت کے مطابق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال کے آخر میں حضرت فاطمہ کی شادی حضرت علی سے کی جبکہ حضرت فاطمہ کی عمر ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علی کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ کی زندگی میں کوئی دوسری شادی نہیں کی آپ نے ایک دفعہ ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی شدتِ غیرت کے خوف سے آپ کو منع کر دیا۔

حضرت انس سے روایت ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے۔ اور احمد نے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، حضرت فاطمہ کے نکاح کے پیغام کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ خاموش رہے۔ اور دونوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ پھر دونوں حضرت علی کے پاس انہیں مشورہ دیتے ہوئے آئے کہ تم اس رشتہ کو طلب کرو۔ حضرت علی کہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اس معاملہ کے لئے چوکس کر دیا تو میں اپنی چادر گھٹیا ہوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے فاطمہ سے بیاہ دیں

آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے کہا میرا گھوڑا اور
 زرہ ہے فرمایا گھوڑے کے بغیر تمہارا چارہ نہیں۔ البتہ اپنی زرہ بیچ
 دو۔ میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا اور انہیں
 حضور علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ آپ نے انہیں اپنی گود میں رکھا
 اور ان سے کچھ درہم لے کر حضرت بلالہ سے فرمایا ہمارے واسطے خوشبو
 خرید لاؤ۔ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کیلئے جہیز تیار کرے۔
 آپ نے ان کے لئے ایک بنی ہوئی چارپائی اور چڑے کا ایک تیکہ بنایا
 جس کے اندر چال بھری ہوئی تھی۔ اور حضرت علی سے فرمایا۔ جب
 حضرت فاطمہ آپ کے پاس آئیں تو میرے آنے تک ان سے کوئی
 بات نہ کرنا۔ آپ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں۔ اور گھر کے ایک کونے
 میں بیٹھ گئیں۔ اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ ام ایمن نے
 کہا آپ کا بھائی اور آپ نے اُسے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی ہے۔ فرمایا
 ہاں۔ آپ نے اندر آکر حضرت فاطمہ سے فرمایا مجھے پانی لا دیجئے۔ تو
 آپ گھر سے ایک پیالہ لے کر اس میں پانی لے آئیں۔ آپ نے اُسے
 لے کر اس میں کھلی کی۔ اور حضرت فاطمہ سے فرمایا آگے آئیے۔ آپ
 آگے آئیں تو آپ نے پانی کو آپ کی چھاتیوں کے درمیان اور سر پر
 چھڑکا اور کہا

اللہم انی اعیزہا بک
 وذریعتہا من الشیطان
 الہیہ
 اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد
 کو مرد و شیطان سے تیری پناہ میں
 دیتا ہوں۔

پھر فرمایا میری طرف پیٹھ کرو۔ آپ نے پیٹھ آپ کی طرف کی تو آپ نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی ڈالا۔ پھر اسی طرح حضرت علی سے کیا۔ اور فرمایا اللہ کے نام اور برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

حضرت انس کی ایک دوسری روایت میں ہے جو ابوالخیر القزوزی الحاکمی نے بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بعد پیغام دیا تو آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں پھر مجھے کئی دن کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا۔ ابوبکر، عمر، عبدالرحمن اور کچھ انصار کو بلا لاؤ جب سب جمع ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے حضرت علی اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں قابل تعریف خدا کے لئے ہیں۔ جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل پرستش اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل اطاعت ہے۔ اس کا غلبہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی سلطنت کا حکم اس کے آسمان و زمین میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ اور اپنے احکام سے انہیں امتیاز بخشا ہے اور اپنے دین سے انہیں اعزاز بخشا ہے۔ اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ انہیں عزت دی ہے۔ اللہ کا نام یقیناً برکت والا ہے۔ اور اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے معاہدہ کو سببِ لاحق اور امر مقرر قرار دیا ہے۔ جس سے اُس نے جموں میں الفت پیدا کی ہے اور انہیں ایک دوسرے سے منسلک اور پیوست بنایا ہے

اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔
 وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا ہے
 بَشَرًا فَجَعَلْنَا نَسَبًا وَصِهْرًا اور اُسے نسب اور دامادی والا بنایا
 وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ہے اور تیرا رب قدرت والا ہے۔
 اور اللہ کا حکم اس کی قضا کی طرف اور اس کی قضا اس کی
 قدرت کی طرف چلتی ہے۔ ہر قضا کی ایک قدر ہوتی ہے۔ اور ہر قدر
 کی ایک مدت ہوتی ہے اور ہر مدت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔
 يَدْعُوا لِلَّهِ مَا يَشَاءُ اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے۔ اور جو
 وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ چاہے قائم رکھتا ہے اور اس کے
 اَمُّ الْكِتَابِ پاس اصل کتاب ہے۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت
 فاطمہ کو حضرت علی سے بیاہ دوں۔ پس گواہ رہو اگر علی راضی ہو تو میں
 نے اُسے چار سو مثقال چاندی میں حضرت فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔
 پھر آپ نے کھجوروں کا ایک تھال منگولایا اور فرمایا ہوشیار ہو عباؤ
 ہم ہوشیار ہو گئے۔ تو حضرت علی آگئے تو حضور علیہ السلام مسکرائے۔
 پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ کو تجھ سے
 چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں۔ کیا تو اس پر راضی ہے حضرت
 علی نے کہا یا رسول اللہ میں اس پر راضی ہوں۔ تو حضور علیہ السلام
 نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم دونوں میں اتفاق پیدا کرے۔ اور تمہارے
 نصیبے کو بڑا کرے اور تمہیں برکت دے اور تم دونوں سے بہت
 سی لیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت ملتیب اولاد پیدا کی۔

تنبیہ

بظاہر یہ قصہ فوری ایجاب و قبول کی شرط کے لحاظ

سے ہمارے مذہب سے موافقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارے ہاں ”میں راضی ہوں“ کی بجائے نکاح یا تزویج کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت یا عدم قبولیت کا معاملہ حضرت علی پر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ حال کا واقعہ ہے جس میں احتمال پایا جاتا ہے کہ حضرت علی کو جب نکاح کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً اُسے قبول کر لیا۔ ہمارے نزدیک جس کی شادی غائب ہونے کی حالت میں ایجاب صحیح کے ساتھ ہو جیسا کہ اس جگہ ہوا ہے۔ اور اُسے اطلاع مل جائے اور وہ فوراً کہہ دے کہ میں نے اس کے نکاح کو قبول کیا۔ تو وہ نکاح درست ہوگا۔ آپ کا یہ قول کہ اگر وہ اس سے راضی ہو یہ تعلیق حقیقی نہیں کیونکہ یہ معاملہ خاوند کی رضا مندی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ لیکن اس کا ذکر واقع کی تصریح ہے۔ بعض شافعیہ نے جنہیں فقہ میں رسوخ حاصل نہیں۔ اس جگہ نامناسب کلام کیا ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

دوسری تنبیہ

الذہبی نے المیزان میں اشارہ کیا ہے

کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ انہوں نے محمد بن دنیار کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جھوٹی حدیث لایا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا

کہ یہ کس کی حدیث ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق جس کا اسناد حضرت انس کی طرف ہے۔ لسان المیزان میں کہا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دوں۔ پس تو جا کر ابوبکر، عمر، مہاجرین کی ایک جماعت جس کا آپ نے نام لیا اور انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لا۔ جب وہ آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے۔ پھر آپ نے منگنی، عقد، ہر کی مقدار کا ذکر کیا اور خوشخبری اور دعا کا تذکرہ کیا۔

ابن عساکر نے اپنے ترجمہ میں ابی القاسم النسیب کی سند سے محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبد الملک بن عمر بن یحییٰ بن معین عن محمد بن ہذا عن ہیشم عن یونس بن عبد عن الحسین عن انس سے بیان کیا ہے کہ ابن عساکر نے اسے غریب کہا ہے۔ پھر محمد بن طاہر سے نقل کیا ہے کہ اس نے تاملۃ الکامل میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس میں راوی کی جہالت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الذہبی نے جو اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس میں اعتراض ہے یہ صرف غریب ہے اور اس کی سند میں کوئی مجہول آدمی ہے۔ عنقریب بارہویں آیت میں اس کی تفصیل آئے گی۔ اس میں نسائی سے بسند صحیح

بیان کیا گیا ہے جو الذہبی کی تردید کرتا ہے۔ اور واضح کرتا ہے کہ یہ قصہ صحیح ہے پس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔



۱۔ اس روایت کو غلیب نے تلخیص للفتاویٰ میں بیان کیا ہے اور سیوطی کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کر نیکے بعد کہا ہے کہ محمد بن دنیا ر العرنی نے حضرت انس کی روایت میں وضع سے کام لیا ہے۔ اسبیطرح اس نے جابر کی روایت میں بھی وضع سے کام لیا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں کہ الذہبی نے تلخیص میں یہ بات کہی ہے کہ اس میں بہت سی رکیک باتیں ہیں۔ واللہ اعلم اور اس کا ذکر ایسی قسم میں کیا ہے جس میں ابن جوزی نے تنزیہ الشریعہ سے مخالفت نہیں کی۔

فصل اول

اہل بیت کے متعلق قرآنی آیات

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

انما یرید اللہ لیزہب عنکم الرجس اہل البیت
و یطہرکم تطہیراً ۱
اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم
اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر
تمہیں اچھی طرح پاک کر دے ۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت علی حضرت
فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق نازل ہوئی ہے تاکہ
ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اُسکی تذکیر کی جائے ۔ یہ
بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت آپ کی بیویوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

واذکون مائتلی فی بیوتکم

اور حضرت ابن عباس کی طرف سے یہ بات منسوب کی گئی ہے
جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں منادی کرتے
تھے کہ اس سے مراد صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور
بعض دوسرے لوگوں نے اسے آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا
ہے ۔ کیونکہ وہی آپ کے سکونتی مکان میں رہائش پذیر تھیں ۔
اور اللہ تعالیٰ کے اس قول واذکون مائتلی فی بیوتکم کی وجہ

سے بھی اس آیت کو آپ کی بیویوں کے متعلق قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے اہل بیت آپ کے نسب والے بھی ہیں۔ جن پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایک جمعیت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اسے ترجیح دی ہے۔ اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کا سبب نزول آپ کی بیویاں ہیں۔ اور آپ کے اہل قطعی طور پر اس میں داخل ہیں۔ خواہ اکیلے ہی۔ جیسا کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دوسرے بھی آپ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس بارے میں کچھ احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے کچھ پہلے اور کچھ دوسرے نقطہ نگاہ سے تمسک کرنے کے مطابق ہیں۔ مگر اکثریت دوسرے نقطہ نگاہ کے حق میں ہے۔ اس لئے وہی نقطہ نگاہ قابل اعتماد ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا۔ اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب

حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں ابھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں فرمایا تو تو جھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تپتھیرا کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا۔ میں ان سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا۔ اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آل محمد ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا۔ اور چہرہ بات کہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ آٹے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما۔ اور

انہیں اچھی طرح پاک کر دے اور حضرت ام سلمہ نے آپ سے عرض کیا۔ کیا میں آپ کے اہل میں شامل نہیں۔ آپ نے فرمایا تو بھی شامل ہے۔ اور آپ نے ان کے بارے میں دعا کرنے کے بعد آپ کو چادر میں داخل کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے ان کو جمع کیا اور ان کے لئے بیان شدہ دعا سے بھی لمبی دعا کی تو واٹلہ اور حضرت علی نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی دعا کیجئے آپ نے فرمایا اے اللہ واٹلہ اور علی سے بھی ناپاکی کو دور فرما دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت واٹلہ نے کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا تو بھی میرے اہل سے ہے۔ واٹلہ کہتے ہیں جو میں امید کرتا تھا وہی ہوا۔

یہ بھی کہتے ہیں گویا آپ نے تشبیہاً اُسے اہل کے حکم میں داخل کیا۔ جو اس نام کا مستحق تھا نہ کہ حقیقتاً۔ محب طبری نے اشارہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ وغیرہ کے گھروں میں یہ نعل دوبارہ کیا ہے۔ اس طرح آپ نے روایات کے اس اختلاف میں تطبیق دی ہے۔ جو ان کی ہیئت اجتماع، ان پر چادر ڈالنے، ان کیلئے دعا کرنے اور واٹلہ اور ام سلمہ اور آپ کی بیویوں کو جواب دینے میں پایا جاتا ہے۔ اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے ان سے اس قسم کی باتیں حضرت فاطمہ کے گھر میں کیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی باقی

بیٹیوں، اقارب اور ازواج کو بھی اکٹھا کیا اور حضرت ام سلمہ سے صحیح روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا بیشک انشاء اللہ۔

ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کے بیٹیوں پر چادر ڈالی اور پھر فرمایا اے میرے رب یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں آگ سے اس طرح محفوظ رکھ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپالیا ہے۔ پس گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا۔ تو آپ نے تین بار آمین کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے ابن معین نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف قرار دیا ہے۔ پھر آپ نے قبائل کو گھرانے قرار دیا اور مجھے ان میں بہترین گھر والا بنایا اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے ہوا۔ انما یرید اللہ لیزہب عنکم الہس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔ حاصل کلام یہ کہ سکونتی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ کیونکہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں مخفی طور پر مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے۔ جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے۔ اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔ اور حضرت حسن سے ایک روایت

کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہلبیت میں ہیں۔ فرمایا آپ کی بیویاں اہلبیت میں شامل ہیں۔ لیکن آپ کے اہلبیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ نہ کہ آپ کے نسبی اہلبیت، وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہلبیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے۔ کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انہما کے لفظ سے ہوئی ہے۔ جو محصر کے لئے آتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو دور کر دے گا۔ جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے۔ اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کر دے گا۔ اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوگا۔ اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرنا ہے۔ اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت

کا خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا۔ تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قلب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابوالعباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور ان کی تہیہ سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے۔ بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے۔ کہ یہ لوگوں کی میل ہونے کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے عوض انہیں خمس دیا گیا ہے۔ یعنی نے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس سے یہ بھی باوثوق طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہلیت میں شامل ہیں۔ کیونکہ انہیں بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ صدقۃ الفرض زکوٰۃ، نذر، کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خاص کیا گیا ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اور اس امر پر بحث کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ کیا ہے۔ خواہ وہ عمومی رنگ کا ہو۔ یا واضح طور پر بے قیمت ہو۔ ماوردی نے مساجد میں ان کے نماز پڑھنے اور زمزم اور برہر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام شافعی نے ان کے لئے نفل کی حلت کو حضرت امام باقر کے قول سے اخذ کیا ہے۔ جب حضرت امام باقر پر مکہ اور مدینہ کی ندیوں سے پانی

پینے پر عتاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم پر فرض صدقہ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام باقر علیہ السلام اپنے خصال کی وجہ سے اپنی طرف سے بات نہیں کہتا۔ پس یہ روایت مرسل ہے۔ کیونکہ حضرت امام باقر جلیل القدر تابعی ہیں۔ اکثر اہل علم نے کہا ہے کہ آپ نے حضرت امام کے مرسل قول سے مدد لی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور ان کے غلاموں پر بھی حاوی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی اس میں شامل ہیں۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اگرچہ ابن عبد البر نے اس پر اجماع بیان کیا ہے۔ اور آپ کی موت کے بعد ازواج کو نفقہ کا لزوم، صدقہ لینے کو حرام نہیں کرتا۔ سوائے اس کہ نفقہ غربت کی بجائے کسی اور وجہ یعنی قرض اور سفر کی وجہ سے لیا جائے۔ جیسا کہ فقہ میں بیان ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بعض بنو ہاشم کے لئے صدقہ حلال ہے۔ مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں اور حضور علیہ السلام کا زمزم کے ستایہ سے پانی پینا حال کا واقعہ ہے جسے اس بات پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ اس میں جو پانی تھا وہ خود حضور علیہ السلام یا آپ کے مافون کا کشید کردہ تھا۔ یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس کے صدقہ سے تھا۔ اور آیت کو تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ سخت ہے کہ وہ لہارت کے اعلیٰ مقام پر پہنچیں گے اور اس سے آگے بھی بڑھ جائیں گے۔ پھر اس کی تنوین، تعلیم، تکثیر اور اعجاب مفید

کے لئے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں۔ پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اُسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ تاکہ آپ کی سنگ میں منسلک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبریل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی۔ اُس نے مجھے اذیت دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مجھ سے محبت کے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں

جب تک تم ان سے تمسک کرو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم الایۃ میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آرہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ یہ آپ کی کیفیت میں مباہلہ میں آئے یہ لوگ چادر مباہلہ وانے ہیں اور آیت مباہلہ میں بھی لوگ مراد ہیں۔ جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ انما یرید اللہ لیذهب عنکم الریساہل البیت۔ پس اس آیت میں اہلبیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے۔ یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں۔ اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔

اے سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ جس صیغہ میں تشہید میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة طہری جاتی ہے اس میں آل سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ چہرہ نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے اور شافعی کا بیان ہے کہ احمد کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے اہلبیت ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی ازواج اور اولاد مراد ہے۔ کہتے ہیں اس کا تعاقب کیا گیا ہے کہ عینوں روایات میں تطبیق ثابت ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ کسی راوی کو ایک بات یاد ہو جو دوسرے کو یاد نہ ہو اور تشہید میں آل سے مراد ازواج اور وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان میں اولاد بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اس طرح احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

اور یہ حدیث کہ ہر مومن متقی میری آل ہے۔ ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی تائید کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے احادیث کے درمیان یوں تطبیق دی ہے کہ نماز میں آل کے لئے دعا ہر مومن اور متقی کو عادی ہوگی اور حرمت صدقہ میں نبویؐ و اہل شہم اور نبو عبد المطلب کے مومنین مخصوص ہوں گے اور اس ہمہ گیری کی تائید بخاری سے ہوتی ہے کہ آل محمد نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اسے اللہ آل محمد کا رزق گزارے والا بنادے اور ایک قول میں ہے کہ آل سے مراد صرف ازواج اور اولاد ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلم وتسلیمًا
 اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اسے مومنو! تم بھی ان پر درود اور اچھی طرح سلام بھیجو۔

کعب بن عمرو سے صحیح روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپ کو سلام کیسے کرنا چاہیے۔ ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے فرمایا تم کہا کرو! اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ۔ پس نزول آیت کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد الی آخرہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت میں صلوٰۃ کا حکم آپ کے اہلبیت اور بقیہ آل کے لئے ہے۔ اگر یہ مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہلبیت اور آپ کی آل پر صلوٰۃ کے بارے

میں نزول آیت کے بعد دریافت نہ کرتے اور نہ انہیں ایسا جواب ملتا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ جب انہیں جواب دیا گیا تو پتہ چلا کہ جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں ان پر صلوٰۃ پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ان کو اس بات میں اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ کیونکہ آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا مقصد آپ کی مزید تعلیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی تعلیم بھی ہوگی اور ایک دفعہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آپ نے چادر میں انہیں داخل کیا تو کہا اے اللہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے پس تو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضامندی مجھے اور انہیں عطا فرما اور اس دعا کی استجابت کا قافیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء نہ بھیجا کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتراء کیا ہے۔ فرمایا تم کہتے ہو اللہم صل علی محمد اور رک جاتے ہو۔ بلکہ تم کہا کرو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد صحیحین میں جو آل کے لفظ کو حذف کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ فرمایا کہا کرو۔ اللہم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذراریہ کما صلیت علی ابراہیم الی آخرہ۔ اس لئے کہ آل کا ذکر دوسری روایات سے ثابت ہے اور وہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا ہے۔ تو ایک راوی نے وہ بات یاد رکھی جو دوسرے کو یاد نہ رہی

پھر بہت سی روایات میں ازواج اور ذریت کا عطف آل پر ڈالا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں آل میں شامل نہیں اور ازواج کے بارے میں اصح روایت پر بنا کرتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ آل سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔ باقی رہی ذریت تو وہ بھی دوسرے اقوال کے مطابق آل میں شامل ہے۔ ان کا آل کے بعد اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے شرفِ عظیم کی طرف اشارہ ہو۔ ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہم اہلبیت پر درود

پڑھ کر پورا پورا ثواب کا وزن لے کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ وہ
اللہم صلّ علی النبی محمد وازواجه امہات المومنین وذریتہ واهل
بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید۔ اور صحابہ کا یہ کہنا کہ
ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے۔ اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ
پر سلام بھیجنے سے ہے۔ جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے کہا ہے اور اسی کا
پتہ مسلم کی حدیث سے لگتا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں
آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے
تو ہم نے تمنا کی کہ ہم آپ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر آپ نے فرمایا کہا
کرد۔ اللہم صلّ علی محمد وعلی آل محمد الحدیث اور اس کے آخر
میں آپ نے السلام کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے
اور اسے تعلیم سے بھی بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ انہیں اسی طرح
تشہد سکھاتے۔ جیسے کوئی سورت سکھائی جاتی ہے۔ اور صحیح روایت
میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو
ہمیں معلوم ہے ہم آپ پر نماز میں صلوٰۃ کیسے پڑھا کریں جو اللہ

نے آپ پر پڑھی ہے تو حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاش اس آدمی نے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ پڑھو تو کہا کرو۔ اللہم صلّ علی محمد النبی الہی وعلی آل محمد الحدیث۔ یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ ابن اسحاق متفرد ہے اور مسلم نے اسے متابعات میں بیان کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ ائمہ نے اسے ثقہ کہا ہے یہ صرف مدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی تصریح سے زائل ہو گئی ہے جس سے واضح ہو گیا کہ یہ آیت میں امر وارد کے فخر ج بیان سے خارج ہے اور آپ کے اس قول کے موافق ہے کہ کہنویہ امر کا میغ ہے جو وجوب کیلئے آتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے جو صحیح روایت آدمی کے نماز میں تشہد کے متعلق آئی ہے کہ پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر اپنے لئے دعا کرے۔ یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے نہیں ہو سکتی پس یہ مرفوع حکم میں ہو گیا اور ابن مسعود سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ ہی خدا تعالیٰ کی تعجید کی اور نہ ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی آپ نے فرمایا اس آدمی نے جلد کلمے کا مایا ہے۔ پھر اُسے بلایا اور اُسے یا کسی اور کو فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے آغاز کرے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے پھر جو چاہے دعا کرے اور حمد و ثنا الہی کی ابتدا کا مقام تشہد کا جلوس ہے اس تمام بیان سے حضرت امام شافعی کے قول کی وضاحت ہو گئی کہ

تہجد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے جب آپ کو علم ہو گیا کہ حضور علیہ السلام سے صحیح روایت ہے کہ تہجد میں صلوٰۃ پڑھے گا امر واجب ہے۔ اور ابن مسعود سے صحیح روایت میں اس کے محل کی تعین بھی ہے جو تہجد اور دعا کے درمیان ہے اور اس کے وجوب کے متعلق امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے مطابق ہے۔ اور اس پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جنہیں شرح، الرشاد اور الجباب میں حضرت امام شافعی کو برا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ بالاستیعاب بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی اس میں اکیلے نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کی ایک جماعت نے بھی کہی ہے۔ جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور ابو مسعود البدری وغیرہ شامل ہیں۔ اور تابعین میں سے شعبی اور باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد۔ بلکہ امام مالک کا ایک قول بھی امام شافعی کے موافق ہے جسے صحابہ کی ایک جماعت نے ترجیح دی ہے۔ شیخ الاسلام، خاتمة الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافعی اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہر کے فقہاء سے اختلاف کیا ہے۔ محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے جس کی طرف نہ التفات کیا جاسکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جاسکتا

ہے۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہوگی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے۔ اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو برا کہا ہے۔ اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس میں کوئی برائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحت راجحہ کی۔ بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۷

جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے
ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔

نوی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام پر صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو دیکھتے ہوئے فقط صلوٰۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلوٰۃ مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلمت لکھا کرتا تھا۔ آپ کی سابقہ صلوٰۃ کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جاسکتی ہے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس ہمیں انفراد نہیں ہو سکتا۔

صلوٰۃ و سلام کا اکٹھا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ طبرانی نے ”الدعاء“ میں مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ یہی صورت آل کے لفظ کے حذف کی ہے۔ دہلی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک حضور علیہ السلام اور اہلبیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ دعا قبولیت سے رُک رہتی ہے۔ اللہم صل علی محمد و آلہ اور سابقہ احادیث میں آخری تشہد میں وجوب صلوٰۃ کا جو قنویہ بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ شافعی نے کہا ہے۔ وہ الروضۃ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے خلاف ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے اسے ترمیم دیا ہے۔ اور بیہقی کا بھی یہی خیال ہے۔ اور جس نے عدم وجوب پر اجماع کا ادعا کیا ہے۔ اُسے سہو ہوا ہے۔ لیکن بقیہ اصحاب کا خیال یہ ہے۔ کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس پر طرق نے اتفاق کیا ہے۔ انہوں نے اسے ہی واجب قرار دیا ہو۔

اے سخاوی کہتے ہیں ہمارے شیخ نے نووی کے قول اس میں اعتراض ہے، کے بارے میں کہا ہے ہاں مگر صلوٰۃ مکروہ ہے۔ کہ انسان سرے سے سلام ہی نہ پڑھے۔ اگر کسی وقت آدمی صلوٰۃ پڑھے اور کسی دوسرے وقت سلام پڑھے تو وہ بھی حکم کے مطابق عمل کرنے والا ہوگا۔

اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بعض طرق آپ کے قول کماصلیت علی ابراہیم کے سقوط کی وجہ سے اس کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن میں فرق قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم القدر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر صلوٰۃ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ لا صلوٰۃ لہ صحیح ہو تو آل پر وجوب صلوٰۃ سے متعلق آپ کے قول کے موافق ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ صلوٰۃ نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی۔ پس دونوں میں سے جو واضح قول ہے اس سے موافقت کر لو۔

۳:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے سخاوی نے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ کے بارے میں علماء کے دس مذاہب کا ذکر کیا ہے۔ اور ان کے وجوب عینی اور کفائی کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور مجلس میں ایک بار صلوٰۃ پڑھنی چاہیے یا جب کبھی آپ کا اسم شریف آئے اس وقت پڑھنی چاہیے۔ اور ان کے دلائل کو بڑی تفصیل اور تحقیق سے القول ابداً میں اور ابن قیم نے جلاء الافہام میں بیان کیا ہے



سلام علی ال یاسین سلام ہو ال یاسین پر ۔

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد آل محمد پر سلام پڑھنا ہے ۔ اور کبھی نے بھی یہی کہا ہے ۔ اور علیہما میں حضور علیہ السلام بطریق اولیٰ داخل ہیں ۔ یا بطریق نفس داخل ہیں ۔ جیسے اللہم صل علی آل ابی اذنی میں ہے ۔ لیکن اکثر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت ابی اس علیہ السلام ہیں ۔ اور یہ سیاق کا قبیحہ ہے ۔

تسلیم | اس قسم کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر واقع ہوتا ہے ۔ جس سے صریح مراد انشاء و طلب ہوتی ہے اور طلب ، مطلوب منہ کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے پس اللہ تعالیٰ بندوں پر جو سلام بھیجتا ہے اس کا مفہوم یا تو انہیں سلامتی کی خوشخبری دینا ہوتا ہے ۔ اور یا طلب کی حقیقت مراد ہوتی ہے ۔ گویا اس نے اپنے آپ سے اُسے طلب کیا ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفسی ازلی کلام کی طرف لوٹا ۔ اور اس میں مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لئے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا ۔ تو یہ نفسی طلب اس کے متعلق ارادہ کی مقصدی ہوئی اور نفس سے طلب کرنا ایک معقول بات ہے ۔ جسے ہر کوئی جانتا ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے آپ سے کامل سلامتی طلب کی اور یہ ان سے اس وقت تعلق رکھتی ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے خاص کرنے کا ارادہ کرتا ہے ۔ جیسا کہ اس کے امر و نہی

اپنے قدم کے باوجود ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔
 فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے
 اہلبیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ سلام میں جیسا
 کہ فرمایا السلام علیک ایہا النبی اور فرمایا سلام علی آل
 یاسین۔ تشہد کی صلوٰۃ میں پہارت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 طہ یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے ویطہرکم تطہیراً
 صدقہ کی تحریم میں اور محبت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاتبعونی
 یحببکم اللہ اور فرمایا لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربی
 ۴:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وقفوہم انہم مسئولون اور انہیں کھڑا کر دے یہ پوچھے جائینگے
 دینی نے حضرت ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ
 حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وقفوہم انہم
 مسئولون یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے
 میں پوچھا جائیگا۔ گویا یہ الواحدی کی مراد ہے کیونکہ اس سے وقفوہم
 انہم مسئولون کے متعلق مروی ہے۔ کہ وہ حضرت
 علی اور اہلبیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ
 تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو
 بتا دیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اقرباء کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب
 نہ کریں گے۔ اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انہوں نے
 حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق حق موالات
 ادا کیا ہے یا اسے قائل کر دیا ہے اور اسے ایک ہمل چیز

خیال کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی۔ اور
”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق“ کے الفاظ میں
ان احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس بارے میں آئی ہیں اور
وہ بہت سی ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ فصل دوم میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مسلم میں زید بن ارقم سے
بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کیلئے
کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا الہی کے بعد فرمایا اے لوگو میں تمہارا
طرح کا ایک لبشر ہوں۔ ممکن ہے میرے رب کا پیغمبر میرے پاس
آئے اور میں اُسے جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں جھوٹے
جاری ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ کی کتاب ہے جس میں نور و
ہدایت ہے۔ پس کتاب الہی سے تسک کرو اور اُسے مضبوطی
سے پکڑ لو اور آپ نے اس کے متعلق بڑی رغبت اور ترغیب
دلائی پھر فرمایا دوسرے اہلبیت ہیں آپ نے تین بار فرمایا میں
تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ زید سے
پوچھا گیا۔ آپ کے اہلبیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہلبیت ہیں
سے نہیں؟ آپ نے فرمایا بیشک آپ کی بیویاں اہلبیت میں سے
ہیں۔ لیکن اہلبیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔
پوچھا گیا وہ کون ہیں۔ فرمایا وہ آل علی آل عقیل اور آل عباس ہیں۔
پوچھا گیا کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا ہاں۔

ترمذی نے حسن غریب روایت میں بیان کیا ہے کہ حضور
علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں جھوٹے جاری

ہوں۔ جب تک تم ان سے تسک کرو گے۔ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک چیز دوسری سے بڑی ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب، ایک ایسی الہی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین ثابت ہوتے ہو۔ احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے۔ اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف و خیر خدا نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک جدا نہ ہوں گے۔ دیکھئے تم ان کے بارے میں میرے کیسے جانشین بنتے ہو۔ اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات حجتہ الوداع کے موقع پر فرمائی۔

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا۔ نجات پائیگا۔ اور اہلبیت کی مثال، باب حطۃ کی طرح ہے۔ (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس میں داخل ہوگا۔ میں اس کے گناہ بخش دوں گا۔ اور ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے بقیہ طرق کے استحضار کو

دہم اور غفلت بتایا ہے بلکہ مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہلبیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہلبیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت۔ پھر وہ اُسے طلاق دے دیتا ہے۔ اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آجاتی ہے۔ آپ کے اہلبیت آپ کے وہ اہل اور عصہ ہیں۔ جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑ جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہلبیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دونوں باتوں کے متعلق دریافت کیا، پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کے بارے میں کوتاہی کرنا۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آتے ہیں اور یہی مراد ان احادیث سے ہے۔ جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیونکہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ اس لئے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل

کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت اور اہلبیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات استفاد ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے۔ جو بیس سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارہویں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی جب آپ کے اصحاب کو آپ کی جدائی کا بھرپور یقین ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے غدیر خم پر یہ بات فرمائی۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں یہ بات فرمائی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ان روایات میں کوئی منافیات نہیں۔ کیونکہ آپ نے کتاب اللہ اور عترت طاہرہ کی عظمت شان کے مطابق اس بات کو بار بار ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی نے ابن عمر سے ایک روایت کی ہے۔ جس میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے آخری بات یہ فرمائی کہ میرے اہل بیت کے متعلق میرے جانشین بننا اور طبرانی اور ابوالشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی

حفاظت نہیں کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسی ہیں۔
فرمایا حرمتہ الاسلام، میری حرمت اور میری قرابت کی حرمت، اور بخاری
میں حضرت صدیق کا ایک قول ہے۔ اے لوگو حضور علیہ السلام کے اہلبیت
کے متعلق محمد رسول اللہ کو دیکھو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور
انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔

ابن سعد نے اور الملائ نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ
حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کے متعلق اچھی وصیت کرو کیونکہ
میں کل تم سے ان کے بارے میں جھگڑا کروں گا۔ اور جس کا میں مقابل
ہوا اللہ اس سے جنگ کرے گا۔ اور جس سے اللہ جنگ کرے گا۔ وہ
آگ میں داخل ہوگا۔ اور آپ نے فرمایا جس نے میرے اہلبیت کے بارے
میں میرا لحاظ رکھا اس نے اللہ سے عہد لے لیا اور ابن سعد نے بیان
کیا ہے کہ میں اور میرے اہلبیت جنت کا ایک درخت ہیں۔ جس کی
شاخیں دنیا میں ہیں۔ جو چاہے وہ اپنے رب کے پاس راستہ بنالے
اور الملائ نے ہر جانشین کے متعلق حدیث بیان کی ہے کہ میرے اہل
بیت کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دین سے گمراہوں کے
تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب کردہ باتوں اور جاہلوں کی تاویل
کو دور کریں گے۔ یاد رکھو تمہارے ائمہ خدا کے پاس تمہارے
وند ہیں۔ اچھی طرح غور کرو کہ تم کس کو وند بنا کر بیعتے ہو اور
احمد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ سب تعریف اس خدا کی ہے۔
جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور حضرت حسن کی
حدیث میں ہے آگاہ رہو کہ میرے اہلبیت اور انصار میرے سرور

معارف کے ظرف ہیں۔ ان کے اچھے آدمی کو قبول کرو اور بُرے سے درگزر کرو۔

تنبیہ

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے۔ اور اہل نسل اور قریبی تعلق داروں کو ثقلین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ ثقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں۔

اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور امرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی کان ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتدا، تمسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اہلبیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجہ کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے۔ وہی کتاب و سنت کے معارف ہیں۔ کیونکہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو نہ چھوڑیں گے۔ اور اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور روشن کرامات اور بیشمار خوبیوں سے انہیں نوازا ہے۔ جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے بارے میں وہ حدیث

آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور جب یہ عموم قریش کیلئے ثابت ہو گیا تو اہلبیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے اہل ہوئے کیونکہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں۔ جن میں بقیہ قریش شریک نہیں لے اور جن احادیث میں اہلبیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ تمسک میں انقطاع نہیں کرنا۔ کیونکہ کتاب عزیزیٰ کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ اور گزشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دیتی ہے کہ میری اُمت کے ہر باتی رہنے والے آدمی کے لئے میرے اہلبیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ الیٰ آخرہ پھر حوٰن میں سے کسی سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہونیکے سب سے بڑے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے دقائق کو بیان کر آئے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر نے فرمایا ہے کہ حضرت علی عترت رسول ہیں۔ یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کرنے کے متعلق ترغیب دی گئی ہے۔ گویا آپ نے بھی ہمارے قول کے مطابق انہیں مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی اندریم کے موقع پر آپ کو

لے اہلبیت کے مفہوم کو چار الفاظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ آل، اہلبیت، ذوالقربیٰ اور عترت۔ اور عترت سے انہیں عشیرہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک ذریتہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ الزرقانی علی المصاب میں

مخصوص فرمایا ہے اور گزشتہ حدیث میں ابھی جو عیبۂ اور کرش کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے اسرار اور انہماک کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان ہیں۔ کیونکہ عیبۂ اور کرش میں سے ہر ایک کے اندر یہ مفہوم مخفی ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو۔ کیونکہ عیبۂ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں نفیس سامان محفوظ کیا جاتا ہے اور کرش غذا کے محفوظ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جس سے نشوونما اور بنیاد کا قوام بنتا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے مختص ہونے کی مثال ہیں۔ جبکہ کرش کا منظر و باطن اور عیبۂ ظاہر کی مثال ہے۔ بہر حال یہ ان کے متعلق وصیت اور ہر بانی کرنے کی انتہا ہے۔ اور ان کے برے آدمی سے درگزر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حدود اللہ اور حقوق العباد کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں درگزر کرو۔ اس طرح یہ صحیحین کی حدیث کے مفہوم کا محمل بن جاتا ہے کہ برے لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ حدود کو چھوڑ کر اور امام شافعی نے اس کی یہ تشریح کی ہے کہ وہ لوگ شر کو جانتے ہی نہیں اور کسی دوسرے آدمی کا یہ قول اس کے قریب ہے کہ وہ لوگ کباٹر کو چھوڑ کر صفاٹر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی آدمی گناہ کرتا ہے تو توبہ کر لیتا ہے۔

۵۔۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
واعتصموا بحبل اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے

جميعاً ولا تفرقوا ۔ تمام لو اور تفرقہ نہ کو ۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادق سے بیان کیا ہے کہ کہ آپ نے فرمایا کہ ہم وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا اور آپ کے دادا حضرت زین العابدین جب یہ آیت تلاوت کرتے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین۔ تو لمبی دُعا کرتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شجرہ نبویہ کو چھوڑنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں پھر فرماتے دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے کا لیا ہے اور قرآن کی متشابہ آیات سے حجت پھڑکی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلم ہے اس پر انہوں نے اتہام لگایا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک لڑتا رہے۔ اس علت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تكونوا كالذين تفرقوا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں
واختلفوا من بعد ما جاء نے بنیات آنے کے بعد اختلاف
ہم البینات ۔ اور تفرقہ کیا ۔

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی کے چراغ ہیں
ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ ہمدیا گیا ہے۔ اور ان

لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر محبت قرار دیا ہے۔ اور مخلوق کو یونہی بغیر محبت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروع اور ان صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ اور ان کو آفات سے بری کیا ہے۔ اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَمْ يَحْسَدُونَ النَّاسَ
عَلٰى مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهِ
کیا وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے
ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے
دیا ہے۔

ابو الحسن المغازی نے حضرت امام باقر سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
وَاَنْتَ فِيهِمْ
اللّٰهُ اَيَا نَحْسِبُ کہ انہیں تیری موجودگی
میں عذاب دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلبیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کی امان ہیں۔ اسے ایک جماعت نے سند ضعیف کے

ساتھ بیان کیا ہے اور ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے۔ تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان والے ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے کہ ستارے اہل زمین کی غرق ہونے سے امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت، میری امت کے اختتام، امان ہیں۔

جب عربوں میں سے کوئی تبیدان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے آئی ہے۔ جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ کہ میرے اہلبیت تم میں کشتی نوح کی طرح ہیں۔ جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو اس سے پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔ اور ایک روایت میں ہلاک ہو جائے گا کے الفاظ آئے ہیں۔ اور میرے اہلبیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہے جو اس میں داخل ہوگا اللہ اسے بخش دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اہلبیت کے جن لوگوں کو امان قرار دیا گیا ہے اس سے مراد ان کے علماء ہیں۔ کیونکہ لوگ ان سے ستاروں کی طرح راہنمائی

حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ مفقود ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشان آئیں گے جن سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور یہ نزول مہدی کا وقت ہوگا۔ مہدی کی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور ان کے زمانے میں دجال قتل کیا جائے گا۔ اس کی بعد پے در پے نشانات ظاہر ہوں گے۔ بلکہ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دجال کو قتل کرنے کے بعد لوگ سات سال ٹھہرے رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلائے گا۔ جس سے سطح زمین پر ایسا کوئی آدمی باقی نہیں رہے گا۔ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان یا بھلائی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اُسے موت دے دے گا اور شریر لوگ پرندوں کی پوٹ اور درندوں کے پیٹوں میں باقی رہ جائیں گے۔ جو نیکی سے نا آشنا اور بُرائی کو بُرا نہ سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں۔ کہ ان سے مراد سارے اہلبیت ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رب سے پیدا کیا ہے تو اس دنیا کو آپ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے۔ کیونکہ اہلبیت آپ سے بعضی چیزیں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پتہ چلتا ہے۔ چکھائے۔ اور پھر اس لئے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا اھو اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ اور اس لئے بھی کہ وہ ایک واسطے سے آپ کا ٹکڑا ہیں۔ کیونکہ ان کی مال حضرت

فاطمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں۔ پس امان میں یہ آپ کے قائم مقام ہیں۔ انتہی ملخصاً اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشے جو اے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے ہدایت لے گا۔ وہ منافقوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور سرکشی کے جھٹکات میں ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمت اسلام کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا۔ اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہے گی۔ یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہلبیت کو تر پر آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا۔ وہ دو انگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہوگا۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے۔ کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ اور باب حط کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ یہ دروازہ باب اریحاء یا بیت المقدس ہے۔ اور اس امت کیلئے اہلبیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

۸ :: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والی لغفار لمن تاب اور میں توبہ کرنے والے، ایمان
و آمن وعمل صالحاً لانے والے اور عمل صالح بجالانے
ثمر اھتدی۔ والے کو ضرور بخشے والا ہوں۔ اور پھر

ہدایت پانے والے کو۔

ثابت البنانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت
کی طرف ہدایت پانے والے کو حضرت ابو جعفر الباقری سے بھی
یہی بیان آیا ہے۔ ریلی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی
بیٹی کا نام اس لئے فاطمہ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اور
اس کے محبتوں کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حسین کا ہاتھ
پکڑ کر فرمایا جو شخص مجھے ان دونوں اور ان کے ماں باپ کو محبوب
سکھے گا وہ قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا یہ
الفاظ ترمذی نے بیان کئے ہیں اور اسے حسن غریب کہا ہے۔
”وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا“، کا مفہوم یہ ہے کہ اس جگہ

اے یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے ہے ابن جوزی کہتے ہیں اس میں محمد بن زکریا
الغلابی ہے جس نے اسے بنایا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں اسی طرح اسمیں بشر بن ابیہم
الانصاری بھی ہے۔ اور حضرت علی کی مشائخ میں آیا ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اسکی اُوریت کو
قیامت کے روز آگ سے چھڑا دیا ہے۔ اسے ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور
اس کی سند میں نظر ہے جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں ہے۔

قرب و شہود کی محبت ملا ہے نہ کہ محبت مرتبی و مقامی ،
 ابن سعد نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ
 نے بتایا کہ سب سے پہلے میں حضرت فاطمہ ، حضرت حسن ، حضرت حسین
 جنت میں داخل ہوں گے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے محبوبوں
 کا کیا بنے گا ؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے ۔ اور حضرت ابو بکر کے
 فضائل میں بھی یہ بات بیان ہوئی ہے ۔ ان دونوں حدیثوں کی تطبیق بیان
 ہو چکی ہے جس سے اس حدیث کا عمل معلوم ہو سکتا ہے
 رواہ ابن ابی شیبہ (خدا ان کا ستیاناس کرے) ان احادیث
 سے یہ وہم نہ ہو کہ وہ اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں ۔ اس لئے کہ
 انہوں نے ان کی محبت میں یہاں تک افراط سے کام لیا ہے ۔ جو
 انہیں تکفیر صحابہ اور تفصیل امت تک لے آئی ہے ۔ اور حضرت
 علی نے فرمایا ہے کہ میرا محبوب مفروض میری تعریف میں وہ باتیں
 کہتا ہے جو مجھ میں موجود نہیں ہلاک ہو جائے گا ۔ اور یہ حدیث
 بھی بیان ہو چکی ہے کہ مومن کے دل میں حضرت علی کی محبت اور حضرت
 ابو بکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے اور ان احمقوں اور گمراہوں
 نے آپ کے اور آپ کے اہلبیت کے متعلق افراط سے کام لیا ہے ۔ پس
 ان کی محبت ان کے لئے عار اور ہلاکت ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا
 کرے کہ وہ کہاں پھیرے جاتے ہیں اور طبرانی نے بسند ضعیف
 بیان کیا ہے کہ حضرت علی ایک دن بصرہ میں سونے چاندی سمیت
 تشریف لائے ۔ فرمایا سفید اور زرد میرے خیر کو دھوکہ دو ۔ اہل شام
 کل جب تم پر غالب آئیں گے تو دھوکہ دیں گے ۔ آپ کی یہ بات

لوگوں کو گراں گزری اور انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کروائی وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا۔ اور تیرے شیعہ رافضی اور پسندیدہ ہوں گے اور تیرے دشمن اس کے سامنے غضبناک ہو کر جکڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر حضرت علی نے ان کے جکڑے ہوئے ہونے کی کیفیت دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ آپ کے شیعہ اہل سنت ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور دوسرے لوگ حقیقت میں ان کے دشمن ہیں کیونکہ شریعت کے قوانین کی حدود سے خارج اور ہدایت کے طریقوں سے ہٹانے والی محبت سب سے بڑی عداوت ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی محبت ان کی ہلاکت کا باعث بن جائے گی۔ جیسا کہ ابھی صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان ہو چکی ہے اور اہل شام میں سے خوارج وغیرہ ان کے دشمن ہیں نہ کہ حضرت معاویہ اور اس قسم کے صحابہ کیونکہ وہ تاویل کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے اجر ہے اور آپ اور آپ کے شیعوں رضی اللہ عنہم کیلئے دواجر ہیں۔ اور ہمارے قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ بدعتی، رافضی اور شیعہ حضرت علی اور آپ کی ذریت کے شیعہ نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ جیسا کہ صاحب المطالب العالیہ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گذرے اور وہ جلدی آپ کے پاس آکر کھڑے ہو گئے آپ

نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المومنین ہم آپ کے
 شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اسے لوگو کیا دیکھ رہے
 کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعوں کی علامات اور اپنے محبوبوں کا علیہ نہیں
 دیکھتا تو وہ شرم سے چپ ہو رہے۔ آپ کے ایک ساتھی نے آپ سے
 کہا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں جس
 نے آپ کو اہلبیت میں سے بنا کر آپ کو عزت دی ہے۔ اور خاص
 کیا ہے۔ اور آپ سے محبت کی ہے۔ آپ نے ہمیں اپنے شیعوں
 کی صفت کیوں نہیں بتائی تو آپ نے فرمایا ہمارے شیعوں کی صفات
 یہ ہیں کہ وہ عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اور اللہ پر عمل کرتے ہیں۔
 صاحب فضیلت اور صاف گو ہوتے ہیں۔ ان کی خوراک گزارے
 کے موافق اور لباس درمیانہ ہوتا ہے۔ ان کی چال میں تواضع
 ہوتی ہے۔ وہ اطاعت الہی میں مرشار ہوتے ہیں۔ اور اس کی
 عبارت میں خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ
 چیزوں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور ان کے کان اپنے رب
 کے علم پر ہوتے ہیں۔ تنگی اور آسائش میں ان کی حالت ایک جیسی
 ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضا سے راضی رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ
 نے ان کے لئے موت مقدر نہ کی ہوتی تو لقاء الہی کے شوق، ثواب
 اور عذاب الیم کے خوف سے ان کی رو میں چشم زون کے لئے بھی
 ان کے جسموں میں نہ ٹھہرتیں۔ ان کے دل میں خالق کی عظمت ہوتی
 ہے اور اسویٰ کی ان کی نگاہوں میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ ان
 کی اور جنت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے جنت کو دیکھا

ہے اور وہ اس کے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کی اور آگ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے دوزخ کو دیکھا ہے اور انہیں اس میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے تھوڑے دنوں صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں طویل راحت عطا کی۔ دنیا نے ان کو چاہا مگر انہوں نے دنیا کو پسند نہ کیا۔ دنیا نے ان سے طلب کیا تو انہوں نے اُسے عاجز کر دیا وہ رات کو صف باندھ کر قرآن کریم کے اجزاء کو سنوار کر پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کی مثال سے اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں اور کبھی اس کی دوا سے اپنی بیماری کی شفا طلب کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنی جبینوں، ہتھیلیوں گھٹنوں اور پاؤں کی اطراف کو بچھا دیتے ہیں۔ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر رواں ہوتے ہیں وہ جبارِ عظیم کی تہجد کرتے ہیں اور اپنی گردنوں کو جھڑانے کے لئے اس کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ تو ان کی رات کی حالت ہے۔ دن کو وہ نیک حکماء اور متقی علماء ہوتے ہیں۔ ان کو ان کے پیدا کرنے والے کے خوف نے چھل کر رکھ دیا ہے۔ وہ پیالے کی طرح ہیں۔ تو انہیں بیمار خیال کرے گا۔ یا تو اس باختر، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتے بلکہ عظمت الہی اور اس کی حکومت کی سختی نے ان کو ایسے مدہوش کر رکھا ہے جس سے ان کے دل اڑ گئے ہیں اور ان کی عقلیں جاتی رہی ہیں۔ اور جب وہ اس سے ڈرتے ہیں تو پاکیزہ اعمال سے خدا تعالیٰ کی طرف جلدی کرتے ہیں۔ وہ اس کے لئے تھوڑے عمل سے راضی نہیں ہوتے اور نہ زیادہ عمل کو زیادہ خیال کرتے

ہیں۔ وہ اپنے آپ پر تہمت لگاتے ہیں اور اپنے اعمال سے
خوفزدہ رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر کسی کو تو دیکھئے گا کہ وہ دین
میں قوی، نرمی میں محتاط، یقین میں مومن، علم کا حریص، فقہ میں
فہیم، حلم میں علیم، ارادے میں عقلمند، مالداری میں میانہ روی
فاقے میں صابر، شفقت میں مستقل مزاج، عبادت میں نشوع
کرنے والا، غریب کے لئے رحمت، حق کی ادائیگی کرنیوالا
کمانے میں نرم رو، حلال کا طلبگار، ہدایت میں کوشاں، خواہشات
سے بچنے والا، جہالت اُسے دھوکہ نہیں دیتی۔ وہ اپنے عمل کا
حساب کرنا نہیں چھوڑتا۔ عمل میں دھیما، اپنے اعمال صالحہ کے
مستعلق خائف، صبح کو اس کا لام ذکر الہی اور شب کو شکر الہی، وہ
غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گزارتا ہے اور صبح کو
فعل و رحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اُسے باقی
رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے۔ اور فنا ہونے والی
چیزوں سے بے رغبتی، وہ علم و عمل اور علم و حلم کو ملائے رکھتا
ہے۔ اس کی کوشش دائمی ہوتی ہے۔ بستی اس سے دور
رہتی ہے اس کی امید قریب ہوتی ہے۔ اس کی لغزشیں
تھوڑی ہوتی ہیں۔ اس کی موت متوقع ہوتی ہے۔ اس کا دل
عاشق اور شا کر ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفس پر قانع ہوتا ہے۔
اپنے دین کو بچانے والا ہوتا ہے۔ اپنے غصے کو پینے والا ہوتا
ہے۔ اس کا پڑوسی اس سے امن میں ہوتا ہے۔ اس کا معاملہ
سہل ہوتا ہے۔ اس میں کبر معدوم ہوتا ہے۔ اس کا صبر واضح

ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کثیر متواتر ہے۔ وہ کوئی کام ریاکاری سے نہیں کرتا اور نہ حیا سے اُسے چھوڑتا ہے..... یہ لوگ ہمارے شیعہ، ہمارے محب، ہم سے اور ہمارے ساتھ ہیں۔ اگاہ رہو ان لوگوں سے ملاقات کا مجھے شوق ہے۔ توہام بن عباد بن خنیثم جو آپ کے ساتھ تھا اور بڑا عابد آدمی تھا نے بیخ ماری۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب لوگوں نے اُسے ہلایا تو وہ دنیا کو پھوڑ چکا تھا۔ غسل کے بعد امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سمیت اُس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اللہ تجھے توفیق دے۔ اس کی اطاعت پر غور کرو۔ اور وہ تجھے ہمیشہ ان بلند، جلیل القدر، روشن، کامل اور محفوظ اوصاف کی کامل نعمتوں سے نوازے۔ تو جانتا ہے کہ یہ اوصاف ائمہ وارثین کے اکابر عارفوں میں پائے جاتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور ان کے اہلبیت کے شیعہ ہیں۔ اور روافض اور شیعہ اور ان جیسے لوگ تو شیطان کے بھائی، دین کے دشمن، عقل کے ہلکے، فروع و اصول کے مخالف، گمراہی کی طرف منسوب ہونے والے اور عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ یہ ان اہلبیت کے شیعہ نہیں جو جس سے پاک اور نقائص اور گند کی ملوثی سے صاف ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ پس وہ اس کی جناب سے اس بات کے مستحق ہو گئے ہیں کہ وہ انہیں ضلال و اشتباہ کی ہلاکتوں میں حیران چھوڑ دے۔ دراصل یہ ابلیس لعین کے شیعہ اور اس کے متمرذ بیٹوں کے خلفاء ہیں۔ پس ان پر اللہ

اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں اپنایا اور نہ ان کے کسی قول پر عمر بھر میں عمل کیا ہے۔ اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے۔ اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی اہلیت پیدا کی ہے۔ حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت و طریقت کے نزدیک بغض ہے جبکہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے اور نفس کی محبوبیات اور مرغوبات کے مقابلہ میں اس کی مرضی اور محبت کو ترجیح دی جائے۔ اس کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے، حضرت علی نے فرمایا ہے کہ میری محبت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ دونوں مندریں ہیں جو جمع نہیں ہو سکتیں۔

۹۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فمن حاجک فیہ من	اور جو علم آجانے کے بعد تجھ سے اس
بعد ما جاءک من العلم	بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو آؤ
فقل تعالوا ندع ابنائنا	ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور اپنے آپ
وابنائکم ونساءنا ونسائکم	کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں، عورتوں
والفسنا والفسکم ثم	اور اپنے آپ کو بلاؤ۔ پھر ہم دُعا کر کے
نبتہل فنجعل لعنة الله	جوڑوں پر لعنت ڈالتے ہیں۔
على الکاذبین	

کشاف میں ہے کہ اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین ہیں۔ کیونکہ جب

یہ آیت نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے انہیں بلایا اور حسین کو گود میں لیا۔ حسن کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ علیہا السلام اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور ان کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم فائدہ کی تکمیل کی خاطر احادیث کو مع ان کے متعلقات کے

ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کو سود مند نہ ہوگی۔ خدا کی قسم بیشک میرا رشتہ آپ سے دنیا و آخرت میں ملا ہوا ہے۔ اور اے لوگو! میں جہنم کو شرم پہنہا رہے لئے فرط ہوں گا۔

ایک ضعیف روایت میں ہے اگرچہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ یمن کے دو قبیلوں بجا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا ! یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علی نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے

جو رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے مقدم ہوا اور میرے
سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور
اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں۔
طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو
اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابی طالب
کی صلب میں رکھا ہے۔

ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنز اللطالب نے ابی طالب کے
بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباس بیٹے ہوئے
تھے آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ
کر آپ سے معاف کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصہ کو بوسہ دیا اور
دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے۔
فرمایا اے چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے
اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ اور میری
ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت
میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں۔ کہ قیامت کے روز لوگوں کو پردہ
داری کے واسطے ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔ مگر اسے
اور اس کی اولاد کو صحت ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا
جائے گا۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ
تمام نبیائے ام سوائے حضرت فاطمہ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب

ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے العلل المتناہیہ میں درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور اچھی نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کثرت طرق بعض اوقات اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں بلکہ حضرت عمرؓ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم کے نکاح کا پیغام حضرت علیؓ کو دیا تو انہوں نے اس کی صغیر سنی کا عذر کیا اور یہ بھی کہ انہوں نے یہ رشتہ اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹے کیلئے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے انہیں کہا میرا مقصد اس سے شہوت نہیں لیکن میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے سبب و نسب کے سوا قیامت کے روز تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ اور میری عورت کی اولاد کا عصبہ سوائے اولادِ فاطمہ کے بیٹے کے اپنے باپ سے ہوگا۔ کیونکہ میں ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔

بیہقی اور طبرانی نے ایسے رجال کی سند سے ایک روایت بیان کی ہے۔ جو اکابرین اہلبیت میں سے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لئے تیار کیا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے آپ سے مل کر کہا اے ابوالحسن آپ اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مجھ سے کر دیں آپ نے جواب دیا میں نے انہیں اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لئے روکا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا خدا کی قسم روئے زمین کا کوئی

ایسا شخص نہیں جو میری طرح ان کی حسن صحبت کا خواہاں ہو۔ اے ابوالحسن
 آپ میرے ساتھ نکاح کر دیں۔ حضرت علی نے کہا میں نے اس کا نکاح
 دے دیا۔ حضرت عمر اپنی جگہ روضہ میں انصار و مہاجرین کی مجلس میں واپس
 آگئے۔ اور کہا مجھے مبارک دو۔ لوگوں نے کہا کس بات کی۔ آپ نے
 کہا حضرت علی کی بیٹی ام کلثوم کی۔ اور بیان کرنے لگے کہ میں نے حضور
 علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ میری دامادی یا سبب یا نسب کے سوا
 تمام دامادیاں سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے۔ مجھے ان کی صحبت
 حاصل تھی۔ میں نے چاہا کہ میرا ان کے ساتھ سبب بھی قائم ہو جائے۔
 یہ حدیث اہلبیت کے طریق سے مروی ہے۔ اور وہ جہالت
 جو ہمارے زمانے میں حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کا
 انکار کرتی ہے اس سے حیرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اہل بیت
 سے کس قدر نا آشنا ہیں۔ لیکن تعجب کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ لوگ
 کبھی علماء سے ملے ہی نہیں اور اس کے ساتھ ان کی عقل پر حائل واقف
 چھائے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اس جہالت کو ان میں داخل کر دیا ہے۔
 اور انہوں نے ان کی اس معاملہ میں تعلید کی اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تو عین
 جھوٹ اور جس سے مکابرو کرنا ہے۔ اور جو شخص علماء سے مقابلہ اور
 کتب اخبار و سنن کا مطالعہ کرے گا وہ ضرور جان لے گا کہ حضرت علی
 نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عمر سے بیاہ دیا تھا۔ اور اس کا انکار کرنا
 جہالت، عناد جس سے مکابرو اور عقل و دین میں خرابی پیدا کرنے والی
 بات ہے۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے جب کہا کہ میں حضور

علیہ السلام سے سببی اور نسبی تعلق کو پسند کرتا ہوں۔ تو حضرت علی نے حسنین سے فرمایا اپنے چچا کو بیاہ دو۔ انہوں نے کہا وہ بھی ایک عورت ہے جو اپنے باپ سے میں مختار ہے۔ تو حضرت علی غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا۔ اے ابا! ہم آپ کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتے۔ پھر حسنین نے اپنی بہن کو حضرت عمر سے بیاہ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا خدا کی قسم حضرت علی کی دختر کے متعلق میرے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے سبب و نسب کے سوا تمام سبب و نسب منقطع ہو جائیں گے۔ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حکم دیا اور وہ آراستہ ہوئیں اور انہیں آپ کے پاس بھجوا دیا گیا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور دعا کی۔ جب وہ کھڑی ہوئیں تو آپ نے اُن کی پنڈلی پکڑ کر فرمایا اپنے باپ سے کہہ میں راضی ہوں، میں راضی ہوں۔ جب وہ آئیں تو اُن سے پوچھا گیا انہوں نے تمہیں کیا کہا ہے تو آپ نے سب بدلت بتادی۔ تو آپ نے حضرت عمر کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا ان کے ہاں زید پیدا ہوئے

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اجازت طلب کر لوں تو آپ نے حضرت فاطمہ کے بیٹوں سے اجازت لی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین خاموش رہے اور حضرت حسن نے بات کی اور حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا اے باپ: عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام وفات کے وقت تک ان سے راضی رہے پھر وہ خلیفہ بنے اور عدل و انصاف سے کام لیا تو آپ کے باپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے۔ مگر میں نے آپ دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر فیصلہ کرنا پسند نہیں کیا پھر آپ نے حضرت ام کلثوم سے فرمایا امیر المومنین کو جا کر کہو میرے ابو آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ جس ضرورت کا آپ نے ان سے اظہار کیا تھا وہ بھی انہوں نے پوری کر دی ہے حضرت عمر نے ان کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے اسے مجھ سے بیاہ دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا وہ تو چھوٹی بچی ہیں تو آپ نے گزشتہ حدیث کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے کہ میں نے چاہا کہ میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سبب و دامادی کا تعلق ہو۔ آپ کا انہیں بوسہ دینا اور اپنے ساتھ چٹاننا۔ ان کے اکرام کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ سفر سنی کی وجہ سے اس حد تک نہ پہنچی تھیں کہ انہیں چاہا جاتا اور ایسا کرنا حرام ہوتا اور اگر آپ چھوٹی نہ ہوتیں تو آپ کے والد اس کام کے لئے انہیں کبھی نہ بھیجتے۔ پھر حضرت عمر کی یہ حدیث صحابہ کی ایک اور جماعت جیسے المنذر بن عباس، ابن زبیر اور ابن عمر سے بھی آئی ہے اور اس کا اسناد اچھا ہے۔

ان احادیث سے حضور علیہ السلام کی طرف انتساب کے

عظیم فائدے کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ یہ اس بات کے منافی نہیں۔ دیگر احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنے اہلبیت کو خشیت الہی، تقویٰ اور اطاعت الہی کی ترغیب دیا کرتے تھے اور یہ کہ قیامت کے روز آپ کا قرب تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوگا۔ ان میں صحیح حدیث یہ ہے کہ جب آیت **وانذر عشیرتک الاقربین** نازل ہوئی تو آپ نے قریش کو بلایا وہ اکٹھے ہوئے تو آپ نے ہر خاص و عام سے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو آگ سے بچائیں یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے صفیہ بنت عبدالمطلب میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کوئی کام نہیں آسکتا سوائے اس کے کہ تمہاری میرے ساتھ رشتہ داری ہے۔ میں عنقریب اس تعلق کا صلہ دوں گا۔

ابوالشیخ نے ابن جہان سے بیان کیا ہے۔ اے نبی شہم قیامت کے روز لوگ آخرت کو اپنی پشتوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ اور تم دنیا کو اٹھاتے ہوئے آؤ گے میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہ آؤں گا۔

بخاری نے ادب المفرد میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میرے دوست متقی ہوں گے۔ خواہ نسب کتنا ہی قریب ہو۔ لوگ اعمال کے ساتھ آئیں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے اور کہو گے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میں اس طرح کہوں گا اور آپ نے اپنے دونوں کندھے موڑ لئے۔ طبرانی نے بیان کیا ہے کہ میرے اہلبیت کا خیال ہے

کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ میرے مقرب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں
 تم میں سے میرے دوست متعلقہ ہیں۔ جو بھی ہوں اور جہاں
 بھی ہوں۔

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے کہ
 میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز میں فرماتے سنا ہے
 کہ نبی فلاں کی آل میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ اور صالح
 مومن ہیں۔ بخاری نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ انہیں میرے ساتھ
 رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور عنقریب اس تعلق کا میں صلہ دوں گا۔
 حب طبری اور دوسرے علماء کے نزدیک اس میں عدم منافات کی وجہ
 یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود تو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک
 نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے امارب کو نفع پہنچانے کا اختیار
 دے دے گا۔ بلکہ آپ کی تمام امت آپ کی عمومی اور خصوصی شفاعت
 سے فائدہ اٹھائے گی۔ وہ اپنے مولیٰ کے عطا کردہ اختیار کے سوا
 کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ
 تمہیں مجھ سے رشتہ داری کا تعلق ہے۔ اور عنقریب میں اس تعلق کا صلہ
 دوں گا۔ اور آپ کے اس قول کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے
 کسی کام نہیں آسکتا، کا مفہوم یہ ہے کہ میں از خود تمہارے کسی کام نہیں
 آسکتا۔ سو اے اس کے اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کے کرنے کا اعزاز بخشے
 جیسے شفاعت یا مغفرت وغیرہ۔ آپ نے انہیں مقام تخولف کی رعایت
 عمل کی ترفیب اور دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیت الہی میں زیادہ حصہ
 لینے کیلئے اس طرح مخاطب کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنے رشتہ کے

حق کی طرف انہیں ایک قسم کی تسلی دینے کے لئے اشارہ کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ کو خود اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی طرف انتساب نفع دے گا۔ یا شفا کے ذریعہ ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرائیں گے، دوسروں کے درجات بلند کرائیں گے اور ایک قوم کو آگ سے نکلوائیں گے اسی لئے بعض لوگوں پر حدیث ”کل سبب و نسب“ کی تطبیق مخفی رہی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی امت بخلاف دیگر انبیاء کی امتوں کے آپ کی طرف منسوب ہوگی مگر یہ توجیہ بہت بعید کی ہے۔ اگرچہ الروضۃ میں اسے بڑے بڑے لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا اور حضرت علی ہماجرین اور انفار کا اس کا اقرار کرنا بھی اسے رد کرتا ہے اور سبب و نسب کے ساتھ دامادی اور حسب کا ذکر کرنا بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس بات پر غضبناک ہونا کہ انکی قرابت فائدہ نہ دے گی۔

بخاری کی ایک حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ لقیہ امتیں بھی اپنے انبیاء کی طرف منسوب ہوں گی۔ کیونکہ اس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے ہاں میرے رب میں نے پہنچا دیا تھا تو پھر اللہ ان کی امت سے دریافت کرے گا کیا تم تک اس نے پیغام پہنچا دیا تھا۔ (الحديث)

اسی طرح دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ گذشتہ حدیث

میں آپ کے قول کہ میرے دوست متقی ہیں اور میرا دوست اللہ اور صالح مومنین ہیں، سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ آپ کی رشتہ داری، قرابت اور شفاعت کا فائدہ آپ کے اہلبیت کے گنہگاروں کو پہنچے گا اگرچہ اس رشتہ کا انتقال نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کی نافرمانی اور نعمت قرب نسب کی ناشکری اور ان کے ایسے اعمال کے ارتکاب کے باعث جو آپ کے حضور پیش ہونے پر آپ کو تکلیف دیں گے۔ منتفی ہو جائے گا۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اس شخص سے اعراض فرمائیں گے جو کہے گا کہ اے محمد جیسا کہ گذشتہ حدیث میں بیان ہو چکا ہے اور حسن بن حسن السبط نے بعض غالیوں سے فرمایا۔ تمہارا برا ہو ہم سے اللہ محبت کرو۔ اگر ہم اطاعت الہی کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ تمہارا برا ہو اگر بغیر اطاعت الہی کے اللہ تعالیٰ قرابت رسول کی وجہ سے فائدہ دینے والا ہوتا تو وہ شخص ضرور فائدہ اٹھاتا جو ہم سے حضور علیہ السلام کا بڑھ کر قریبی ہوتا۔ خدا کی قسم مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے گنہگار کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔ اور اچھے کام کرنے والے کو دو دفعہ اجر ملے گا۔ معلوم ہوتا ہے آپ نے یہ استدلال اس آیت سے کیا ہے۔

یا نساء النبی من یات
منکن بفاحشة مبینة
یفصا عف لها العذاب
اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو
واضح بے حیائی کی مرتکب
ہوئی اُسے دگنا عذاب دیا

ضعیف - جائے گا۔

خاتمہ

گزشتہ احادیث سے ہمارے اصحاب میں سے صاحب تلخیص کے قول کا میلان معلوم ہو چکا ہے۔ حضور علیہ السلام کے خصائص میں یہ بات بھی ہے کہ آپؐ کی بیٹیوں کی اولاد آپؐ کی طرف منسوب ہوگی اور دوسرے لوگوں کی بیٹیوں کی اولاد ان کے جد کفالت اور دوسروں کی طرف منسوب نہ ہوگی۔ اور القفال نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر کسی کی طرف اس کی بیٹیوں کی اولاد منسوب ہوگی۔ مگر اس کی تردید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے۔ جس میں آیا ہے کہ ہر ماں کے بیٹے سوائے اولاد ناظمہ کے اپنے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوں گے۔ پھر آپؐ کی طرف انتساب کے وہ معنی جو آپؐ کی خصوصیت بن جاتے ہیں۔ یہ ہیں کہ آپؐ پر ان کے باپ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور وہ آپؐ کے بیٹے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو کفایت میں معتبر خیال کیا گیا ہے اور شریعت ہاشمی کسی غیر شریف کو کفو قرار نہیں دیتی اور ان کا یہ قول کہ بنی ہاشم بالمطلب اس صورت کے سوا اپنے محل پر کھو ہیں جیسا کہ میں نے الفتاویٰ کے طویل فتویٰ میں وضاحت سے لکھا ہے یہاں تک کہ وہ آپؐ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے نانا کے ساتھ ان کی ماں کے متعلق یہ احکام نہیں چلتے۔ ہاں نانا، ماں اور باپ کی طرف انتساب میں اس لحاظ سے برابر ہے کہ ذریت

نسل اور عقب نما ان پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صاحب تلمیض نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے جو بیان ہو چکا ہے اور القفال نے اس سے عدم خصوصیت مراد لی ہے اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسنین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب المؤمنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے۔ اس کا قول موثر نہیں۔ یہاں تک کہ حسنین کے بارے میں بھی اہولوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسن کے بارے میں آگے بیان ہو رہی ہے۔ لکھا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اگرچہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی اہولوں میں سے جو کوئی اس بات سے مانع ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لے القاسمی نے اپنی کتاب شرف الاسباط میں بیٹیوں کی اولاد پر نبوت اور ذریت اور ان کے اعتقاد پر حنفیہ اور اسباط کے شمول پر دلائل دیے ہیں اور اس کو طبری وسعت دی ہے اور باب الوقف میں علماء کے فتاویٰ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ذریت، عقب، نسل، بنین اور اولاد کے الفاظ بیٹیوں کی اولاد پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔

ہے کہ

وما کان محمد اباً احد من
رجالکم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ۔

یہ آیت اُندہ نبوت کے انقطاع کے لئے لائی گئی ہے نہ
کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے اس سے مراد یہ
ہے کہ آپ اکرام و احترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں ۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ولسوف یعطیک ربک
فتوفی ، کہ تو راضی ہو جائے گا ۔

قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے راضی ہو گئے ہیں کہ
آپ کے اہلبیت میں سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو ۔ سدی
نے بھی اس بات کو بیان کیا ہے ۔

حاکم نے صحیح روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وعدہ فرمایا ہے کہ
اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے متعلق یہ اقرار کرے گا کہ میں
نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچا دیا ہے ۔ اُسے وہ عذاب نہیں دے
گا ۔

اور الملا نے بیان کیا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا
کی کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو
اللہ نے میری یہ دُعا قبول فرمائی ۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نبیؐ شتم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں نے جنت کے کسی حلقہ کو پکڑا تو میں تم سے ابتدا کروں گا۔ طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہلبیت اور میری امت میں سے میرے محبت ہوں گے مگر یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے ہاجرین کے فقراء ہوں گے۔ اور اگر پہلی روایت کو صحیح قرار دیا جائے تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ فقراء ہاجرین کے بعد، سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے وہ لوگ ہوں گے۔

المخلص، طبرانی اور دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اپنی امت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہلبیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش کے اقرب آدمیوں کی، پھر انصار کی، پھر یمن کے ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہوگا اور بزار اور طبرانی اور دوسروں کے نزدیک میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اہل مدینہ، پھر اہل مکہ اور پھر اہل طائف کی شفاعت کروں گا اور انہ دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ پہلی روایت میں قبائل کی ترتیب اور اس میں ملکوں کی ترتیب کے لحاظ سے شفاعت بیان ہوئی ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ قریش سے ابتدا

کرنے کا مفہوم یہ ہو کہ آپ پہلے اہل مدینہ پھر مکہ پھر اہل طائف پھر انصار اور پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں گے یہی ترتیب اہل مکہ اور اہل طائف سے ابتدا کرنے میں ملحوظ رکھی جائے گی۔

بزار، طبرانی اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے

اے ابن عدی نے ابن سعد کی حدیث سے عمر بن غیاث کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیدیا ابن غیاث شیعہ کے شیوخ میں سے ہیں جسے دلقطنی اور الذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث کی شاہد ابن عباس کی حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت فاطمہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک قول سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بچوں کو عذاب نہیں دیگا۔ مجمع الزوائد میں اسکے رجال کو ثقہ قرار دیا گیا ہے۔ اور محمد الرضا نے اسے حضرت حسن اور حضرت حسین سے مخصوص قرار دیا ہے۔ اور ابو کریب نے ولد (بیٹے) کے لفظ کو آپ کی نسبی اولاد میں سے اطاعت کرنے والوں کے متعلق عام قرار دیا ہے۔ اور جو حدیث اسکے بعد بیان ہوئی ہے اسکے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ اور یہ حدیث کہ میری بیٹی فاطمہ حور ہے۔ اسے خطیب نے بیان کیا ہے مگر یہ ثابت نہیں اور اسمیں کئی مجہول آدمی ہیں اور اسماء کی روایت بھی ایسی ہی ہے کہ اس نے حضرت فاطمہ کا حقیقی و نفاس نہیں دیکھا۔ محب طبری نے اسے ذخائر العقبیٰ میں بیان کیا ہے اور یہ ایک باطل روایت ہے جس کا ابن عرقہ نے ذکر کیا ہے۔

حافظ ابوالقاسم الاشعری نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسے فاطمہ میں سے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؛ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے فاطمہ نام کیوں رکھا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے افسہ اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔ نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی حور ہے جیسے جیسے نہیں آیا۔ اس بہ نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے۔ طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

اسی طرح یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ اسے بنی عبدالمطلب۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ آپ لوگوں کو رحیم و نجیب بنا دے اور یہ دعا بھی کی کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور خوشروہ کو امن دے اور مجھ کے کو سیر کرے۔

الدیلمی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ہم بنو عبدالمطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر بن ابی طالب، حسن، حسین اور محمدی اہل جنت کے سرور ہیں! حضرت علی کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ میں نے رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار میں سے چوتھا آدمی ہو، سب سے پہلے میں اور تو اور حسن اور حسین جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد، ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

احمد نے المناقب میں بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو میرے ساتھ جنت میں داخل ہو اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے پیچھے ہو اور ہماری بیویاں، ہماری اولاد کے پیچھے ہوں۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں۔ اور نویں آیت میں حضرت علی سے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ اس کا مطالعہ کرو کیونکہ وہ اہم مقام ہے۔ اسی سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ جن لوگوں کا نام آج کل شیعہ ہے وہ ابلیس کے شیعہ ہیں۔ کیونکہ اس نے ان کی عقل پر غالب اگر انہیں کھلے طور پر گمراہ کر دیا ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں چار آدمی سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ میں، تو، حسن اور حسین اور ہماری اولاد، ہمارے پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس کی صحیح روایت اس کی شاہد ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کا اس کے درجہ میں رفق کرے گا۔ اگرچہ عمل میں وہ

ان سے کم تر ہو پھر آپ نے یہ آیت پڑھی
 وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ لَّا لَئِي لَّوْلَانِ كِي اُولَادُنْهٖ
 ذُرِّيَّتُهُم بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهٖم
 ايمان کے ساتھ ان کی اتباع کی ہم
 ذریت ہم ۔
 انہیں انکی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے ۔

الذیلمی نے بیان کیا ہے اسے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری
 اولاد تیرے بچوں تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو بخش دیا ۔ پس خوش
 ہو جاؤ کیونکہ تو حوض کوثر سے بھرے ہوئے پیٹ والا ہے ۔ مگر یہ
 روایت ضعیف ہے ۔ اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ تم اور تمہارے
 شیعہ حوض کوثر پر سیراب ، سفید رو صورت میں آئیں گے ۔ اور
 تمہارے دشمن پیاسے اور سراونچا کٹے ہوئے ہوں گے ۔ یہ حدیث
 بھی ضعیف ہے ۔ آپ کے شیعوں کی صفات کا بیان گذر چکا ہے پس
 گمراہوں کے دھوکہ اور منکروں ، رافضیوں اور شیعہ وغیرہ کی جھلسازی
 سے بچو ، اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے یہ کہاں پھرے جاتے ہیں ۔

۱۱ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم
 الخیر البریۃ ۔
 جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ
 بجالائے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں

حافظ ~~محمد~~ الدین الزرنندی نے حضرت ابن عباس سے بیان
 کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ قیامت کے
 روز راضی اور رضایافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن فتنے

میں سراونچا کئے ہوں گے۔ حضرت علی نے دریافت کیا میرا دشمن کون ہے۔ فرمایا جو تجھ سے اظہار بیزاری کرے اور تجھ پر لعنت کرے اور جس حدیث میں قیامت کے روز عرش کے سائے میں پہلے جانے والوں کا ذکر ہے اور انہیں خوشخبری دی گئی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا اے علی تیرے شیعہ اور محب اس روایت میں کذاب راوی بھی ہیں۔ ذرا آپ کے شیعوں کی صفات کو مستحضر کیجئے اور ان گزشتہ اخبار کو بھی ذہن نشین رکھئے جو رافضیوں کے متعلق آغاز باب میں مقدمات میں بیان ہو چکی ہیں۔ دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اے ابوالحسن آپ اور آپ کے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ اور وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کو ذلیل کرنے والے ہیں پھر وہ اسے پھینک دیں گے اور اس سے یوں نکل جائیں گے۔ جیسے تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

دارقطنی کہتے ہیں ہمارے ہاں یہ حدیث بہت طرق سے آئی ہے۔ پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ میری باری تھی۔ اور حضور علیہ السلام میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت ناظمہ آپ کے پاس آئیں۔ ان کے پیچھے حضرت علی بھی تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے علی تو تیرے اصحاب اور تیرے شیعہ جنت میں ہوں گے۔ مگر تیرے محبوں میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اسلام کو ذلیل کریں گے۔

اس کو پھینک دیں گے۔ قرآن شریف پڑھیں گے۔ مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا۔ ان سے جہاد کرنا۔ وہ مشرک ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ان کی کیا علامت ہوگی۔ فرمایا جمعہ اور جماعت میں حاضر نہ ہوں گے۔ سلف پر طعن کریں گے۔

موسیٰ بن علی بن الحسین بن علی نے جو ایک فاضل آدمی تھے

اپنے باپ اور اپنے دادا سے بیان کیا ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ہماری طرح عمل کریں۔

۱۲۔

وانہ لعلمہ للساعة اور وہ قیامت کی نشانی ہے۔
مقاتل بن سلیمان اور ان تابع مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت ہمدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور عنقریب احادیث میں واضح طور پر آئے گا کہ وہ اہل بیت نبوی میں سے ہوگا اور آیت میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی نسل کے بابرکت ہونے پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے طیب اولاد پیدا کرے گا۔ اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی کانیں بنائے گا۔ اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کو مرد و دہشتیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے دیا ہے اور حضرت علی کے لئے بھی ایسی ہی دعا فرمائی ہے۔ اس کی تشریح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

نسائی نے سند صحیح سے بیان کیا ہے کہ انصار کے ایک گروہ نے حضرت علی سے کہا کاش ! فاطمہ آپ کے پاس ہوتی پس آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے لئے حاضر ہوئے۔ اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ابوسے ابیطالب کیا کام سے۔ کہنے لگے میں نے حضرت فاطمہ کا ذکر کیا تو حضور علیہ السلام نے خوش آمدید فرمایا۔ پھر آپ انصار کے ایک گروہ کی طرف تشریف لے گئے جو آپ کے منتظر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ سے پوچھا حضور نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگے۔ مجھے تو آپ نے خوش آمدید کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہی بات تمہارے لئے کافی ہے ایک تو انہوں نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رجب، یعنی وسعت پھر شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا۔ شادی کا ولیمہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک مینڈھ ہے۔ آپ کے لئے انصار کے ایک گروہ نے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔ جب شب زفاف آئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اسے حضرت علی اور فاطمہ پر ڈالا اور دعا کی اسے اللہ ان دونوں کی نسل میں برکت دے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال کیا اور شمل کے معنی جماع کے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے آپ نے شمل اور نسل کی بجائے شبلیہما کا لفظ استعمال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں تعریف ہے اور اگر صحیح ہے تو شمل شیر کنپٹے کو کہتے ہیں۔ پس یہ

بات آپ کو کشفاً یا اطلاقاً معلوم ہوئی ہوگی کہ ان کے ہاں حسنین پیدا ہوں گے۔ اور آپ نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور وہ واقعی شیر کے بچے تھے۔

ابو علی الحسن بن شاذان نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کو بیاہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور وہ شہرہ خطبہ ارشاد فرمایا جو الحمد للہ الامام محمد بن عقیل سے شروع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی سے حضرت فاطمہ کو بیاہ دیا۔ اس وقت آپ ہاں موجود نہیں تھے۔ اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور ان کی نسل کو پاکیزہ بنائے اور اسے رحمت کے خزانے اور حکمت کی گاہیں بنائے اس پر لوگوں نے آمین کہی۔ جب حضرت علی آئے تو حضور علیہ السلام نے متبسم ہو کر آپ سے فرمایا۔ بھئی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو آپ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا آپ کو یہ بات منظور ہے آپ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں۔ پھر حضرت علی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر

۱۔ اس قصہ اور خطبہ کو خطیب نے تلخیص المتشابہ میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے۔ اور ابن عساکر نے حضرت جابر کی حدیث سے بیان کیا ہے اور یہ دونوں روایات باطل ہیں۔ اور دونوں روایتوں میں سے دوسری میں محمد بن زید العرفی بھی ہے۔ جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں ہے۔

گئے۔ جب آپ نے سُراٹھایا تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ بات مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تمہاری شان کو بلند کرے اور تم دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کرے۔ حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے کثیر اور طیب اولاد پیدا کی۔ اس کے اکثر حصے کو ابوالخیر القزونی الحاکمی نے بیان کیا ہے۔ حضرت علی کی عدم موجودگی میں آپ کا عقد کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے کہ وہ جس شخص کا جس سے چاہیں بغیر اجازت کے نکاح کر دیں۔ اس لئے کہ اولی بالمومنین ہوتے۔ آپ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ انفسہم مقدم ہیں۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کے وکیل کی موجودگی میں کیا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو اطلاع دیدی ہو کہ میں ایسا کرنے والا ہوں اور حضرت علی کا یہ کہنا کہ مجھے یہ نکاح منظور ہے۔ اسکا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے وکیل کی موجودگی میں جو نکاح ہوا تھا اس کے متعلق آپ نے اپنی رضا کی اطلاع دی ہو۔ پس یہ حال کا واقعہ ہے جو کئی احتمال رکھتا ہے۔

ابو داؤد سجستانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے نکاح کے متعلق آپ کو پیغام دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر حضرت عمر نے پیغام نکاح دیا تو آپ نے اعراض کیا پھر یہ دونوں حضرت علی کے پاس آئے اور انہیں حضرت فاطمہ کے پیغام نکاح کے متعلق بتایا تو حضرت علی نے جا کر پیغام نکاح دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا آپ

کے پاس کچھ ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرد
 ہے۔ فرمایا گھوڑا تو تمہارے لئے ضروری ہے اور زرد کو بیچ کر رقم میرے
 پاس لے آؤ۔ آپ نے زرد کو چار سو اسی درہم میں فروخت کر دیا۔ پھر
 انہیں اپنی بھولی میں رکھا آپ نے ان سے ایک سٹھی رقم لے کر حضرت
 بلال کو دیکر فرمایا کہ اس سے خوشبو خرید لاؤ۔ پھر حضرت فاطمہ کو تیار کرنے کا
 حکم دیا۔ آپ نے حضرت فاطمہ کے لئے ایک بنی ہوئی چدر پائی اور ایک چڑے
 تاکیکہ بنایا جس کے اندر چھال بھری ہوئی تھی۔ اور گھر بیت سے اٹا ہوا تھا۔
 آپ نے حضرت ام ایمن کو اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم فرمایا اور حضرت
 علی سے فرمایا میرے آنے تک جلدی نہ کرتا پھر آپ ان کے ہاں تشریف
 لے گئے۔ اور ام ایمن سے فرمایا یہاں میرا بھائی ہے۔ وہ کہنے لگیں۔ وہ
 آپ کا بھائی ہے اور آپ اس کی شادی اپنی بیٹی سے کر رہے ہیں۔ آپ
 نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور پانی
 منگوایا وہ پیالے میں پانی لائیں۔ تو آپ نے اس میں کھلی کی۔ پھر اسے
 آپ کے سر اور چہاتیوں کے درمیان چھڑکا اور دعا کی اے اللہ میں اسے
 اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر حضرت
 علی سے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ۔ میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا اور
 پیالہ بھر کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے میرے سر اور
 دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ اور دعا کی اے اللہ میں اسے
 اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔ پھر فرمایا
 اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی

دعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گندچکے ہیں اور کچھ
 اُنڈہ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی
 کافی ہوتے۔ عنقریب دوسری فعل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان
 ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم، ابوداؤد، نسائی، بیہقی
 اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ

المہدی من عتوقی من کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے
 ولد فاطمة۔ ہوگا۔

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ
 لو لم یبق من الذہد الا یوم اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ
 لبعث اللہ فیہ رجلاً من گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک
 عتوقی آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی آئے
 گا جو زمین کو اس طرح بدل دے گا جس طرح وہ ظلم سے جبری ہوئی
 ہے۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا
 اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی
 بادشاہ نہ بنے گا۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابوداؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر
 دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا
 یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی کو
 مبعوث فرمائے گا جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے

باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھردے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ

المہدی منا اهل البيت جہدی ہمارے اہلبیت سے ہوگا۔ اللہ یصلحہ اللہ فی لیلۃ۔ ایک رات میں اس کی اصلاح کر دے گا

طبرانی میں ہے کہ جہدی ہم میں سے ہوگا وہ دین کو ہم پر

ایسے ہی ختم کر دے گا جیسے اس نے ہم سے شروع کیا ہے۔

حاکم نے اپنی تصحیح میں بیان کیا ہے کہ میری امت کے آخر میں ان کے سلاطین کی وجہ سے شدید مصیبت کے باعث خلل پڑے گا۔ جس سے زیادہ شدید مصیبت کبھی سنی نہیں گئی۔ یہاں تک کہ کسی آدمی کو پتاہ نہیں ملے گی تو اللہ تعالیٰ میرے اہلبیت کی اولاد سے ایک آدمی کو یسوع فرمائے گا۔ جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھردے گا۔ جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے محبت رکھیں گے۔ آسمان بارشیں برسائے گا اور زمین اپنا پیداوار نکالے گی اور کسی چیز کو روکے نہیں رکھے گی۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا نو سال گزارے گا۔ اہل زمین کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بھلائی کو دیکھ کر زندہ مرنے کی تمنا کریں گے۔

طبرانی اور بزار نے اسی قسم کی روایت کی ہے جس میں آیا ہے کہ وہ تم میں سات، آٹھ یا زیادہ سے زیادہ نو سال تک ٹھہرے گا۔ ابو داؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے وہ تم میں سات سال حکومت کرے گا۔ اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے میری

امت میں ایک مہدی ظاہر ہوگا جو پانچ سات یا نو سال رہے گا۔ اس کے پاس ایک آدمی آکر کہے گا۔ اے مہدی مجھے دے، مجھے دے۔ تو وہ اس کے کپڑے میں اپنے ہاتھوں سے اس قدر ڈال دے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ چھ سات، آٹھ یا نو سال ٹھہرے گا۔ عنقریب یہاں بیان آئیگا جس میں بلاشبہ سات سال پر احادیث کا اتفاق ہے۔ اے احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس قدر مال دے گا کہ اُسے کوئی شمار نہ کر سکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے۔ جو مہدی کی بادشاہت کیلئے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

اے یہ صحیح روایت شیعہ کے اس قول کی تردید کرتی ہے کہ وہ محمد بن عسکری ہیں اور طبرانی کی کتب میں جو کچھ موجود ہے وہ مدح و ستائش ہے۔ روایات کا اختلاف اس بتا رہا ہے کہ وہ حسن کی اولاد میں سے ہوگا یا حسین کی اولاد سے۔ ان کے درمیان یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ وہ حسن کی اولاد سے ہے یا حسین کی اولاد سے۔

ایک دوسری روایت میں ہے جس میں اس کی اہمات کی جہت سے ولادت کا ذکر ہے۔ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن صحیح طریقہ سے اس کی ماں کا نام معلوم نہیں۔



ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ بنی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ آقا لے نے ہم اہلبیت کے لئے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کر لیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد شدید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے پاس سیاہ جھڈے ہوں گے۔ وہ جلائی طلب کریں گے۔ مگر وہ انہیں نہ ملے گی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اُسے قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اُسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہلبیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح لوگوں نے اُسے ظلم و جور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اُسے چاہیے کہ اُن کے پاس آئے۔ خواہ اُسے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوگا۔ اس کی سند میں وہ شخص بھی ہے جسے آخری عمر میں اختلاط کے ساتھ سوء حفظ کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ۔ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے۔ کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی

ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف آدمی ہے جس کی کٹی منکر روایات ہیں۔ مسلم نے اسے صرف بطور متابعت کے بیان کیا ہے اور جو اس سے پہلے ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں۔ خواہ ان دونوں روایات کو اس شخص کیلئے صحیح فرض کر لیا جائے۔ جو ہدی کو بنو، اس کا تیسرا خلیفہ خیال کرتا ہے۔

نصیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنت پر اس طرح جنگ کرے گا۔ جیسے میں نے وحی پر جنگ کی ہے۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مزدور میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔ جس کے اگلے دانتوں میں فرق ہوگا۔ اور روشن جبین ہوگا۔ زمین کو عدل سے بھر دے گا اور خوب مال دے گا۔

الرویانی اور الطبرانی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ہدی میری اولاد میں سے ہوگا۔ اس کا چہرہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو ایسے ہی عدل سے بھرے گا۔ جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی خلافت سے زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے۔ وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہدی التفات کوے گا اور علیسی بن مریم نازل ہو چکے ہوں گے۔ یوں معلوم ہوگا گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ ہدی ان

سے کہیں گے آگے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام
جواب دیں گے نماز تو آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری
اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ وہ ہمدی کی امامت میں نماز
ادا کریں گے اور صحیح مرفوع روایت یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم نازل
ہوں گے تو ان کے امیر ہمدی کہیں گے ہمیں آکر نماز پڑھا دیجئے
تو وہ جواب دیں گے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے بعض لوگوں
کو بعض پر اعزازی طور پر امام بنایا ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معاملہ شدت میں دنیا ادا بار میں اور لوگ
بخل میں بڑھتے جائیں گے۔ اور قیامت شریر لوگوں پر قائم ہوگی۔
اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی ہمدی نہ ہوگا۔ یعنی حقیقت میں اس کے
سوا جز یہ کو ختم کرنے اور مخالف ملتوں کے ہلاک کر دینے کی وجہ
کوئی ہمدی نہ ہوگا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں بیان ہوا ہے۔ کہ
اس کے سوا کوئی معصوم ہمدی نہیں۔

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز
ہمدی ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سارے عدل
کی تکمیل نہیں کی۔ البتہ وہ جملہ ہمدی بن میں سے ایک ہیں۔ لیکن موعود
آخر زمان نہیں۔ اور احمد نے اس کی تصریح کی ہے کہ وہ ان ہمدیوں
میں سے ایک ہیں۔ جن کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء تم لوگوں پر میرے بعد میری سنت
الراشدین المہدیین من اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت
بعدی ۔ کو پکڑے رکھنا لازم ہے ۔

پھر حدیث لامہدی الا عیسیٰ کی تاویل ہوگی اور وہ بھی
اس کے ثابت ہو جانے کی صورت میں ۔ وگرنہ حاکم نے کہا ہے کہ میں تو
اسے حجت پکڑنے کے لئے نہیں بلکہ تعجب کے لئے لایا ہوں ۔ اور یہی
نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن خالد متفرد ہے ۔ حاکم نے اسے مجہول
کہا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف کیا ہے ۔ اور نسائی نے
صراحت کے ساتھ اسے منکر قرار دیا ہے ۔ اور دوسرے حفاظ حدیث
نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی
احادیث جو مہدی کو اولاد فاطمہ میں سے قرار دیتی ہیں ۔ ان کی اسناد
اصح ہے ۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آل
محمد کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کر دے گا
پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے اور
صحیح یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت
پر اختلاف ہوگا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا مکہ جائے گا ۔
اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اسے بادل خواستہ
نکال دیں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کر دیں گے
ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ
کے درمیان ویرانے میں دھنسا دے گا ۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے

تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر آکر اس کی بیعت کریں گے۔ پھر قریش سے ایک آدمی اُٹھے گا۔ جس کے ماموں بنو کلب سے ہوں گے وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آجائیں گے یہ لشکر بنو کلب کا ہوگا اور بنو کلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل کرے گا۔ اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا ہمارا نبی خیر الانبیاء ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہداء ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہؓ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے جو دو پردوں کے ساتھ حنت میں جہاں چلے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے وسط ہیں اور وہ حسن اور حسین ہیں جو تیرے بیٹے ہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ ان سے دو قبیلے نکلیں گے۔ جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی ہمد کا ہے لے

لے ہمدی کی احادیث بیشتر اور متواتر ہیں۔ بہت سے حفاظ نے انکے متعلق کتابیں تالیف کی ہیں۔ جن میں ابو نعیم بھی ہیں۔ ابو نعیم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُسے سیوطی نے العرف الوردی فی اخبار المہدی میں جمع کر دیا ہے۔ اور اس سے بھی زائد بیان کیا ہے۔ اس بارے میں ابن حجر مؤلف کتاب ہذا کی بھی ایک کتاب ہے۔ جس کا نام کتاب المنقصر فی علامات المہدی المنقصر ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دنیا کی زندگی بسا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو وہ اس دن کو اس قدر لمبا کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی بادشاہ بنے گا جو جیل و عذاب اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔

حاکم نے ابن عباس سے صحیح روایت کی ہے کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ سفاح، منذر، منصور اور مہدی۔ اگر آپ نے اہلبیت سے مراد جمیع بنی ہاشم لئے ہیں تو پہلے تین حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے۔ اور آخری حضرت فاطمہ کی نسل سے ہوں گے۔ پس اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ چاروں حضرت عباس کی نسل سے ہوں گے تو ممکن ہے آپ نے اپنے کلام میں مہدی کا مراد بنی عباس کا تیسرا خلیفہ لیا ہو۔ کیونکہ وہ بنی عباس میں مدلول تمام اور سیرت حسد کے لحاظ سے ایسے ہی تھا۔ جیسے بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور اس لئے بھی کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مہدی کا نام بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ اور یہ مہدی ایسا ہی تھا۔ کیونکہ اس کا نام محمد بن عبداللہ المنصور تھا۔ اور اس کی تائید ابن عدی کے حدیث سے ہوتی ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ لیکن ذہبی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن الولید مولیٰ بنی ہاشم متفرد ہے جو حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ اور اس وصف کو جسے ابن عباس نے مہدی پر حمل کیا ہے۔ اس بات کے منافی نہیں کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے

بھری ہوئی ہے۔ اس کے زمانے میں درندے اور چوپائے امن سے رہیں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے باہر پھینک دے گی۔ یعنی چاندی اور سونے کے ستونوں کی طرح۔

ان اوصاف کو ہمدی عباسی پر بھی منطبق کیا جاسکتا ہے۔ اور جب آپ کے کلام کو ہمارے بیان کے مطابق عمل کیا جائے تو یہ سابقہ احادیث صحیحہ کے منافی نہیں ہوتا کہ ہمدی اولاد فاطمہ سے ہوگا کیونکہ اس میں ہمدی سے مراد آخری زمانے میں آنے والا ہمدی ہے جس کی اقتداء عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہمدی کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے جن میں سے چھ حضرت حسن کی اولاد سے اور پانچ حضرت حسین کی اولاد سے ہوں گے۔ اور آخری ان کے علاوہ ہوگا۔ یہ نہایت کمزور روایت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے کہا ہے۔ یعنی یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف ہے جن میں اس کے آخری زمانے میں آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی اقتداء کرنے کا ذکر ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے کہ عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ پھر خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ پھر امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے۔ بادشاہوں کے بعد جابر لوگ ہوں گے۔ پھر میرے اہلبیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ پھر قحطانی کو حکم دیا جائے گا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا

ہے۔ وہ اس سے کم نہ ہوگا اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ اس کو قوت دیں گے۔ جس پر ہم نے ابن عباس کے کلام کو محمول کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس روایت پر محمول کیا جائے جو انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔ کہ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوں گے۔ اور مہدی اس کے وسط میں ہوگا۔

ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مہدی عباسی ہوگا پھر میں نے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث میں وسط سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ اُمت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں میں ہوں اور اس کا مہدی وسط میں ہوگا اور مسیح بن مریم اس کے آخر میں ہوگا۔ یعنی آخر سے قبل۔

احمد اور مادر دی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی کے بارے میں تمہیں خوشخبری ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا۔ اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے راضی ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر برابر تقسیم کرے گا۔ اور اُمت محمدیہ کے دل کو تو نگری سے بھر دے گا۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی دے کرے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے۔ تو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا وہ اگر اس سے سوال کریگا

خادم آؤ تاکہ میں تجھے دوں۔ وہ اس کے پاس آکر کہے گا میں تیرے پاس
 ہمدی کا پیغام بر بن کر آیا ہوں تاکہ تو مجھے مال دے وہ کہے گا دو۔ وہ
 اُسے اتنا دے گا کہ وہ اُسے اٹھانے کی سکت نہ رکھے گا۔ یہاں تک
 کہ وہ اتنا دے گا جتنا اٹھا سکتا ہوگا۔ وہ اُسے ملے کر جلا جائے گا۔
 اور کہے گا میں محمد کی امت سے سب سے زیادہ حر لیں تھا۔ سب
 آدمیوں کو اس مال کی طرف بلایا گیا اور میرے سوا سب نے اسے چھوڑ
 دیا اور وہ اسے لوٹا دے گا۔ پس وہ کہے گا ہم جو چیز دے دیے
 اُسے قبول نہیں کیا کرتے وہ اس حالت میں چھ سات، آٹھ یا نو
 سال رہے گا۔ اس کے بعد دنیا میں کوئی بھلائی نہیں رہے گی۔

بے عسکری کی پوشیدگی اور خاص شیعوں کے سامنے اس کا ظہور اس بات سے
 مناقض ہے جسے ابی عبداللہ الحسین سے بیان کیا گیا ہے کہ اُسے اولیاء
 کے سوا کوئی نہیں پہچانتا اور امام باقر سے اس کے ظہور اور پوشیدگی کے بارے
 میں جو بیان کیا گیا ہے وہ وہی ہے جو علمائے اہلسنت نے ہمدی کے بارے میں بیان
 کیا ہے کہ وہ طویل عرصہ تک غیب رہے گا اور دوسری روایت میں ہے کہ
 تھوڑا عرصہ غیب رہے گا اور طائف کے پہاڑوں میں چھپے گا پھر ظاہر ہوگا۔ اور
 مکہ کے پہاڑوں میں چھپے گا وہ خاص شیعوں کے سامنے عسکری کے ظہور کو ظہور نہیں
 کہتے اور نہ ہی ذی طوسیٰ میں مداب میں بقول ان کے اسکے ظہور کو مانتے ہیں۔ اسکے
 ظہور کی علامات کا ذکر سیوطی اور بزرنجی نے الاشاعت میں کیا ہے۔ اسکی حکومت
 میں روایات کا اختلاف پانچ سے پالیس سال تک ہے۔ ابن حجر نے القول المنقصر میں
 انکی تطبیق دی ہے کہ یہ سب صحیح ہیں۔ اسکی حکومت متفاوت الظہور والقوس ہے اکثر
 اس کو کل مدت پر حمل کرتے ہیں اور اقل غایتہ الظہور پر۔

تنبیہ

خروج ہمدی کے لئے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس کا ظہور نزول عیسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعد میں ہوگا۔ ابوالحسین الاثری کہتے ہیں کہ متواتر اخبار اور کثرتِ رواۃ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خروج کے متعلق یہی بات مستفاد ہے کہ وہ آپ کے اہل بیت سے ہوگا۔ اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کا خروج ہوگا اور ارضِ فلسطین میں بابِ لہر و جال کے قتل میں اس کی مدد کرے گا۔ اور یہ کہ وہ اس امت کی امامت کرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس کے متعلق یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ ہمدی عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائے گا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اس بات پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں اور سعد الدین تفتازانی نے جس کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمدی کے امام ہوں گے۔ کیونکہ وہ افضل ہیں۔ پس ان کی امامت اولیٰ ہے۔ ان کی اس تعلیل کا کوئی شاہد نہیں کیونکہ ہمدی کا عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرانے سے یہ مقصد ہے کہ اس بات کا اظہار ہو کہ وہ ہمارے نبی کے تابع اور ان کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوئے ہیں اور وہ اپنی شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں کریں گے۔ اور باوجود افضل ہونے کے اس امام کی اقتدا کرنے سے جس بات کا اظہار و اشتہار مطلوب ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں یوں تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ اس غرض کے اظہار کے لئے پہلے عیسیٰ

ظن و تخمین اور حسد سے اس پر اجماع کی نقل اور رافضیوں میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجۃ ہی ہمدی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اس کے سوا کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس عمر میں اللہ نے اس کو اس طرح حکمت دی جیسے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں دی تھی اور اُسے لغویت ہی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے طرح امام بنا دیا۔ اسی طرح اس کا باپ سرمن راسی میں فوت ہو گیا اور وہ مدینہ میں روپوش ہو گیا۔ اس کی دو بیٹیاں ہیں۔ ایک غیبت صغریٰ جو پیدائش سے لیکر شیعوں اور اس کے درمیان سفارت کے منقطع ہونے تک ہے۔ اور دوسری غیبت کبریٰ ہے جس کے آخر میں وہ کھڑا ہوگا۔ وہ جمعہ کے روز ۲۹۶ھ میں غائب ہوا تھا اور نہیں معلوم وہ اپنی جان کے خوف سے کہاں چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ شیعہ حضرات کی ان کے بارے میں یہ رائے ہے کہ صاحب سرداب ہی منتظر اور قائم ہمدی ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بہت اقوال ہیں اور وہ آخری زمانہ میں سرداب سے سرمن راسی سے اس کے خروج کے منتظر ہیں وہ اپنے باپ کے گھر میں ۲۶۵ھ میں داخل ہوئے اور ان کی ماں ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ مگر وہ ماں کے پاس واپس نہیں آئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ داخل ہونے کے وقت ان کی عمر چار سال تھی۔ اور سترہ سال بھی ان کی عمر بتائی گئی ہے۔ یہ سب روایات کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ عسکری کا کوئی بیٹا نہیں

تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ کا مطالبہ ان کے بھائی جعفر نے کیا ان کے بھائی کا مطالبہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے بھائی کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ وگرنہ وہ مطالبہ نہ کرتے۔

سبکی نے جمہور رافضیہ سے بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عسکری کا کوئی عقب نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے ان کا کوئی بیٹا ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ایک قوم نے ان کا بیٹا ثابت کرنے میں تعصب سے کام لیا ہے۔ اور یہ کہ ان کے بھائی جعفر نے ان کی میراث لی تھی۔ اس جعفر کو شیعوں کے ایک فرقہ نے گمراہ قرار دیا ہے۔ اور اپنے بھائی کی میراث کے ادعا میں اسے جھوٹا کہا ہے۔ اور ایک فرقہ نے اس کی وجہ سے اس کی امامت ثابت کی ہے اور اس کو بے بدعت کی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ عسکری کی وفات کے بعد انہوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا اور بیس فرقے بن گئے۔ اور ان کے سوا جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی اس الحجۃ کے فوت ہوئے۔ کوئی دوسرا شخص ہے۔ جبکہ ایک شخص کا اتنی لمبی مدت تک غائب رہنا خارق عادت واقعات میں سے ہے۔ اگر وہ مہدی ہیں۔ حضور علیہ السلام اس کے وصف کو ضرور فرماتے۔ مگر آپ نے اس وصف کے بغیر دوسرے اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر شریعت مطہرہ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ صغیر کی ولایت درست نہیں ہوتی۔ پس ان احمق اور غافل لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ اس شخص کو امام خیال کریں جس کی عمر پانچ سال

ہے اور اسے بچپن میں ہی حکمت عطا کی گئی ہے۔ حالانکہ حضور علیہ السلام اس کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ یہ تو شریعتِ غرّاء کے خلاف جرأت و ہلاکت کی بات ہے۔ بعض اہلبیت کا کہنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے انہیں اس کی خبر دی ہے اور اس کا طریق کیا ہے۔ ان کا گھوڑا کے ساتھ سرداب پر کھڑے ہونا اور چیخ چیخ کر پکارنا کہ اے صاحبِ باہر آؤ۔ عقلمندوں کے نزدیک ایک تمسخر بن گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سرداب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اس شخص کو
جنے جسے تم اپنی جہالت سے پکارتے ہو۔ تمہاری عقل
قابلِ معافی ہے کیونکہ تم نے عنقا اور غول بیابانی کا تیسرا
بنادیا ہے۔ یعنی تم نے ایک تیسری موسوم چیسر بنا
دی ہے۔

شیعوں میں سے ایک فرقے کا خیال ہے کہ ابوالقاسم محمد بن علی بن عمر بن الحسین امامِ ہدیٰ ہیں مقتضیٰ نے انہیں قید کیا تو ان کے شیعہ نقب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے۔ پھر ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کو امامِ ہدیٰ خیال کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ اپنے بھائیوں سبطین کے بعد گم ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے پہلے گم ہو گئے تھے۔ اور وہ رضوی کے سپاہیوں میں زندہ ہیں۔ لیکن رافضی اہلبیت میں سے زید بن علی بن الحسین کو ہدیٰ شمار نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ تابعین کے تیسرے طبقہ میں جلیل القدر امام ہیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ رافضیوں

نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخین سے اظہار برأت کریں۔ تب وہ ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں تو ان سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا پھر تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے آپ نے فرمایا، جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے ان کا نام رافضی پڑ گیا ہے۔ آپ کے جملہ پیروکاروں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ جب یہ لوگ بیعت کر رہے تھے تو آپ کو بنو عباس میں سے کسی نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے یہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں۔ آپ کے اہلبیت میں ہی آپ کے لئے کافی سامان عبرت موجود ہے کہ ان لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ نے خراج کا ارادہ کیا تو آپ کے مباہیین میں سے ایک جماعت الگ ہو گئی اور آپ کے چچا زاد بھائی باقر کے بیٹے جعفر صادق کو امام کہنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف ۲۲۰ آدمی رہ گئے۔ حجاج نے ایک لشکر کے ساتھ اگر زید کو شکست دی۔ آپ کی پیشانی پر تیر لگا جس سے آپ فوت ہو گئے۔ آپ کو نہر کی زمین میں دفن کر کے اوپر سے پانی چھوڑ دیا گیا۔ پھر حجاج کو پتہ چلا تو اس نے آپ کی قبر اکھاڑی اور آپ کے سر کو ہشام بن عبد الملک کے پاس بھیجا اور آپ کے جسم کو ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ میں صلیب پر لٹکا دیا۔ آپ ہشام کی وفات تک صلیب پر لٹکے رہے۔ جب ولید خلیفہ بنا تو اس نے آپ کے جسم کو دفن کروا دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے عامل کو کہا کہ جلد اہل عراق کی طرف جاؤ اور ان کی لاش کو جلاؤ اور ان کی راکھ کو سمندر میں اچھی طرح اڑا دو تو اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں کو حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے نظر آئے۔ جس پر آپ کو صلیب دیا گیا۔ آپ لوگوں سے فرما رہے تھے وہ میرے بیٹے کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے ہیں۔ اور کئی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کو عربیوں کی حالت میں صلیب دیا گیا۔ تو اسی دن ایک مکرڑی نے آپ کے پردہ کے مقام پر جالاتن دیا۔ ایسے ہی انہوں نے اسحاق بن جعفر صادق کو بھی ان کی جلالتِ شان کے باوجود ہمدی شمار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ سفیان بن عیینہ ان کے بارے میں کہا کرتا تھا۔

حدثنی الثقة الرضی۔ کہ مجھ سے ثقہ رضی نے بیان کیا ہے۔ شیعوں کا ایک فرقہ انہیں امام مانتا ہے۔ پھر یہ رافضیوں کا عجیب تناقض ہے کہ انہوں نے زید اور اسحاق کی جلالتِ شان کے باوجود ان کے لئے امامت کا ادعا نہیں کیا اور زید نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور ان کے اصولوں میں یہ بات بھی ہے کہ اہلبیت میں سے جو امامت کا دعویٰ کرے اور ایسے خوارق ظاہر کرے جو اس کے صدق پر دلالت کرتے ہوں تو امامت اس کے لئے ثابت ہو جاتی ہے۔ اور وہ محمد الحجۃ کے لئے امامت کا ادعا کرتے ہیں حالانکہ اس نے خود امامت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی چھوٹی عمر میں اپنے باپ سے غائب ہو جانے کی وجہ سے اس دعویٰ کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ اور اس کا اس طرح چھپ جانا کہ اسے چند ایک آدمیوں کے سوا کوئی دیکھ ہی نہ سکے۔ روایت کے متعلق یہ بھی ان کا خیال ہی ہے۔ اور وہ سرور نے اس بارے میں ان کی تکذیب

کی ہے اور کہا ہے کہ سرے سے اس کا وجود ہی ثابت نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس محض امکان سے ان کے لئے یہ بات کیسے ثابت کی جاسکتی ہے۔ عقائد کے باب میں عاقل کے لئے یہی کچھ کافی ہے۔ پھر اس شخص کی امامت ثابت کرنے کا فائدہ کیا ہے جو اپنا بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے۔ پھر یہ ثابت کرنے کا کون سا طریق ہے کہ جن ائمہ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک نے امامت یعنی ولایت خلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر خوارق بھی دکھائے ہیں۔ حالانکہ ان کے ثابت شدہ کلمات کو سرسری طور پر دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اس بات کے مدعی نہ تھے بلکہ باوجود اہلیت کے اس سے دور رہتے تھے۔ یہ بات اہل بیت کے بعض ان لوگوں نے بیان کی ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے زلیغ و ضلال سے پاک اور انکی عقل کو حماقت اور انکی آراء کو تناقض سے منزہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے واضح برہان اور صحیح استدلال سے تمسک کیا ہے اور ان کی زبان کو بہتان اور جھوٹ سے پاک کیا ہے۔ جو لوگ ان کے لئے اس قسم کی باتیں ثابت کرتے ہیں ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ۔ کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اعراف پُلِ صراط پر ایک بلند جگہ ہے

جہاں حضرت عباسؓ، حضرت علی بن ابیطالبؓ اور حضرت جعفر طیارؓ کھڑے ہو کر اپنے محبوبوں کو سفید رو اور بغض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

دہلوی اور اس کے بڑے نے اکٹھے یہ روایت بلا اسناد بیان کی ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اُسے اور میرے اہلبیت کو مال و عیال کی کثرت عطا کر۔ اور کثرت مال کی وجہ سے ان کے حساب کا لمبا ہونا ہی ان کے لئے کافی ہوگا اور کثرت عیال سے ان کے شیاطین بھی کثرت سے ہوں گے۔ ان پر بددعا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ اور آپ کے اہلبیت کے بغض پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا کے سوا کوئی اور نہیں۔ کیونکہ مال و اولاد کی محبت ان کی جبلت میں ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی نعمت کے سلب کے ساتھ ان کے لئے بددعا کی۔ پس یہ ان لوگوں پر ناراضگی کے باعث ہے۔ جنہوں نے کفران نعمت کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برخلاف آپ نے حضرت انس کے لئے اسی کثرت کی دعا کی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات ان پر ایک احسان ہو۔ تاکہ وہ ان نافع امور دنیوی و آخروی تک کو پہنچ سکیں جو اس پر مرتب کئے گئے ہیں۔

۱۴ :- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اے نبی اعلان کر دو کہ میں اس پر
الا المودۃ فی القرینی ومن تم سے سوائے قریبیوں کی محبت

يَقْتَرِنُ حَسَنَةُ نَزْوِلُهُ كے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور
 فِيهَا حَسَنَاتٌ إِلَى قَوْلِهِ وَهُوَ جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس
 الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ میں حسن کو زیادہ کر دیتے ہیں۔ وہ
 عِبَادِهِ وَيَعْفُو السَّيِّئَاتِ بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور
 وَيَعْلَمُ مَا يَفْعَلُونَ ۔ برائیوں کو معاف فرمادیتا ہے۔ اور

جو وہ کرتے ہیں اُسے جانتا ہے

یاد رہے یہ آیت کچھ مقاصد اور توابع پر مشتمل ہے

مقصد اول

اس کی تفسیر میں احمد طبرانی، ابن ابی حاتم اور
 حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب اس آیت کا نزول
 ہوا تو صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار
 ہیں جن سے محبت کرنا ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی فاطمہ اور ان
 کے دونوں بیٹے۔ اس حدیث کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے۔ لیکن
 وہ راستگو ہے۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ ہم میں
 آلہ حم ایک نشان ہے۔ ہر مومن ہماری محبت کا محافظ ہے
 پھر یہ آیت پڑھی قل لا اسئلكم عليه اجداً الا المودة فی القربی۔

بزار اور طبرانی نے حضرت حسن سے ایسے طرق سے بیان
 کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا۔ جو
 مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ
 میں حسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر یہ آیت پڑھی وابتعت ملتہ

آبائی ابراہیم علیہ السلام . پھر فرمایا میں بشر کا بیٹا ہوں میں نذیر کا بیٹا ہوں پھر فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے اور فرمایا قل لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربی کن لوگوں کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے ۔

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔ لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربی ومن یقترب حسنة نؤدله فیها حسناً ۔ نیکیوں کے بجالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے ۔

طبرانی نے زین العابدین سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک سیلج پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک جھاکار نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور تمہاری جڑ اکھڑی اور فتنے کے سنگ کو کاٹا ۔ آپ نے اُسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلكم علیہ اجراً الا المودة فی القربی ۔ اس نے کہا آپ وہ لوگ ہیں آپ نے جواب دیا مل شیخ شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے ۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل ملہ کی محبت کو فرض سمجھا ہے ۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابتداروں کی محبت کے

اور کوئی اجر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباس سے ومن یقتوف حسنة
نزوله فیہا حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا ہے اور ثعلبی اور بغوی نے ان
سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لا استلکم علیہ اجرا الا المودة فی
القربی نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد
اپنے قراتبداروں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں
تو جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر
تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ
ام یقولون افتویٰ علی یہ لوگ اللہ پر جھوٹا افترا کر رہے
اللہ کذابا لایۃ ہیں

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں۔ تو یہ آیت
نازل ہوئی وهو الذی یقبل التوبة عن عباده
قربی وصدی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ
کے قول ان اللہ لغفور شکور کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آل محمد
کے گناہوں کو بخشتے والا اور ان کی نیکیوں کا قدر دان ہے۔
ابن عباس نے آیت کے لفظ القربی کو عموم پر حمل کیا ہے
بخاری وغیرہ میں ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابن جبر نے القربی کی
تفسیر آل محمد سے کی تو آپ نے انہیں کہا تو نے تفسیر میں جلدی کی ہے
تریش کے تمام بطون میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراتبدار ہے
آپ نے فرمایا ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس

میں صلہ رحمی کرو۔ اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں جس چیز کی تمہیں دعوت دے رہا ہوں۔ اس پر میں آپ لوگوں سے صرف اس قرابت سے محبت کا خواہاں ہوں جو میرے اور تمہارے درمیان ہے اور تم اس بارے میں میرا لحاظ کرو۔

انہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے آپ کی بیعت سے انکار کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو جب تم میری بیعت سے انکاری ہو تو میری قرابت کا لحاظ رکھو اور مجھے ایذا نہ دو۔ حکمران نے اس بارے میں آپ کی متابعت میں کہا ہے کہ قریشی جاہلیت میں صلہ رحمی کیا کرتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کا مقاطعہ کر دیا تو آپ نے انہیں صلہ رحمی کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم اس پیغام کا لحاظ نہیں کرتے جو میں لایا ہوں تو میری اور بنی قرابت کا لحاظ کرو۔ قتادہ، سدی عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسی بات کو اختیار کیا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورۃ ملکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ اس وقت مدینہ میں نازل ہوئی جب انصار نے حضرت ابن عباس پر فخر کا اظہار کیا اور ان کا بیٹا کمزور تھا۔ اس کی صحت کو فرعن کرتے ہوئے یہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ اس کے باوصف یہ نبی بیان قرطبی کی اس تخصیص کے منافی نہیں جو آلے سے کی گئی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہے جیسے ابن جریر میں انہوں نے قرابتداروں کے اخص افراد پر ہی بس کی ہے۔ اور باقی ماندہ افراد سے ان کے لحاظ کی تاکید کی ہے۔ اور ان پر بس

کرنے سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت اور اپنے
 لحاظ کا بدرجہ اولیٰ مطالبہ کیا ہے۔ اس لئے کہ جب آپ نے اپنی
 وجہ سے ان کے لحاظ کا مطالبہ کیا ہے تو خود آپ کا لحاظ کرنا اولیٰ
 ہوا۔ اس لئے ابن جبیر کی طرف خطا کو منسوب نہیں کیا گیا۔ بلکہ
 عجلت قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس بات پر غور کرو کہ آیت سے عموم
 مراد ہے۔ اور ان میں سے اہم پہلے ہوگا۔ اور بالذات حضور علیہ السلام
 کی محبت مراد ہوگی۔

ابن عباس اور ابن جبیر کی تفسیر میں عدم تضاد کی تائید اس
 بات سے بھی ہوتی ہے کہ ابن جبیر اس آیت کی تفسیر کبھی اس طرح
 کرتے تھے اور کبھی اس طرح۔ پس ہر ایک کی صحت نیت کو سمجھو بلکہ
 ابن عباس نے ایسی تفسیر کی ہے جو ابن جبیر کے موافق ہے اور وہ آپ کا اس حدیث کو روایت
 کرنا ہے۔ جس کے متعلق ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی
 شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں۔ کیونکہ اس سے مراد
 خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اسے حضرت ابن عباس کے علاوہ کئی آدمیوں نے مرفوعاً
 بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور یقینات لایا ہوں۔ اس پر
 کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا صرف اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ
 سے محبت کریں۔ اور اس کی اطاعت سے اس کا قرب چاہیں۔ اور اس
 میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب
 میں اس کے رسول اور اس کے اہلبیت کی محبت شامل ہے۔ اور
 لفظ کے کسی معنی کا بیان جو اس کے مخالف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا

بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور مشرک آپ کو ایذا دیتے تھے۔ انہیں آپ سے محبت اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا۔ اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انبیاء و صحابہ سے بلا دیا اور یہ آیت نازل فرمائی قل ما سئالتکم من اجر فهو لکم ان اجری الا علی اللہ۔ مگر بغوی نے اسے روکرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام سے محبت کرنا اور آپ کی ایذا دہی سے رُکنا اور آپ کے اقارب سے محبت رکھنا اور اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فالرض دین میں سے ہے۔ جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے۔ پس اس بات پر دلالت کرنے والی آیت کے نسخ کا ادعا جائز نہیں کیونکہ وہ جس حکم پر دلالت کر رہی ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس کے رفع و نسخ کا ادعا کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور الامودۃ میں استثنا منقطع ہے۔ یعنی میں تمہیں یاد دلانا ہوں کہ تم میری اور اپنی قرابت سے محبت کرو یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت اس مذکورہ آیت کے منافی ہوگی جس سے انہوں نے نسخ کا استدلال کیا ہے۔ اور ثعلبی نے ایسے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ کی اطاعت سے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی اور اس کے اہلبیت کی محبت چاہنا منسوخ ہے۔ یہ قول ہی قباحت کے لحاظ سے کافی ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان کردہ حدیث سے

متصل ہے جس کو اس نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے قرائتداروں کی محبت میں رکھا ہے اور میں کل تم سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ پس اس صورت میں اس کا نام اجر بطور مجاز ہوگا۔

مقصد دوم

یہ آیت اپنے اندر یہ مفہوم بھی لئے ہوئے ہے کہ جو شخص آپ کی آل کی محبت طلب کرے گا۔ یہ بات اس کے کمال ایمان میں سے ہوگی۔

ہم اس مقصد کو ایک اور آیت سے شروع کرتے ہیں پھر اس بارے میں وارد شدہ احادیث کا ذکر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان الذين امنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن وداً
 ان الذين امنوا وعملوا الصالحات سيجعل لهم الرحمن وداً
 یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے خداوند رحمن ان کیلئے محبت پیدا کر دے گا۔

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ہر مومن کے دل میں علی اور ان کے اہلبیت کی محبت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اسلئے محبت رکھو کہ وہ تم کو اپنی نعمتیں کھانے کیلئے دیتا ہے درمجموعہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا درجہ سے محبت رکھو اور میرا اہلبیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو

ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے لئے دہم کا ذکر کیا ہے یہ ہقی، ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور

علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اور میری اولاد اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں اور میرے اہل اُسے اپنے اہل سے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ۔ اپنے نبی کی محبت کا، اس کے اہلبیت کی محبت کا اور قرآن پاک کی قرأت کی محبت کا، صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی کہ جب وہ قبریش سے طے ہیں تو انہیں ان کے چہروں کی تیوریوں اور قطع کلامی سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو شدید غصے سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان پسینہ آ گیا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کیلئے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جب وہ میرے اہلبیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں۔ تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ان سے اللہ کیلئے اور ان سے میری قربت کی وجہ محبت نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے

میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہونگے۔ اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے۔ جب تک تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی بھلائی کو نہ پاسکیں گے۔ جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہو۔ کن امید رکھتے ہو۔ اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے طرق باقی ہیں۔

ابولہب کی بیٹی ہاجر بن کر مدینہ آئی۔ اسے کہا گیا کہ تیری ہجرت تجھے کوئی فائدہ نہ دے گی۔ کیونکہ تو اس شخص کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا تذکرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے متعلق مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اسے ابن ابی عامر، طبرانی، ابن منذر اور بیہقی نے متقارب الفاظ سے

بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں بصیعتہ آیا ہے۔ یا تو یہ ایک عورت کے دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں۔ اور یہ قصہ دونوں عورتوں کا ہے۔

عمر والا سلمیٰ جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا۔ حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آکر اپنی تکلیف کی شہیر کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے فرمایا تو نے مجھے اذیت دی ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں تم کو ایذا دینے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بلکہ جو شخص علی کو ایذا دیتا ہے اس نے مجھے ایذا دی ہے۔ اُسے احمد نے بیان کیا ہے۔ ابن عبد البر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

اسی طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ وہ یمن میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آٹے اور ایک لونڈی کے ذریعے جسے انہوں نے خمس میں لیا تھا۔ آپ سے شکایت کا ارادہ کیا۔ اُسے کہا گیا انہیں بتا دے تاکہ علی حضور کی نظروں سے گریب نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو دروازے کے پیچھے سن رہے تھے۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے اور فرمایا ان لوگوں کا کیا حال

ہوگا جو علی کی تنقیص کرتے ہیں۔ جس نے علی سے بغض رکھا اس نے
مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ علی مجھ سے
ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میری طینت سے پیدا ہوا اور میں
ابراہیم کی طینت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔
یہ بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے،
اے برید مجھے پتہ نہیں کہ علی نوٹری سے زیادہ کا حقدار ہے۔

الی آخر الحدیث اسے طبرانی نے بیان کیا ہے اور اس
میں ایک راوی حسین الاشقر ہے۔ جس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے
کہ وہ غالی شیعہ ہے اور ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت کی محبت کو لازم پکڑو۔ کیونکہ جو
شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے
عما وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا اس ذات کی قسم
جس کے پیٹے میں میری جان ہے۔ کسی بندے کو ہمارے حق کے
معرفت کے بغیر اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا۔ اور کعب الاحبار
اور عمر بن عبد العزیز کا یہ قول اس کی موافقت کرتا ہے کہ اہل بیت
نبوی میں سے ہر ایک آدمی شفاعت کرے گا۔

ابوالشیخ اور الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری
اولاد، انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزنا
ہے یا ایسا آدمی ہے جسے اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں حمل میں
لیا ہے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص اللہ محبت رکھتا ہے

اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے
قربداروں سے محبت رکھتا ہے اور آٹھویں آیت میں بیان ہو
چکا ہے جس کا مانحن فیک سے بڑا تعلق ہے پس اس کا مطالعہ
کیجئے۔

ابوبکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر
تشریف لائے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمن بن
عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی
طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے متعلق بشارت
ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو فاطمہ سے بیاہ دیا ہے۔ اور جنت
کے خازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبی کو ہلایا ہے
تو اس نے میرے اہلبیت کے محبوبوں کی تعداد کے برابر دھتھے اٹھائے
ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کئے ہیں۔ اور ہر
فرشتے کو ایک دھتھے دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائیگی
تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے۔ اور اہلبیت کے محب کی طرف
دھتھے چھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی پانے کا ذکر
ہوگا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے
مردوں اور عورتوں کی آگ سے گریز میں چھڑانے والے بن جائیں گے۔
الملا نے بیان کیا ہے کہ ہم اہلبیت سے صرف مومن
متقی ہی محبت رکھتا ہے۔ اور متقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے
احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے جو مجھ سے
اور حسن اور حسین اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ

جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درجہ میں ہوگا۔ اور داؤد نے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اتباع سنت کے بغیر صرف محبت کرنا جیسا کہ شیعہ اور رافضی سنت سے پہلو تہی کر کے محبت کرتے ہیں۔ ایسے مدعی محبت کو جھٹلائی سے کچھ مدد نہ ملے گا۔ بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی۔ اور آٹھویں آیت میں حضرت علی سے ان کے شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں۔ جنہیں ان کی اور ان کے اہلبیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ وہ ان دعویٰ داران محبت کا ناتہ کر دیتے ہیں۔ جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور فساد کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ حدیث کہ اسے علی ہمارے شیعہ ذنوب و عیوب کے باوجود قیامت کے روز اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ انکے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ اس قسم کی بہت سی احادیث کی طرح یہ حدیث بھی موضوع ہے۔ ان جوہری نے اپنی موضوعات انہیں بیان کیا ہے لے

۱۔ یہ ابن عراق کی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ اور شوکانی کے الفوائد المجموعۃ میں ہے۔ اور جو احادیث پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بعض کے وضعی ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

تعلبی نے قل لا اسئلكمہ علیہ اجراً الا المودة فی القربی کی تفسیر میں اس قسم کی ایک طویل حدیث بیان کی ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس پر وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور یہ حدیث کہ جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنے ہاتھ اور زبان سے ہماری اعانت کرے گا۔ تو میں اور وہ علیتین میں ہوں گے۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو ہم سے قلبی محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔

اس حدیث کی سند میں ایک غالی رافضی ہے اور ایک اور آدمی ہے جو متروک ہے۔

مقصد سوم | اس میں اہلبیت کے ساتھ بغض رکھنے سے انتباہ کیا گیا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ ہم اہل بیت سے کوئی شخص بغض نہ رکھے ورنہ اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔ اور احمد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

احمد اور ترمذی نے جابر سے بیان کیا ہے کہ ہم منافقین کو حضرت علی سے بغض کی وجہ سے پہچاننا کرتے تھے۔ اور یہ حدیث کہ

جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ موضوع ہے اور یہ حدیث کہ جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کا حشر یہودیوں کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ توحید کی شہادت دیتا ہو ابن جوزی نے بھی عقلی کی طرح اسے موضوع قرار دیا ہے۔ اور ان دونوں کے علاوہ جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں۔ اور جو آئندہ بیان ہوں گی۔ وہ ان سے مستثنیٰ کر دیں گی۔

طبرانی نے بسند ضعیف حضرت حسن سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا اُسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ اور آپ ہی کی ایک ضعیف روایت میں ہے جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تو علی کو برا کہتا ہے اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تو انہیں دہاں سے ہٹا سکے۔ لیکن تو انہیں آسمان پر طے کفار اور منافقین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا یہ مادیق و معدوق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اسے علی قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عطا ہوگا۔ جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔ اور احمد نے بیان کیا ہے کہ علی کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دینا و عافیتھا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے۔ یہاں تک وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں

لوٹے حد ہوگا۔ اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔
تیسرے یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے۔ اور میری امت کے
جس شخص کو پہچان لیں گے اُسے پانی پلائیں گے۔

اور یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے علی سے فرمایا کہ تیرے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور مراد بچے کئے
ہوں گے اور الدیمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم اور انصار
سے بغض رکھنا کفر ہے۔ اور عربوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ حاکم
نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے بنو عبد المطلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے متعلق
تین دعائیں کی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت
قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو
علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی
بنا دے۔

ایک روایت میں ہے کہ شجاع، نجیب اور رحمہل بنا
دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے
پاؤں کو اکٹھا کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔ پھر وہ اہلبیت
سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا
حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر میں نے اللہ تعالیٰ نے
اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی
کرنے والے پر، قضا و قدر کے مکذب پر میری امت پر زبردستی

مسلط ہونے والے پر تاکہ وہ ان لوگوں کو ذلیل کرے۔ جنہیں اللہ نے معزز بنایا ہے اور ان کو معزز بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے۔ اور حرمت الہی کو حلال کرنے والے پر اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے حرم کو حلال کرنے والے پر اور میری اولاد میں سے اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر اور تاکہ سنت پر۔ اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے کہ فٹی میں ترجیح دینے والے پر۔

احمد نے ابی دجانہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے علی اور اس کے گھرانے کو گالی نہ دو۔ ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا اور اس نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم کر دیا۔

تنبیہ تافسی نے الشفاء میں کہا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے کسی کے باپ کو گالی دی اور اس گالی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا۔ گزشتہ احادیث سے آپ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی شدید حرمت کا پتہ چل گیا ہے۔

بیہقی اور بغوی وغیرہ نے ان سے لزوم محبت کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے۔ بلکہ امام شافعی سے تو

اس پر نفس بیان کی گئی ہے۔ اے اہلبیت رسول تمہاری محبت تو قرآن عظیم میں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ فرض قرار دی گئی ہے۔
 بنزار کی توثیق عری الامیان میں امام خولی سے بیان کیا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ خواص علماء رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کی محبت کی وجہ سے اپنے دلوں میں مکمل خوبی پاتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ ان کے کریم نطفوں کا علم رکھتے ہیں۔ پھر عشرہ مبشرہ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے پھر بقیہ صحابہ کی اولاد کی وجہ سے۔ وہ آج ان کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہ گذشتہ کل کو اپنے آباء کی طرف دیکھتے تھے۔ کاش وہ انہیں دیکھتے۔ ان پر نکتہ چینی سے چشم پوشی کوئی چاہیے۔ اور اگر کوئی اہلبیت میں سے بدعت وغیرہ کے باعث ناسق ہو جائے تو اس کے افعال سے بغض رکھنا چاہیے۔ نہ کہ اس کی ذات سے۔ اس لئے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکتہ ہے اگرچہ اس کے اور آپ کے درمیان واسطہ ہیں۔

اے احمد شاہ ولی اللہ دیلوی نے التفہیمات الالہیہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے حقیقۃ القدس میں ارواح اہلبیت کو ٹیری خوب صورت وضع میں دیکھا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کا منکر اور ان سے دشمنی رکھنے والا بڑے خطرے میں ہے۔ لیکن ان کے چہرے باطن کی طرف ہیں۔ اور خلافت اسکو ملتی ہے جس کا چہرہ ظاہر کی طرف ہو۔ اسی سبب سے انہوں نے خلافت طلب کی اور اسے اس صورت میں نہ پایا۔ اسی طرح وہ آدمی بھی خلافت نہ پائے گا۔ جسے حقیقۃ القدس میں رسول خدا قدم حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ ایسے آدمی کو بڑا سمجھا اور اس سے کینہ رکھنا اللہ تعالیٰ سے بُد کی وجہ سے رسوائی کا باعث بن جاتا ہے۔

ابو سعید نے مشرقی النبوة میں اور ابن المنقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا۔ تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنے پڑے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے۔ اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے علماء نے صراحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہیئے۔ اور اگر ان میں سے کوئی بدعت و غیر ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہیئے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کان ابوہما ضالحا سالکوا ان بچوں اور ان باپ کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا حامل تھا۔ اس لئے حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو۔ جس طرح اللہ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محب آپ کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتا۔

مقصد چہارم | ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے

متعلق جس کی طرف آیت ترغیب دی ہے۔
الدہلی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا توسل چاہے اور یہ کہ اس کا بھڑپرا حسان ہو اسے چاہیئے کہ میرے اہلبیت سے صلہ

رجی کرے اور انہیں خوشی بہم پہنچائے اور حضرت عمرؓ سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا ہمارے ساتھ چلئے ہم حسن بن علی کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے دیر کی تو آپؐ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اور ان کی زیارت کرنا نفل ہے۔ آپ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی نسبت ان لوگوں کے بارے تاکید پائی جاتی ہے نہ یہ کہ حقیقتہ فریضہ ہے۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ غسل جمعہ واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے لئے اعزاز اکھڑا ہوتا ہے۔ مگر بنی ہاشم کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

طبرانی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ لے۔ اس احسان کا بدلہ میں اُسے کل دوں گا۔ جب وہ مجھے ملے گا۔ ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں کذاب ہے اور میں نے میری اولاد میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ایذا دی۔ اس پر جنت حرام قرار دے دی جائے گی۔

ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کا شفیع ہوں گا۔ جو میری ذریت کی عزت کرے گا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا۔ اور جب وہ مضطرب ہو جائیں تو

ان کے امور کی سرانجام دہی میں مگر گم رہے گا۔ اور اپنے دل اور زبان سے اُن کا محب ہو گا۔

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو حضرت علی کو بلانے کے لئے بھیجا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے۔ مگر کوئی اسے چلانے والا موجود نہیں۔ انہوں نے اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تجھے علم نہیں کہ اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے رہتے ہیں۔ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے کہ وہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔

ابو اشیخ نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا ہے کہ اے لوگو! فضیلت، شرف و منزلت اور دوستی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ذریت کے لئے ہے۔ پس یہود و باطلوں میں نہ لگے رہنا۔

مقصد پنجم

آیت میں ان کی تعلیم و توقیر اور تعریف کی طرف جو اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ سے سلف اکثر ان کے حقوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ بنی ہاشم کا اکرام کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس طریق پر چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ

مجھے اپنی قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے خدا کی قسم اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی قرابتداروں کی نسبت آپ لوگوں سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت حاصل ہے۔ اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے۔ یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شبہات میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابو بکر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور کے اہلبیت کے بارے میں حضور کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے مزاج کرتے ہوئے حضرت حسن کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہ ہے۔ علی کا شبیہ نہیں اور حضرت علی مسکرا دے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضرت حسن سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت حسین کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علی کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہوگی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا

ہے کہ حضرت حسن سر سے سینے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین نیچے کے دھڑ میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شامل ترمذی کی روشنیوں میں بیان کیا جو دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن حضرت ابوبکر کے

پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آکر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آئیے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے۔ پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھالیا۔ اور روٹھے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کہی۔ آپ نے فرمایا تو نے بھی سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں آپ پر اتہام نہیں لگاتا۔ ذرا حضرت ابوبکر کی حضرت حسن سے محبت و تعظیم و توقیر کو دیکھو کہ کس طرح آپ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو دیئے۔ یہی واقعہ حضرت عمر کو بھی پیش آیا۔ آپ نے حضرت حسن سے فرمایا خدا کی قسم یہ منبر تیرے باپ کا ہے۔ میرے باپ کا نہیں تو حضرت علی نے کہا خدا کی قسم میں نے اسے ایسا کہنے کا حکم نہیں دیا تو حضرت عمر نے جواب دیا خدا کی قسم ہم نے آپ پر اتہام نہیں لگایا۔

ابن سعد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے حضرت حسن کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا اور فرمایا کہ ہم نے بلندی تو آپ کے والد کے ذریعے حاصل کی ہے۔

عسکری نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی آئے اور سلام کہنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھے کے لئے جگہ دیکھنے لگے۔ حضور علیہ السلام صحابہ کے چہروں کی طرف دیکھنے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابو بکر آپ کی دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ اور کہا ابوالحسن یہاں تشریف لائے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اہل فضل کسی فضیلت کو صاحب فضل ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عباس کے ساتھ بھی اسی قسم کا معاملہ کیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ بات فرمائی اور اس بارے میں خود حضور علیہ السلام نے بھی نمونہ دیا ہے۔ بغوی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا عباس کی عجیب طریق سے تعظیم کرتے دیکھا ہے۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام تشریف رکھتے تو حضرت ابو بکر آپ کے دائیں اور حضرت عمر آپ کے بائیں اور حضرت عثمان آپ کے سامنے بیٹھتے۔ آپ حضور علیہ السلام کے کاتب اصرار تھے۔ جب حضرت عباس بن عبد المطلب آتے تو حضرت ابو بکر ہٹ جاتے اور حضرت عباس بن کی جگہ بیٹھ جاتے۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ صحابہ حضرت عباس کی فضیلت کو جانتے تھے۔ اس لئے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ کرتے اور انکی رائے پر عمل کرتے اور حضرت ابوبکر اکثر حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ حضرت عائشہ نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس قسم کی ایک حسن حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جب حضرت ابوبکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھٹے روز قبر رسول کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت علی نے کہا یا خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئیے تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ جسکے بارے میں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے رب کے ہاں حاصل ہے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے بیان کیا ہے۔ دارقطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی آگئے آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سے عظیم المنزلت، قرابت کے لحاظ سے قریب تر، افضل حالت اور عظیم ترقی کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے۔ تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔ اس طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی کو حضرت علی کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا برا ہو گیا تو نہیں جانتا کہ علی آپ کے چچا زاد ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی

آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ ایک روایت میں ہے اگر تو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں تکلیف دی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی دارقطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا اشراق سے محبت کرو۔ اور اپنے عزتوں کو کمینوں سے محفوظ کرو۔ اور یاد رکھو کہ حضرت علی سے دوستی رکھے بغیر شرف مکمل نہیں ہوتا۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے۔ اور فرماتے اے اللہ جب ہم قحط کا شکار ہوتے تو ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہمیں سیراب کر دیا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں پس تو ہمیں سیراب کر دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

تایخ دمشق میں ہے کہ ہجرت کے سترہویں سال عام الرادة کو لوگوں نے بار بار نماز استعا و پڑھی۔ مگر بارش نہ ہوئی حضرت عمر نے فرمایا کل میں اس شخص کے ذریعہ بارش طلب کروں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے واسطے سے ہم پر بارش برسا دے گا۔ کل صبح کو آپ حضرت عباس کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ انہوں نے دریافت کیا کون ہے آپ نے فرمایا عمر۔ انہوں نے کہا کیا کام ہے؟ فرمایا باہر تشریف لائے

ہم آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا تشریف رکھیے۔ اس کے بعد آپ نے نبی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے زیب تن کر لیں۔ جب وہ آئے تو آپ نے خوشبو نکال کر انہیں خوشبو لگائی پھر باہر نکلے تو حضرت علی آپ کے سامنے آگے کی طرف تھے۔ اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسن اور حضرت حسین اور بیچے بیچے بنو ہاشم تھے۔ آپ نے کہا اے عمر دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ نہ ملانا پھر آپ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثنا کی اور کہا اے اللہ تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے بغیر پیدا کیا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو جانتا ہے۔ پس تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے متعلق نہیں روکا اے اللہ جیسے تو نے اس کے شروع میں فضل کیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔ جاہر کہتے ہیں ہم ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادل برسا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے تو حضرت عباس نے کہا کہ میں پانچ بار بارش طلب کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے باپ عبد المطلب نے پانچ بار بارش طلب کی تو وہ سیراب کر دیئے گئے۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کی تو خطبہ میں فرمایا اے لوگو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کی وہی پاسداری کرتے تھے۔ جو ایک بیٹا، باپ کے لئے کرتا ہے۔ آپ ان کی تعلیم کرتے۔ بڑا بناتے۔ ان کی قسم کو پورا کرتے۔ اے لوگو آپ کے چچا

عباس کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کروادجو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں آپ کو اللہ کے حضور وسیلہ بناؤ ابن عبد البر نے بڑے بڑے لوگوں سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت عباس کو بارش کے لئے وسیلہ بنایا تو فرمایا اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کے ذریعہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہیں۔ پس تو اس بارے میں اپنے نبی کا ایسے لحاظ فرما جیسے تو نے دو لڑکوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا تھا۔ ہم تیرے حضور استغفار کرتے اور خیر طلب کرتے ہوئے آئے ہیں۔

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آباء اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ تیرا قول برحق ہے۔

و اما الجدار فکاد نے	کہ وہ دیوار شہر کے دو تیم لڑکوں کی تھی
لغلامین یتیمین فوس	اور اس کے نیچے ان دونوں کیلئے
المدينة وکان تحته	خزانہ تھا۔ اور ان کا باپ صالح
کنزلها وکان ابوہما	آدمی تھا۔
صالحاً۔	

اے اللہ تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔ اے اللہ اپنے نبی کا آپ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب قحط آلیتا تو وہ اپنے نبی کے عصیہ کے ذریعے بارش طلب کرتے۔ تو حضرت نے فرمایا یہ حضرت عباس ہیں۔ ہمیں ان کے پاس لئے چلو۔ جب آپ وہاں گئے تو فرمایا اسے ابو فضل آپ لوگوں کو کس حال میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھالیا اور فرمایا اے اللہ ہم تیرے حضور تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے آئے ہیں۔ پھر حضرت عباس نے دعا کی۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر حضرت عباس کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرم کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔

زبیر بن بکر نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عباس کو سوار ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتے تھے۔ بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگام پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھریا اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ الگ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کے لئے روزیہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا۔ اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا آپ تھے بدری صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے

مگر اسلام میں ان کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس کو بارہ ہزار اور حسنین کو ان کے والد کے مطابق دسے۔ اور حضرت ابن عباس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حسنین سے محبت کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی اولاد پر ان کو عطاء و بخشش میں فضیلت دی ہے دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ ہمیں تمام مخلوق میں آپ کے والد سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں۔ اور آپ کے باپ کے بعد تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی کے متعلق دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ اپنی زمین پر گئے ہیں۔ فرمایا ہمیں بھی وہیں لے چلو۔ آپ نے انہیں کام میں مصروف پایا تو ان کے ساتھ گھنٹہ بھر کام کرتے رہے۔ پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے حضرت علی نے آپ سے کہا۔ امیر المومنین بتائیے اگر آپ کے پاس بنی اسرائیل کے کچھ لوگ آئیں اور ان میں سے ایک آدمی یہ کہے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی ہوں تو کیا آپ اُسے اس کے ساتھیوں پر ترجیح دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں تو حضرت علی نے کہا قسم بخدا میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ کے چچا کا بیٹا ہوں وہ کہتے ہیں حضرت عمر نے اپنی چادر اتار کر بچھائی اور فرمایا خدا کی قسم ہماری علیحدگی تک اس کے علاوہ آپ کی کوئی نشست نہ ہوگی۔ اور حضرت علی علیہ السلام کے وقت تک وہیں بیٹھے رہے۔ آپ نے حضرت علی کو بتانے کے لئے یہ ذکر کیا کہ آپ نے امیر المومنین کے مقام پر ہوتے ہوئے آپ کی زمین میں جو کام کیا وہ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی قرابت کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کے اکرام میں اضافہ کیا اور انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

دارقطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے اس کا جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہہ دیا: اے ابوالحسن میں اس بات سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں میں رہوں جن میں آپ نہ ہوں۔

دارقطنی ہی کا بیان ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کی۔ مگر آپ نے انہیں اجازت نہ دی۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ آئے انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ جب حضرت حسنؓ چلے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ۔ وہ آئے تو کہنے لگے: اے امیر المومنین میں نے خیال کیا کہ جب عبداللہ بن عمرؓ کو اجازت نہیں ملی تو مجھے بھی نہیں ملے گی۔ آپ نے فرمایا آپ تو عبداللہ سے اجازت کے زیادہ مقدم ہیں اور خدا کے بعد تم لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور آپ کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آئیں تو آپ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ دو بدو جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علیؓ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو آپ نے ان کا فیصلہ کر دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمرؓ نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیرا برا ہوتا ہے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علی سے دریافت کریں اور زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا اسے امیر المؤمنین اس مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بُری بات کی ہے۔ تو نے اس آدمی کو ناپسند کیا ہے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم کی وجہ سے عزیز جانتے تھے۔ اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کھڑا ہو جا اللہ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے اور اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمر آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے۔ جب کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے یہاں علی موجود ہے۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے کہا ہے۔ تو آپ کے حجر کو آپ کے قریب کیا گیا تاکہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچا زاد چوڑے رتبے تو حضرت ابن عباس نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا ہمیں نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اہلبیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ بعض صحابہ کے گھروں میں حصول حدیث کے لئے آیا کرتے تھے۔ آپ انہیں قیلولہ کرتے پاتے تو ان کے دروازے پر چادر کی ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ کے چہرہ پر مٹی ڈال دیتی۔ جب وہ باہر نکلتے تو آپ ان کے پیچھے پیچھے ہولیتے وہ کہتے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد آپ کیسے تشریف لائے ہیں۔ آپ میری طرف پیغام بھیج دیتے میں خود حاضر ہو جاتا تو آپ فرماتے نہیں میں آپ کے پاس حاضر ہونے کا زیادہ حقدار ہوں۔

حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے ساتھ جمع کیا۔ حضرت معاویہ کے ساتھ ایک فوج تھی اور حضرت ابن عباس کے ساتھ بھی طالبان علم کی ایک فوج تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن حسن بن حسین سے کہا جب آپ کو کوئی ضرورت ہو کرے تو مجھے اس کے متعلق لکھ بھیجا کیجئے کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔

جب آپ کے پاس حضرت فاطمہ بنت علی تشریف لائیں اس وقت آپ مدینہ کے امیر تھے۔ آپ کے پاس جو کچھ تھا انہیں دے کر فرمایا مجھے دنیا میں آپ کے گھرانے سے زیادہ محبوب کوئی نہیں اور آپ لوگ مجھے اہلبیت سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ ابو بکر بن عباس نے کہا ہے جیسا کہ الشفاء میں ہے کہ

اگر میرے پاس حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی آتے تو میں حضور علیہ السلام کی قرابت کی وجہ سے حضرت علی کی حاجت کو پہلے پورا کرتا۔ لیکن اگر وہ آسمان سے زمین تک ان سے مؤخر ہوتا تو مجھے ان دونوں کا اس پر مقدم کرنا زیادہ محبوب ہوتا۔

جب والئی مدینہ جعفر بن سلیمان عباسی نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو زود کو ب کیا اور آپ کو اس کی تکلیف پہنچی اور آپ کو غشی کی حالت میں دال سے لے جایا گیا۔ تو آپ نے ہوش میں آنے پر فرمایا میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والے کی ذیل میں رکھا ہوا ہے۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر میں اس حالت میں مر جاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں تو مجھے آپ سے شرم آئے گی کہ میری وجہ سے آپ کی آل کے بعض آدمی آگ میں داخل ہوں گے۔ جب منصور مدینہ آیا تو اس نے جعفر سے قصاص دلانے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ قسم بخدا اس نے جو کڑا بھی اٹھایا ہے میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کی وجہ سے جواز کی ذیل میں رکھ لیا ہے۔

عبد اللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جعفر بن عبد العزیز کے پاس نو عمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال بے تھے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپ کو بندرہ پر بٹھایا اور ان کا طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو غصہ کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی

نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن رہا ہوں کہ ظالم میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسکو خوش کرے گا۔ وہ مجھے خوش کرے گا۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت ظالم زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریش کا نوجوان، بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابوحنیفہ اہلبیت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر رحم کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھولے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیے۔ جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے کہ

آلِ نبی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کے لئے میرا
ذریعہ اور وسیلہ ہے مجھے امید ہے کہ کل
وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں
ہاتھ میں دے گا۔

زہری نے یک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلا گیا تو زمین العابدین

نے اُسے فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کی اسی رحمت سے مایوس ہونا تو ہر چیز پر حاوی ہے۔ تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ نہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس آگئے۔

خاتمہ

حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کاروائیوں کے نتیجے میں کیا کیا مصائب و آلام پہنچیں گے اور دیگر آداب کا بیان۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب میرے اہلبیت کو میری امت کی طرف سے قتل اور مار جھگانے کے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پہلی قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ۔ بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ اسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے لیکن اس میں اسمعیل بھی ہے۔ جس کے متعلق جمہور نے کہا ہے کہ وہ سود حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور بخاری نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ اور ترمذی نے اس سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے۔ اور اہلبیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا یہ وہ حدیث کا راز ہے جسے حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ اُسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر آتا اور آپ اس کے لئے دعا فرماتے۔ جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے تھوڑی

سی بات بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تو مروان نے کہا یہ بیعت ابو بکر اور عمر کی سنت کے مطابق ہے۔ تو عبدالرحمن بن ابومعمر نے کہا یہ ہر قل اور قیصر کی سنت کے مطابق ہے تو مروان نے اُسے کہا تیرے ہی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَالَّذِي قَالَ لَوَالِدِيهِ اِفْ جَسَ نَ اِثْنِے وَالِدِيْنَ سَے کہا کہ تم لکھا۔ پُر اُن ہے۔

جب یہ خبر حضرت عائشہ کے پاس پہنچی تو آپ نے فرمایا! اُس نے جوٹ بولا خدا کی قسم یہ وہ شخص نہیں ہے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی جب مروان اس کی صلب میں تھا۔

پھر عمرو بن مرقہ الجہنی سے روایت کی گئی ہے جسے آپ سے صحبت حاصل تھی کہ سکم بن عامر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ماضی کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کی آواز کو پہچان کر فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور اس پر بھی جو اس کی صلب سے نکلے گا۔ سولٹے اس کے کہ ان میں سے کوئی مومن ہو اور وہ تھوڑے ہی ہوں گے۔ وہ دنیا میں سر بلند اور آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ بڑے ستار اور دھوکہ باز ہوں گے۔ انہیں دنیا ملے گی۔ مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔

ابن ظفر کہتے ہیں کہ اس حکم کو بڑی سخت بیماری تھی۔ اور ابو جہل کا بھی یہی حال تھا۔ جس کا مکمل تذکرہ الدیر نے حیاۃ الجوان نے

میں کیا ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے حکم اور اس کے بیٹے پر لعنت کی ہے۔ اس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اس کا تدارک کر دیا ہے۔ یعنی آپ بشر ہیں اور بشر کی مانند آپ کو غصہ بھی آتا ہے۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں نے جس کو برا کہا ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اسے بددعا دی ہے۔ وہ اس کے لئے رحمت پاکیزگی کفارتہ اور طہارت کا ذریعہ بن جائے۔ اور ابو جہل کے بارے میں ابن لفر سے جو منقول ہے حکم کے برخلاف اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ مصابی ہے اور یہ بُری بات ہے کہ مصابی پر تہمت لگائی جائے۔ اور اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیئے کہ اس پر قبل از اسلام یہ تہمت لگائی جاتی تھی اور مہدی کی احادیث میں سے بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ اور رنگ متغیر ہو گیا پھر فرمایا: اہم اہلبیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابل پر آخرت کو پسند فرمایا ہے اور عنقریب میرے بعد میرے اہلبیت مصائب سے دوچار ہوں گے۔ اور انہیں مار بجایا جائے گا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہلبیت ہلاک ہوں گے ابولیلی اور طبرانی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔

جان لیجئے کہ لوگوں کے متعلق عموماً اور اہلبیت کے متعلق خصوصاً چند امور کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے۔

اولے :- شرعی علوم کے حصول کی طرف توجہ دنیا کی زندگی بغير علم کے نسب میں کوئی فائدہ نہیں اور علوم شرعیہ کی طرف توجہ پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب، ان سب باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتب میں معروف ہے۔ اس لئے ہم اسے طول نہیں دیتے۔
دوم :- آبا پر غر کو ترک کرنا اور بغير علوم دینیہ کے حصول کے ان پر مجبور نہ کرنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان اکبر مکرم عند اللہ اتقوا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے اتقی ہے۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ فرمایا ان میں سب سے معزز وہ ہے جو اتقی ہے۔

ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے نیا تم کے روز تمہارے حسب و نسب کے متعلق دریافت نہیں فرمائے گا بلکہ اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ تم سب میں سے بڑا معزز وہ ہے جو اتقی ہے احمد نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دیکھو تو اسود و احمر سے بہتر نہیں سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ کر ہو۔

اسی طرح اس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے منیٰ کے ایک غلہ میں فرمایا اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے کسی عربی کو بھی پروردہ کسی سرخ رنگ والے کو سیاہ نام پر فضیلت حاصل ہے۔ سوائے تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے بہتر وہ ہے جو اتقی

القناعی وغیرہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جسکا عمل اُسے مست رکھتا ہے۔ اس کا نسب اُسے تیز نہ کرے گا۔ یہ مسلم کی حدیث ہے اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کی تخصیص اپنے اہلبیت سے کی ہے۔ تاکہ انہیں تقویٰ اللہ اور خشیت الہی کی ترغیب دی جائے اور انہیں انتباہ کیا جائے کہ قیامت کے روز تقویٰ کے بغیر کوئی آدمی ان کے قریب نہ ہو سکے گا۔ اور وہ اپنے نسب کے غرور میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیں اور قیامت کے روز آپ کے اولیاء و صرف متقی لوگ ہوں گے۔ خواہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ جب زید بن موسیٰ کاظم نے مامون کے خلاف خروج کیا اور مامون کامیاب ہوا تو اس نے انہیں ان کے بھائی علی الرضا کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے بہت زبرد توخیج کی۔ جس میں ایک بات یہ بھی کہی کہ تو خونریزی کرنے، راستوں میں خوف پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل نہ ہوگا۔ تجھے کوفہ کے بیوقوفوں نے قریب میں مبتلا کر دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم نے پاکدامنی کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت پر حرام کر دیا ہے۔ یہ بات صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کے متعلق ہے۔ جو آپ کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تیرے لئے۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی یہ مقام اطاعت الہی سے حاصل کیا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جسے انہوں

نے اطاعت الہی سے حاصل کیا ہے۔ تب تو تو اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں سے جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام ہے۔ اور جو شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے ذریعہ میں نہیں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کر لے گا۔ جو ان ائمہ کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آباد و اجداد میں سے تھے اور ان کے عظیم کازناموں اور ان کے زہد و عبادات کی اقتدا کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور حبیب القدر خوارق سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوبوں کے ساتھ ہو۔ آمین

ابونعیم نے محمد الجواد الاثنی عشری سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔ بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث انے فاطمة احصت کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار فرجھا۔

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے باپ نے دیا تھا کہ یہ حدیث حضرت حسن اور حضرت حسین سے خاص ہے اور حبيب زید نے اپنے باپ حضرت زین العابدین سے خروج کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ خروج سفیانی سے قبل اولاد فاطمہ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا

ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں پتہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے۔
 احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کے پاس
 تشریف لاتے اور دیر تک آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک مرتبہ ایک
 مسکین نے آپ کے لئے کچھ چاندی ایک بار دو بالیاں اور آپ کے
 گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ حضور علیہ السلام آپ کے گھر تشریف
 لائے اور غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے۔ یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ گئے
 تو حضرت فاطمہ نے خیال کیا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے حضور علیہ
 السلام ناراض ہوئے ہیں۔ آپ نے وہ چیزیں آپ کی خدمت میں بیچ
 دیں تاکہ آپ انہیں راہِ خدا میں صرف کر دیں۔ تو آپ نے تین بار فرمایا
 تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ دنیا کا محمد (صلی اللہ
 علیہ وسلم) اور آلِ محمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 دنیا میں ایک پھر کے پر کے برابر بھی بھلائی ہوتی تو کافر اس سے ایک
 گھونٹ پانی بھی نہ پی سکتا۔ اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور
 حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور احمد نے اس میں یہ اضافہ
 بھی کیا ہے کہ آپ نے ثوبان کو حکم دیا کہ وہ اسے آپ کے ایک صحابی
 کو رسے دیں اور وہ حضرت فاطمہ کے لئے ایک بار اور ہاتھی
 دانت کے دو کنگن خرید لائے اور فرمایا یہ میرے اہلبیت ہیں۔
 میں ان کے لئے پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی بلیات اپنی دنیا و کسے
 زندگی ہی میں کھا جائیں۔ اس بات پر غور کرو اس میں آپ کو وہ
 کمال نظر آئے گا جو زہد و ورع اور الاعت گزاری سے آراستہ

ہوئے بغیر اور بذیل باتوں سے دستکش ہوئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور اموال جمع کرنے اور دنیا کی محبت اور اس میں بلندی کی خواہش سے نہایت درجہ کے عیوب و نقائص اور رنج پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت علی نے دنیا کو تین طلاقیں دیں اور فرمایا میں نے اپنی اس زرہ کو پیوند لگایا ہے اور مجھے اس کے پیوند لگانے والے سے حیا آتی ہے۔ اور آپ کے فضائل میں اس قسم کی کئی عجیب باتیں بیان ہو چکی ہیں۔

سوم :- سب صحابہ کی تعظیم کرنا کیونکہ انہیں شہادت الہی سے خیر الامم قرار دیا گیا ہے۔ کثرت حیا امة اخروجت للناس اور متفقہ صحیح حدیث خیر القرون قرنی کی گواہی سے بھی وہی لوگ اس امت کے بہترین لوگ ہیں۔ میں نے اس کتاب کے مقدمہ اولیٰ میں ایسی احادیث کو پیش کیا ہے جو ان کے فضل و کمال ان کے وجوب محبت ان کے اعتقاد و کمال اور نقائص و جہالات سے ان کی برأت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور باطل پر استقرار اختیار کرنا جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور توفیق و ہدایت الہی سے گریز کرنے سے ہمیشہ نقصان اور فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ پس محتاط رہئے اور اس امت کے سواد اعظم یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ رہیئے اور اگر تم صاحبان خواہشات و بدعات و ضلالت و حماقت و جہالت اور کمالات سے محروم افراد کے ساتھ رہے تو اس وقت تمہیں نسب کوئی فائدہ نہ دے گا اور جب اسلام آپ سے چمن گیا تو تمہیں ابو جہل اور ابولہب کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

چہارم :- اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ عاشوراء کے روز حضرت امام حسین کو جو شہادت ملی ۔ جیسا کہ آئندہ اس کا تفصیلی واقعہ آئے گا ۔ وہ ایک ایسی شہادت ہے جو آپ کی بلند نفسی ارفع اور اللہ تعالیٰ کے ملا آپ کے درجہ پر دلالت کرتی ہے ۔ اور آپ کو اہلبیت کے پاکیزہ آدمیوں کے درجات کے ساتھ ملا دیتی ہے پس جو شخص اس روز آپ کی مصیبت کو یاد کرے اُسے امتثال امر کیلئے انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کچھ نہ کہنا چاہیئے تاکہ

اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولئک ہم المہتدون میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہ اُسے حاصل ہو۔ ان لوگوں پر اپنے رب کی طرف سے درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ۔ پس اس روز درود و رحمت اور روزہ وغیرہ کے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے ۔ اور رافضیوں کی بدعات مآثم ہر شے کوئی اور غم وغیرہ سے اجتناب اختیار کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہیں ۔ اگر یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے ہوتیں ۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز ان باتوں پر بدرجہ اولیٰ عمل کیا جاتا ہے اور اہلبیت سے تعصب رکھنے والے خوارج اور مقابلہ کرنے والے جاہلی

اے عبدالحسین موسوی کی کتاب البیاس الفاخرة فی ماتم العترة الطاهرة، میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ضعف ثبوت و دلالت کے باعث اس قابل نہیں کہ ان باتوں کے جواز پر کوئی دلیل قائم کی جاسکے ۔

کی بدعتوں سے بھی بچنا چاہیئے۔ فاسد بدعت اور شر کے مقابلہ میں ویسے ہی فاسد بدعت اور شر کو اختیار کر کے انتہائی درجے کی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور اُسے عید بنا ڈالنا اور اظہار زینت کے لئے خضاب اور سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا، ڈھیروں روپیہ خرچ کرنا، کھانے اور دانے پکانے یہ سب باتیں عادات سے خارج ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ باتیں سنت اور عادت میں شامل ہیں۔ جبکہ سنت یہ ہے کہ ان سب باتوں کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اور نہ ہی کوئی اثر صحیح ہے جس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

بعض ائمہ حدیث و فقہ سے ماثورہ کے روز سرمہ لگانے غسل کرنے، ہندی لگانے، دانے پکانے، نئے کپڑے پہننے اور خوشی کا اظہار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کسی کی کوئی حدیث آئی ہے۔ اور نہ ہی ائمہ مسلمین میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اسے پسند کیا ہے۔ اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث آئی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو اس روز سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھ دکھنے نہ آئے گی اور جو غسل کرے گا وہ سال بھر بیمار نہ ہوگا۔ اور جو عیال پر کھلا خرچ کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دے گا۔ یا اس قسم کی اور باتیں جیسے کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اور نوح علیہ السلام کی

کشتی جو دی پہاڑ پر ٹک گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچا یا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عوض مینڈھا فدیہ دیا گیا اور یوسف علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کو واپس بلے یہ سب باتیں موضوع ہیں۔ ہاں عیال پر کھلا خرچ کرنے کی بات ٹھیک ہے۔ لیکن اس کی سند میں ایسا آدمی ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے اے پس ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اسے ایک تہوار اور اپنے رفعت سے اسے ایک تام بنالیا ہے اور یہ دونوں خطا کار اور سنت کے مخالف ہیں۔ یہ بات بعض حفاظ نے بھی بیان کی ہے۔

اے یہ حدیث کہ عیال پر کھلا خرچ کرے۔ اسے عراقی اور حافظ ابن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے۔ یہ بہت سے طرق سے مروی ہے جن میں سے بعض مسلم کی شرط کے مطابق ہیں۔ ابن عبد البر کی روایت صحیح ہے اور ان میں ضعیف وہ ہے جب اسے بعض کیساتھ ملایا جاتا ہے تو بعض سے قوت حاصل کرتی ہے جیسا کہ سخاوی اور سیوطی نے بیان کیا ہے۔ اس کے متعلق عراقی نے ایک جزو تالیف کیا ہے جسکی سیوطی نے التعقیبات میں تلخیص کی ہے۔ اور ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ اسکی اسناد میں مجہول راوی ہے جسکا نام سلیمان بن ابی عبد اللہ ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

اے ابن کثیر نے کہا ہے کہ رافضیوں نے بنی ہاشم کی حکومت میں یعنی چار سو کے لگ بھگ حد سے تجاوز کیا۔ عاشورہ کے روز بغداد اور دوسرے شہروں میں ڈھول بجائے جاتے راستوں اور بازاروں میں توڑی اور راکھ بکھری جاتی۔ دکانوں پر ٹاٹ لٹکائے جاتے۔ اور لوگ گریہ زاری اور غم کا اظہار کرتے۔ بہت سے لوگ پانی نہ پیتے تاکہ حضرت حسینؑ کے ساتھ موافقت کرنے سے لذت اندوز ہوں۔ کیونکہ انہیں پیاسا قتل کیا گیا تھا۔ پھر عورتیں برہنہ منہ نوحہ کرتیں اور اپنے مونہوں اور چہاتیوں پر سقراطیہ اور ننگے پاؤں بازاروں میں نکلتیں اور اسی قسم کی دیگر بری بدعات و خواہشات اور رسوا کن خجرت اختیار کی جاتیں۔ ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ بنی امیہ کی حکومت کو ذلیل کریں۔ کیونکہ حضرت حسینؑ کو ان کی حکومت میں قتل کیا گیا تھا۔

اور حاکم نے صراحت کی ہے کہ اس روز سرمہ لگانا بدعت ہے اس روایت کے ساتھ ایک پیشگوئی بھی ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز سرمہ لگائے گا اس کی آنکھ کبھی دکھنے نہیں آئے گی۔ لیکن حاکم نے اسے منکر کہا ہے۔ بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ ابن جوزی نے حاکم کے طریق پر اور اس طریق کے علاوہ بھی اسے موضوعات میں شامل کیا ہے۔

المجد اللغوی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ روزہ کے علاوہ دوسری

تمام احادیث جن میں نماز، انفاق، خضاب، تیل اور سرمہ لگانے اور دانے پکانے کی نفی کا ذکر آیا ہے۔ سب موضوع اور افتراء ہیں۔ اے یہی وجہ ہے کہ ابن القیم نے صراحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عاشورہ کے روز سرمہ لگانے، تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث کذابین کی وضع کردہ حدیثوں میں سے ہے۔ اور عاشورہ کے دن کو سرمہ لگانے سے جو مفسوس کیا گیا ہے اس میں کلام کیا گیا ہے اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ اس روز خرچ کرنے سے فراخی ملتی ہے اس کی اصل موجود ہے۔

حافظ الاسلام الزین العزاقی نے اپنی کتاب امالی میں بیہقی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز اپنے اہل و عیال پر کھانا خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سال بھر وسعت عطا فرمائے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں نرمی ہے۔ لیکن ابن

ابن رجب نے لطائف المعارف میں کہا ہے کہ سرمہ لگانے، خضاب لگانے اور نہانے کی جو نفی کا بیان ہوئی ہے یہ سب موضوع ہیں اور صحیح نہیں۔

جہان کے سوا ایک رائے کے مطابق یہ حسن ہے۔ یہ ایک اور طریق سے بھی مروی ہے۔ جسے حافظ ابو الفتح محمد بن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں جھوٹے اضافے کئے گئے ہیں۔ یہی ہقی کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراخی والی حدیث ابن جہان کے سوا ایک رائے کے مطابق حسن ہے۔ اس لئے کہ اسے صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب ایک دوسرے کے ساتھ ملا دی جاتی ہیں تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ابن تیمیہ کے انکار کے متعلق جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ فراخی کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مروی نہیں۔ اور احمد نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح لذاتہ نہیں۔ اس سے اس کے حسن لغو ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغو سے حجت پکڑی جاتی ہے۔ جیسا کہ علم حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

پنجم :- ہر آدمی کو اس شریف نسب کے لئے غیرت چاہیے اور اسے یاد رکھنا چاہیے تاکہ آپ کی طرف صرف حقدار ہی کا انتساب ہو سکے۔ اہلبیت نبوی کے انتساب زمانہ دراز تک ہمیشہ حفظ کئے جاتے رہے ہیں۔ اور ان کے احساب بھی جن سے وہ ممتاز ہوتے ہیں محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کہیں اور جاہل لوگ ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔ ہر زمانے میں جو شخص ان کی تصحیح اور ان کی تفصیل کے حفظ کے لئے کھڑا ہوتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے الہام کرتا رہا ہے۔ خصوصاً طالبیوں اور طلبیوں کے انتساب کے متعلق

اور صاحبان شرف جیسے کہ عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے درمیان بنی فاطمہ کی ذریت طاہرہ کیلئے یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شرف مزید کے اظہار کے لئے سبز لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں قائم کرے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات زندگی میں آئے گا کہ اس نے ان کے ساتھ خلافت کا عہد کیا تھا۔ تو اس نے ان کے لئے سبز شعار بنایا اور انہیں سبز لباس پہنایا۔ کیونکہ عباسیوں کا شعار سیاہ تھا اور دیگر مسلمانوں کا سفید وغیرہ ذلک، سرخ کی تحريم میں اختلاف ہے۔ آخر الامور یہود کا شعار زرد تھا۔ پھر وہ اپنے ارادے سے چرگیا اور خلافت بنی عباس کو دے دی۔ مگر بنی زہرا میں سے اشراف علویوں کا یہی شعار رہا۔ لیکن انہوں نے کپڑوں کو مختصر کر کے ایک سبز کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیا۔ جسے وہ اپنے عماموں پر بطور شعار رکھتے پھر آٹھویں صدی کے آخر میں یہ شعار بھی ختم ہو گیا پھر ۳۷۱ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسن بن ناصر محمد بن ملا دون نے حکم دیا کہ دیگر لوگوں سے امتیاز کے لئے علوی اپنے عماموں پر سبز پٹی باندھا کریں تو مصروف شام اور دیگر ممالک میں اس پر عمل کیا گیا ہے

۱۔ صدر اول میں شریف کا نام تمام اہل بیت پر بولا جاتا تھا خواہ وہ حضرت علی یا حضرت جعفر یا حضرت عقیل یا حضرت عباس کی اولاد سے ہوں۔ اس اصطلاح کو ذہبی نے اختیار کیا ہے یہ بات ان میں سے اصطلاح کی تاریخ بیان کرنے والوں نے کہی ہے اور فاطمیوں نے اسے صرف حسنین کی ذریت کے متعلق قرار دیا ہے۔ بغداد میں اس کا اطلاق ہر عباسی پر ہوتا ہے۔ مگر ذہبی نے جو اصطلاح بنائی ہے وہ اولیٰ ہے جیسا کہ سلطی نے کہا ہے اور سفید علامت جو شریف اور غیر شریف چاہے اختیار کر لے اسکے ترک کرنے سے سوائے شرعی ضرورت کے غیر شریف ہونیکا حکم نہیں لگایا جاسکتا جیسا کہ سلطی نے البعالتہ از زنیۃ میں بیان کیا

اس بارے میں نابینا جابر اندسی جب وہ حلب میں آئرا ہوا تھا کہتا ہے
 اس نے الفیہ ابن مالک کی شرح بھی کی ہے۔ جس کا نام نابینا و بینا ہے۔
 انہوں نے انبائے رسول کے لئے علامت مقرر کی ہے۔
 علامت کی ضرورت اُسے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہو۔ ان کے قابل اکرام
 چہروں پر نور نبوت جھلکتا ہے جو شریف آدمی کو سبز چٹا سے بے نیاز
 کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شعرا کی جماعت نے بہت کچھ کہا ہے۔
 جس کا ذکر طوالت کا باعث ہو گا ان سب سے بہتر قول ادیب محمد بن ابیہم
 ابن برکتہ دمشقی المزنی کا ہے۔

تاجوں کے اطراف میں ریشم کی سبز ٹپیاں، اشرف کی علامت
 بنائی گئی ہیں اور سلطان اشرف نے اس شرف کے ساتھ ان کو مخصوص
 کیا ہے تاکہ انہیں سب اطراف سے پہچانا جاسکے اور غیر آبانو کی طرف
 انتساب کرنے کے متعلق سخت انتباہ کیا گیا ہے کہ ایسا شخص کافر اور ملعون
 ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف
 منسوب کرے گا۔ یا غیر موالی کی طرف جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فشتوں
 اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث
 آئی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس
 پر اس کے انبیا اور اولیاء پر مہوٹ بولنے سے بچائے اور معزز اہل
 بیت نبوی کے زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ کیونکہ ہم ان کے محب اور خد مکن گزار

۔ رہی بات سبز عامہ کی اسے محمد شریف متولی با شامصر نے مندرجہ میں
 ایجاد کیا جیسا کہ مخفا جی نے ذکر کیا ہے۔

ہیں اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے۔ نص حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ ہونے کی آرزو کر سکتا ہے۔ اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذوری ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا معصین کے احوال سے آراستہ ہو۔ لیکن خدائے ذوالجلال والا کرام سے عطیات و بخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی۔ کیونکہ وہ اکرم کریم اور ارحم رحیم ہے۔



فصل دوم

اس فصل میں اہل بیت کے متعلق احادیث بیان ہوئیں گی ان میں سے اکثر احادیث پہلی فصل میں بیان ہو چکی ہیں لیکن اس فصل میں انہیں بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ وہ بہتے جلدی مستحضر ہو جائیں۔

۱۔ - علی نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری اولاد کے متعلق مجھے اذیت دے گا۔ اس پر سخت غضب الہی ہوگا اور یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے دیا ہے اُس سے لطف اندوز ہو تو اسے میرے اہل بیت کے بارے میں میرا اچھا جانشین ہو چاہیے اور جو ان کے بارے میں میرا جانشین نہ ہوا اُس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے روز میرے پاس روسیہ ہو کر آئے گا۔

۲۔ - حاکم نے ابوذر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا اور بزار کی روایت میں اسے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر سے بیان کیا گیا ہے۔ اور حاکم نے ابوذر ہی سے ایک اور روایت بیان

کی ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے۔ جو اس میں سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو بیچھے رہے گا غرق ہو جائیگا۔ ۳۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز میں سب سے پہلے اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر قریش میں سے قریب ترین رشتہ داروں کی۔ پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور اہل مین میں سے جنہوں نے میری اتباع کی پھر دیگر عربوں کی پھر عجمیوں کی اور حبش کی میں پہلے سفارش کروں گا وہ افضل ہوگا۔

۴۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے بہتر ہوگا۔

۵۔ طبرانی اور حاکم نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے شادی کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے شادی کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۶۔ شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں اہل جنت کے سوا کسی سے شادی نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میری شادی ہو۔

۷۔ ابوالقاسم بن شیران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے بیان

کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

۸ :- ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

۹ :- ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا۔ میں اس کا بدلہ اُسے قیامت کو دوں گا۔

۱۰ :- خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا۔ جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہوگا۔

۱۱ :- ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

۱۲ :- ابویعلیٰ نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آسمان والوں کے لئے ستارے باعثِ امانت

ہیں۔ اور میری امت کیلئے میرے اہلبیت باعث امان ہیں۔

۱۳ :- حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے متعلق مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے متعلق احکام کے پہنچانے کا اقرار کرے گا وہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

۱۴ :- ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں پل صراط پر صعب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

۱۵ :- ترمذی نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھ پر سلام بھیجئے اور یہ خوشخبر کا دینے کی اجازت طلب کی ہے کہ ظالم مستورات جنت کی سیدہ اور حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔

۱۶ :- ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔

۱۷ :- ابن ماجہ نے عباس بن عبد المطلب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب میرے اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جا کر بیٹھا ہے تو وہ اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضے میں میری

جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے محض اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے۔

۱۸ :- احمد اور ترمذی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے مال اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

۱۹ :- ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن، حسین اور امام ہدیہ کی۔

۲۰ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ الزہراء سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

۲۱ :- طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جو ان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۲۲ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے، اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں پس میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

۲۳ :- احمد اور حاکم نے مسود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو اُسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اُسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔ قیامت کے روز میرے نسب سبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہو جائیں گے۔

۲۴ :- بزار، ابوالعلیٰ اور طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

اس سدا اور خلفائے اربعہ کی سدا میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان احادیث میں مندرج ہو چکا ہے۔ جو قریش کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب لوگ قریش میں سے ہیں۔ یعنی ضرب بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو چیز اعم کے لئے ثابت ہو وہ اخص کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے میں نے گزشتہ گفتی پر اس کو ثابت کیا ہے۔ اور اسے مؤخر کیا ہے۔ تاکہ تمام قریش اس میں آجائیں۔

۲۵ :- شافعی اور احمد نے عبد اللہ بن خطاب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے سیکھو اور انہیں سکھاؤ نہیں۔

۲۶ :- بیہقی نے جبیر بن مطعم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! قریش سے آگے نہ بڑھو ورنہ

ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ ان کو سکھاؤ نہیں بلکہ ان سے سیکھو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر قریش غور نہ کرتے تو میں انہیں اس چیز کے متعلق خبر دیتا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

۲۷: شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ قریش کے اس طرح پیروکار ہیں کہ ان کا مسلمان ان کے مسلمان کا پیروکار اور ان کا کافر ان کے کافر کا پیروکار ہے۔ لوگ کانوں کی طرح ہیں۔ جاہلیت میں ان کے اچھے لوگ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے۔ جبکہ وہ سمجھ دار ہو جائیں۔

۲۸: بخاری نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ امر قریش میں رہے گا اور جو شخص ان سے عداوت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے اوندھے منہ آگ میں گرا دے گا۔

۲۹: طبرانی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ اہل زمین کو غرق ہونے سے بچانے کیلئے قوس باعث امان ہے۔ اور اہل زمین کو اختلاف سے بچانے کے لئے قریش کی دوستی باعث امان ہے۔ قریش اہل اللہ ہیں اور جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ابلیس کا گروہ بن جاتا ہے۔ اور قوس جو قوس قزح کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا نام قوس قزح اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ وہ جاہلیت میں مزدلفہ کے قزح پہاڑ پر سب سے پہلے نظر آتی تھی۔ یا اس وجہ سے کہ قزح شیطان کو کہتے ہیں۔ اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ

اسے قوس قزح نہ کہا کرو کیونکہ قزح شیطان ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوس ہے جو اللہ تعالیٰ اور نوح علیہ السلام کے درمیان اس بات کی علامت مقرر ہوئی ہے کہ اب وہ اہل زمین کو طوفانی سے غرق نہیں کرے گا۔
 ۳۰۔ ابن العرقہ البعدی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش سے محبت رکھو کیونکہ جو ان سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔

۳۱۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے واثلہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنا ہے۔ پھر حضرت اسماعیل کی ● میں سے نزار کو چنا ہے۔ پھر نزار میں سے مضر کو چنا ہے پھر مضر سے کنانہ کو چنا ہے پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا ہے۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا ہے۔ پھر بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب کو چنا ہے اور پھر بنی عبدالمطلب میں سے مجھے چنا ہے۔

۳۲۔ احمد نے اچھی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی باتیں پہنچتی تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میں کون ہوں۔ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا۔ پھر اس نے

انہیں دو فرقے بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا۔ پھر اس نے قبائل کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہترین قبیلے سے بنایا پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھرانے سے بنایا۔ پس میں تم میں سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں۔

۳۳ :- احمد، محامی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان چٹک کر دیکھا ہے مگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو اٹاپٹا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو نبی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

۳۴ :- احمد اور ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قریش کی ذلت کا ارادہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

۳۵ :- احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں۔

۳۶ :- احمد نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گروہ قریش تم اس امر کے اس وقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کر دو گے وہ تم پر ایسے آدمی بھیجے گا جو تمہاری اس خچڑی کی طرح چھال آتا رہیں گے۔

۳۷ :- احمد، نسائی اور الضیاء نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر ویسا ہی حق ہے جب تک وہ رحم طلب کرنے پر رحم کریں اور فیصلہ طلب کرنے پر عدل کریں اور اگر عہد کریں تو اُسے پورا کریں اور جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی قیمت اور معاوضہ قبول نہ کرے گا۔

۳۸ :- طبرانی نے جابر بن سمرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔

۳۹ :- حسن بن سفیان اور ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو لوگوں کو نہیں دیا گیا جب تک بادل برستا اور نہریں چلتی اور سیلاب آتے ہیں اس وقت تک قریش کو دیا گیا ہے۔

۴۰ :- خطیب اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے اللہ قریش کو ہدایت دے کیونکہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے بھر دے گا۔ اے اللہ جیسے تو نے انہیں عذاب کا مزہ چکھایا ہے ایسے ہی ان کو بخشش کا مزہ چکھا۔ اس عالم سے مراد حضرت امام شافعی ہیں۔ جیسا کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے کیونکہ انہوں نے قریش کے لئے حفظ نہیں کیا بلکہ ان کا علم آفاق میں پھیلا ہوا ہے۔

۴۱ :- حاکم اور بیہقی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔ ان کے نیک نیکوں کے اور ان کے فاجر فاجروں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر تم پر قریش ایک حبشی نکلے غلام کو امیر بنادیں تو اس کی اس وقت تک اطاعت کرو جب تک وہ تم میں سے کسی کو اسلام اور موت کے درمیان اختیار نہیں دے دیتا۔ اگر اُسے ترک اسلام اور موت کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ موت کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دے۔

۴۲ :- احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریش کو دیکھو اور ان کے اقوال کی پابندی کرو اور ان کے افعال کو چھوڑ دو۔

۴۳ :- بخاری نے ادب المفرد میں اور حاکم اور بیہقی نے ام بانی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے قریش کو سات ایسی خصلتوں سے فضیلت دی ہے جو اس نے پہلوں میں سے کسی کو نہیں دی اور نہ ہی بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو دے گا۔ ایک فضیلت قریش کو یہ حاصل ہے کہ میں ان میں سے ہوں اور نبوت، حجابیت اور ستائیت ان میں سے ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الغیل کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے دس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے اغیار اس کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن میں ایک سورت نازل فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا۔ یعنی سورت لایلق قویش

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو
 سات خصلتوں میں فضیلت دی ہے۔ ایک فضیلت انہیں یہ حاصل
 ہے کہ انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ سولے قریشی
 کے اور کوئی آدمی اللہ کی عبادت نہ کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ یوم النفل
 کو ان کی نصرت فرمائی۔ حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔ تیسری یہ کہ
 قرآن کریم میں ان کے بارے میں ایک سورت نازل ہوئی ہے جس
 میں کسی دوسرے کا ذکر موجود نہیں یعنی لایلف قدیش۔ پھر یہ کہ
 ان میں نبوت، خلافت اور حجابیت و ستائیت پائی جاتی ہے۔



فصل سوم

اس فصل میں حضرت فاطمہؓ اور حسنین کے متعلق احادیث سے بیان ہوگی

۱ :- ابو بکر نے الفیلانیات میں ابو ایوب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پلصراط سے گزرنے تک مردوں کو جھکائے رکھو اور لگا ہوں کو نیچے رکھو آپ پلصراط سے ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی۔ بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائیں گی۔

۲ :- ابو بکر ہی نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز عرش کے دو بطنوں سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے لوگو! اپنی لگا ہوں کو نیچے رکھو تاکہ حضرت فاطمہ گزر کر جنت میں چلی جائیں۔

اے اس حدیث کو حاکم اور تمام نے اپنے نوائد میں اور ابن بشران، خیب، ابو بکر الشافعی اور ابوالفتح ازومی نے بیان کیا ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ موضوع نہیں جیسا کہ ابن عراق نے بیان کیا ہے۔

۳ :- احمد شیعین، ابو داؤد اور ترمذی نے مسو بن مخزوم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابیطالب سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت طلب کی۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ پھر کہتا ہوں کہ میں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ سوائے اس کے کہ علی بن ابیطالب میری بیٹی کو طلاق دینا چاہے۔ اور ان کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے۔ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو چیز اسے قلق و اضطراب میں ڈالتی ہے وہ مجھے بھی مضطرب کرتی ہے۔ اور جو چیز اس کے لئے اذیت کا باعث ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔

۴ :- شیعین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ جبریل ہر سال مجھے قرآن پاک کا ایک دور کرایا کرتا تھا۔ مگر اس سال اس نے مجھے دو دور کرائے ہیں۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری وفات کا وقت آگیا ہے۔ آپ میرے اہلبیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گے۔ اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ وہ بہترین سلف ہے جو میں تیرے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔

۵ :- احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف و اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف و اذیت دیتی ہے۔

۶ :- شیعین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے فاطمہ کیا تو مومناتِ جنت کی سردار ہونے سے راضی نہیں۔

۷۔ ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل میں سے فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۸۔ حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوا بٹے مریم بنت عمران کے فاطمہ جتنی عورتوں کی سردار ہے۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے۔ اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۰۔ احمد اور ترمذی نے ابی سعید سے اور طبرانی نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت اسامہ بن زید اور براء سے اور ابن عدی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

۱۱۔ ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے اور ابن مایہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر۔ اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن الحویرث سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے حسن اور حسین نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں

سے بہتر ہے ۔

۱۲ :- احمد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ کیا تو نے اس بادل کو نہیں دیکھا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے قبل کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے اور یہ خوشخبری دینے کیلئے اجازت طلب کی ہے کہ حسن اور حسین نو جوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے ۔

۱۳ :- طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن، میری ہیبت اور سرداری اور حسین، میری جرات اور سخاوت کا نشان ہے ۔

۱۴ :- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

۱۵ :- ابن عدی اور ابن عساکر نے ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں ۔

۱۶ :- ترمذی اور ابن حبان نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ پس تو بھی ان سے محبت رکھ۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس سے بھی محبت رکھ۔

۱۷۔ احمد، اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ
انما اموالکم واولادکم کہ تمہارے اموال اور اولاد فتنہ ہیں
فتنة ۔

میں نے ان دونوں لڑکوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا تو
میں صبر نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو ختم کر کے انہیں
اٹھالیا۔

۱۸۔ ابو داؤد نے مقدم بن معدیکرب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ علی سے ہیں۔

۱۹۔ بخاری، ابویعلیٰ، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے ابی سعید سے
بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوائے میری
خالہ کے بیٹوں عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا کے، حسنؑ اور حسینؑ
نوجوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ سوائے مریم کے جنتی عورتوں
کی سردار ہے۔

۲۰۔ احمد اور ابن عساکر نے مقدم بن معدیکرب سے بیان کیا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؑ مجھ سے اور حسینؑ
علی سے ہے۔

۲۱۔ طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ عرش کی تلواریں ہیں۔
۲۲۔ احمد، بخاری، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے ابوبکرہ

سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا یعنی حضرت حسن کے ذریعے۔

۲۳ :- بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلیٰ بن مرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے اور میں اس سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا حسن اور حسین اسباط میں سے سبطین ہیں۔

۲۴ :- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے حسن اور حسین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۵ :- احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔ وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۶ :- ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نو جوانان بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ حسن کو دیکھ لے۔

۲۷ :- بغوی نے اور عبد الغنی نے الايضاح میں حضرت سلمان فارسی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر اور شبیر رکھا اور میں نے حضرت ہارون کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں عرب جاہلیت میں یہ دونوں نام رکھا کرتے تھے۔

۲۸ :- ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارضِ طف میں مارا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لایا اور بتایا کہ اس جگہ وہ قتل ہو کر پڑا ہوگا۔

۲۹ :- ابو داؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت الحارث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل نے مجھے آکر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حسین کو عنقریب قتل کریگی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لایا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا یہ بیٹا یعنی حسین قتل ہوگا اور اگر آپ چاہیں تو میں اس جگہ کی مٹی آپ کو دکھاؤں جہاں یہ قتل ہوگا۔ آپ نے فرمایا پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔

۳۰ :- بغوی نے اپنی معجم میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب سے اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اس روز حضرت ام سلمہ کی باری تھی۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا دروازے کی نگرانی کرنا تاکہ کوئی آدمی داخل نہ ہو۔ ابھی وہ دروازے پر ہی تھیں کہ حضرت

حسین اندر گھس آئے اور چھلانگ لگا کر آپ پر سوار ہو گئے۔ اور حضور علیہ السلام انہیں چومنے لگے۔ تو فرشتے نے آپ سے کہا کیا آپ کو ان سے محبت ہے۔ فرمایا ہاں۔ فرشتے نے کہا عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں جہاں یہ قتل ہوگا۔ اس نے آپ کو وہ جگہ دکھائی اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ ام سلمہ نے اسے لیکر کپڑے میں باندھ لیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے اور احمد نے بھی ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔ اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے۔ لیکن اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ فرشتہ جبریل تھا۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ اضافہ بھی ہوا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کرب و بلا کی خوشبو آتی ہے۔ سہلۃ بکرا الاول سخت ریت کو کہتے ہیں۔ جو باریک اور نرم نہ ہو۔

املا کی روایت اور ابن احمد کی زیادة المسند میں ہے کہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ پھر آپ نے وہ مٹی مجھے دے دی۔ اور فرمایا کہ یہ اس زمین کی مٹی ہے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ جب یہ مٹی اہو ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں میں نے اس مٹی کو ایک بوتل میں رکھ دیا اور میں کہا کرتی تھی کہ ایک دن یہ خون میں تبدیل ہو جائے گی۔ وہ بہت بڑا دن ہوگا۔ اور حضرت ام سلمہ ہی کی روایت میں ہے کہ قتل

حسین کے روز میں نے اُسے پھڑا تو وہ خون ہو گئی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ پھر جبریل نے کہا کیا میں آپ کو ان کے قتل گاہ کا مٹی دکھاؤں وہ چند مٹھیاں مٹی لے کر آیا۔ جسے میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب قتل حسین کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا سے

اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں

عذاب و ذلت کی خوشخبری ہو تم پر ابن داؤد ،

موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت پڑ

چکی ہے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں روپڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو وہ مٹی خون ہو کر بہہ پڑی اور ابن سعد نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علیؑ کو بلاتے گزرے۔ یہ فرات کے کنارے نینوی بستی کے بالمقابل ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام پوچھا آپ کو بتایا گیا کہ اسے کر بلا کہتے ہیں۔ تو آپ روپڑے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔ پھر فرمایا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ تو آپ روپڑے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے گریہ کناں میں فرمایا۔ ابھی جبریل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے ایک جگہ قتل ہوگا۔ جسے کر بلا کہا جاتا ہے۔ پھر جبریل نے ایک مٹھی میں مٹی پھڑک کر مجھے سونگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکا۔

احمد نے حضرت علیؑ سے مختصر روایت کی ہے کہ میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آگے ساری وہی حدیث بیان کی ہے۔
 الملائ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی قبر حسین کے پاس سے
 گزرے اور فرمایا یہاں ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہاں
 ان کے کوچ کی جگہ ہے۔ یہ آل محمد کے نوجوانوں کے خون بہنے کی جگہ ہے
 وہ اس میدان میں قتل ہوں گے اور زمین و آسمان ان پر رڑیں گے۔
 ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ایک کمرہ تھا۔ جس کی سیڑھی حضرت عائشہ کے حجرہ میں تھی۔ جس سے
 آپ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے۔ جب آپ جبریل علیہ السلام ملاقات
 کا ارادہ کرتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ کو حکم دے دیا کرتے
 تھے کہ کوئی آدمی اوپر نہ آئے۔ حضرت حسین حضرت عائشہ کی لاعلمی میں
 اوپر چڑھ گئے تو جبریل نے کہا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا
 ہے۔ آپ نے حضرت حسین کو پکڑ کر انہی ران پر بٹھایا تو جبریل نے
 آپ سے کہا کہ عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیٹے کو، جبریل نے کہا ہاں! اور
 اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس علاقے کے متعلق بھی بتا دوں۔ جس
 میں اسے قتل کیا جائے گا۔ تو جبریل نے عراق کے علاقے طلف کی
 طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ
 کو دکھائی اور کہا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں حضرت حسین قتل ہو کر
 گریں گے۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ام
 سلمہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا اور

آپ کے سر اور داڑھی میں مٹی پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا ابھی حسین کو قتل کیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس نے لعف النہار کے وقت آپ کو سراگندہ مٹو، غبار آلود صورت میں دیکھا۔ آپ ہاتھ میں ایک خون کی بوتل اٹھائے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباس نے آپ سے پوچھا تو فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں اس دن سے ہمیشہ اس کی جستجو میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت حسین حضور علیہ السلام کے فرمان کے عین مطابق ارض عراق میں، نواج کوفہ میں، کربلا میں شہید ہو گئے۔ یہ جگہ طف کے نام سے بھی معروف ہے۔ آپ کو سنان بن نحس نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک اور آدمی نے آپ کو ۵۶ سال میں دس عرم کو جمعہ کے روز ۵۶ سال چند ماہ کی عمر میں قتل کیا۔ جب وہ آپ کو قتل کر چکے تو آپ کے سر کو نیرید کی لطف بھیجا اور پہلی منزل میں اتر کر سر سے پٹنے لگے۔ اسی اثناء میں ایک ہاتھ دیوار سے باہر آیا۔ جس کے ساتھ ایک لوہے کا قلم تھا۔ اس نے خون سے ایک سطر لکھی۔

کیا وہ اُمت جس نے حسین کو قتل کیا ہے۔ یوم حساب کو اس کے نانا کی شفاعت کی اُمید رکھتی ہے۔

پس وہ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس شعر کو منصور بن عمار نے بیان کیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے۔ کہ یہ شعر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل ایک پتھر پر پایا گیا۔ اور وہ ارض روم کے ایک گرجا میں بھی لکھا ہوا تھا۔

یہ معلوم نہیں کہ اسے کس نے کھائے

حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبوة میں ازویہ کی نصرت کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے کہا جب حضرت حسین بن علی قتل ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ بھی احادیث میں یہ بات بیان کی گئی ہے۔ آپ کے قتل کے روز جو نشانات ظاہر ہوئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان اس قدر بھجنگ ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔ جو پتھر بھی اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔ ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو یمن سے عراق جانا چاہتا تھا۔ وہ انہیں ان کے قتل کے وقت ملا تھا۔

ابن عیینہ نے اپنی راوی سے بیان کیا ہے کہ ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں تبدیل ہوئی اور اس نے اس کی خبر اُسے دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے انہیں چوہوں کی طرح کی چیز نظر آئی۔ انہوں نے اسے پکایا تو وہ مصتر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ کے قتل کی وجہ سے آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ نصف النہار کو سترے نظر آنے

لے ایک روایت میں ہے کہ یہ شعر ایک گڑھے میں پایا گیا جسے ایک بھون کے آدمی نے کھودا تھا۔ اسے حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی امامی میں بیان کیا ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں اس قسم کی باتیں وضع کرنے والا حیا کو ترک کر دیتا ہے۔

لگے۔ لوگ خیال کرنے لگے کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کے بعد آسمان سات روز تک ٹھہرا رہا۔ دیواریں سرخی کی شدت سے سرخ چادروں کی طرح نظر آتی تھیں۔ اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرنے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تمام دنیا تین روز تک تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو پتھر بھی اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون ملا۔ اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ثعلبی اور ابونعیم نے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے۔ بیان کیا ہے یعنی یہ کہ ان پر خون کی بارش ہوئی اور ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بھیج ہوئی تو ہمارے کنوئیں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ میں در و دیوار پر خون کی طرح بارش ہوئی اور جب سر حسین کو زیاد کے گھرا لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہہ گئیں۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ آسمان رو پڑا اور اس کا روزا اس کی سرخی تھی اور دوسروں نے کہا کہ آسمان کے افق قتل حسین کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھی جاتی رہی۔ ابن سیرین نے کہا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ شفق کے ساتھ جو

سرخی ہوتی ہے وہ قتل حسین سے قبل نہ ہوتی تھی اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ سرخی قتل حسین سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرہ کی سرخی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ جسمانیات سے پاک ہے پس اس نے قاتلین حسین پر ان کے عظیم گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار افق کی سرخی سے کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب عباس کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تو ان کے رونے کی آواز نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اچاٹ کر دی۔ پس حسین کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

جب حضرت حمزہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا میرے سامنے نہ آنا کیونکہ میں پسند نہیں کرتا کہ میں محبوبوں کو قتل کرنے والوں کو دیکھوں۔ وہ کہتے ہیں یہ بات آپ نے اس امر کے باوجود کہی کہ اسلام ماقبل کی باتوں کو ختم کر دیتا ہے۔ پس حضور علیہ السلام کی قلبی کیفیت قاتل حسین اور آپ کے قتل کا حکم دینے والے کے دیکھنے سے کیا ہوئی ہوگی۔ آپ کے اہل کو اونٹوں کے کجاووں پر لا کر لے جایا گیا۔ اور یہ بات جو بیان ہوئی ہے کہ شام یا دنیا میں جو پتھر اٹھایا جاتا۔ اس کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا۔ یہ واقعہ حضرت علی کے قتل کے روز بھی ہوا جیسا کہ بہقی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔ انہوں نے زہری سے بیان کیا ہے کہ وہ شام آئے اور الغزو جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے عبدالملک کے پاس آکر اسے اطلاع دی حضرت علی کے قتل کے

روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون نظر آتا۔ پھر اُس نے کہا یہ بات میرے اور تیرے سوا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ پس تو یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ وہ کہتے ہیں پھر میں نے اس کی موت کے بعد لوگوں کو یہ بات بتائی اور انہی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبد الملک کے علاوہ کسی اور آدمی نے یہ بات بتائی۔

بیہقی کہتے ہیں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ قتل حسین کے وقت ہوا اور شاید خون دونوں کے قتل کے وقت پایا گیا ہو۔ اے ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں

اے ابن کثیر کہتے ہیں کہ شیعوں نے یوم عاشورہ کے متعلق بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے اور ایسی بیہودہ اور جھوٹی احادیث گھڑی ہیں کہ اس دن سورج کو گرہن لگا۔ یہاں تک کہ ستارے نمودار ہو گئے اور ہر پتھر کے نیچے خون پایا گیا۔ اور آسمان کے اطراف سرخ ہو گئے۔ اور طلوع آفتاب کے وقت اس کی کرنیں خون کی طرح ہوتی تھیں۔ اور ستارے آپس میں ٹکرائے۔ اور آسمان نے سرخ خون برسایا وغیرہ وغیرہ۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قتل حسین کے متعلق شیعوں اور رافضیوں نے بہت جھوٹ بولا ہے۔ اور باطل روایات بنائی ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ یہ ابی مخنف لوط بن یحییٰ کی روایات ہیں۔ جو شیعہ تھا اور آئمہ کے نزدیک وہ ضعیف الحدیث ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ رافضیوں اور شیعوں نے یوم عاشورہ کو شامی خوارج کی مخالفت میں یہ باتیں اختیار کی ہیں۔ وہ روافض سے عناد کے باعث اس روز دانے پکاتے، فصل کرتے، قیمتی کپڑے پہنتے اور اسے عید بنایا کرتے تھے۔



گفتگو کر رہے تھے کہ حسین کسی نے بھی قتل حسین میں معاونت کی ہے
اُسے موت سے پہلے مصیبت آئی اُسے تو ایک بوڑھے نے کہا میں نے
بھی قتل حسین میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ
چراغ کو درست کرنے کیلئے اٹھا تو اُسے آگ نے پکڑ لیا۔ اور وہ
آگ آگ کہتا ہوا فرات میں گھس گیا۔ مگر آگ نے اس کا بیچا نہ چھوڑا
یہاں تک کہ مر گیا۔

منصور بن عمار نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض پیکس
کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ اور ایک راویہ کو پلاتا تھا مگر وہ سیراب
نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت لمبے ہیں۔ یہاں تک کہ
جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اُسے گردن پر رسی کی طرح لپیٹ لیتا
سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں
ایک آدمی نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتل
حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا بُری موت مرا ہے۔ تو میزبان نے
اس بات کی تکذیب کی اور کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تجارت
کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ پک
کر اس کے جسم کو لگا گئی اور اُسے جلا کر رکھ دیا۔ سدی کہتے ہیں
خدا کی قسم میں نے اُسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح ہو گیا تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے تابعین میں سے کوئی ایک
شخص بھی نہیں جسے اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا وہ قتل ہو یا اندھا
ہو گیا یا رکس یا تھوڑے عرصے میں اس کی حکومت جاتی رہی۔
سبط ابن جوزی نے واقعی سے بیان کیا ہے ایک بوڑھا

آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے بن کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے سامنے چڑے کی بساط بٹری ہے اور دس قاتلین حسین آپ کے سامنے ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کی رو سیاہی کی زیادتی پر اُسے بُرا بھلا کہا اور پھر خون حسین سے ایک سلاٹی اس کی آنکھ میں ڈالی جس سے وہ اندھا ہو گیا۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے سر حسین کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکایا اور کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ تار کول سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔ اُسے کہا گیا تو عربوں میں سے سب سے سیراب چہرہ آدمی تھا تو اس نے جواب دیا کہ جب سے میں نے سر حسین کو اٹھایا ہے ہر رات مجھے دو آدمی میرے بستر سے پکڑ کر شعلہ زن آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور مجھے اس میں پھینک دیتے ہیں اور میں وہاں سے اُلٹے پاؤں لوٹتا ہوں جیسے کہ تو دیکھ رہا ہے پس وہ مجھے دھکے دیتے ہیں۔ پھر وہ نہایت بُری حالت میں مر گیا۔

اے ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت حسین کے قتل کے نتیجے میں پیدا ہوئے والے فتنوں کے بارے میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں آپ کے قاتلین میں سے دنیا میں کوئی کم ہی آفت و مصیبت سے بچا ہے۔ کسی کو مرض نے آیا۔ اکثر پاگل ہو گئے۔ حادثہ ثانیہ کے متعلق منصور نے جو بیان کیا ہے وہ مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

ایسے ہی اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک تھال پڑا ہے جس میں خون ہے اور لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور آپ ان کو خون سے متحیر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ میں بھی آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں تو قتل حسین کے وقت موجود نہ تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تیری خواہش تھی کہ حسین قتل ہو پھر آپ نے اپنی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے کہ ایک شخص نے کہا اللہ تعالیٰ فاسق بن فاسق حسین کو قتل کرے تو اللہ تعالیٰ نے درست سے اس کی آنکھوں میں دے دے مارے اور وہ اندھا ہو گیا۔

بارز کی نے منقول سے بیان کیا ہے کہ اس نے شام میں ایک آدمی کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کی طرح تھا۔ اس نے اس سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا وہ ہر روز حضرت علی پر ہزار بار لعنت کرتا تھا۔ اور جمعہ کو کئی ہزار مرتبہ اور اس کی اولاد بھی اس میں شامل ہوتی تھی۔ پھر میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس نے ایک لمبا خواب بتایا جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت حسن نے حضور علیہ السلام کے پاس میری شکایت کی تو آپ نے مجھ پر لعنت کی۔ پھر میرے چہرے پر حقوک دیا تو آپ کے حقوک کی جگہ خنزیر بن گئی اور لوگوں کے لئے ایک نشان ہو گیا۔

اللہ نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسین پر جنات کو فوجہ کرتے سنا اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس قدر روئیں کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ محمد کا خون پاک ہے یا ناپاک۔ آپ نے فرمایا تو کن لوگوں میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھو یہ مجھ سے محمد کے خون کے متعلق پوچھتا ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ اور میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

آپ کے مدینہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب ۶۰ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین سے میری بیعت لے لے تو آپ جان کے خوف سے مکہ بھاگ آئے کوئیوں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجے کہ آپ کو فہ چلے آئیں۔ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ اور جو ظلم ہم سے ہو چکے ہیں ان سے درگزر فرما دیں۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا۔ اور بتایا کہ یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ مگر حضرت حسین نے آپ کی بات نہ مانی۔ پھر آپ نے کہا کہ آپ اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اس سے بھی آپ نے انکار کیا۔ تو حضرت ابن عباس

رو پڑے اور کہا ہاٹے میرے پیارے حضرت ابن عمر نے بھی آپ کو روکا۔ مگر آپ نہ مانے تو حضرت ابن عمر نے روتے ہوئے آپ کی آنکھوں کے درمیان یوسہ دیا اور کہا اے مقتول میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ نے انہیں کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک مینڈھا ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ میں وہ مینڈھا بتوں اور حضرت حسن کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت حسین سے فرمایا کہ کوفہ کے بیوقوفوں کے درغلانے سے بچنا۔ وہ تجھے گھر سے نکال دیں گے۔ اور میرے بار و مددگار چھوڑ دیں گے۔ پھر آپ کو تدامت ہوگی۔ مگر اس وقت کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ یہ بات حضرت حسن نے اس رات کہی جس رات آپ قتل ہوئے حضرت حسین نے آپ کے لئے رجم کی دعا کی۔ جب آپ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچے تو آپ ایک طشت میں وضو کر رہے تھے آپ نے رو کر اس طشت کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو آپ کے اس سفر سے غمگین نہ ہو آپ نے اپنی آمد سے قبل مسلم بن عقیل کو بھیجا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آکر آپ کو قتل کر دیا۔ اور آپ کا سر یزید کو بھیج دیا جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اُسے حضرت حسین کے متعلق انتباہ کیا۔ سفر کے دوران حضرت حسین کی ملاقات فرزدق سے ہوئی تو آپ نے اس سے پوچھا کہ

لوگوں کی کوئی بات سناؤ۔ اس نے جواب دیا اسے فرزندِ رسول !
 حالات سے واقفیت رکھنے والے کے نزدیک موت کا وقت آگیا ہے
 لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں نبی امیر کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ
 آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
 حضرت حسین چلتے جا رہے تھے آپ کو اس بات کا علم نہ
 تھا کہ مسلم کے ساتھ کیا ہوتی ہے۔ جب آپ قادسیہ سے تین روز کی
 منزل پر رہ گئے تو آپ کو ابن یزید تمیمی نے خبر دی اور کہا واپس چلے
 جائیے۔ میں اپنے پیچھے تمہارے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا۔
 جس کی امید میں آپ آگے جانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کو تمام واقعہ
 اور ابن زیاد کی آمد اور اس کی تیاریوں کے متعلق مکمل اطلاع دی تو آپ
 نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ تو مسلم کے بھائی نے کہا خدا کی قسم ہم بدلہ
 لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ یا ہم قتل ہو جائیں گے۔ آپ نے
 فرمایا تمہارے بعد جینے میں کوئی مزا نہیں۔ آپ پھر آگے چلے
 تو آپ کو ابن زیاد کا ہرادل دستہ بلا تو آپ آٹھ محرم سالہ کو کربلا
 کی طرف مڑ گئے۔ جب آپ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے
 سنا کہ دغاں کا امیر عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جس نے بارہ ہزار جنگجو
 آدمیوں کو آپ کی طرف تیار کر کے بھیجا ہے۔ جب وہ آپ کے
 پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے التماس کی کہ آپ ابن زیاد کے حکم
 کو مان کر یزید کی بیعت کر لیں۔ مگر آپ نے انکار کیا تو انہوں نے
 آپ سے جنگ شروع کر دی آپ سے جنگ کرنے والوں کی
 اکثریت خارجی تھی۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے اور آپ کی بیعت

کی تھی۔ پھر جب آپ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ سے وعدہ
 خلافی کی اور دیر کی بھلائی پر فوری حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کے
 دشمنوں سے جا ملے۔ آپ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ
 کے ساتھ اپنے اہل اور بھائیوں میں سے اُسی سے کچھ آدمی زیادہ
 تھے۔ اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ آپ کے
 دشمنوں کی تعداد بکثرت تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ تک پہنچ رہے
 تھے۔ اور جب آپ نے تلوار سونت کر ان پر حملہ کیا تو آپ نے یہ
 اشعار پڑھے۔

میں ابن علی ہوں جو آلِ باقم میں سے ایک عالم تھے اور
 فخر کیلئے مجھے یہاں بات کافی ہے کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول
 اور تمام سالوں سے معزز ہیں۔ اور لوگوں کے درمیان ہماری
 حیثیت روشن چراغ کی سی ہے۔ اور میری ماں فاطمہؓ احمد علیہ السلام
 کی اولاد ہے۔ اور میرے چچا جعفر کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے اور
 ہم ہی میں کتاب الہی نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت
 وحی اور بھلائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اگر وہ لوگ تذبذب کے ذریعہ آپ کے اور پانی کے درمیان
 حائل نہ ہو جاتے تو آپ پر بالکل قابو نہ پاسکتے۔ کیونکہ آپ وہ
 شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جاسکتے۔
 جب آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روکے رکھا
 گیا تو آپ سے دشمنوں میں سے ایک نے کہا میں اُسے دیکھ رہا ہوں
 گویا اس نے بادل کو مشقت میں ڈال دیا ہے کہ اس سے

ایک قطرہ نہ چکے گا۔ حضرت حسین نے اُسے فرمایا ۔
 اے اللہ اسے پیاسا مار دے وہ بکثرت پانی پینے کے باوجود
 سیر نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین نے پینے
 کے لئے پانی منگایا تو ایک آدمی نے درمیان میں حائل ہو کر آپ
 کے تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا تو آپ نے فرمایا اے اللہ
 اسے پیاسا رکھ تو وہ جینے لگا۔ اس کے پیٹ میں حرارت اور اس
 کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور بچکے تھے۔ اور اس
 کے پیچھے کانور پڑا تھا۔ پھر بھی وہ پیاس پیاس چلاتا تھا۔ اس کے
 پاس ستوا، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اسے پانچ دفعہ پیتا تو ان
 کے لئے کافی ہو جاتا۔ وہ اسے پیتا پھر چلاتا اسے پھر بلایا جاتا
 یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ کے اہل سے جنگ
 کا بازار گرم ہو گیا تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مرتا رہا۔
 یہاں تک پچاس سے زائد آدمی قتل ہو گئے تو حضرت حسین نے بازار
 بلند کہا کیا کوئی حریم رسول سے دفاع کرنے والا نہیں۔ اس وقت
 یزید بن ابی سرحہ الراعی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا
 اور کہا اے ابی رسول اللہ اگر مجھ میں آپ کے خلاف خرچ کرنے
 والا پہلا شخص ہوں لیکن اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔
 شاید اس طرح مجھے آپ کے نانا کی شفاعت حاصل ہو جائے پھر
 وہ آپ کے رد بر و لڑا۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ نے
 ساتھی ختم ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے تو آپ نے حملہ کر کے
 ان کے بہت سے بہادروں کو مار دیا پھر آپ پر بہت سارے

لوگوں نے حملہ کر دیا اور آپ کے اور آپ کے حرم کے درمیان
 حائل ہو گئے۔ تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا اپنے بیوقوفوں کو
 عورتوں اور بچوں سے روکو۔ پھر آپ سلسل لڑتے رہے۔ یہاں تک
 کہ انہوں نے زخموں سے آپ کا خون بہا دیا۔ اور آپ زمین پر
 گر پڑے تو انہوں نے عاشورہ کے روز سلاطین میں آپ کا سر کاٹ
 لیا۔ جب اُسے عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ کے قاتل
 نے یہ شعر پڑھے۔

میرم سولاریوں کو سونے اور چاندی سے بھر دو
 میں نے ایک ایسے بادشاہ کو مارا ہے۔ جسے
 چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں قبلتین میں نماز
 پڑھتا تھا۔ اور نسب میں سب سے بہتر تھا۔
 میں نے اُسے قتل کیا ہے۔ جو لوگوں سے ماں
 اور باپ کے لحاظ سے بہتر آدمی تھا۔

ابن زیاد نے ان شعروں کو سن کر غصے میں آکر کہا جب
 تو اسے اس قسم کا آدمی سمجھتا تھا تو پھر تو نے اُسے قتل کیوں کیا۔
 خدا کی قسم تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا۔ اور میں تجھے ضرور
 اس کے ساتھ ملا دوں گا۔ پھر اس نے اُسے مار دیا اور اس کے
 ساتھ آپ کے بھائیوں اور آپ کے بھائی حضرت حسن کے بیٹوں
 اور حضرت جعفر اور حضرت یحییٰ کی اولاد میں سے انیس آدمیوں اور
 ایک کے قول کے مطابق بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔
 حسن بصری کہتے ہیں اس وقت روئے زمین پر ان لوگوں

سا کوئی ہمسر موجود نہ تھا۔ جب آپ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو وہ اسے ایک طشت میں رکھ کر آپ کے دانتوں پر چٹری سے مارتے لگا۔ اور بڑے فخر سے کہتے لگا میں نے اس جیسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ اگرچہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے۔ اس وقت اس کے پاس حضرت انس موجود تھے۔ وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ دیاں حضرت زید بن ارقم بیٹھے تھے آپ نے اُسے فرمایا اپنی چٹری کو اٹھا لو۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ رونے لگے۔ تو ابن زیاد نے کہا اللہ تیری آنکھوں کو رلا لے اگر تو بوڑھا نہ ہوتا۔ تو تیری بکواس پر میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا تو آپ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اے لوگو آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ابن مرجانہ کو امیر بنالیا ہے خدا کی قسم یہ تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کر دے گا۔ اور تمہارے برے آدمیوں کو غلام بنائے گا۔ پس اس آدمی کے لئے ہلاکت ہو۔ جو ذلت اور عار سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد میں تجھے وہ بات ضرور بتاؤں گا۔ جو اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی ہوگی۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن کو دائیں اور حضرت حسین کو بائیں ران پر

بٹھایا اور پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے اللہ
میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مومنین کے پاس امانت رکھتا
ہوں۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
امانت کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ
لیا۔

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس
کے سر کو لایا گیا اور اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ مسجد میں
نصب کیا گیا تو ایک سانپ آکر سروں میں گھس گیا۔ یہاں تک کہ اس
کے نتھنے میں داخل ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں ٹھہرا پھر باہر آیا پھر آکر دو
تین بار ایسے ہی کیا۔ اور اس کے سر کو بھی وہیں نصب کیا گیا جہاں
حضرت حسین کے سر کو نصب کیا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی
عبید تھا۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا۔ جو حضرت حسین کو
بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی وجہ سے متندم تھا اور چاہتا تھا کہ اس
داغ کو دھو دیا جائے۔ اور مختار کے پیروکاروں میں سے ایک
گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین سے جنگ کرنے والے
چھ ہزار آدمیوں کو بڑی طرح قتل کیا۔ اور ان کا سردار عمر بن سعد بھی
قتل ہوا۔ اور حضرت حسین کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کی مطابق
مزید عذاب دیا گیا۔ اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے
روندا گیا۔ کیونکہ اس نے حضرت حسین کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔
لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن آخر میں اس نے
نہایت خباثت سے کام لیتے ہوئے خبر دی اور اسے یہ خیال آیا

کہ اس پر رحم ہوتی ہے۔ اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں۔ اور جب ابن زیاد نے تیس ہزار شکر کے ساتھ مصل میں پڑا دیا تو مختار نے ۶۹ھ میں اس کے لئے ایک گروہ تیار کیا۔ جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو عاشورہ کے روز فرات پر قتل کر دیا اور ان کے سر مختار کو بھیج دیئے تو اس نے انہیں وہیں نصب کروایا، جہاں حضرت حسین کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ یہاں تک کہ سانپ اس میں داخل ہوا۔ جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔

عبدالملک بن عمر کہتا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قمبر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور حضرت حسین کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف پڑا تھا۔ پھر میں مختار کے پاس اسی قصہ امارت میں گیا۔ تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پڑا پایا اور لوگ اسی طرح اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے پایا۔ میں نے اسے یہ بات بتائی تو اس نے کہا اللہ تجھے پانچواں سر وہاں نہ دکھائے۔ اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا۔ جب ابن زیاد نے حضرت حسین کے سر اور آپ کے ساتھیوں کے سروں کو اتارا تو انہیں آل حسین کے قیدیوں کے ساتھ نیرید کی طرف بھیجا۔ جب یہ نیرید کی طرف پہنچے تو کہتے ہیں کہ اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اور ابن زیاد سے بانداز تجاہل پیش آیا۔ اور آپ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ کی طرف بھیج دیا۔

سبط ابن الجوزی وغیرہ نے کہا ہے۔ مشہور بات یہ ہے کہ وہ شامیوں کو اکٹھا کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا۔ اور اس نے پہلی بات کو بر ملا کہا اور دوسری بات کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر قرنیہ یہ ہے کہ اس نے ابن زیاد کے مقام کو بڑھانے میں یہاں تک مبالغہ سے کام لیا کہ اسے اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ یہ بات اس شخص سے سرزد ہونا موجب تعجب نہیں جس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی ماری اور آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے اور عورتوں کو برہنہ منہ اذیتوں پر سوار کرا کر لے گیا۔

کہتے ہیں بلکہ سر اس کے خزانے میں تھا۔ اس لئے کہ سلیمان بن عبد الملک نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ملا طفت کرتے اور خوشخبری دیتے دیکھا۔ اس نے حضرت حسن بصری سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ شاید تو نے آپ کی آل سے کوئی نیکی کی ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے سر حسین کو نرید کے خزانے میں دیکھا تو میں نے اسے پانچ کپڑے پہنائے۔ بعد میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھا اور اسے قبر میں دفن کر دیا۔ تو حسن بصری نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے اظہارِ رضا مندی فرمایا ہے۔ تو سلیمان نے حکم دیا کہ حضرت حسن کو قیمتی انعام دیا جائے۔

یزید نے سر حسین کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اس وقت اس کے پاس قیصر کا لٹیری موجود تھا۔ اس نے ازراہ تعجب کہا کہ ہمارے پاس ایک جزیریہ کے ویر میں حضرت عیسیٰ

کے گدھے کا کمر ہے۔ ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آکر اس کا حج کرتے ہیں۔ اور تدریس مانتے ہیں۔ اور اس کی ایسی تعلیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی تعلیم کرتے ہو۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو اور ایک ذمی نے کہا میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر آباء کا فاصلہ ہے۔ اور یہودی میری تعلیم اور احترام کرتے ہیں۔ اور تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سر پر پہرہ لگایا گیا تھا۔ جب کبھی وہ کسی منزل پر پڑاؤ کرتے اُسے نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ اُسے ایک راہب نے دیر میں دیکھا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اُسے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا تم بہت بُرے لوگ ہو کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اُسے دھویا۔ خوشبو لگائی اور اُسے اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگا۔ اور صبح تک روتا رہا۔ اور پھر مسلمان ہو گیا۔ کیونکہ اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ دیر سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا۔ اور اہل بیت کی خدمت کرنے لگا۔ اُن پہرے داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے عقیلوں کو کھولا تاکہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئے ہیں۔ اور ہر ایک کے ایک طرف یہ سکھا ہوا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ اور دوسری طرف وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اِیَّیْ مَنْتَلَبٍ بِمَنْتَلَبٍ کے الفاظ سکھے ہوئے ہیں۔

خاتمہ میں اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا ایسا کرنے سے رگنا چاہیے۔ حضرت حسین کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا۔ تو اہل کوفہ رو پڑے تو حضرت زین العابدین بن الحسین نے فرمایا سنو یہ لوگ اگر ہماری وجہ سے مہر دیتے ہیں تو ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔

حاکم نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں ہے اس تعداد کا آپ کے سبب سے قتل ہو جانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد کی طرح ہے کیونکہ اس فتنہ نے متقی لوگوں سے تعصبات اور مقاتلہ تک نوبت پہنچا دی تھی۔

حضرت اما زین العابدین علم و زہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلف تھے۔ آپ جب نماز کے لئے وضو کرتے۔ تو آپ کا

اے ابوبکر الشافعی نے الغیلا نیات میں اس حدیث کو موضوع سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے ابونعیم سے چھ آدمیوں کے طریق سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے تلخیص میں اس سے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

رنگ زرد پڑ جاتا آپ سے اس بارہ میں دریافت کیا گیا تو فرمایا آپ نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک دن رات میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ابن جردن نے زہری سے بیان کیا ہے کہ عبد الملک آپ کو مدینہ سے بہت دُرنی بیٹریاں ڈال کر کے لایا۔ اور آپ کو محافظوں کے سپرد کر دیا زہری آپ کو الوداع کرنے آئے تو رو کر کہنے لگے میں چاہتا ہوں کہ میں آپ کی جگہ اس حالت میں ہوتا۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوگا کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اگر میں چاہوں تو یہ تکلیف نہ ہو۔ یہ لوہے مجھے عذاب الہی کی یاد دلاتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ پاؤں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے نکلے۔ پھر فرمایا میں مدینہ سے دو روز تک ان کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ دو دن گزرنے کے بعد آپ ان سے روپوش ہو گئے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے مگر آپ کو کہیں نہ پایا۔ زہری کہتے ہیں میں عبد الملک کے پاس آیا تو اس نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے اسے بتایا۔ اس نے کہا جس روز وہ روپوش ہوئے ہیں اس دن میرے پاس ان کے مددگار آئے اور وہ بھی میرے پاس آکر کہنے لگے۔ مجھے مجھ سے کیا نسبت۔ میں نے کہا میرے ہاں قیام فرمائیے تو انہوں نے جواب دیا میں آپ کے ہاں قیام کرنا پسند نہیں کرتا پھر وہ چلے گئے۔ خدا کی قسم ان کے خوف سے میرا دل بھر گیا۔ اسی وجہ سے پھر عبد الملک نے مجھ کو لکھا کہ وہ بنی عبد المطلب کی خونریزی سے اجتناب کرے

کرے اور اُسے حکم دیا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھے۔ حضرت زین العابدین پر یہ بات منکشف ہوئی تو آپ نے عبد الملک کو لکھا تو نے فلاں دن حجاج کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی بنی عبد المطلب کے حق کے بارے میں اس اس طرح سے رازداری سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں تمہاری قدرت دانی کی ہے۔ اور اس خط کو اُسے بھیج دیا۔ جب وہ خط سے مطلع ہوا تو اس میں وہی تاریخ رزح تھی۔ جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا اور اپنے اہلچی کو بھیجا تھا۔ تو اُسے معلوم ہو گیا کہ زین العابدین پر اس کے معاملے کا انکشاف ہو گیا ہے۔ تو وہ اس سے بہت خوش ہوا۔ اور آپ کی طرف اپنے غلام کے ساتھ ایک سواری کے بوجھ کے مطابق درہم اور کپڑے بھیجے اور آپ سے التجا کی کہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ابو نعیم اور سلفی نے بیان کیا ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے اپنے باپ کی زندگی یا ولید کے زمانے میں حج کیا تو بیڑ کی وجہ سے جو اسود مک پہنچنا اس کے لئے ممکن نہ ہو سکا تو زمزم کی ایک جانب اس کیلئے منبر نصب کیا گیا۔ جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ارد گرد اہل شام کے سیربر آوردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین آگئے جب آپ جو اسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے جو اسود کو بوسہ دیا۔ شامیوں نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دیکھیں لینا نہ شروع کر دیں۔ کہا میں انہیں نہیں

جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا میں اسے جانتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

یہ وہ شخص ہے جسے بطحا، بیت اللہ اور حل و حرام
سب چانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہترین آدمی
کا بیٹا ہے اور یہ متقی، پاک، اصاف اور جندے کی
طرح نمایاں ہے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک
کنے والے نے کہا اس شخص کی خوبیوں پر خوبیاں ختم
ہو جاتی ہیں۔ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے
جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں۔

یہ ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں سے چند اشعار یہ بھی
ہیں۔

اے ہشام اگر تولد سے نہیں جانتا تو میں بتائے
دیتا ہوں کہ یہ ناطقہ قبول کا جگر گوشہ ہے۔ جس کے
نانا پر سلسلہ انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔ تیرا یہ قول
اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کے پہچاننے
سے تو نے انکار کیا ہے۔ اسے عرب و عجم پہنچتے
ہیں۔

پھر اس نے کہا یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت
کرنا دین اور ان سے بغض رخصت کفر ہے۔ اور ان کا قرب نجات
اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سعی
نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم خواہ کس قدر کریم ہو ان کا لگا بھلی نہیں

ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو غضبناک ہو کر فرزدق کو
عسکان مقام پر محبوس کر دیا۔ امام زین العابدین نے فرزدق کو بارہ ہزار
درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی۔ اگر سہارے پاس
زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے۔ فرزدق نے جواب دیا
میں نے آپ کی مدد صرف خدا تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر کی ہے
کسی انعام کے لئے نہیں کی۔ تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا
کہ ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا
کرتے تو فرزدق نے وہ درہم قبول کر لئے۔ اور پھر قید ہی میں
ہشام کی ہجو لکھی۔ اور اسے بیچ دی۔ تو اس نے فرزدق کو قید
سے رہا کر دیا۔ حضرت امام زین العابدین بڑے درگزر کرنے والے
اور صاحب عفو تھے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی نے آپ کو دشنام
دی تو آپ نے تغافل سے کام لیا۔ اس نے کہا میں آپ کو گالیاں
دے رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے اعراض کر رہا ہوں
اور اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ

خذ العفو وأمر بالعرف عفو کو اختیار کر۔ نیکی کا حکم دے
واعرض عن الجاہلین۔ اور جاہلوں سے اعراض کر۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ذلت سے سرخ اونٹوں کے
حصول جیسی خوشی ہوتی ہے۔ آپ نے ستاون سال کی عمر میں
وفات پائی۔ جن میں سے دو سال آپ اپنے دادا حضرت علی
کے پاس رہے پھر دس سال اپنے چچا حضرت حسن کے پاس

رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت حسین کے پاس رہے۔ کہتے ہیں ولید بن عبد الملک نے آپ کو زہر دے دیا تھا۔ آپ کو گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو چھوڑ کر حضرت حسن کے ساتھ بقیع میں دفن کیا گیا۔

ابو جعفر محمد الباقر علم وزہد اور عبادت میں آپ کے وارث ہوئے۔ آپ کا نام باقر اس لئے رکھا گیا ہے کہ بقر زمین کو چھاڑنے اور اس کی پوشیدہ چیزیں نکالنے کو کہتے ہیں۔ آپ نے احکام الہیہ کے اندر جو حقائق و معارف کے خزانے پوشیدہ ہیں انہیں نمایاں کیا ہے اور انکی حکمتیں اور لطائف بیان کئے ہیں۔ وہ خزانے بے بصیرت اور بد باطن لوگوں پر مخفی رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ نے علم کو چھاڑا۔ اُسے جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند کیا ہے۔ آپ پاک نفس صاف دل، بڑے صاحب علم و عمل اور صاحب شرف تھے۔ آپ کے اوقات الماعت الہی سے معمور تھے۔ آپ کو عارفین کے مقامات میں وہ علامات حاصل ہیں جن کی صفت کے بیان سے زبانیں در ماندہ ہیں بے لکڑ معارف میں آپ کے بہت سے کلمات ہیں یہ رسالہ ان کے بیان کا متحمل نہیں ہو سکتا اور آپ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ ابن المدینی نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپکو چھپٹنے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ بات کیسے ہوئی، کہنے لگے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حسین آپ کی گود میں تھے

اور آپ ان کھلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا جابر، حسین کے ہاں ایک بچہ ہوگا۔ جس کا نام علی ہوگا۔ جب قیامت کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا پھر اس کے ہاں ایک لڑکا ہوگا اس کا نام محمد ہوگا۔ اسے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا سلام کہنا۔ آپ کی وفات اٹھاون سال کی عمر میں اپنے باپ کی طرح زہر خورانی سے ہوئی آپ مال اور باپ کی طرف سے علوی ہیں۔ اور آپ کی تدفین بقیع میں حضرت حسن اور حضرت عباس کے گنبد میں ہوئی ہے۔ آپ نے چو لڑکے پیچھے چھوڑے جو بڑے صاحب فضل و کمال تھے۔

حضرت جعفر صادقؑ :- آپ امام باقر کے خلیفہ اور دسی تھے۔ لوگوں نے آپ سے ایسے علوم نقل کئے ہیں جنہیں سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی۔ اکابر آئمہ جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، مالک، سفیان بن، ابو حنیفہ شعبہ، ایوب سختیانی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ کی والدہ فروہ بنت القاسم مگر بن ابی بکر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہو

منصور نے جب حج کیا تو آپ کی چغلی کی گئی۔ جب چغلی خور گواہی کے لئے آیا تو آپ نے اُسے فرمایا کیا تو حلف اٹھاتا ہے اس نے کہا ہاں۔ اور اس نے حلف اٹھایا۔ آپ نے کہا اس بات پر امیر المؤمنین اس کو حلف دیجئے۔ اس نے اُسے کہا کہ میں سے اللہ تعالیٰ کی قوت سے ہزار ہو کر اپنی قوت کی پناہ میں آتا ہوں کہ جعفر نے اس اس طرح کیا اور کہا ہے تو وہ آدمی ایسا کہنے سے

رُک گیا۔ پھر اس نے حلف اٹھایا۔ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ وہیں مر گیا۔ تو امیر المومنین نے حضرت جعفر سے کہا آپ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے۔ پھر آپ واپس ہوئے تو زینح آپ کو اپنے انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملا۔ یہاں یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے اس قسم کی حکایت یحییٰ بن عبد اللہ بن المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط کی بھی ہے۔ کہ ایک زبیری آدمی نے رشید کے پاس آپ کی چغلی کھائی۔ تو آپ نے قسم کا مطالبہ کیا۔ تو وہ غلط بولنے لگا۔ رشید نے اسے ڈانٹا۔ پھر یحییٰ کو اس سے قسم لینے پر مقرر کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ مضطرب ہو کر پہلو کے بل گر پڑا۔ لوگوں نے اسے مانگ سے پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ اس بات میں کیا راز ہے تو اس نے جواب دیا کہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی جبرمگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں ملتی۔ اور مسعودی نے بیان کیا ہے۔ کہ یہ قصہ میرے بھائی یحییٰ کے ساتھ ہوا جو موسیٰ الجون کے لقب سے ملقب تھا۔ کہ ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کھائی اور ان دونوں کے درمیان طویل گفتگو ہوئی۔ پھر موسیٰ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو اس نے جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ حلف اٹھایا۔ جب اس نے حلف اٹھایا تو موسیٰ نے کہا اللہ اکبر میرے باپ نے میرے دادا سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کو چھوڑ کر اپنی قوت و

طاقت کے نیچے لگ گیا اور ایسا اس نے جھوٹا ہونے کی حالت میں کیا ہو
 تو اللہ تعالیٰ اسے تین دن سے پہلے پہلے سزا دے دیتا ہے۔ قسم بخدا
 نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ امیر المؤمنین اب یہ
 بات مجھ پر چھوڑ دیجیئے۔ اگر تین دن گزر جائیں اور زہری کو کوئی
 حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہوگا۔ اس نے یہ بات
 آپ پر چھوڑ دی۔ ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گزرا تھا کہ زہری
 کو جذام ہو گیا اور وہ سوز کرمشکیزے کی طرح ہو گیا۔ اور تھوڑا سا
 وقت گزرنے کے بعد مر گیا۔ اور جب اسے قبر میں اتارا گیا تو اس
 کی قبر بیٹھ گئی۔ اور اس سے نہایت بدبو دار ہوا آئی۔ پھر اس میں
 کانٹوں کے ٹوکڑے ڈالے گئے۔ تو وہ دوسری دفعہ بیٹھ گئی۔ رشید
 کو اس کی اطلاع دی گئی تو اسے بہت حیرانی ہوئی پھر اس نے موسیٰ
 کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور اس سے اس قسم کا راز
 پوچھا تو اس نے اسے وہ حدیث بتائی کہ اس کے دادا نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایسی قسم کھاتا ہے جس
 میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے
 شرم محسوس کرتا ہے۔ اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی
 قوت و طاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اسے تین دن سے پہلے سزا
 دے دیتا ہے۔

ایک مکرش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات بھر نماز
 پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سحری کے وقت اس پر بددعا کی تو اس کی
 موت کے متعلق آوازیں سنی گئیں۔ جب اسے حکم بن عباس کلبی کا

قول اس کے چچا زید کے متعلق پہنچا کہ ے
ہم نے زید کو تمہارے لئے کھجور کے تنے پر صلیب دی
ہے اور ہم نے کسی ہمدی کو تنے پر صلیب پاتے نہیں دیکھا۔
تو آپ نے فرمایا اے اللہ اپنے کتوں میں سے کوئی
کتا اس پر مسلط کر دے۔ تو اُسے ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔

آپ کے مکاشفات | آپ کے چچا زاد بھائی
عبداللہ المحض بنی ہاشم کے

شیخ اور محمد بنو نفس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے کے والد تھے۔
بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے
بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ اور
جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کرے۔ مگر اس
نے ایسا نہ کیا۔ تو آپ پلان دونوں سے حسد کرنے کی ہمت لگائی
گئی۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا بیعت لینا نہ میرے لئے اور نہ ہی
ان دونوں کے لئے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والا شخص لے گا۔
جس کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور
عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر کی پیشگوئی
ہمیشہ اس کے متعلق کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اُسے
بادشاہ بنا دیا۔ اور حضرت جعفر سے پہلے ان کے باپ حضرت باقر نے
منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قابض ہونے اور اس کی مدد
حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نے آپ سے کہا ہماری
حکومت تمہاری حکومت سے پہلے ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا

کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا بنی امیر کی مدت لمبی ہوگی یا ہماری۔ فرمایا تمہاری۔ اور اس بادشاہ سے تمہارے بچے اس طرح کھیلیں گے۔ جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی۔ اور وہ زمین کا مالک ہوا۔ تو حضرت جعفر کے قول سے متعجب ہوا۔

ابو القاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا کہ میں نے سلاطین میں رنج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قبلین پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے۔ اس نے کہا اے میرے رب اے میرے رب یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا یا حی، یا حی۔ یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔ پھر کہنے لگا اے میرے اللہ میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ پس مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ میری دو چادریں یوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دیدے۔ لیث کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا۔ پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں۔ میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہیں۔ میں نے کہا

اس لئے کہ آپ نے دنیا کی ہر چیز میں ایمان رکھا ہوں۔ اس نے
 کہا: جیسے اور کھائے۔ میں آگے بڑھا اور لنگور کھائے۔ اس جیسا
 لنگور میں نے کبھی نہیں کھایا۔ اس کی گھٹلی بھی نہ تھی۔ ہم کھکر سیر ہو گئے
 مگر لنگوری میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اس نے کہا: جمع نہ کرو اور نہ
 ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھو۔ پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری
 مجھے دے دی۔ میں نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ ایک
 ساتھ بند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں۔ وہ اپنی دونوں بوسیدہ
 چادروں کو ہاتھ میں لئے نیچے اتر گیا۔ تو اسے سعی کی جگہ پر ایک
 آدمی ملا۔ اس نے کہا: اے ابن رسول اللہ! اللہ نے جو تجھے پہنایا
 ہے اس سے مجھے بھی پہنا دیں۔ کیونکہ میں ننگا ہوں تو اس نے
 دونوں چادریں اسے دے دیں تو میں نے اس سے پوچھا یہ
 کون ہے۔ اس نے کہا: یہ جعفر صادق ہیں۔ میں نے اس کے بعد
 ان سے کچھ سننا چاہا مگر مجھے اس کی ہمت نہ ہوئی۔
 آپ کی وفات ۱۸۰ھ میں نہر ثورانی سے ہوئی۔ جیسا
 کہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۸ سال تھی۔ آپ
 کی تدفین اسی قبر میں اپنے اہل کے چھ مردوں اور بیٹی کیساتھ
 ہوئی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم آپ علم و معرفت اور فضل و کمال
 میں حضرت جعفر صادق کے وارث

تھے۔ آپ کو بکثرت درگزر کرنے اور علم اختیار کرنے کی وجہ سے
 کاظم کہتے ہیں۔ اہل عراق میں آپ اللہ تعالیٰ کے پاس ضروریات

کو پورا کرنے والا دروازہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے۔ رشید نے آپ سے دریافت کیا آپ اپنے آپکو ذریت رسول کیسے کہتے ہیں حالانکہ آپ حضرت علی کی اولاد ہیں۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی
 وَمَنْ ذَرَّاهُ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ يَهَاں تک کہ آپ نے اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت بھی پڑھی فَمَنْ حَاكَمَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَنْبِیَاءَنَا وَانْبِیَاءَكُمْ الْاٰیٰتِہِ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کے سوا کسی کو نہیں بلایا۔ پس حضرت حسن اور حضرت حسین مدنوں بیٹے ہوئے۔

لبیکى عجیب و غریب کرامات | ابن جوزی اور راہرزی دینو نے شفیق بلخی سے

بیان کیا ہے کہ میں ۱۲۹۰ھ میں حج کے ارادہ سے نکلا تو میں نے آپ کو قادیہ میں لوگوں سے الگ تھک دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفیاء میں سے ہے۔ جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اسے زجر و توبیخ کرتا ہوں جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے شفیق

اجتنبوا کثیراً من الظن بدگمانی سے بہت بچنا چاہیے۔ یعنی ان یعنی الظن اثم بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا کہ وہ شہ صبح کریں۔ مگر وہ آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پھر میں نے انہیں اقصیٰ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اُن کے اعضاء مضطرب اور آنسو پٹ پٹا گر رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا۔ تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا کر کے کہا
 والی لغار لمن تاب و آمن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے
 الایۃ۔ اور ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں۔

جب وہ زمانہ میں اترے تو میں نے انہیں ایک کنویں پر دیکھا۔ جس کی ٹینڈیں اس میں گری ہوئی تھیں انہوں نے اس میں ریت بھینکی تو پانی ان کے لئے اِدھر چڑھ آیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے پانی لے کر وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر وہ ایک ریتیلے ٹیلے کی طرف گئے اور ریت انہوں نے پانی پیا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیسا ہے اس سے جو پیکر رہا ہے وہ مجھے کھلا دو۔ تو انہوں نے کہا اے شفیق ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے رب سے حسن ظن رکھا کر۔ پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اس سے پی لیا۔ کیا دیکھتا ہوں وہ توستوا اور شکر ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں پی۔ میں اُسے پی کر سیر ہو گیا۔ میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی۔ پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نوجوانوں اور پوشاک کے ساتھ ایسے امور میں مہمک ہیں جو راستہ والے امور کے بالکل خلاف ہیں۔ جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ کی چغلی کی گئی۔ اور

اُسے کہا گیا کہ ہر طرف سے فوج کے پاس اموال آ رہے ہیں۔ یہاں تک انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خرید لی ہے۔ تو اُس نے آپ کو پکڑ لیا اور بصرہ کے امیر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس نہج دیا۔ جس نے آپ کو ایک سال تک محبوس رکھا۔ پھر رشید نے اُسے آپ کے خون کے متعلق لکھا تو اس نے معذرت چاہی۔ آپ نے اسے بتایا کہ میں نے رشید کو بددعا نہیں دی اور یہ کہ وہ آپ کو اس کے سلام کے لئے نہ بھیجے اور میرا راستہ چھوڑ دے۔ رشید کو آپ کا یہ خط پہنچا تو اس نے سعدی بن سہاک کو ان کے سلام کے لئے لکھا اور یہ حکم بھی دیا کہ ان کو کھانے میں نہہر دے دیا جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کھجوروں میں نہہر دیا گیا۔ جس سے آپ کو سہارا ہو گیا اور تین دن بعد آپ فوت ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال تھی۔

سعدی نے بیان کیا ہے کہ رشید نے خواب میں حضرت علی کو دیکھا کہ آپ کے پاس ایک برہمچا ہے۔ اور آپ کہہ رہے ہیں اگر تو نے ظالم کو نہ چھوڑا تو میں تمہیں اس برہمچا کے ساتھ ذبح کر دوں گا۔ تو وہ خوف سے بیدار ہو گیا۔ اور اسی وقت اپنے پولیس آفیسر کو انہیں آزاد کرنے کیلئے بھیجا اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی دیے۔ اور کہا کہ میری طرف سے آپ کو ٹھہرنے یا مذنیہ چلے جانے کا اختیار ہے۔ اگر آپ قیام کریں گے تو میں آپ کی عزت کروں گا جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا میں نے آپ سے عجیب و غریب بات دیکھی اور بتایا کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھے کلمات سکھائے ہیں۔ ان کلمات کے
بتانے سے ظہر غ ہونے ہی اس لئے آپ کو رہا کر دیا۔ کہتے ہیں پہلے
موسیٰ ہادی نے آپ کو قید کیا۔ پھر رہا کر دیا۔ کیونکہ اس نے حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے دیکھا کہ

فهل عسیتم ان تولیتم کیا تمہیں زمین میں فساد کرنے اور
ان تفسد وافی الارض قطع رسمی کے لئے حاکم بنایا گیا
وتقطعوا ارحامکم ہے۔

تو جاگنے پر اُسے معلوم ہوا کہ اس سے آپ مراد ہیں۔
تو اس نے رات کے وقت آپ کو جیل کر دیا۔ رشید نے آپ کو
کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا تو وہ شخص ہے جس کی لوگ
پوشیدہ طور پر بیعت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں دلوں کا
امام ہوں۔ اور تو مجنوں کا امام ہے۔ جب دونوں حضور علیہ السلام
کے چہرہ مبارک کے سامنے اکٹھے ہوئے تو رشید نے کہا اے
عم زاد السلام علیک۔ اس بات کو ان لوگوں نے بھی سنا جو
اس کے ارد گرد تھے۔ تو موسیٰ کاظم نے جواب دیا اے باپ السلام
علیک۔ مگر وہ اسے برداشت نہ کر سکا۔ اور اسی وجہ سے آپ کو
پکڑ کر اپنے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور آپ کو قید کر دیا۔ آپ
اس کی قید سے بیڑیاں پہنے ہوئے مکرر ہی نکلے۔ اور بغداد کی
عربی جانب دفن ہوئے۔ بظاہر یہ واقعات آپس میں منافقا
رکھتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کو متعدد دفعہ قید کرنے پر
عمل کیا جائے۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے بچوں اور بچیوں

کی تعداد ۳۰ تھی۔ جن میں سے ایک علی الرضا بھی تھے۔

علی الرضا | آپ ان سب سے زیادہ ذہین اور یادداشت

کے حامل تھے۔ مامون آپ کو اپنی جان کی طرح

عزیز سمجھتا تھا۔ اور آپ سے اپنی بیٹی کو بیاہ کر اس نے آپ کو اپنی

حکومت میں شریک کر لیا تھا۔ اور آپ کو اپنا جانشین بھی بنالیا تھا۔

اس نے اپنے ۲۰ سالہ میں اپنے ہاتھ سے ایک تحریک کی کہ علی الرضا میرا ولی

عہد ہوگا۔ اور اس پر بہت سے لوگوں نے گواہی دی۔ لیکن آپ اس

سے پہلے وفات پا گئے جس سے اُسے بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے

اپنی موت سے پہلے بتا دیا تھا کہ وہ بھگے ہوئے انگور اور انار کھا کر

مریں گے۔ مامون انہیں رشید کے پیچھے دفن کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ

ایسا نہ کیر سکا۔ یہ سب باتیں اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں۔ جیسے

آپ نے اُسے بتایا تھا۔

آپ کے دوستوں میں سے معروف کرخی اور استاد سری ستغلی

تھے۔ کیونکہ سری ستغلی نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپ نے

ایک آدمی سے کہا اے عبداللہ جو وہ چاہتا ہے اس سے راضی ہو جا

اور اس بات کیلئے تیاری کر جس سے کوئی چارہ نہیں۔ تو وہ آدمی

تین دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔

حاکم نے محمد بن عیسیٰ عن ابی حذیب سے بیان کیا ہے کہ میں نے

خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا جہاں ہمارے

شہر میں جناح فروکش ہوا کرتا تھا۔ میں نے آپ کو سلام کیا تو میں

نے آپ کے ہاتھ میں مدینہ کی کھجوروں کا ایک تھال دیکھا۔ جس میں

میسانی کجوریں بھی تھیں۔ آپ نے مجھے اٹھارہ کجوریں دیں تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ میں اتنا عمر زندہ رہوں گا۔ بیس دن کے بعد جب علی الرضا مدینہ سے تشریف لائے اور اس مسجد میں اترے تو لوگ آپ کو سلام کرنے کیلئے دوڑے۔ میں بھی آپ کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر میں نے حضور علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ اور آپ کے سامنے مدینہ کی کجوروں کا ایک تھال پڑا ہوا تھا جس میں میسانی کجوریں بھی ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کہا تو آپ نے مجھے اپنے قریب کیا۔ اور انہی کجوروں میں سے مجھے ایک مسٹی کجوری دیں۔ تو وہ اتنی ہی تھیں جتنی کجوریں خواب میں حضور علیہ السلام نے دی تھیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ زیادہ کجوریں دیں۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو زیادہ دیتے تو ہم بھی آپ کو زیادہ دے دیتے۔ جب آپ نیشاپور تشریف لے گئے جیسا کہ تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے اور اس کے بازار سے گزرے تو آپ پر ایک سائیلن تھا جس کے ورے دیکھنا نہ جاسکتا تھا۔ آپ کو دو حافظ ابو زرہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی ملے جن کے ساتھ بے شمار طابان علم و حدیث تھے۔ انہوں نے بڑے عاجزانہ رنگ میں التجا کی کہ آپ ہمیں اپنا چہرہ دکھائیں۔ اور اپنے آبا سے ہمارے لئے حدیث بیان کریں۔ آپ نے خچر کو ٹھہرایا اور اپنے نوجوانوں کو سائیلن کے ہٹانے کا حکم دیا۔ اور مخلوقات نے آپ کے روئے مبارک کی دید سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ آپ کے گیسوؤں کی دولٹیں آپ

کے کندھے تک بٹکی ہوئی تھیں اور لوگوں کی حالت یہ تھی کہ کچھ جگہ پر
تھے کچھ گریہ کرتے تھے۔ کچھ مٹی میں غلطیاں اور کچھ آپ کی حجر کے سحر
کو چوم رہے تھے۔ علماء لوگوں کو چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ خاموش
ہو جاؤ۔ وہ خاموش ہوئے تو مذکورہ دونوں حائلوں نے آپ سے
اعلاء کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا مجھ سے میرے باپ موسیٰ
کاظم نے اپنے باپ جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ محمد الباقر
سے انہوں نے اپنے باپ زین العابدین سے انہوں نے اپنے
باپ حسین سے انہوں نے اپنے باپ علی بن ابیطالب سے بیان کیا
کہ میرے جلیل اور میری آنکھوں کی بھینٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ مجھ سے جبریل نے بیان فرمایا کہ میں
نے رب العزت کو فرماتے سنا ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ
ہے۔ جو اسے پڑے گا وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور
جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے محفوظ
ہو جائے گا۔ پھر مردہ گرا دیا گیا۔ اور آپ چل پڑے۔ اصحاب
قلم و دوات کے شمار کے مطابق حدیث لکھنے والوں کی تعداد بیس
ہزار سے اوپر تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ روایت کی جانے
والی حدیث یہ تھی کہ ایمان، معرفت، قلب، اقرار زبان اور ارکان
بہ عمل کرنے کا نام ہے۔ شاید یہ دو مختلف واقعات ہوں۔
احمد کہتے ہیں اگر میں اس اسناد کو کسی مجنون پر پڑھوں تو اس
کا جنون جاتا رہے۔

بعض حفاظ نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے متوکل

یکے سامنے اپنے تشریف رکھنے کا زعم کیا۔ اس نے پوچھا اس باسے میں مجھے کون بتاے گا۔ اسے بتایا گیا کہ علی الرضا یہ بات بتا سکے گا وہ آپ کو اس نے آپ کو اپنے ساتھ چار پائی پر بٹھایا اور پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے درندوں پر اولاد حسنین کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ تو اسے یہ درندوں کے آگے پھینک دے۔ جب اس عورت کے سامنے یہ بات پیش کی گئی تو اس نے اپنے جھوٹ کا اعتراف کر لیا۔ پھر متوکل سے کہا گیا۔ کیا تو یہ تجربہ علی الرضا کے متعلق نہ کرے گا تو اس نے تین درندے لائے ان کا حکم دیا جنہیں اس کے محل کے صحن میں ڈال دیا گیا۔ پھر اس نے آپ کو بلایا۔ جب آپ اس کے دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دروازہ بند کر دیا اور درندوں نے بھاڑیں مار مار کر کان پر سے کود دیے جب آپ صحن میں پہنچے پھر چڑھنے کے لئے چلے تو وہ درندے آپ کی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ پر بھڑک پھرنے لگے اور آپ کے ارد گرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے تھے۔ پھر انہیں باندھ دیا گیا۔ پھر آپ چڑھ کر متوکل کے پاس گئے اور کچھ دیر اس سے گفتگو کی پھر اترے۔ پھر ان درندوں نے پہلے کئی طرح آپ سے سلوک کیا۔ یہاں تک کہ آپ باہر نکل گئے۔ تو متوکل آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا۔ متوکل سے کہا گیا۔ اس طرح کہ جس طرح تیرے چچا اور چالی نے کیا ہے مگر وہ اس کی جسارت نہ کر سکا۔ اور فرمایا کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسودہ نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ علی الرضا کے پوتے کا ہے جن کا نام علی عسکری ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ بلا اتفاق مامون کے زمانے میں علی الرضا فوت ہو گئے تھے۔ اور انہوں نے متوکل کا زمانہ نہیں پایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ سال تھی۔ آپ سے پہلے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو چکی تھی جن میں سب سے بڑا محمد الجواد تھا۔ لیکن وہ طبی زندگی نہ پاسکا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے والد کی وفات کے ایک سال بعد کھڑے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ کہ مامون کا وہاں سے گزر ہوا تو سب بچے جاگ گئے۔ لیکن محمد کھڑے رہے اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اس نے کہا اسے بچے تجھے جاگنے سے کس نے روکا۔ آپ نے فوراً جواب دیا اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں تھا۔ کہ میں اسے آپ کے لئے کھلا کر دیتا اور میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ میں آپ سے ڈروں اور آپ کے بارے میں مجھے حسن ظن بھی ہے۔ کہ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے۔ مامون آپ کی گفتگو اور حسن صورت سے بہت متعجب ہو کر کہنے لگا آپ کا اور آپ کے باپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ محمد بن علی الرضا۔ اس نے آپ کے باپ کے لئے رحم کی دعا کی۔ اور اپنے گھوڑے کو چلا کر لے گیا۔ ان کے پاس ایک شکاری بلذ تھا جب وہ آبادی سے دور ہو گیا تو اس نے ہوا کو ایک تیر پر چھوڑا۔ باز غائب ہو گیا۔ پھر فنا میں سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چوٹی سی زندہ پھلی تھی۔ اس بات سے وہ نہایت متعجب ہوا۔ اس نے بچوں کو اسی سال میں دیکھا

اور محمد کو ان کے پاس کھڑے پایا۔ تمام بچے سوائے محمد کے جاگ گئے۔ اس نے آپ کے قریب ہو کر کہا میرے ماموں میں کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں۔ جنہیں بادشاہوں اور خلیفوں کے باز شکار کرتے اور ان سے اہل بیت مصطفیٰ کی اولاد کا امتحان لیتے ہیں۔ مامون نے کہا آپ فی الحقیقت ابن الرضا ہیں۔ پھر وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اور آپ کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ اور جب اسے آپ کی صغریٰ کے باوصف آپ کے علم و فضل، کمالی علمت اور ظہورِ برہان کا پتہ چلا تو وہ ہمیشہ آپ سے ہربانی سے پیش آتا رہا اور اس نے اپنی بیٹی ام الفضل کو آپ کے ساتھ بیاہ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ لیکن عباسیوں نے اسے اس خوف سے منع کر دیا کہ کہیں وہ آپ کو ولی عہد ہی نہ بنا دے۔ جیسے ان کے باپ کو ولی عہد بنایا تھا۔ جب انہیں بتایا گیا کہ اس نے آپ کو باوجود صغریٰ کے تمام اہل فضل سے علم و معرفت اور علم میں ممتاز ہونے کی وجہ سے پسند کیا ہے تو انہوں نے محمد کے ان امور سے متصف ہونے میں جھگڑا کیا۔ پھر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ ان کے امتحان کے لئے کسی آدمی کو بھیجیں گے۔ پس انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو آپ کے پاس بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر وہ محمد کو ان سے الگ کر دے تو وہ اسے بہت کچھ دیں گے۔ پس وہ خلیفہ کے پاس حکومت کے خاص آدمیوں اور ابن اکثم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ مامون نے محمد کیلئے خوبصورت فرش بچانے کا حکم دیا۔ آپ اس پر بیٹھ گئے تو یحییٰ نے آپ سے مسائل دریافت کئے۔ آپ نے ان کے نہایت اچھے اور واضح جواب

دئیے۔ خلیفہ نے آپ سے کہا ابو خبیر آپ نے بہت اچھا کیا ہے اگر آپ چاہیں تو یحییٰ شے بھی ایک مسند پوچھ لیں تو آپ نے یحییٰ سے کہا اس شخص کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جو دن کے پہلے جنتے میں ایک عورت کی طرف حرام نظر سے دیکھے پھر دن کے بند ہونے پر اس کیلئے حلال ہو جائے۔ پھر ظہر کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عصر کے وقت حلال ہو جائے۔ پھر مغرب کے وقت حرام ہو جائے۔ پھر عشاء کے وقت حلال ہو جائے۔ پھر آدھی رات کو حرام ہو جائے۔ پھر فجر کو حلال ہو جائے۔ یحییٰ نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ تو محمد نے کہا یہ وہ ٹونڈی ہے جسے ایک اجنبی نے غنڈہ شہوت دیکھا جو حرام ہے پھر دن کے بند ہونے پر اُسے خرید لیا اور ظہر کے وقت آزاد کر دیا اور عصر کے وقت اس سے شادی کر لی۔ اور مغرب کے وقت اس نے ظہار کر لیا اور عشاء کے وقت کفارہ دے دیا اور نصف رات کے وقت اُسے طلاق رجعی دے دی اور صبح کو اس سے رجوع کر لے۔

اس موقع پر مامون نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے تم انکار کرتے تھے اب تم نے اہل بیت سمجھ لیا ہے۔ پھر اسی مجلس میں اس نے اپنی بیٹی کو آپ سے بیاہ دیا۔ پھر آپ کو بیوی کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے باپ کے پاس آپ کی شکایت کی کہ انہوں نے اور شادی کر لی ہے۔ تو اس کے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے تمہاری شادی ان کے ساتھ اس لئے نہیں کی کہ ہم اس پر حلال کو حرام کر دیں۔ اس لئے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ پھر ۶۸ھ بمطابق ۶۸۷ء

میں آپ معتمد سے دو راتوں کی اجازت نے کراچی کے ساتھ آئے اور آخر ذوالقعدہ میں آپ فوت ہو گئے۔ اور اپنے دادا کی پشت کی طرف قریش کی قبروں میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ کہتے ہیں آپ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں۔ جن میں سے بڑے علی عسکری تھے۔

علی العسکری

آپ کو عسکری اسوجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپکو مدینہ نبویہ سے طلب کر کے سرمن رانی کی طرف بھیجا اور وہیں آپکو ٹھہرایا گیا تو اس جگہ کو عسکر کہتے تھے۔ اس لئے آپ عسکری کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ علم و سخاوت میں اپنے باپ کے وارث تھے کوفہ کے ایک بدو نے اگر آپ سے کہا میں آپ کے دادا کے دوستوں میں سے ہوں۔ مجھ پر ناتاہل برداشت قرضہ چڑھ گیا ہے اور اس کی ادائیگی کیلئے میں نے آپ کے سوا کسی کا قصد نہیں کیا۔ آپ نے دریافت کیا تب پر کتنا قرضہ ہے اس نے کہا دس ہزار درہم آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس کی ادائیگی سے تجھے خوش ہو جانا چاہیے۔ پھر آپ نے اسے ایک رقعہ لکھ دیا جس میں اس رقم کو اپنے ذمہ قرضہ ظاہر کیا۔ اور اسے فرمایا یہ رقعہ مجھے مجلس عام میں دے کر مجھ سے سختی کے ساتھ مطالبہ کرنا۔ اس نے ایسے ہی کیا۔ آپ نے اس سے تین دن کی ہجرت مانگی۔ اس بات کی اطلاع متوکل کو پہنچی تو اس نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو یہ رقم پہنچی تو آپ نے اس بدو کو دے دی۔ اس نے کہا اے فرزند رسول میں

ہزار سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ آپ نے تیس ہزار میں سے
تھوڑی سی رقم واپس لینے سے بھی انکار کر دیا۔ اور سب رقم بدو کے
سپرد کر دی۔ وہ کہنے لگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت
کو کہاں رکھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درندوں کے قصہ میں صحیح بات
یہ ہے کہ یہ واقعہ متوکل کے زمانہ میں ہوا اور وہی ان کا امتحان
لینے والا تھا اور وہ درندے آپ کے قریب بھی نہ آئے۔ بلکہ
آپ کو دیکھ کر حجب گئے اور مطمئن ہو گئے۔

مسعودی وغیرہ کا بیان بھی اس سے موافقت رکھتا ہے
کہ یحییٰ بن عبد اللہ المحسن بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط جب
دیلیم کی طرف بھاگے۔ پھر انہیں رشید کے پاس لایا گیا۔ اور اس
نے آپ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو ایک گڑھے میں ڈالا گیا۔ جس میں
درندے تھے۔ جنہیں جو کار کھا گیا تھا۔ لیکن وہ آپ کو کھانے سے روکے
رہے اور آپ کے پہلو میں پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کے قریب
آنے سے ڈر گئے تو اس نے آپ کے زندہ ہونے کی حالت میں آپ پر
پتھر اور گچ سے عمارت بنا دی۔ آپ کی وفات جمادی الآخرہ ۳۷ھ میں
سرمین رآی میں ہوئی۔ آپ کو اپنے گھر میں دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر چالیس
سال تھی۔ متوکل نے آپ کو مدینہ سے ۳۷ھ میں اس جگہ جلا وطن کر
دیا تھا۔ آپ یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہاں تک کہ چار بچے بھڑک
راہگراٹے آخرت ہوئے۔ ان بچوں میں سب سے بڑے ابو محمد الحسن
الخالص تھے۔

ابو محمد الحسن الثعالی | ابن خنکان نے کہا ہے یہ وہ مسکری

ہے جو ^{۲۳}۲۳ میں پیدا ہوا۔ آپ کے ساتھ بہلول کو ایک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ بہلول نے آپ کو بچپن میں روتے اور دیگر بچوں کو کھیلنے دیکھا تو آپ کو خیال ہوا کہ یہ ان چیزوں کو دیکھ کر حسرت سے روتا ہے۔ جو ان بچوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ تو آپ نے کہا میں تجھے وہ چیز خرید دوں جس سے تو بھی کھیلے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اسے کم عقل ہم کھیلنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ بہلول نے کہا ہماری پیدائش کس لئے ہوئی ہے۔ آپ نے جواب دیا علم و عبادت کیلئے۔ بہلول نے پوچھا یہ باتیں آپ کو کہاں سے حاصل ہوئی ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ کے اس قول سے کہ

اَنْجَسْتُمْ اَنْحَا خَلَقْنَاكُمْ
عَبَاوَانَكُمْ الْمِيَالَا
تَرْجِعُونَ۔
کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو
عبث طور پر پیدا کیا ہے اور تم ہماری
طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

پھر انہوں نے کہا مجھے کوئی نصیحت کیجئے تو آپ نے بطور نصیحت انہیں چند اشعار سنائے پھر حسن عشق کی کرگر پڑے۔ جب انہیں ہوش آیا تو آپ نے انہیں کہا آپ پر کیا مصیبت نازل ہوئی ہے آپ تو چھوٹے بچے ہیں اور آپ کا کوئی گناہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بہلول چلے جائیے۔ میں نے اپنی والدہ کو بڑی مکرڑیوں کو آگ لگاتے دیکھا ہے مگر وہ چھوٹی مکرڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی مکرڑیوں میں سے نہ بن جاؤں۔

جبکہ آپ کو قید کی گئی تو اس میں رائی میں ہو گوں کو شہید
 نے آیا تو خلیفہ معتز بن متوکل نے تین دن باہر جا کر استسفا دیتے
 کا حکم دیا۔ مگر بارش نہ ہوئی دیر میں لکھنؤ پہنچا ان کے ساتھ ایک
 راہب تھا۔ جب وہ سالانہ کی طرف پہنچا تو موسم لا دھار بارش
 شروع ہو جاتی اور دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا تو بعض جاہل شک
 میں پڑ گئے اور کچھ ان میں سے مرتد ہو گئے۔ خلیفہ کو یہ بات پڑی تو ان
 گزری تو اس نے جن امی میں کو مامور کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں کہا
 اپنے نانا کی امانت کو پلا کہ ہونے سے پہلے پہلے پچا لیں۔ جہت جن
 نے فرمایا وہ کل دستہ کیلئے نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ میں تسکین
 دے کر دیں گے۔ پھر آپ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کو بلوائی کے
 بارے میں گفتگو کی۔ تو اس نے انہیں روک کر دیا۔ جب لوگ استسفا
 کے لئے نکلے تو راہب نے انہیں کے ساتھ پناہ تھام لیا تو
 آسمان پر طبل بجا گئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے لئے یہ حکم دیا۔
 تو اس میں ایک آریہ لکھا ہڈی تھیں آپ نے اسے بلاتے ہوئے
 لیا اور کہا اب بارش مانگو۔ اس نے اپنا بل تھام لیا تو بارش چٹ گئی
 اور موسم نکل آیا۔ لوگ ان بات سے بہت متعجب ہوئے۔ خلیفہ نے
 حنفی سے کہا اسے بلو موریہ کیا بات ہے۔ تو آپ نے جواب دیا یہ
 ہڈیاں ایک نبی کی ہیں جو اس راہب نے ایک قبرستان میں لے کر
 ہیں۔ اور جب آسمان کے نیچے کسی نبی کی ہڈیاں تھام لیں تو
 موسم لا دھار بارش ہوتی ہے۔ انہوں نے ان ہڈیوں کو بلاتے
 کی تو واقعی وہی بات ثابت ہوئی۔ جو آپ نے قرآن مجید اور

لوگوں کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت حسن اپنے گھر واپس آ گئے اور نہایت عزت کے ساتھ رہے اور سرمن راہی میں وفات تک آپ کو خلیفہ کے انعامات پہنچتے رہے۔ آپ کو اپنے باپ اور چچا کے پاس دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا۔

ابوالقاسم محمد الحجة

باپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عمر میں بھی حکمت عطا فرمائی۔ آپ کو قاسم منتظر بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں اور بارہویں آیت میں آپ کے متعلق رافضیوں کا قول بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ ہمدی ہیں۔ میں نے اس بات کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اس کا مطالعہ کیجئے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے۔

اے ماہرین انساب نے سیدنا علی کی اولاد اور آپ کی اولاد کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے۔ اس کی وضاحت اس وقت ملے گی جب آپ اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے ذخائر العقبیٰ، صحاح الاخبار، غایت الاختصار اور جہتہ ابن حزم کے ساتھ ملا کر دیکھیں گے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ سیدنا علی کی اولاد کے باقی بچے پانچ تھے۔ اور حسن کی اولاد زید سے اور حسن مثنیٰ سے تھی اور حسن مثنیٰ کے پانچ بچے تھے۔ جن میں ایک عبداللہ المحض اور المحض کے چھ بچے تھے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسین کی اولاد علی الصغر تھے جنہیں زین العابدین کہتے ہیں۔ جیسا کہ عامری کی الرافضی المستطابہ میں ہے اور سید زینب کے ملا علی۔ ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جعفر عون اور عباس بھی آپ کے ملا پیدا ہوئے۔

خاتمہ

اس میں صحابہ کرام، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی جنگ اور حضرت حسنؓ کے خلافت سے دستبردار ہو جانے کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے برحق ہونے اور یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کا بیان ہو گا۔ نیز اس کے ضمن میں آنے والے امور اور تہمتے کا ذکر ہو گا۔

میں نے اس کتاب کا آغاز صحابہ کے ذکر سے کیا ہے اور انہی کے ذکر پر اسے ختم کر دیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تالیف سے مقصود بالذات، صحابہ کو ان افتراؤں سے پاک ٹھہرانا ہے۔ جو ان پر شقی لوگوں نے کئے۔ ان لوگوں نے اپنے لوپر حماقت کی چادریں اوڑھ لیں ہیں اور دین سے نکل کر ممدین کے راستہ پر چل نکلے ہیں۔ اور اندھیروں میں ٹامک ٹوٹیاں مار رہے ہیں۔ نیز خدا تعالیٰ کا عذاب عظیم لے کر لوٹے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ اور رحمت سے ان کا تدارک نہ کرے اور وہ خیر لاقم اور اس امت کی تعظیم کرنے لگیں۔ وہ وبال و منال کے گڑھوں میں گر پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہ کی محبت میں موت دے سادے اور ان کے زمرہ میں ہمارا شرف ہو۔ آمین۔

جہاں لیجئے کہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ سب صحابہ کرام کو عادل قرار دے کر انہیں پاک قرار دیں اور ان پر طعنہ زنی نہ کریں۔ اور ان کی ثنا کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب کی آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے۔ کنتم خیر امتہ اخرجت للناس پس اللہ تعالیٰ نے دیگر امتوں پر ان کی بھلائی کو ثابت کیا ہے۔ اور کوئی چیز اس الہی شہادت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حقیقت اور ان کی خوبیوں کو سب سے بہتر جاننے والا ہے بلکہ ان امور کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہو نہیں سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ وہ خیر الامم ہیں تو ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ یہی ایمان و اعتقاد رکھے۔ اگر کوئی شخص یہ ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی خبروں کی تکذیب کرتا ہے بلاشبہ وہ شخص جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے خبر دے چکا ہے شک کرتا ہے وہ مسلمانوں کے اجماع سے کافر ہے اللہ تعالیٰ ایک اور آیت میں فرماتا ہے

كذلك جعلناكم امةً
وسطاً لتکونوا شهداءً
اس امر ہم نے تمہیں بہترین امت
بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو
علی الناس۔

حقیقتاً اس سے پہلی آیت اور اس میں صحابہ کو حضور
علیہ السلام کی زبان سے بالمشافہہ خطاب کیا گیا ہے۔ قدرت الہی
پر غور کر اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے۔ تاکہ یہ قیامت

کے روز بقیہ امتوں پر گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیر عادل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو جانے والوں کے بارے میں کیسے اس قسم کی گواہی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان رافضیوں کو ذلیل کرے اور ان پر لعنت فرمائے اور ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ یہ کس قدر جھوٹے، یاہل اور افترا پر وازی ادبہتتان طرازی سے گواہی دینے والے ہیں کہ سوائے چھ آدمیوں کے سب صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یوم لا یخزی اللہ النبی
والذین امنوا معہ نورہم
یسعی بین یدیہم و
بایمانہم۔
اس روز اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے
ساتھیوں کو رسوا نہیں کرے گا۔ ان
کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں
طرف دوڑتا ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو رسوائی سے بچالیا ہے اور اس
روز وہی لوگ رسوائی سے بچیں گے جن کی وفات کے وقت اللہ
اور اس کا رسول ان سے راضی تھے۔ پس ان کا رسوائی سے بچ
جانا اس بات پر صریح دلیل ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور حقائق
احسان پر ہوئی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہمیشہ
ان سے راضی رہے ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین
اذ یبالیعونک تحت الشجرة
جب مومنین نے درخت تلے آپ کی
بیعت کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ

مومنین سے راضی ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ان لوگوں سے اظہارِ رضا مندی فرمایا ہے اور یہ کوئی چودہ سو کے قریب آدمی اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اس کی موت کفر پر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جو شخص اسلام سے وفاداری کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس نے اسلام کی حالت میں مرنے سے اور جس کے بارے میں اُسے علم ہو کہ اس نے کفر کی حالت میں مرنے سے۔ اس کے بارے میں یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ خبر دے کہ میں اس سے راضی ہوں۔ یہ آیت اور ماقبل کی آیت صریح طور پر مہدین اور قرآن پاک کے منکرین کے مزعومات کی تردید کر رہی ہے جبکہ قرآن کریم پر ایمان لانے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اس پر ایمان لایا جائے۔ اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کو خیر الامم، عادل اور نیک قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا نہیں کرے گا۔ اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کے بیان کا مذبذب ہے۔ اور جو قرآن پاک کے بیان کی ایسی تکذیب کرے۔ جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔ وہ کافر، منکر، ملحد اور دین سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

اتبعوهم يا احسان رضى الله عنهم ورضوا عنه يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين - للفقرا والذين المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون - والذين تبوء الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون ، والذين جاؤا من بعد هم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا الذين آمنوا ربنا انك رؤوف رحيم -

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی جو صفات بیان کی ہیں ان پر غور کرنے سے ان پر اعتراض کرنے والوں کے انحراف اور الزامات لگانے والوں کی گمراہی معلوم ہو جائے گی۔ حالانکہ صحابہ ان الزامات سے بری ہیں۔

پھر فرماتا ہے

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله ورضوانا سيماهم في وجوههم من اثر السجود - ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج شطا فآزره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار ، وعد الله الذين امنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة

واجباً عظیماً۔

یہ آیت جن عظیم مطالب پر مشتمل ہے ذرا ان پر غور کیجئے۔
 محمد رسول اللہ ————— یہ جملہ مشہورہ کو واضح کرنے
 والا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں بیان کیا گیا ہے۔
 هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق الی شہیداً
 اس قول میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی گئی ہے
 پھر آپ کے اصحاب کی تعریف اس قول الہی میں ہے کہ والذین معہ
 اشد علی الکفار رجماً بینہم جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
 فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلقہ علی المؤمنین
 اعزۃ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون
 لومۃ لانہم ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع
 علیم۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی شدت اور سختی کفار
 کے لئے ہے۔ اور ان کی نرمی، نیکی، ہر بانی اور عاجزی مؤمنین
 کے لئے ہے۔ پھر ان کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے
 فضل و رحمت اور اس کی رضا مندی کے حصول کیلئے اخلاص اور
 بڑی امید کے ساتھ بکثرت اعمال بجالاتے ہیں۔ اور ان کے اعمال
 صالحہ کے اخلاص کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہاں تک
 کہ جس شخص نے ان کی طرف دیکھا ان کے حسن کی علامات ہدایت
 نے اسے حیران کر دیا۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
 مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب عیسائیوں نے شام کو فتح

کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم، حواریوں کے متعلق جو باتیں ہمیں پہنچی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں۔ اور ان کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ اس امت محمدیہ اور خصوصاً صحابہ کرام کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ **ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ** یعنی ان کے اوصاف کا ذکر تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ جیسے کھیتی اپنا گاجا نکالتی ہے۔ پھر اسے مضبوط بناتی ہے پھر وہ موٹا ہو کر جوان ہو جاتا ہے۔ اور بونے والے کو اپنی شدت و قوت اور حسن منظر سے تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت دی۔ تائید کی اور ان کی مدد کی اور جس طرح گاجا کھیتی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہے تاکہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ و غضب میں آئیں۔ اس آیت سے امام مالک نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کیونکہ صحابہ ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے۔ صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ جن میں سے

بہت سی احادیث ہم اس کتاب کے ابتدائی حصے میں بیان کر آئے ہیں۔ صحابہ کیلئے یہی شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔ جنہیں ہم بیان کر آئے ہیں۔

دوسری آیات میں ان سے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ منہم میں من کا لفظ تبیین کیلئے نہیں بلکہ بیان جنس کیلئے آیا ہے کہ ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور پختہ ہے۔ وہ نہ اُسے پیچھے ڈالتا ہے اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنی باتوں کو تبدیل کرتا ہے اور وہ سمیع و علیم ہے۔ ہم نے اس جگہ جن آیات اور احادیث کثیرہ شہیرہ کو مقدمہ میں پیش کیا ہے وہ صحابہ کی تعدیل کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہیں۔ اور ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے ساتھ مخلوق کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ہم نے جن باتوں کو بیان کیا ہے۔ اگر ان میں سے اللہ اور اس کے رسول نے کچھ بھی بیان نہ کیا ہوتا پھر بھی ان کی حالیہ کیفیت جو ہجرت، جہاد، جانفشانی، مالی قربانی، قتل آباء و اولاد، دینی خیر خواہی اور ایمان و یقین پر مشتمل تھی۔ ان کی تعدیل اور اعتقادی پاکیزگی کا قطعی ثبوت پیش کرتی۔ وہ اپنے بعد آنے والے تمام لوگوں سے افضل اور ان کی تعدیل کرنے والے ہیں۔ تمام علماء کا یہی مذہب ہے اور ان کا بھی جو ان کے قول پر اعتقاد کرتے ہیں۔ اس کی مخالفت ان چند بدعتیوں نے کی ہے جو خود بھی گمراہ ہیں۔ اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ پس ان کی طرف توجہ کرنے یا ان

پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابوزرہ الرازی نے کہا ہے جو اپنے زمانے کے امام اور مسلم کے اجل شیوخ میں سے ہیں کہ جب تو کسی شخص کو اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرتے دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ شخص زندیق ہے۔ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے سب برحق ہے۔ اور یہ سب اصحاب ہی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ پس جو صحابہ پر جرح کرتا ہے۔ وہ کتاب و سنت کو باطل قرار دیتا ہے اور ایسے شخص پر جرح کرنا اور اس پر ضلالت، زندقہ اور کذب و فساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب و درست ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ
انْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتِلَ أَوْلَئِكَ الْعُظَمَاءُ
دَرَجَاتٍ مِّنَ الَّذِينَ
انْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا
وَلَا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنِي

جن لوگوں نے فتح کے بعد خرچ کیا
اور جنگ کی ہے وہ ان لوگوں کے
مساوی نہیں۔ جنہوں نے فتح سے
قبل خرچ کیا اور جنگ کی ہے انکا
درجہ بہت بڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
نے سب سے اچھا وعدہ کیا ہے۔

پھر فرماتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ
مِنَ الْحَسَنَةِ أُولَئِكَ

جن لوگوں کے متعلق ہماری طرف سے
نیکی سبقت کر گئی ہے وہ دوزخ

عنها مبعدون۔ سے دور رکھے جائیں گے۔
 پس ثابت ہو گیا کہ سب صحابہ جنتی ہیں۔ اور ان میں
 سے کوئی ایک بھی آگ میں داخل نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ پہلی آیت کے
 مخاطب ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کے لئے جنتی کو ثابت کیا گیا
 ہے اور وہ جنت ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ
 اتفاق یا قتال کی قید یا ان کے متبعین کے ساتھ احسان کی قید۔
 ان لوگوں کو جو ان صفات سے متصف نہ ہوں گے۔ ان کے
 ذمہ سے خارج کر دے گی۔ اس لئے کہ ان قیود کا ذکر غالب
 صورت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ پس ان کا اور کوئی مفہوم نہیں
 بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالقوی یا بالعزم بھی ان
 سے متصف ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوگا۔
 مآوردی کا خیال ہے اے کہ عدالت کا حکم اس سے منق

اے یہ مذہب اصولیوں کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ جن میں ماری بھی
 شامل ہے اور سعد الدین تغارانی کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ مگر یہ مذہب مردود
 ہے۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اکثر لوگوں جیسے بخاری اور خطیب
 وغیرہما کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ مؤلف اس کے ذریعے ان بدعتیوں اور
 معتزلہ کا رد پیش کرتا ہے جو حضرت علی سے لڑنے والے عرانیوں اور شامیوں کو
 ناسق قرار دیتے ہیں اور انہوں نے صراحت سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر
 کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جنت
 کی بشارت دی گئی ہے۔ اور حضرت عائشہ اور ان تمام صحابہ کے بارے میں

ہے۔ جو آپ کے ساتھ رہے اور جس نے آپ کی مدد کی۔ اس شخص کو عادل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جو کسی دن آپ کے پاس رہے یا کسی ایسی غرض کے لئے آپ کے پاس آیا جس سے آپ اس سے متفق نہ تھے اس پر فضلاء کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے۔ شیخ الاسلام العلامی کہتے ہیں یہ ایک غریب قول ہے۔ جس سے بہت سے وہ لوگ بھی عدالت سے خارج ہو جاتے ہیں جو صحبت اور روایت میں مشہور ہیں۔ جیسے وائل بن حجر، مالک بن حویرث، عثمان بن ابی العاص اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو آپ کے پاس آئے اور حقوڑا عرصہ آپ کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ اس قول میں عمومیت مراد ہے۔ جیسا کہ جمہور نے اس کی صراحت کی ہے اور یہاں بات معتبر ہے۔

اس کی تردید میں ایک بات بھی کہی گئی ہے کہ صحابہ کی تعظیم کرنا، خلفائے راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک فیصلہ شدہ

جو حضرت علی کے عہد میں تھے۔ یا تو وہ آپ کے ساتھ لڑ رہے تھے یا دونوں لشکروں سے الگ تھے۔ اور انہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ ان میں ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص شامل ہیں۔ اور عذیر بن مسلمہ، ابوذر، عمران بن حصین اور ابو موسیٰ اشعری دونوں فرقوں سے الگ رہے ہیں یہ سب مجتہد متادل تھے۔ جو کچھ ان سے ہوا وہ اس عدالت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ کیونکہ حضرت علی نے انکی شہادت کی قبولیت اور انکی ساتھ نماز کی اجازت دے رکھی تھی۔ کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اجتہاداً کیا ہے۔

بات ہے۔ خواہ وہ تقوٰۃ اعرصہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہوں۔

ابوسعید خدری سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضرت امیر معاویہ کے پاس آیا آپ اس وقت یکمہ لگائے بیٹھے تھے۔ وہ آدمی بھی بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں، حضرت ابوبکر اور ایک دیہاتی آدمی ایک ایسے گھر میں فروکش ہوئے۔ جہاں ایک عورت حاملہ تھی۔ دیہاتی آدمی نے اس عورت سے کہا میں تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اس نے کہا اگر تو مجھے ایک بکری دے دے تو تیرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس عورت نے اُسے بکری دے دی۔ اس آدمی نے اس عورت کے سبب اشتہار سننے پھر وہ بکری کی طرف گیا اور اُسے ذبح کر کے پکایا۔ اور ہم اُسے کھانے لگے۔ اور حضرت ابوبکر بھی ہمارے ساتھ تھے۔ جب انہیں اس قصہ کا علم ہوا تو تمام کھاٹی ہوئی چیز کی تہ کر دی راوی کہتا ہے کہ پھر میں نے اس دیہاتی آدمی کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر کے پاس آیا۔ اور انصار کی ہجو کرنے لگا۔ تو حضرت عمر نے انصار سے کہا اگر اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں نہ جانتا کہ اس نے ان کے بارے میں کیا کہا ہے۔ اور تم اُسے کافی ہو جاتے۔ دیکھئے حضرت عمر نے اُسے سزا دینے کی بجائے اس پر ناراضگی میں بھی توقف کیا ہے۔ کیونکہ آپ کو علم ہو گیا تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کو بلا تھا۔ اور اس بات کو سمجھ لیجئے کہ اس جگہ ایک واضح

دلیل پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ صحابہ کی شان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کوئی چیز اس کے ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اعدیہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے مٹھی مبر جو کا مقابلہ بھی نہ کر سکے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اتر کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ میری مدی کے لوگ بہتر ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بروایت صحیح آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ۱۔

ان الله اخيار اصحابي اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مرسلین
 علی الثقلین سوی کو چھوڑ کر جن و انس پر میرے صحابہ
 النبیین والمرسلین ۔ کو ترجیح دیا ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں ستر امتوں کا ثواب دیا جائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔

اور اس بات کو بھی جان لیجئے کہ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے اس امت کے صالحین کی تفضیل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو عمر بن عبد البر کا خیال ہے کہ صحابہ کے بعد آنیوالوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بعض صحابہ سے افضل ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور ایک دفعہ مجھ پر ایمان لایا اسے

مبارک ہو اور اُسے بھی مبارک ہو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور
مجھ پر سات بار ایمان لایا ۔

حضرت عمر کی اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی
ہے ۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایمان کے
لحاظ سے کون سی مخلوق افضل ہے ؟ ہم نے کہا فرشتے ۔ آپ
نے کہا انبیاء سب سے افضل ہیں ۔ فرمایا ان کا بھی یہ حق ہے مگر
یہ مخلوق ان کے علاوہ ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا ایمان کے لحاظ
سے افضل مخلوق وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے والے لوگوں
کی پشتوں میں ہیں ۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ۔ وہ ایمان
کے لحاظ سے افضل لوگ ہیں ۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے جس
میں آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے ۔ نہیں معلوم
اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری ۔

اور اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے ۔ کہ
سیح ضرور ایسے لوگوں کو پائے گا جو تم جیسے یا تم سے بہتر ہونگے
یہ بات آپ نے تین بار فرمائی اور اللہ تعالیٰ اس امت کو پزیر ہو
نہیں کرے گا جس کے آغاز میں ، میں اور سیح اس کے آخر میں ہوں گا
اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ ایسا
زمینہ آنے والا ہے جس میں ایک عامل کو پچاس آدمیوں کا اجر ملے
گا ۔ غرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ عامل ان میں سے ہو گا یا ہم میں

سے۔ فرمایا تم میں سے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنے تو آپ نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب کی سیرت کے متعلق سکھواتا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔ تو سالم نے آپ کی طرف لکھا کہ اگر آپ نے حضرت عمر کی سیرت پر عمل کیا تو آپ ان سے افضل ہوں گے کیونکہ آپ کا زمانہ حضرت عمر کے زمانے جیسا نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے آدمی حضرت عمر کے آدمیوں کی طرح ہیں۔

آپ نے اپنے زمانے کے فقہاء کی طرف یہ بات سکھ کر بھیجی تو سب نے سالم کا سا جواب دیا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث اپنے تواتر طرق اور حسن کے اس بات کے مقتضی ہیں کہ اس امت کا اقل اور آخر اہل بدر و حدیبیہ کو چھوڑ کر فضیلت عمل میں برابر ہے۔

حدیث خیر الناس قونی میں عمومیت نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں منافقین اور کبائثر کے مرتکب بھی جمع تھے۔ جن میں سے بعض پر آپ نے حدود کو بھی قائم کیا تھا۔ پہلی حدیث میں افضلیت کا کوئی شاہد موجود نہیں اور دوسری حدیث ضعیف ہے۔ جس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ لیکن حاکم نے اسے صحیح اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ یہ حدیث جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ یا رسول اللہ کیا کوئی ہم سے بھی بہتر لوگ ہیں؟ ہم

آپ کے ساتھ اسلام لائے اور آپ کے ساتھ جہاد کیا۔ فرمایا تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے وہ مجھ پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ اسکا اور تفسیری حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جو کسی طرق سے آئی ہے جن کے باعث یہ صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ چوتھی حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی حسن ہے اور پانچویں حدیث جسے ابو داؤد اور ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مفضل میں کوئی ایسی خوبی پائی جاتی ہے جو فاضل میں موجود نہیں ہوتی۔ اسی طرح شخص زیادتیٰ اجبر سے افضلیت مطلقہ لازم نہیں آتی۔ ایسے ہی دونوں کے درمیان بہتری اس اعتبار سے ہے جس میں وہ دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں اور دوسرے مومنین کے درمیان مشترک طاعات کا عموم ہے۔ اس لحاظ سے بعض ان لوگوں کا جو صحابہ کے بعد آئیں گے بعض صحابہ سے افضل ہونا بعید نہیں۔ باقی رب صحابہ رضوان اللہ علیہم کا بعض باتوں میں مختص ہونا۔ جیسا کہ ان کا آپ کے رُخِ النور اور آپ کی ذاتِ مکرم کو دیکھنا اور مشاہدہ کرنا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ خواہ کوئی کس قدر عظیم الشان کام کرے از روئے عقل اس فضیلت کو پانا تو درکنار اس کا مماثل بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جن کا علم و جہالت شان ہی آپ کے لئے کافی ہے سے دریافت کیا گیا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان کا وہ فہم جو معاویہ کے ناک میں داخل ہوتا تھا عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے آپ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے دیدار اور صحبت کی فضیلت سے کوئی چیز ہمسری نہیں کر سکتی۔ اسی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ققیہ میں ابو عمر کے استدلال کا جواب معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ آپ کے ہم عصر لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ حضرت عمر سے افضل ہیں۔ یہ بات تو صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ دونوں میں رعیت میں عدل و انصاف کے لحاظ سے تسادی کی نسبت تصور کی جائے۔ باقی جہاں تک صحبت رسول اور حضرت عمر کے حقائق قرب اور دین و علم اور فضل کی خوبیوں کے حصول کا تعلق ہے جن کے متعلق خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں شہادت دی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز یا کسی اور کی کیا مجال ہے کہ ان میں سے ایک ذرہ بھی حاصل کر سکے صحیح بات وہی ہے جو سلف و خلف جمہور علماء نے کہی ہے۔ جسکا بیان ابھی ہوگا۔ ابو عمر نے اہل بدر و حدیبیہ کا جو استشناد کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات اکابر صحابہ کے بارے میں نہیں بلکہ ان صحابہ کے بارے میں ہے۔ جنہوں نے صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی بعد میں آنے والوں کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر بعد میں آنے والے جہاں تک اعمال بجالا سکتے ہیں بجا ٹائیں پھر بھی اس خصوصیت کا حصول تو درکنار وہ اس کے مساوی بھی نہیں ہو سکتے۔ پس ان صحابہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ جو یہ خصوصیات بھی رکھتے تھے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جنگ کی یا آپ کے زمانے میں آپ کے حکم سے جنگ کی۔ یا آپ کے بعد آنے والوں کے لئے شریعت کا کچھ حصہ نقل کیا یا

آپ کے سبب سے اپنے مال میں سے کچھ خرچ کیا۔ بلا اختلاف یہ وہ امور ہیں جن کو بعد میں آنے والا کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٍ أُولَٰئِكَ أَطْعَمُوا
وَرَأَوْا مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنِي

سلف و خلف جہود کے مسلک کی تائید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ صحابہ، نبیوں اور خواص اور مقرب ملائکہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ جیسا کہ میں کتاب کے آغاز میں فضائل صحابہ میں بیان کر چکا ہوں۔ دلائل پر بہت سی شہادتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں سے ایک صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ ”میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی احد پیارے کے برابر بھی خرچ کرنے تو وہ ان کے مٹھی بھر خوجا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا“ اور صحیحین ہی کی ایک روایت کاف خطاب کے ساتھ ہے۔

ترمذی کی روایت میں لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ كَمَا أَفْطَأَ آتُے ہیں۔ نصف، لون کی زیر کے ساتھ نصف کو کہتے ہیں۔

دارمی اور ابن عدی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی آپ اقتداء کریں گے ہدایت پائیں گے۔

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث ہے کہ میری صدی سب سے بہتر صدی ہے۔ یا میری صدی کے لوگ سب سے بہتر ہیں۔ یا میری امت کے بہترین لوگ میری صدی کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو

ان کے ساتھ ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے۔
 قرن کا لفظ ایک قریب زمانے کے لوگوں پر بولا جاتا ہے
 جو وصف مقصود میں مشترک ہوں۔ اور مخصوص زمانے پر بھی اس کا اطلاق
 ہوتا ہے۔ اس میں دس سالوں سے لے کر ایک سو بیس سالوں تک
 اختلاف کیا گیا ہے۔ سوائے نوے اور ایک سو دس کے۔ قائل نے
 ان دونوں اقوال کو یاد نہیں رکھا اور نہ ہی ان دونوں اقوال کے سوا جو
 کسی نے کہا ہے اُسے یاد رکھا ہے۔ سب سے منصفانہ قول صاحب
 المحکم کا ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر زمانے کے لوگوں کی اوسط عمر کو قرن کہتے ہیں۔
 اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرن سے مراد
 صحابہ ہیں۔ اور بلا اختلاف علی الاطلاق ان میں سے سب سے آخر میں
 فوت ہونے والے ابو الطفیل عامر بن واثر اللبیشی ہیں جیسا کہ مسلم
 نے اپنی صحیح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ
 ان کی موت سن ۱۲۰ھ میں ہوئی۔ بعض نے ان کی موت سن ۱۲۰ھ اور
 بعض نے سن ۱۲۰ھ میں بتائی ہے۔ اور ذہبی نے اسے حدیث صحیح
 سے مطابقت کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے
 کہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے
 فرمایا کہ روئے زمین پر جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے ایک سو
 سال تک کوئی ایک بھی زندہ نہیں رہے گا۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ مجھے اس رات بتایا گیا ہے کہ
 ایک سو سال تک کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا۔ اس سے آپ
 کی مراد یہ ہے کہ گفتگو کے وقت سے ایک سو سال تک صدی کا

ختم ہونا مراد ہے ۔

یہ قول کہ عکراش بن زؤیب واقعہ جل کے بعد سو سال تک زندہ رہے ۔ درست نہیں ۔ اور علی سبیل التنزیل کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس کے بعد ایک سو سال کی عمر پوری کی نہ یہ کہ وہ سو سال تک اس کے بعد زندہ رہے ۔ جیسا کہ ائمہ نے کہا ہے اور جو ایک جماعت نے رتن الہندی اور معمر المغزی اور اس قسم کے لوگوں کے متعلق کہا ہے ۔ ائمہ نے خصوصاً ذہبی نے اس کے جعلی اور باطل ثابت کرتے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے ۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی اسے شائع نہیں کر سکتا ۔ لے

لے موضوعات کی کتب میں علماء نے ان کذابین کے بارہ میں ایک خاص باب باندھا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے ۔ انہوں نے ان لوگوں میں سر تا لبک ہندی جبر بن عارث ، معمر بن بربک ، قیس الاشج ، عثمان بن خطاب بلوی ، خوط بن مرہ اور رتن الہندی کا ذکر کیا ہے ۔ ذہبی نے رتن اور اسکی اخبار کے متعلق کتاب کا ایک جز تالیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ سو سال کے بعد ہم اس کے وجود اور ظہور کو درست بات قرار دیں تو پھر یا تو وہ شیطان ہے جس نے بشر کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت اور حد درجہ طولی عمر کا ادا کیا اور یہ ڈھیر سارے افکار کئے یا وہ کوئی گمراہ بوڑھا تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بول کر جہنم میں اپنے گھر کی بنیادیں رکھیں ۔ اور صفدی نے رتن کی اخبار کی تقویت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اُسے قاضی برہان الدین ابن جماعت نے رد کیا ہے ۔



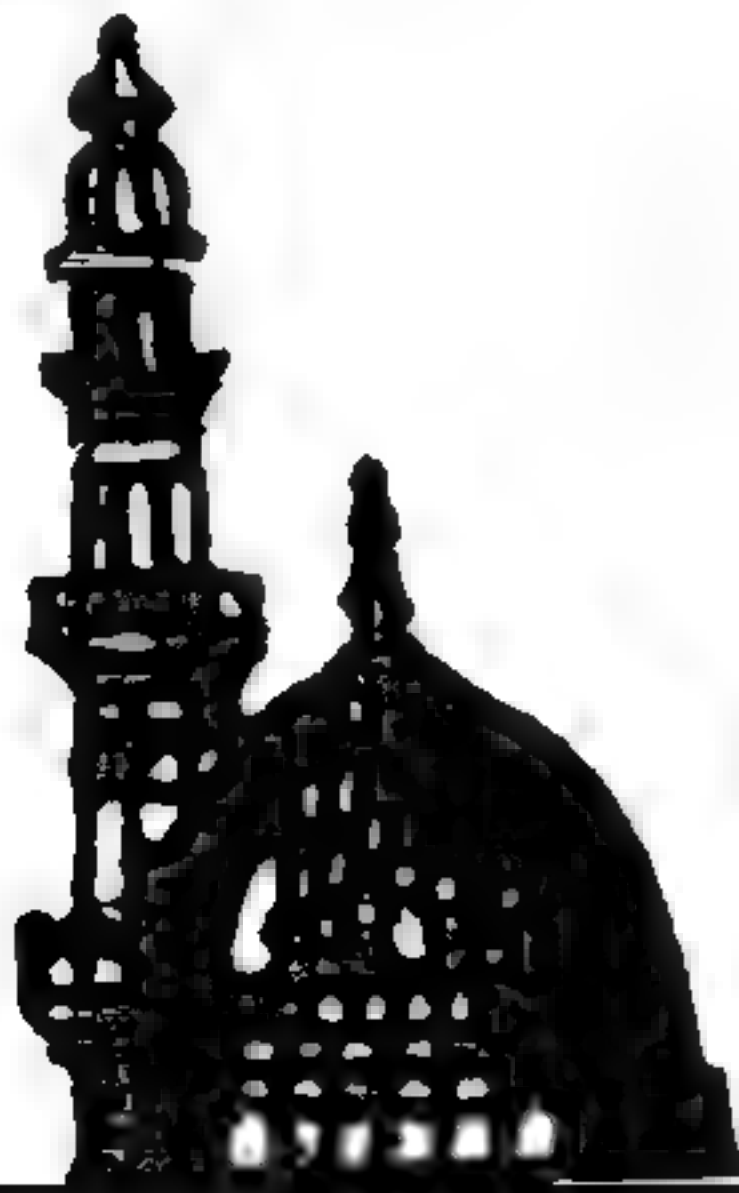
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صدی کے لوگوں کا، ساتھ والی صدی کے لوگوں یعنی تابعین سے افضلیت کا معاملہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ انفرادی۔

ابن عبد البر کا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہی بات تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیروکاروں کے بارہ میں ہوئی۔

صحابہ کی اقسام

پھر صحابہ کی کئی اقسام ہیں مہاجرین، انصار اور ان کے جانشین۔

نیز جو کہ فتح مکہ کے روز یا اس کے بعد اسلام لائے، مجمل طور پر ان میں سب سے افضل مہاجرین ہیں اور ان کے بعد مذکورہ ترتیب کے مطابق آنے والے صحابہ افضل ہیں اور تفصیلاً انصار۔ متاخرین صحابہ سے افضل ہیں اور پہلے مہاجرین، پہلے انصار سے افضل ہیں پھر وہ۔



ان متاخر اسلام لانے والوں سے قرب میں متفادت ہیں ۔
 جیسے حضرت عمرؓ حضرت بلالؓ سے افضل ہیں ۔ حالانکہ حضرت بلالؓ مقدم الاسلام
 ہیں ۔ ابو منصور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ اہل سنت
 کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ حضرت
 عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ ہیں ، پھر عشرہ مبشرہ ، پھر اہل بدر ، جنگ
 اعدا اور حدیبیہ کے بقیہ اور بیعت الرضوان کرنے والے لوگوں میں سے
 باقی رہنے والے لوگ ، اس کے بعد باقی صحابہ ۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان اجماع کے متعلق جو
 اعتراض کیا گیا ہے اُسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے ۔ اگر ان دونوں حضرات
 کے بارے میں اجماع ۔ سے مراد اہل سنت کی اکثریت کا اجماع ہے تو یہ
 بات درست ہے ۔

انصاری نے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے ابوبکرؓ کاش میں اپنے بھائیوں سے ملتا
 حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے بھائی ہیں ۔ فرمایا نہیں
 تم میرے صحابہ ہو ۔ میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھے بغیر میری
 تصدیق کی اور مجھ سے محبت کی ہے ۔ یہاں تک کہ میں ان میں سے ہر
 ایک کو اس کے بیٹے اور باپ سے بھی زیادہ محبوب ہوں ۔ صحابہ نے
 عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی ہیں ۔ فرمایا نہیں تم میرے
 صحابہ ہو ۔ اے ابوبکرؓ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ایک قوم
 میری محبت کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھے ۔ تو بھی اُن سے محبت رکھ
 جو میری محبت کی وجہ سے تجھ سے محبت رکھتے ہیں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے وہ قرآن سے محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اور میرے قریبوں سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث کو دینی نے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! میرے دوستوں! میرے دامادوں! اور میرے صحابہ کے بارے میں میرا لحاظ رکھو۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی زیادتی کا تم سے مطالبہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ ان چیزوں سے نہیں ہے جسے بخشا جائے گا۔ اس روایت کو غلی نے بیان کیا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے بعد انہیں اپنی افواہوں کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ جو انہیں ایذا دیتا ہے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو مجھے ایذا دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گرفت میں لے لے۔ اس حدیث کو مخلص ذہبی نے بیان کیا ہے یہ اور اس سے قبل بیان ہونے والی حدیث، صحابہ کے متعلق وصیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں ان سے محبت کی تاکید و ترغیب دی گئی ہے اور ان سے بغض رکھنے سے ڈرایا گیا ہے۔ اور اس میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ ان سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے کیونکہ جب ان سے بغض رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے

رکھنا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمالِ قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائم مقام قرار دیا ہے یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور ایسے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کو بُرا سمجھنا کہنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو بُرا سمجھنا کہنے کے مترادف ہے جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ	اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لانے
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ	دلوں میں سے تو کسی کو اس طرح کا نہ
مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ	پائے گا کہ وہ اس چیز سے محبت رکھتے
	ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا
	رسول دشمنی رکھتے ہوں۔

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے

محبت رکھنا متعین واجبات میں سے ہے۔ اور ان سے لغفٹ رکھنا تباہ و
 برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ اور ان سے محبت و توقیر سے
 پیش آنا ان کے حقوق کی ادائیگی کرنا اور ان کی سنت، آداب اور
 اخلاق پر عمل کرنا ان کی اقتداء کرنا اور ان کے اقوال پر عمل پیرا ہونا
 ایسی چیزیں ہیں جن میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور ان کی
 مزید ثنا اور حسن کی بات یہ ہے کہ تعلیم کے ارادے سے ان کے
 اوصاف جمیلہ کو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی
 بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے۔ اور جس کی تعریف اللہ
 کرے اس کی ثنا واجب ہوتی ہے۔ اور اسی سے ان کے لئے
 استغفار کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جنہوں
 نے صحابہ کو بُرا کہا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کے اصحاب کے لئے
 استغفار کریں۔ اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ استغفار کا
 زیادہ فائدہ استغفار کرنے والے کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے
 مزید ثواب ملتا ہے۔ یہاں بن عبد اللہ تبری جو علم و زہد اور معرفت و
 جلالت میں بڑی شان کے حامل ہیں فرماتے ہیں وہ شخص رسول کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ کے اصحاب کی
 توقیر نہیں کی۔

اسی طرح مؤرخین کی خبروں اور صحابہ کے درمیان ہونے
 والے اختلاف و اضطراب خصوصاً رافضیوں اور شیعوں کی جاہلانہ
 اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے
 ہوئے ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ کیوں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کرو۔ پس جو شخص کوئی بات سنے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محقق کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سُننے کی وجہ سے اُسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے۔ بلکہ اس کی تحقیق کرے۔ یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ثابت ہو جائے۔ پھر بھی اس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی سی تائید کرے اور اس کا کوئی اچھا مفہوم مراد لے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے اہل ہیں۔ جیسا کہ ان کے مناقب میں یہ بات مشہور اور اور ان کے کارناموں میں شمار ہے۔ جن کا بیان طوالت کا باعث ہوگا اور ان سے بعض کے متعلق بعض واقعات بیان ہو چکے ہیں۔ اور جو جنگیں اور تنازعات ہوئے ہیں ان کی تائیدات اور محامل ہیں۔ مگر ان کے بارے میں سب و شتم سے کام لینا اور ان پر طعن کرنا جیسے کہ حضرت عائشہ پر تمہت لگانا اور آپ کے والد کی صحبت کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ ایسا کہنے والا دلیل قطعی کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو یہ بات بدعت و فسق ہوگی۔

اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت معاویہ کا حضرت علی کے ساتھ خلافت کے متعلق کوئی جگڑا تھا۔ اس لئے کہ حضرت علی کی خلافت کی حقیقت پر اجماع ہو چکا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ

پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت معاویہ اور آپ کے ساتھیوں نے حضرت علی سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو ان کے سپرد کر دیں۔ کیونکہ حضرت معاویہ حضرت عثمان کے چاچا اور بھائی تھے۔ حضرت علی اس خیال سے ان کا مطالبہ کو پورا کرنے سے رُکے رہے کہ قاتلین کے قبائل بکثرت تھے اور پھر وہ حضرت علی کے لشکر میں ملے ہوئے تھے۔ ان کو فوری طور پر سپرد کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑا زلزلہ اور اضطراب پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے۔ اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ ابتدائی حالت میں تھی۔ حضرت علی نے ان کو تاخیر سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا۔ تاکہ وہ خلافت کے معاملہ میں مضبوط پوزیشن اختیار کر لیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں ممکن حاصل ہو جائے۔ اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو بکڑ کر ان کے سپرد کر دیں گے۔

جنگ جمل کے روز جب آپ نے اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو نکال باہر کریں گے تو نتیجہ چلا کہ حضرت عثمان کے بعض قاتل حضرت علی کے خلاف بغاوت اور جنگ کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ پھر جو لوگ حضرت عثمان کے قتل کے درپے تھے۔ ان کی تعداد بہت تھی۔ جیسا کہ ان کے مہاجر کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کے قاتلوں میں مصر کی ایک جماعت بھی شامل تھی جن کی تعداد سات سو، ایک ہزار اور پانچ سو تک بیان کی گئی ہے۔

کوفہ اور بصرہ وغیرہ کی جماعتیں بھی آپ کے قتل میں شامل تھیں۔ یہ سب لوگ مدینہ آئے اور جو کچھ یہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ بلکہ ان کے اور ان کے قبائل کے متعلق یہاں تک بیان ہوا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

اس بات کی وجہ سے حضرت علی کے لئے مشکل امر تھا کہ وہ قاتلین کو ان کے سپرد کر دیں۔ لہذا وہ ایسا کرنے سے رُکے رہے۔ اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کے قاتلوں کو باغی خیال کیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہو۔ مگر یہ تاویل فاسد ہے۔ انہوں نے آپ کو اس وجہ سے قتل کرنا جائز خیال کیا کہ وہ آپ کی کئی باتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ جیسے کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مروان کو اپنا کاتب بنایا ہوا تھا۔ جبکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے مدینہ سے نکال دیا تھا۔ اور آپ اُسے واپس لے آئے تھے۔ اور آپ اپنے رشتہ داروں کو عہدے سپرد کرتے تھے اور محمد بن ابوبکر کے تغبیہ کی وجہ سے جسکا مفصل بیان حضرت عثمان کی خلافت کی بحث میں گذر چکا ہے۔ انہوں نے جہالت اور غلطی سے جو کچھ کیا اُسے مباح خیال کر لیا اور باغی جب امام عادل کا مطیع ہو جائے تو جنگ میں اُسے جو نقصان ہو اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ خواہ وہ نقصان مال کا ہو یا جان کا۔ جیسا کہ امام شافعی کا مرجع قول یہی ہے اور یہی بات دوسرے علماء نے بھی کہی ہے۔ اگر آپ کو ان پر قدرت حاصل ہوتی تو یہ احتمال ہو سکتا تھا۔ مگر پہلی بات زیادہ

قابل اعتماد ہے۔ اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل باغی نہیں تھے۔ بلکہ وہ اپنے بے سرو یا شبہات کی وجہ سے ظالم اور سرکش تھے۔ اور اس لئے بھی کہ انہوں نے شبہات کے دودھ ہونے اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد باطل پر اصرار کیا اور ہر شبہ کرنے والا مجتہد نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ شبہ تو ہوتا ہی اس شخص کو ہے جو درجہ اجتہاد سے قاصر ہوتا ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے مذہب میں جو فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ انہیں بلا تاویل شوکت حاصل تھی۔ اور باغیوں کی طرح جو وہ جنگ میں نقصان کر چکے تھے اس کے ذمہ دار نہ تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان کی شہادت جنگ میں نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ آپ نے جنگ نہیں کی بلکہ آپ نے جنگ سے منع فرمایا تھا یہاں تک کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے جنگ کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ابو ہریرہ میں آپکو قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنی تلوار سے کسی کو نہ ماریں۔ آپ میری جان کو بچانا چاہتے ہیں اور میں مسلمانوں کو اپنی جان قربان کر کے بچانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ ابن عبد البر نے سعید المقبری سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ حضرت معاویہ

حضرت علی کے زمانہ میں خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ وہ ایک بادشاہ تھے اور زیادہ سے زیادہ ان کو اپنے اجتہاد پر ایک اجر مل سکتا ہے اور حضرت علی کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرے صحیح اجتہاد کا۔ بلکہ ان کے لئے دس اجر ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں

ہے کہ جب مجتہد صیح اجتہاد کرے تو اُسے دس اجر ملتے ہیں۔ حضرت علی کی وفات کے بعد حضرت معاویہ کی امامت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام اور خلیفہ ہو گئے تھے کیونکہ ان کی بیعت کھل کر ہو گئی تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث کے مطابق امام نہیں ہوئے تھے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر وہ ملوکیت میں بدل جائے گی۔ اور حضرت علی کی وفات پر تیس سال گزر چکے تھے۔ اور آپ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علی کی وفات پر تیس سال مکمل نہیں ہوئے تھے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ کی وفات ۱۲ شعبان کے رمضان میں ہوئی۔ اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ، تاریخ کو ہوئی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو فوت ہوئے اور آپ دونوں کی وفات کا درمیانی زمانہ تیس سال سے چھ ماہ کم بنتا ہے۔ اور حضرت حسن کی مدت خلافت کو شامل کر کے تیس سال پورے ہو جاتے ہیں۔ پس جب یہ بات ثابت ہو گئی تو محققین کے اس قول کو جنہوں نے حضرت علی کی وفات پر حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر کیا ہے۔ اس بات پر مجھل کیا جائے گا کہ ان کی مراد اس وقت سے ہے جب حضرت حسن نے ان کو خلافت سپرد کر دی تھی یعنی جب آپ کی وفات پر چھ ماہ گزر چکے تھے اور بالغین خلافت معاویہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت حسن کا امر خلافت کو ان کے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں آپ نے ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ امر خلافت کو حضرت حسن کے سپرد نہ کریں گے اور اگر حضرت

حسن خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے تو وہ خونریزی اور قتال کرتے
آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے امر خلافت کو ترک
کر دیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رد میں آپ یہ
بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن ابی احق اور سید خلیفہ تھے۔ آپ کے
ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ کے ساتھیوں کا مقابلہ
کیا جاسکتا تھا۔ آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اسے حضرت معاویہ
کے سپرد کرنا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ جیسا کہ خلافت سے
رستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ نے بہت سی شروط
لگائیں۔ جن کی حضرت معاویہ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا۔ اور
صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت
حسن سے صلح کی درخواست کی۔ اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ
گزشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ جو حضرت ابو بکر سے مروی
ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک
بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے اور
فرماتے میرا یہ بیٹا مر رہا ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے
مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرائے گا۔ پس رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ان کے ذریعہ اصلاح کی امید فرما رہے ہیں۔ اور آپ واقع
کے مطابق امر حق ہی کی امید کرتے ہیں۔ پس حضرت حسن سے اصلاح
کی امید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ کے حق میں
آپ کی خلافت سے رستبرداری ایک درست قدم تھا۔ اور اگر حضرت

حسن خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسن کی اس پر تعریف نہ کی جاتی۔ اور حضور علیہ السلام نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی تمنا نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی صحت خلافت، نفاذ تصرف، واجب الاماعت ہونے اور مسلمانوں کے امور کے قیام میں مشغول ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن سے یہ اُمید تھی کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ اس میں حضرت حسن کے فعل کی صحت پر بھی دلالت پائی جاتی ہے۔ اور اس بات پر بھی کہ آپ اس معاملہ میں مختار تھے اور اس سے یہ شرعی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں کہ حضرت معاویہ کی خلافت اور ان کا مسلمانوں کے امور کی نگرانی کرنا اور خلافت کے تقاضوں کے مطابق تصرف کرنا درست تھا اور یہ سب باتیں اس صلح پر مترتب ہوتی ہیں۔ پس اس وقت سے حضرت معاویہ کی خلافت کا یہ ثبوت بن گیا اور اس کے بعد وہ امام برحق اور سچے امام بن گئے۔ ترمذی نے بیان کیا ہے اور عبدالرحمن بن عمیر صحابی سے اسے حسن قرار دیا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا

اللہم اجعلہ ہادیا اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی مہدیا۔ بناوے۔

احمد نے اپنی سند میں عربی بن ساریہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

اللهم علم معاویۃ . اے اللہ معاویہ کو حساب و کتاب
الکتاب والحساب سکھا . اور اُسے عذاب سے بچا .
وقتہ العذاب .

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور طبرانی نے البکیر میں
عبد الملک بن عمر سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے
کہا کہ جب سے میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
اے معاویہ جب تو بادشاہ بن جاؤ تو حسن سلوک سے کام لینا اس
وقت سے میں خلافت کا آرزو مند ہوں . اے

اے ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے کوئی صحیح چیز ثابت نہیں ہو سکی کہتے ہیں حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے
میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب مہی
تھے . اسے مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے . اس کے بعد عرابی کی حدیث ہے کہ اے
اللہ سے کتابت سکھا دی . اس کے بعد ابن ابی عمیر کی حدیث ہے کہ اے اللہ اس
کو ہدیا اور مہدکا بنا دے . اسے ابن عراق نے تشریح الشریعہ میں بیان کیا ہے
سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں آنے والی احادیث
بہت کم ثابت ہوتی ہیں . اور یہ حدیث کہ جب تو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا اسے
یہقی نے اسماعیل بن ابراہیم بن ہباج کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور
حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن ابی عامر نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب
تصنیف کی ہے اسی طرح ابو عمیر ثعلب کے غلام اور ابو بکر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے
باقی باتوں کو ہم تہذیب الجنان کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے . اور یہی مناسب ہے

یہ پہلی حدیث میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے اس پر غور کیجئے کہ اے اللہ معاویہ کو مادی اور مہدی بناوے۔ اور آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ جس سے حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حجت پکڑی جاسکتی ہے۔ اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں۔ اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا۔ اس لئے کہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اُسے کوئی ملامت و مذمت لاحق نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ معذور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے بریکھا گیا ہے۔ ان کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث میں آپ کے لئے کی گئی ہے کہ انہیں علم ملے اور عذاب سے بچ جائیں۔ اور بلاشبہ حضور علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس لئے نہیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ اجر ملے گا جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا ہے۔ اور اسلام میں اُسے حضرت حسن کے گروہ کے مساوی قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریقوں میں حرمت اسلام باقی ہے۔ اور ان جنگوں کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے۔ بلکہ برابر سطح پر ہیں۔ پس دونوں میں سے کسی ایک کو فسق اور نقص لاحق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ دونوں میں سے ہر کوئی ایسی تاویل کرنے والا ہے جو غیر قطعی البطلان ہے۔ اگرچہ حضرت معاویہ کا گروہ باغی تھا۔ لیکن وہ بغاوت تھی فسق نہ تھا۔ کیونکہ اس کا صدور تاویل کی وجہ سے ہوا تھا جس کی وجہ سے اصحاب بغاوت کو معذور خیال کیا جاسکتا ہے۔ اور

اس بات پر بھی غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا۔ اور آپ نے اُسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حق دار تھے۔ کیونکہ آپ کا انہیں احسان کا حکم دینا، بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے۔ جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے ان کی حکومت و خلافت کی حقیقت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے۔ کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے۔ وہ خود بخبری کا استحقاق نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی ان سے حسن سلوک کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے۔ بلکہ وہ تو اپنے قبیلہ افعال اور برے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ متغلب ہوتے تو حضور علیہ السلام ضرور اس طرف اشارہ کرتے یا انہیں مراحت سے بتاتے۔ جب آپ نے مراحت کی بجائے اس طرف اشارہ کیا بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ جس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد سچے امام اور برحق خلیفہ تھے۔ اس طرف احمد کا کلام اشارہ کرتا ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید الارمینی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفاء کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی، میں نے پوچھا حضرت معاویہ کے متعلق آپ کا کیا

خیال ہے۔ فرمایا حضرت علی کے زمانے میں ان سے زیادہ خلافت کا کوئی حقدار نہ تھا۔ پس آپ کے کلام سے سمجھ لیجئے کہ حضرت علی کے زمانہ کے بعد اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں سعید بن جبہ ان سے جو بیان کیا ہے کہ میں نے سفینہ سے کہا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ اس نے کہا زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ اور سب سے پہلا بادشاہ معاویہ تھا۔ اس سے یہ وہم نہ ہو کہ معاویہ کو خلافت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ اسے خلافت صحیحہ حاصل تھی مگر وہ اس پر بادشاہ کی طرح غالب آگیا تھا۔ اس لئے کہ وہ بہت سے امور میں خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف تھی۔ اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد اور ارباب حل و عقد کے اتفاق سے خلافت حقہ صحیحہ تھی۔ یہ اس لئے کہ اس میں وہ امور وقوع پذیر ہوئے جو ایسے اجتہادات کی پیداوار تھے جو واقع کے مطابق نہ تھے۔ جن کی وجہ سے مجتہد گنہگار نہیں ہوتا بلکہ وہ واقع کے مطابق صحیح اجتہادات کرنے والوں کے مقام سے پیچھے تھے۔ اور وہ خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس جن لوگوں نے حضرت معاویہ کو بادشاہ کہا ہے وہ انہیں ان اجتہادات کی وجہ سے کہتے ہیں۔ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جو ان کی ولایت کو خلافت سے موسوم کرتے ہیں وہ حضرت حسن کی دستبرداری اور ارباب حل و عقد کے اتفاق کی وجہ سے انہیں خلیفہ برحق اور ایسا مطاع کہتے ہیں۔ جس کی

اسی طرح اعلیٰ کی جانی چاہیئے جیسے کہ ان سے پہلے خلفائے راشدین کی کی جاتی تھی۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس معاملہ میں ان کے بعد آنے والے لوگوں کی طرف دیکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اہل اجتہاد نہیں بلکہ ان میں عاصی اور نافرمان لوگ ہیں۔ جنہیں ایک وجہ سے خلفاء میں شمار نہیں کیا جاسکتا بلکہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں۔ سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے۔ کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت ابن زبیر بھی ان میں شامل ہیں۔

باقی رہے وہ بدعتی جو آپ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں۔ تو اس بارے میں حضرات شیعین، حضرت عثمان اور اکثر صحابہ ان کے لئے نمونہ ہیں۔ پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان پر اعتماد کرو۔ کیونکہ یہ باتیں احمق، جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ اور ان کے سردوں پر المہنت کوتلاریں اور واضح دلائل و براہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو انہیں علیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ انہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان نے عامل مقرر کیا ہے۔ اور حضرت ابوبکر نے جب شام کی طرف فوج بھیجی تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاویہ کو دمشق پر اپنا جانشین بنایا تو حضرت ابوبکر نے ان کو وہیں

مقرر کر دیا۔ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی انہیں وہیں مقرر کیا۔ اور تمام شام کو آپ کے زیر نگیں کر دیا۔ آپ وہاں بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ کعب الاحبار کہتے ہیں جس طرح حضرت معاویہ نے اس امت کو کنٹرول کیا ہے۔ کوئی اس طرح کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ کعب حضرت معاویہ کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے ہیں۔ اور کعب سے جو بات منقول ہے۔ وہ سچ ہے۔ کیونکہ حضرت معاویہ بیس سال خلیفہ رہے۔ اور کسی نے زمین میں ان سے خلافت کا جھگڑا نہیں کیا۔ بخلاف ان کے جو ان کے بعد ہوئے۔ کیونکہ لوگ ان کے خلاف تھے اور بعض ممالک ان کی خلافت کے باغی تھے۔ اور کعب نے حضرت معاویہ کی خلافت سے قبل جو کچھ بتایا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ بعض آسمانی کتب میں آپ کی خلافت منصوص ہے۔ کیونکہ کعب ان کتب کے عالم تھے۔ جنہیں ان کے احکام کے متعلق پوری واقفیت تھی۔ اور وہ اہل کتاب کے دوسرے علماء سے فائق تھے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ کے شرف اور حقیقت خلافت کو تقویت ملتی ہے۔ کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کا خلافت پر استقرار ربیع الاخر یا جمادی الاولیٰ ۱۰۰ھ میں ہوا۔ اس سال کو خلیفہ واحد کے نام پر اجتماع امت کی وجہ سے عام الجعاۃ کہا جاتا ہے۔ ۱۰

۱۰ ابو بکر بن العربی نے العوام میں تیس سالہ خلافت والی حدیث پر غصہ کر کے ہوئے کہا

اس بات کو بھی جان لیجئے کہ اہلسنت نے یزید بن معاویہ کی تکفیر اور آپ کے بعد اس کے ولی عہد ہونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ ایک گروہ اسے سبط ابن الجوزی و فیروہ کے قول کے مطابق کافر کہتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب اس کے پاس حضرت حسین کا سر لایا گیا تو وہ شامیوں کو جمع کر کے آپ کے سر کو چڑی سے مارنے اور زبیری کے اشعار پڑھنے لگا کہ

”کاش میرے بزرگ بدر میں حاضر ہوتے“

یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو اشعار کا اضافہ کیا جو کفر مرتع پر مشتمل ہیں۔

ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اگر صحیح ہے تو وہ معارضہ ہے پھر کہتے ہیں کیا صحابہ میں حضرت معاویہ سے بڑھ کر کوئی خلافت کو سنبھالنے والا نہ تھا ہم کہتے ہیں بہت سے آدمی تھے۔ لیکن حضرت معاویہ میں بہت سے فضائل جمع تھے۔ اور وہ یہ کہ حضرت عمر نے سارے شام پر انہیں حاکم بنا دیا کیونکہ آپ نے ان کی حسن سیرت، حمایت اسلام، سرحدوں کی بندش، فوج کی اصلاح، دشمن پر غلبہ اور مخلوق کے ساتھ سیاست کو دیکھا۔ تو انہیں منفرد قرار دیا۔ اور صحیح حدیث میں ان کے فقیہ ہونے کی گواہی موجود ہے۔ اور اہم عوام کی حدیث میں ان کی خلافت کی شہادت بھی موجود ہے۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ عراق خضر کی موجوں پر سوار ہوں گے۔ وہ خاندان پر بادشاہ یا بادشاہوں کی طرح ہوں گے۔ اور یہ واقعہ آپ کی ولایت کے زمانے میں ہوا۔

سبط ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی نے کہا ہے کہ ابن زیاد کا حضرت حسین کے ساتھ جنگ کرنا تعجب خیز امر نہیں۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یزید نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑا۔ اور اس نے حضرت حسین کے دانتوں پر چھڑی مارا اور آل رسول کو اونٹوں کے کجاوہ پر سوار کر کے اسیر بنا کر لے گیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سی بیہودہ باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہیں۔ وہ سیر حسین کو مدینہ لے گیا۔ اور اس کی ہوا متغیر ہو چکی تھی۔ پھر اس نے کہا۔ ایسا کینے سے میرا مقصد ان کو رسوا کرنا اور سر کو دکھانا تھا۔ اُسے خوارِ ح اور باغیوں سے ایسا سلوک روا رکھنا جائز تھا۔ ان کا بھی لوگ کفن و دفن کرتے اور جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کے دل میں جاہلیت اور بددعا کینہ نہ ہوتا تو وہ حسین کا احترام کرتا۔ اور اس کے کفن و دفن کا انتظام کرتا اور آل رسول سے حسن سلوک سے پیش آتا۔

ایک گروہ اُسے کافر نہیں کہتا کیونکہ ہمارے نزدیک جن اسباب سے کفر واجب ہوتا ہے وہ ثابت نہیں ہوئے۔ جب تک اس بات کا پتہ نہ چلے جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہی رہے گا۔ اور جو باتیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس کے معارض یہ بات بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر پہنچا تو اس نے کہا اے حسین اللہ تجھ پر رحم فرما تجھے ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس نے رشتہ کے حقوق کو نہیں سمجھا اور ابن زیاد سے بگڑ کر کہا تو نے اچھے اور بُرے دل میں میرے لئے عداوت کا بیج بو دیا ہے۔ اور حضرت حسین کی مستورات اور ان

کے بقیہ بیٹوں کو سر حسین کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا تاکہ اُسے وہاں دفن کر دیا جائے اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ان دونوں باتوں سے کوئی بات بھی موجب کفر ثابت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو اسے اسلام سے خارج کر دے ہم اسی اصل کو اختیار کئے رہیں گے۔

اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ صحیح اور درست طریق ہے کہ یزید کے متعلق توقف اختیار کیا جائے۔ اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے مخفی اسرار کو جاننے والا ہے پس ہم اصلاً اس کی تکفیر کے لیے نہیں ہوتے۔ کیونکہ یہی بات زیادہ مناسب اور درست ہے۔ اور یہ بات کہ وہ مسلمان ہے، وہ فاسق، شریر، ناشرباز اور ظالم بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

ابو لیلیٰ نے اپنی سند میں ابی عبیدہ سے ایک ضعیف سند سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا امر خلافت ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ بنو امیہ سے ایک آدمی سب سے پہلے اُسے توڑے گا جسے یزید کہا جائے گا۔

الروایانی نے سند میں حضرت ابوالدرداء سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ میں سے ہوگا۔ جسے یزید کہا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں میں وہی دلیل بیان کی گئی ہے جو میں اس سے پہلے پیش کر چکا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خلافت ان لوگوں کی خلافت کی طرح نہ تھی جو آپ کے بعد بنو امیہ میں ہوئے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے کہ امت کے امر خلافت کو شکستہ کرنے والا اور آپ کی سنت کو تبدیل کرنے والا پہلا شخص یزید ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ نے نہ امر خلافت کو شکستہ کیا اور نہ ہی آپ کی سنت کو تبدیل کیا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ایک مجتہد تھے اور اس بات کی تائید امام جہدی کے اس فعل سے ہوتی ہے جسے ابن سیرین وغیرہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ کو آپ کے سامنے گایاں دیں تو آپ نے اُسے تین کوڑے مارے اور اس کے ساتھ اُس شخص کو بیس کوڑے مارے جس نے آپ کے بیٹے یزید کو امیر المومنین کا نام دیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہو گا۔ پس ان دونوں کے فرق پہلور کرور اور حضرت ابو ہریرہ کے پاس جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یزید کے بارے میں علم تھا آپ دعا کیا کہتے تھے اے اللہ میں ساٹھ سال تک پہنچنے اور بچوں کی امارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی اور آپ کو ششہ میں وفات دے دی اور ۶۰ میں حضرت معاویہ کی وفات اور آپ کے بیٹے کی حکومت کا آغاز ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ نے اسی سال یزید کی ولایت سے اس کے بُرے احوال کو جان لیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضور علیہ السلام نے اس کے متعلق علم دیا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کی

حکومت سے پناہ مانگی ۔

نوفل بن ابوالفرات کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے یزید کا ذکر کیا اور کہا امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کہا تو آپ نے فرمایا تو اُسے امیر المومنین کہتا ہے ۔ آپ کے حکم پر اُسے بیس کوڑے مارے گئے ۔

اہل مدینہ نے اس کے گناہوں میں حد درجہ بڑھ جانے کی وجہ سے اس کی بیعت چھوڑ دی تھی ۔ واقعہ یہ کہ کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ ابن الغیل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم نے یزید کے خلاف اس وقت بغاوت کی جب ہمیں خدشہ ہو گیا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے ۔ وہ شخص لوگوں کی ماڑوں ، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا ، شراب پیتا اور تارک الصلوٰۃ تھا ۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یزید نے شراب پی کر جو کچھ اہل مدینہ سے کیا اور ناکردنی افعال سکے ۔ ان سے لوگ برا فروختہ ہو گئے ۔ اور کئی لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی عمر میں برکت نہ دی ۔ ذہبی نے اس قول میں ان باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس سے ۶۳ھ میں سرزد ہوئیں ۔ جب اُسے پتہ چلا کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت چھوڑ دی ہے اور اس کے خلاف بغاوت کی ہے ۔ تو اس نے ان کی طرف ایک عظیم لشکر روانہ کیا اور اُسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ۔ اس لشکر کے آنے پر باب یتیمہ پر حرہ کا واقعہ پیش آیا تجھے کون بتائے کہ حرہ کا واقعہ کیا تھا ۔ اس کا ذکر حسن مرہ نے کیا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم اس واقعہ میں ایک آدمی بھی نہیں بچا ۔ بہت سے

صحابہ اور دوسرے لوگ اس میں مارے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
 اس کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص
 اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اس پر
 لعنت کو جائز قرار دیا ہے ان میں ابن جوزی بھی شامل ہے۔ اس نے اسے
 احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب رد علی المتعصب الغیۃ المانع
 من ذم یزید میں کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے
 بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اسے کہا وہ جس حال میں ہے وہی
 اس کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے میں
 نے اسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار
 دیا ہے۔ جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے
 بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے۔ پھر ابن جوزی نے قاضی ابوالعلی الغزالی
 سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں مسامح
 بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ
 سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید
 کے دوست ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اسے بیٹے کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر
 ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔ جس پر اللہ
 تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں
 نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس جگہ
 یزید پر لعنت کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اس قول
 میں یزید پر لعنت کی ہے۔
 فہل عسیتم ان تولیتم ان ممکن ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد کرو

تفسد وافی الارض و اور رشتہ داریوں کو قطع کر دو۔ ایسے
تقطعوا ارحاکم اولئک لوگوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہے
الذین لعنہم اللہ فاصمہم اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں
واعلیٰ ابصارہم۔ کو اندھا کر دیا ہے۔

کیا اس قتل سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے۔ اور
ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے بیٹے میں اس شخص کے
بارے میں کیا کہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت
فرمائی ہے۔ پھر آپ نے اس کا ذکر کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب تصنیف
کی ہے جس میں لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یزید کا
بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔ پھر ایک حدیث کو بیان کیا ہے کہ جس
نے ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خونزدہ کیا اللہ تعالیٰ اُسے خونزدہ کرے گا اور
اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس بات
میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ یزید نے ایک لشکر کے ساتھ اہل مدینہ
سے جنگ کی اور انہیں خونزدہ کیا۔ جس حدیث کا انہوں نے ذکر کیا ہے
اُسے مسلم نے بیان کیا ہے۔ اور اس لشکر نے بہت سوں کو قتل کیا
اور فساد عظیم برپا کیا۔ لوگوں کو اسیر بنایا اور مدینہ کی بے حرمتی کی۔
اور یہ ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ تین سو نو جوان اور اتنے ہی
صحابہ قتل ہوئے اور سات سو کے قریب قرآن کے قاری مارے
گئے۔ اور کئی روز تک مدینہ کی بے حرمتی ہوتی رہی۔ اور مسجد نبوی
میں نماز باجماعت نہ ہو سکی۔ اور اہل مدینہ روپوش رہے۔ کئی روز

تک مسجد نبوی میں کوئی شخص داخل نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ کتوں اور
 بھڑیلوں نے مسجد میں داخل ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر
 پیشاب کیا اور یہ سب باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کی
 تصدیق کر رہی ہیں۔ اور اس لشکر کا امیر صرف اس بات پر راضی ہوا کہ
 لوگ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں۔ اور یہ کہ وہ اس کے غلام
 ہیں۔ خواہ وہ انہیں بیچ دے یا آزاد کر دے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم
 کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں۔ مگر انہیں قتل کر
 دیا گیا۔ یہ سب کچھ گزشتہ واقعہ حرہ میں ہوا۔ پھر اس کا یہ لشکر حضرت
 ابن زبیر سے جنگ کے لئے گیا اور ان لوگوں نے منہنق سے کعبہ پر
 سنگباری کی اور اُسے آگ سے جلا دیا۔ پس ان بڑی باتوں سے جو اس
 کے زمانے میں پیدا ہوئیں اور کونسی بات بڑی ہے اور یہ باتیں گزشتہ
 حدیث کا مصداق ہیں۔ کہ میری امت ہمیشہ امر خلافت میں انصاف پر
 قائم رہے گی۔ یہاں تک کہ بنو امیہ میں سے ایک آدمی جسے یزید کہا
 جائے گا۔ اُسے توڑ پھوڑ دے گا۔

دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔
 کیونکہ ہمارے نزدیک ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو لعنت کی
 مقتضی ہو اور یہی فتویٰ امام غزالی نے دیا ہے۔ اور اس کے حق میں
 طویل بحث کی ہے اور یہی بات ہمارے ائمہ کے مصرعہ قواعد کے
 مطابق ہے۔ کہ خاص کسی آدمی پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ سوائے
 اس کے کہ اس بات کا علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ جیسے
 ابو جہل اور ابولہب اور جس کے بارے میں اس بات کا علم نہ ہو اس

پر لعنت کرنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ زندہ معین کافر پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ لعنت کا مفہوم رحمت الہی سے دور ہونا ہے۔ جو یاس کو مستلزم ہے۔ یہ بات اس شخص کو کہنا مناسب ہے جس کے متعلق یہ علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ اور جس کے متعلق یہ علم نہ ہو اس کے بارے میں ایسا کہنا درست نہیں۔ اور اگر کوئی ظاہری حالت میں کافر ہو تو اس احتمال کے پیش نظر اس پر لعنت کرنا درست نہیں کہ شاید اس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اسی طرح انہوں نے یہ مراحت بھی کی ہے کہ کسی معین مسلم فاسق پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور جب آپ کو اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے یہ مراحت کی ہے تو آپ کو اس بات کا علم ہو گا کہ انہوں نے مراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ وہ نیزہ پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اگرچہ وہ فاسق اور خبیث آدمی تھا اور اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے گروہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو بھی یہ ایک غیبت ہو گی۔ نہ یہ کہ ایسا کرنا جائز تھا یا اس نے اسے جائز سمجھ کر کیا۔ اس نے یہ حرکت ایک تاویل سے کی۔ اگرچہ وہ تاویل باطل تھی۔ پھر بھی اسے فسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کفر۔ صیح بات یہ ہے کہ اس کی جانب سے قتل کا حکم دینا اور اس پر اظہار خوشی کرنا ثابت نہیں بلکہ اس کی جانب سے اس کے مخالف بات بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔ اور احمد نے اللہ تعالیٰ کے قول اولیٰ الذین لعنہم اللہ سے لعنت کے جواز کا استدلال کیا ہے اور دوسروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کیا ہے جو

مسلم کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ **وعلیہ لعنة الله وللائمة والناس اجمعین**۔ ان دو اقوال میں خاص طور پر نیرید کا نام لیکر لعنت کرنے کے جواز پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور گفتگو صرف اسی امر میں ہے کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اور اس میں صرف لعنت کے جواز پر دلالت پائی جاتی ہے۔ کسی خاص فرد پر لعنت کرنے کا جواز اس میں موجود نہیں۔ اور یہ بات بلا نزاع جائز ہے اور پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا اسے جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا۔ بغیر نیرید کا نام لینے کے اس پر لعنت کرنے کے متعلق اتفاق ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ شراب نوشی پر لعنت ہو یعنی بغیر کسی تعین کے اور یہی بات آیت اور حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ قاطع رحم اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کیلئے لعنت ہے۔ متفقہ طور پر ایسا کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ جو قطع رحمی کرتا ہے اور جو ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے ایسا کہنا اس لئے جائز ہے کہ اس میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں لیا گیا۔ پس احمد وغیرہ کس طرح کسی معین مخصوص شخص پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ دونوں مقامات میں واضح فرق موجود ہے۔ پس واضح ہوا کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں اور آیت اور حدیث میں لعنت کرنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی۔ پھر میں نے ابن الصلاح کو دیکھا ہے جو ہمارے اکابر ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے

ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کہ جو شخص یزید کو قتل حسین کا حکم دینے والا سمجھ کر اس پر لعنت کرتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ وہ اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ بات درست نہیں کہ اس نے حضرت حسین کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ سے قتال کا حکم دینے والا آپ کے قتل تک پہنچنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابلِ تکریم قرار دیا ہے۔ اور درست بات یہ ہے کہ آپ کے قتل کا حکم دینے والا والی عراق عبید اللہ بن زیاد ہے۔ جو وہاں موجود تھا۔ باقی رہا یزید کو گالی دینا یا اس پر لعنت کرنا تو یہ مومنین کی شان نہیں خواہ یہ بات درست بھی ہو کہ اس نے آپ کو قتل کیا ہے۔ یا آپ کے قتل کا حکم دیا ہے۔ اور ایک محفوظ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان پر لعنت کرتا اس کے قتل کے مترادف ہے۔ اور اس وجہ سے قاتل حسین کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ قتل پر صرف اس قاتل کی تکفیر کی جائے گی جو کسی نبی کا قاتل ہو۔ یزید کے متعلق لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک فرقہ اس سے محبت اور دوستی رکھتا ہے، دوسرا فرقہ اسے گالیاں دیتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور تیسرا فرقہ میانہ رو ہے۔ نہ اس سے دوستی کرتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے۔ اور اس سے دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ان کے خلفائے غیر راشدین کا سنا سلوک کرتا ہے۔ یہی فرقہ صحیح راہ پر ہے اور اس کا مذہب گزشتہ لوگوں کی سیرت اور شریعت مطہرہ کے اصولوں کو جاننے والوں کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے اخیار میں سے بنائے آمین۔ یہاں ابن الصلاح کی عبارت ختم ہو جاتی ہے۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اور ہمارے متاخرین ائمہ کی کتب میں سے ہے۔ اس کی نفی یہ ہے کہ باغی نہ فاسق ہیں اور نہ کافر ہیں بلکہ وہ اپنے افعال میں غطا کار ہیں۔ اور حضرت معاویہ پر طعن کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کبار صحابہ میں سے ہیں۔ اور یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ بھی مومنین میں سے ایک تھا۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ چاہے اُسے عذاب دے یا معاف کر دے۔ یہ بات امام غزالی اور متولی وغیرہ نے کہی ہے۔ امام غزالی اور دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی واعظ وغیرہ کے لئے قتل حسین اور اس کے واقعات اور صحابہ کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے صحابہ کے متعلق بغض و طعن پراگندگی ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ لوگ دین کے لیڈر ہیں۔ ائمہ نے ان سے دین روایتا لیا ہے۔ اور ہم نے ائمہ سے درایتا لیا ہے۔ پس ان پر طعن کرنے والا ملعون ہے اور وہ اپنے آپ اور دین پر طعن کرنے والا ہے۔

ابن الصلاح اور نووی نے کہا ہے کہ سب صحابہ عادل ہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث صحابہ کی عدالت و جلال کو بصرحت بیان کرتی ہیں۔ اور ان کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے۔ ان کے ذکر کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے قتل حسین کی روایت اور اس کے بعد ہونے والے واقعات کی حرمت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ میرے اس بیان کے خلاف نہیں۔ جسے میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ

یہی وہ سچا بیان ہے جس سے صحابہ کی جلالیت اور ان کے نقائص سے بڑی ہونے کا اعتقاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس حب اہل و اعلیٰین موضوع اور جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ وضاحت، محامل اور اس حق کی توضیح بھی نہیں کرتے۔ جس کے مطابق اعتقاد ہونا چاہیے۔ اور ہماری بیان کردہ حقیقت کے خلاف قوام الناس کو صحابہ کے بعض اور تنقیص کے درپے کر دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارا بیان ان کی جلالیت شان اور پاکیزگی نفس کی تہہ ہے۔

یزید کو اس کے بڑے اعمال کے باعث عمر نے اور اس کے باپ کی قبولیت دعا نے قلع کر کے رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اُسے یزید کو خلیفہ بنانے پر علامت کی گئی تو اس نے خلیفہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں نے تو یزید کو اس کے افعال دیکھ کر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس میں نے اس کے متعلق جو امید کی ہے اُسے اس مقام تک پہنچا۔ اور اس کی مدد فرما اور اگر میں نے شفقت پدری کی وجہ سے کیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اُسے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے تو اس کے ساتھ یہی ہوا۔ کیونکہ اُس کی حکومت سنہ ۴۰ھ میں قائم ہوئی اور وہ سنہ ۴۳ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک نوجوان صاحب بڑا تھا۔ اُسے اس نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ مرنے تک سسل بیدار رہا۔ وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ اس کی مدت خلافت چالیس روز رہی۔ بعض اسے دو ماہ اور بعض تین ماہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی وفات ۲۱ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ اس کی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ

جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا کہ یہ خلافت اللہ کی رسی ہے۔ اور میرے دادا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حقدار تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اُسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اُسے آیا۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا اور اس نے دختر رسول کے بیٹے سے جھگڑا کیا اور اس کی زندگی ختم کر دی۔ اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی۔ اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا۔ پھر اس نے رد کر کہا جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہ کہ ہمیں اس کے برے انجام کا علم ہے۔ اس نے عزت رسول کو قتل کیا اور شراب کو جائز قرار دیا اور کعبہ کو دیران کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اُس کی تلخیوں کو گلے کا بار بنانا چاہتا ہوں۔ اپنے معاملہ کو تم خود سمجھو۔ خدا کا قسم اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ حاصل کر لیا ہے اور اگر بُری چیز ہے تو ابوسفیان کی اولاد کے لئے وہی کافی ہے جو اس نے حاصل کر لیا ہے۔ پھر وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر چپ گیا اور چالیس روز کے بعد فوت ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ اس پر رحمت کرے وہ اپنے باپ سے زیادہ انصاف پسند تھا۔ اس نے بتا دیا کہ خلافت اس کے اہل کو ملنی چاہیے جیسے خلیفہ راشد حضرت عمرؓ نے عبد العزیز بن مروان نے بتایا تھا۔ آپ کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک آدمی کو بیس کوڑے

مارے تھے۔ آپ کے غلیم مدلل والفتاف، اچھے احوال اور کارناموں کے باعث سفیان ثوری نے کہا ہے۔ جسے ابو داؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ حضرت حسن اور ابن زبیر کو باوجود صلاحیت کے ان میں شمار نہیں کیا گیا۔ اس سے قبل یہ نص بیان ہو چکی ہے کہ حضرت حسن بھی ان میں سے ہیں۔ ان کا شمار خلفائے راشدین میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ حضرت حسن کی مدت خلافت بہت مختصر تھی۔ پھر جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر امت کا اجتماع ہوا اور ان کا حکم نافذ ہوا اس طرح ان دونوں کے ہاتھ پر نہیں ہوا۔

ابن المسیب کہتے ہیں کہ خلفاء تین ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور عمر۔ حبیب نے انہیں کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تو ہم جانتے ہیں۔ عمر کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا اگر تو زندہ رہتا تو مجھے اس کا علم ہو جائے گا اور اگر تو مر گیا تو وہ میرے بعد ہوگا حالانکہ ابن المسیب عمر کی خلافت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ ظاہر ہے کہ انہیں یہ بات بعض صحابہ نے بتائی تھی۔ جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور صحابہ آپ کے بعد بکثرت تھے۔ جیسے حضرت ابوسہریرہ اور حضرت عذیرہ۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے عمر کے متعلق خوشخبری دی تھی۔ اس کا بیان ابھی آئے گا۔ کسی طرح سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آپ کے آیام خلافت میں بھیڑیے، بھیڑوں کے ساتھ

چرتے تھے۔ جس رات آپ کی وفات ہوئی اسی رات بھڑوں نے بھڑوں پر حملہ کیا۔ آپ کی مال بنت عامر بن عمر بن الخطاب تھیں۔ آپ اُسے بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ ترمذی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ آپ کو بچپن میں ایک چوہاٹے نے پیشانی پر مارا تھا۔ آپ کے والد خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے اگر تو ہی بنی امیہ کا زخم خوردہ آدمی ہے تو اپنے باپ کے خیال کو سچ کر دکھا۔ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کاش میں جانتا کہ میرے بیٹوں میں سے کون صاحب سنن ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے حضرت ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک آل عمر میں سے کوئی آدمی خلیفہ نہ بنے گا جو حضرت عمر کی طرح کام کرے گا۔ بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر ایک تل تھا۔ لوگ اُسے وہ آدمی خیال کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز کو لے آیا۔

بیہقی وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت انس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) سے بہتر آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی آپ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے اس نے جب اپنے والد کے عہد کے مطابق آپ کو خلیفہ مقرر کیا تو آپ ۸۶ھ

سے لے کر سلسلہ عہد تک خلیفہ رہے۔ ابن عساکر نے ابوسعید بن ابی
عیدہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عید کے روز حضرت عمر بن
عبدالعزیز کے ہاں گئے۔ لوگ آپ کو سلام کر کے کہتے تھے اے امیر المؤمنین
اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو قبول فرمائے۔ آپ انہیں جواب دے
رہے تھے اور برا نہیں مانتے تھے۔ متاخرین میں سے بعض حافظہ ہمارے
نے کہا ہے کہ یہاں عید سال اور عیدین کو مبارک باد کہنے کا اچھا اصل ہے
اور آپ جیسا کہ کسی نے کہا ہے علم اور دین کا طرف اور ہدایت اور حق
کے امام تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناقب عبید شاذل کا زاموں اور قیمتی
احوال سے معلوم ہوتا ہے۔ جن میں سے بہت سوں کا ذکر ابن نعیم اور
ابن عساکر وغیرہ نے کیا ہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان میں
سے بکثرت روشن کار زاموں کا ذکر کرتا لیکن میں نے جو بات اشدۃ
کہا ہے۔ وہی کافی ہے۔

اب ہم اس کتاب کو ایک نفیس حکایت پر ختم کرتے ہیں جس
میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابوالنعیم نے سند صحیح سے
ربیع بن عبیدہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نماز کے
لئے نکلے اور ایک بوڑھا آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ میں
نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بوڑھا بڑا سنگدل ہے۔ جب آپ نماز پڑھ
چکے اور گھرائے تو میں نے ساتھ مل کر کہا اللہ تعالیٰ امیر کو اس بوڑھے
سے سلامت رکھے جو آپ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے
فرمایا اے ربیع تو نے اُسے دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں!
فرمایا میں تجھے ایک صالح آدمی خیال کرتا ہوں۔ یہ میرا بھائی حضرت

جو میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں عنقریب اس امت کے معاملہ کا حاکم بنوں گا۔ اور میں اس میں تیری مدد کروں گا۔
 ترجمہ اللہ ورضی اللہ عنہ اے

نے نورانی نے تہذیب الاسما میں ذکر کیا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک حضرت خضر مہم میں زندہ موجود ہیں۔ اور یہ بات اہل صلاح اور صوفیہ کے نزدیک متفقہ ہے اور اس بارے میں ان کے دیکھنے، ان سے پتے، ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال و جواب کرنے کی بہت سی حکایات موجود ہیں۔ مقدس مقامات پر ان کے وجود کا پایا جانا شمار و قطار سے زیادہ اور بیان کرنے سے زیادہ مشہور ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابن الصلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ حضرت خضر ابہر علیہ السلام صحابین اور علوم کے نزدیک ان کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ اور ابواسحق ثعلبی نے کہا ہے کہ حضرت خضر جمیع اقوال کے مطابق مرسیدہ نبی اور نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے ساتھ حضرت خضر کی ملاقات کا ذکر ابن جریر عسقلانی نے اصابت میں کیا ہے۔ اور ایک روایت میں بھی ہے النعم نے طبرہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے ملاقات میں بیان کیا ہے۔ اس روایت کو ابو مرویہ حرانی نے اپنی تاریخ میں بھی بیان کیا ہے اور یعقوب بن سفین نے یہ بات ایسی سند سے بیان کی ہے۔ جس کے بارے میں ابن جریر نے کہا ہے کہ اس باب میں جن اسناد پر میں مطلع ہوا ہوں یہ ان سب سے بہتر ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ حافظ عراقی نے ان کی عدم حیات کے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ اور اس نے ان لوگوں کو پایا ہے جو ان سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان میں علم الدین بساطی مانکی ہیں۔ جو ہر کے زمانے میں رقوق میں مانکیوں کے قاضی تھے۔ اور حافظ نے ایک سال لکھا ہے جسکا نام الرضی انفر یا نباء انفر ہے اس میں بھی آپ کی حیات کی طرف میدان کا اشارہ کیا گیا ہے۔

میں ابتر تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے صالح بندوں
 اولیائے ہمارے اور مقربین احباب میں شامل فرمائے۔ اور انہی کی محبت
 پر موت دے اور ان کے زمرہ میں میرا حشر کرے اور مجھے ہمیشہ آل محمد
 اور آپ کے صحابہ کی خدمت کی توفیق دے۔ اور محبوب پر اپنی محبت اور
 رضا مندی کا احسان فرمائے اور مجھے اہلسنت کے باعمل بادی اور مہدی المہر،
 علماء، حکماء اور بیڈروں میں سے بنائے وہ اکرم، کریم اور برارم رحیم ہے۔
 و دعواہم فیہا سبحانک اللہم و تحتیہم فیہا سلام، و آخر
 دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ سبحان ربك رب العزۃ
 عما یصفون، و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین
 و الحمد للہ الذی ہدانا لهذا و ما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ،
 و الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً سرّاً و علناً، یا ربنا اللہ
 الحمد کما ینبغی لجلال و جہدک و عظیم سلطانک، الحمد اُطیباً کثیراً
 مبارکاً فیہ ملئ السموات و ملئ الارض و ملئ ما شئت من شیء بعد اهل
 الشاء و الحمد احق ما قال العبد و کنا لک عیداً لا مانع لہما اعطیت
 و لا معطى لا منعت و لا ینفع ذالک الجہد الجہد و الصلوۃ و السلام
 التامان الاکلان، علی اشرف خلقک سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ
 و ازواجہ و ذریاتہ عدد خلقک و مراتبہ نفسک و زائدہ عدد شجر
 و مداد کلماتک اکمل ذکرتک و ذکرہ الذاکرون و غفل عن ذکرتک
 و ذکرہ الغافلون۔



تہذیب

جب میں اس کتاب یعنی صواعق محرقہ کی تالیف سے فارغ ہوا تو میں نے چودہ سال بعد دیکھا کہ مجھے اس کے بے شمار مقامات کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور دراز کے ممالک جیسے مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارہ، کشمیر، ہندوستان اور چین وغیرہ تک نقل کی گئی ہے۔ اس میں حافظ سخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زائد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان زائد باتوں کو قلت کے باعث منسوخ عبارات کے حواشی کے ساتھ شامل کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ان کے متفرق ہونے کی وجہ سے یہ امر مشکل تھا۔ پس میں نے ارادہ کیا کہ خلاصہ مع زائد باتوں کے کچھ اوراق میں لکھ دوں۔ اگر میں انہیں الگ کر دوں تو وہ ان کے کثیر کارناموں پر آگاہی کے لئے کافی ہوں گے۔ اور اگر میں انہیں اس کتاب کے ساتھ شامل کر دوں تو یہ ایک تاکید بات اور دوسری کوشش ہوگی۔

پس میں کہتا ہوں کہ مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ کی بعض کوتاہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں ضعیف روایات کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر وہ اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے حافظ محب طبری کے متعلق کہا ہے کہ وہ حدیث کے انتساب میں بہت دہمی ہیں۔ حالانکہ ان کے زمانے میں ان کا کوئی مثل نہ تھا پھر

انہوں نے فروع بنی ہاشم اور فروع بنی مطلب کے متعلق ایک مقدمہ لکھا ہے۔ جس کے بیان کی ہمیں اس جگہ کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ اس کا اکثر حصہ مشہور و معروف ہے۔ کیونکہ اصل فرض ان باتوں کا اظہار کرنا ہے جو اہل بیت سے مخصوص ہیں۔ جس کے کئی باب ہیں۔



باب

اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیتے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں۔ پس ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے دوسری روایت میں ہے کہ میرا ظاہر اور باطن میرے اہل بیت اور انصار ہیں۔ ان کے محسن سے قبول اور ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ ہیں جن پر مجھے اعتماد ہے۔ اور جنہیں میں اپنے امراء سے اطلاع دیتا ہوں۔ اور ان پر عبور و سرکرتا ہوں۔ یہ بات حد درجہ کی ہرانی اور وصیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف کر دو جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صاحبانِ اقتدار کی غلطیوں سے درگزر کرو۔

حضرت ابن عباس سے روایت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قول قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربیٰ کی تفسیر

یہ کیسے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے تمام بطون سے رشتہ ولادت و قرابت ہے۔ یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا بیجا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت پائی جاتی ہے۔ اس کا خیال رکھو۔ پس مجھے ایذا نہ دو۔ اور میرے رحمی تعلق کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے متنفر نہ کرو۔ جبکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لئے نہ پکارتے تھے۔ میرا لحاظ اور نصرت تو تمہیں بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیئے۔ آپ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول میں آپ کی پیروی کی ہے۔ مگر آپ کے صلب سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ آیت قل لا اسئلكم سے مراد یہ ہے کہ اے لوگو میں پیغام رسالت کے ابلاغ پر تم سے مال کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میرا آپ سے صرف یہ سوال ہے کہ آپ لوگ میری قرابت کا خیال رکھیں اور مجھ سے محبت رکھیں۔ اس کے باوجود ابن جبیر پہلی بیان کردہ تفسیر کے مطابق بھی تفسیر کرتے تھے۔ اور یہی بات ثابت ہے کیونکہ یہ دونوں صورتوں کے مناسب ہے لیکن پہلی وجہ مؤید ہے کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے حضرت ابن جبیر کی تفسیر کی تردید کی ہے۔ اور اس کی طرف رجوع نہیں کیا اور ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہو کہ حضرت ابن عباس نے بھی ابن جبیر والی تفسیر کی ہے۔ اور اسے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کز کے بیان کیا ہے کہ صحابہ نے نزول آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا : یا رسول اللہ آپ کے وہ کون سے قرابتدار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ فرمایا علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

اسی طرح ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے لیکن اس کا شاہد مختصر صحیح بھی موجود ہے کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ انصار نے اسلام میں اپنے شاندار کاموں کی وجہ سے قریش پر اظہارِ غم کیا تو حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ذلیل نہ تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے طفیل تمہیں معزز بنایا۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں یا رسول اللہ فرمایا کیا تم نہیں کہتے کہ کیا آپ کو آپ کی قوم نے گھر سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ کو پناہ دی۔ کیا انہوں نے آپ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اور ہم نے آپ کی مدد کی۔ آپ سلسل یہ باتیں ان سے کہتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ مصائب کا شکار اور خالی ہاتھ تھے۔ تو انصار نے آپ کے لئے مال جمع کیا اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعہ ہدایت دی ہے۔ اور آپ مصائب سے دوچار ہیں۔ اور آپ کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں

اس لئے ہم نے آپ کے لئے اموال جمع کر دیے ہیں۔ جن سے آپ معائب کے مقابل مدد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔

صحیح روایت میں آپ کے بھائی ہونے کا ذکر آیا ہے کیونکہ

عبد المطلب کی والدہ بنو نجار میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہر کہہ نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے۔ اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار میں پس

ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ

آیت آل کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کی تائید حضرت علی کی روایت سے

ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل

ہوئی ہے کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے پھر آپ نے

اس آیت کو پڑھا۔ حضرت زین العابدین سے بھی ایک ایسی ہی روایت

بیان ہوئی ہے کہ جب آپ کے والد حضرت حسین شہید ہو گئے۔ اور

آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں پھرائے گئے تو ایک شامی نے

آپ سے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑ

نکال دی اور فتنہ کے سیل کو کاٹ کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا۔

کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ

نے اُسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے۔

اور ہم ہی قرآن بتا رہے ہیں۔ اُس نے کہا آپ وہ قرآن بتا رہے ہیں آپ نے

جواب دیا ہاں! اسے طرانی نے بیان کیا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ایک خطبہ میں

فرمایا کہ میں ان اہلبیت میں سے ہوں۔ جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ

نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے
قرابتداروں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا۔
ہم اس کے لئے نیکی کو مزید خوبصورت بنا دیں گے۔ نیکی کرنے سے مراد
ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے۔ وہ
میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔ اور میں کل تم سے ان کے بارے
میں دریافت کروں گا۔ اور متعدد احادیث میں اہل بیت کے متعلق
صریح وصیت آئی ہے ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم
لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان سے تسک
کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک
دوسری سے بڑی ہے کتاب اللہ خدا کی وہ رشی ہے جو آسمان
سے زمین تک لمبی ہے۔ اور میرے اہل بیت یہ دونوں حوض کوثر تک
ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دیکھنا میرے بعد ان کے متعلق
تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن
غریب کہا ہے دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا
ہے۔ لیکن ابن جوزی کا اسے العلل المتناہیہ میں بیان کرنا درست
نہیں اور یہ درست ہو بھی کیسے سکتا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے
کہ آپ نے ایک ماہ وفات پہلے حجتہ الوداع سے واپسی کے وقت
رابع کے قریب اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ
جا رہا ہوں۔ ان میں ایک کتاب اللہ ہے جس میں نور و ہدایت

ہے پھر فرمایا دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا۔ آپ کے اہل بیت کون ہیں کیا آپ کی بیویاں اہل بیت میں سے نہیں۔ انہوں نے کہا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ دریافت کیا گیا وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہے۔ دریافت کیا گیا ان سب پر صدقہ حرام ہے فرمایا، ہاں !

ایک صحیح روایت میں ہے کہ گویا مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ کتاب اللہ اور میرا خاندان دیکھنا ان کے بارے میں تم میری کیسی نیابت کرتے ہو۔ وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں جدا نہ ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دونوں حوض کوثر پر وارد ہونے تک کبھی جدا نہ ہوں گے۔ میں نے اپنے رب سے ان دونوں کے بارے میں یہ دعا کی ہے۔ پس ان دونوں سے پیشقدمی نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ یہ حدیث متعدد طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے۔ ہم نے اسکو تفصیل کے ساتھ ضرورت کے مطابق بیان کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میری نیابت کرنا۔ اور پھر دونوں چیزوں کا نام ثقلین رکھا ہے۔ یہ ان کے عظمت شان کو بڑھانے کے لئے فرمایا ہے کیونکہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہا جاتا ہے یا اس لئے انہیں ثقل کہا ہے کہ اللہ نے ان کے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظمت کا کام قرار دیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ انا سئلنی علیک قولاً ثقیلاً، یعنی یہ قول بڑی شان اور اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس کی ادائیگی بڑی دقت اور مشکل سے ہوتی ہے۔ پھر جن و انس کو بھی ثقلین کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہیں زمین کے دو حصے اور دیگر حیوانات پر ممتاز ہونے کا اختصاص حاصل ہے۔

ان احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم ان کے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو۔ اور یہ کہ میں تمہیں اپنے خاندان کے متعلق اچھائی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ ان کی مودت ان سے حسن سلوک ان کے اکرام و احترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ روئے زمین پر فخر، حسب و نسب کے لحاظ سے سب سے معزز گھرانہ ہے۔ اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر اور ان سب کی اولاد تھی۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیشقدمی نہ کرو

اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو۔ اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو قریش کے بارے میں آئی ہیں۔ اور جب یہ بات تمام قریش کے لئے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل و امتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہیں۔ اور زید بن لقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن ان کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ انصاف معنوں کو جوڑ کر اہم معنوں میں اہل بیت ہیں۔ اور انصاف مفہوم میں۔ وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاریدار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلے۔ حضرت حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسین کو پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو۔ پھر فرمایا انما یدید اللہ ینہب عنکم الرحبیں اهل البيت ویطہرکم تطہیرا ،

ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے ان کیساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا تو کو صلائی پر ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو

جاؤں تو آپ نے فرمایا تو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ اس کے دلیل دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میری کیا حیثیت ہے فرمایا تو میرے اہل بیت میں سے ہے یہی بات حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ سے اس وقت فرمائی۔ جب انہوں نے اپنے بارے میں استفسار کیا۔ روایت ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے پس آپ انہیں اپنے لئے اختیار کر لیں اور انہیں صدق صحبت، اقرب عظیم اور دوستی کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کریں۔ اور سند میں ہے کہ یہ سب مسلم کی روایت کے علاوہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسامہ، ظہر البطن ہم اہل بیت میں سے ہے۔ احمد نے ابوسفیان مدنی سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے چاروں میں اپنے چچا عباس اور ان کے بیٹوں کو بھی شامل کیا اور عرض کیا اے اللہ یہ میرے چچا اور میرے باپ کے مماثل ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ انہیں اسی طرح آگ سے بچائیو۔ جس طرح میں نے انہیں اپنی چادر میں چھپا لیا ہے۔ اور مسلم کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اور اس میں حضرت عباس اور آپ کے بیٹوں والی مذکورہ حدیث کے برخلاف دوسرے لوگوں کو بھی اہل بیت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ اس کے دو اطلاق ہیں۔ ایک عام معنوں میں جو کبھی تمام آل اور زوجات اور محبت و دوستی میں صادق آدمیوں کو بھی شامل ہوتا ہے۔ دوسرا

خاص معنوں میں اور یہ اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اس کی مراحات حضرت حسن نے فرمائی ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو بنی اسد کے ایک آدمی نے چلانگ لگا کر سجدہ کی حالت میں آپ کو خنجر مارا۔ جو آپ کو اچھی طرح نہ لگا۔ آپ اس کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔ آپ نے فرمایا اے عواقبو ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انما یزید اللہ لیدھبہ عنکمہ الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا انہوں نے کہا آپ وہ لوگ ہیں۔ فرمایا ہاں۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اور صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ شافعی وغیرہ نے ان کی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے۔ اور انہیں زکوٰۃ کے عوض فحیٰ اور غنیمت سے خمس دیا گیا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ انفال اور سورہ حشر میں آیا ہے۔ اور ان میں ذوی القربیٰ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کر دی ہے۔ اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر ان کو ایک اور غنیمت دے دی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے عوض انہیں خمس دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صدقہ، محمد اور آل محمد کے لئے حرام ہے۔ اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ کے ساتھ سنۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا

ہے اور وہ ، وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ۔ اور انہیں خمس دیا گیا ہے پس بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوٰۃ و سلام میں شامل ہیں ۔ جو ہم آل نبی پر القرض و نوافل میں پڑھتے ہیں ۔ اور جن سے محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے ۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو بنی ہاشم تک محدود رکھا ہے ۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کے لئے اس کا جواز ہے ۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربی کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کے لئے جائز قرار دیتے ہیں ۔ اکثر حنفیہ شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں ۔ اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرضی زکوٰۃ کو بھی لیتا جائز سمجھتے ہیں ۔ اس لئے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے ۔ اور محب طبری نے حدیث دیرے اہل بیت کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کر دی کیونکہ میں ان کے بارے میں کل تم سے جھگڑا کروں گا اور میں جس کا مد مقابل ہوں گا ۔ اُسے میں جھگڑے میں زیر کر لوں گا ۔ اور جسے میں زیر کر لوں گا وہ آگ میں داخل ہو گا ۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم کے ہمد و محبت کا لحاظ رکھو ۔

باب

اہل بیت سے محبت کے متعلقہ ترفیہ اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کے نگرانی

ابن جوزی کے وہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نعمتیں اللہ تعالیٰ تم کو دے رہا ہے۔ ان کے باعث اس سے محبت رکھو اور مجھ سے خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ بیہقی و فیرو نے بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اُسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور میری اولاد اُسے اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اُسے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا یا رسول اللہ قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خذہ رولیٰ سے ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو ایسے تہروں سے ملتے ہیں جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کر بہت

نے اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اُسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس کے متعلق پہلے بیان ہو چکا ہے۔

برا فروختہ ہوئے اور فرمایا مجھے اس خدا کی قسم ہے جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول سے اللہ محبت نہ کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ ہم قریش سے ملتے اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوتے تو ہمیں دیکھ کر باتیں بند کر دیتے ہم نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنی گفتگو ختم کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم اس شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوگا جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قربت کی وجہ سے محبت نہ کرے گا احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قربت کی خاطر محبت نہ کرے گا اور طہرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ تم سے اللہ اور میری قربت کی وجہ سے محبت نہ رکھے کیا سہلب (مراد کا ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے۔ اور نبو عبد المطلب اسکی امید نہیں رکھتے۔

طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اے نبی اکرم
 میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے دعا کی ہے کہ وہ تم کو
 نجیب اور رحمدل بنا دے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ
 کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے
 بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ کہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر
 رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت
 انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ
 قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا
 جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے کیا وہ امید
 رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور بنو
 عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں ضعیف سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ
 کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے
 اہلبیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ
 میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب
 تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت
 نہیں کر سکتا جب تک وہ میرے قراتبداروں سے محبت نہ کرے
 بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے جس کی ایک سند

ضعیف اور دوسری واپس بات ہے کہ عورتوں نے ابولہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے متعلق عیب لگایا تو حضور علیہ السلام نے نہایت برا فرد خنکی کے عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا لوگو کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے بارے میں ایذا دی جاتی ہے۔ خدا کی قسم میری شفاعت ضرور میرے قریبداروں کو پہنچے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے بارے میں ایذا دیتے ہیں بسنو جس نے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ جو مجھے میرے قریبداروں کے متعلق تکلیف دیتے ہیں بسنو جس نے میرے قریب داروں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو تکلیف دی۔

طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کی ہمشیرہ آمنہ مانی بنے اپنی بالیوں کو نمایاں کیا تو حضرت عمر نے انہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے مال آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ آمنہ مانی نے اگر اس بات کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم لوگ خیال کرتے ہو کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہ ہوگی۔ میری شفاعت تو مین کے صداء اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

بزار نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپھی صفیہ بن عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے واسطہ کیا تو حضور علیہ السلام

نے انہیں صبر کی تلقین کی تو وہ خاموش ہو کر باہر نکل گئیں۔ حضرت عمر نے انہیں کہا تو اس لئے چلاتی ہے کہ تمہاری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری ہے وہ تو اللہ کے ہاں آپ کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ وہ یہ بات سن کر رو پڑیں۔ اور اس رونے کو حضور علیہ السلام نے بھی سن لیا۔ اور آپ ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت رکھتے تھے آپ نے صفیہ سے دریافت کیا اور انہوں نے حضرت عمر کی بات آپ کو بتا دی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائیں۔ پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا خیال یہ ہے کہ میری قرابت کوئی فائدہ نہ دے گی۔ قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے سوا سب سبب اور نسب قطع کر دیے جائیں گے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں موصول ہے۔ یہ ایک لمبی حدیث ہے۔ جس میں ضعیف راوی بھی ہیں۔

صحیح روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو کہتے ہیں کہ میری رشتہ داری میری قوم کو قیامت کے روز کوئی فائدہ نہ دے گی۔ خدا کی قسم میرے رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہے گی۔ اور اے لوگو! میں حوض کوثر پر تمہارا فرط ہوں گا۔

یہ احادیث ان احادیث کے منافی نہیں جو صحیحین و فیہما میں آئی ہیں۔ کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر سرخاس دعا کو فرمایا میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے بھی آپ نے یہی بات

کہی . منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا . جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا . یا وہ تغلیظ و تنغیر کے مقام سے نکل چکا ہوگا . یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص و عام کی شفاعت کریں گے .

حضرت حسن سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا براہوہم سے للہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو . اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارا براہوہ . اگر ہمیں بغیر آپ کے عملی اطاعت کے آپ کی قرابتداری فائدہ بخش ہوئی . تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھائے گا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے . مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دو گنا عذاب دیا جائیگا . اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے چھڑا دیا ہے .

ابوالفرع اصہبہانی نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن حسن بن علی ایک روز حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس آئے . اور اس وقت آپ نو عمر ہی تھے اور آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں . حضرت عمر بن عبد العزیز نے آپ کو بلند مقام پر جگہ دی اور توہم سے آپ کی باتیں سن کر آپ کی ضروریات کو پورا کر دیا . پھر آپ نے ان کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پکڑ کر اس سے پیشگی لی . جس سے انہیں تکلیف ہوئی . پھر کہا آپ

شفاعت کے متعلق پھر تائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس فعل پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا مجھے ثقہ لوگوں بتایا ہے گویا میں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ جو بات اُسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو جو کچھ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے خوش ہوتیں۔ لوگوں نے کہا آپ نے ان کے پیٹ سے کیوں چٹکی لی۔ حالانکہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ اور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم کے سب لوگ شفاعت کریں گے اور میں اس شخص کی شفاعت کا آرزو مند ہوں۔

طبرانی نے بسند ضعیف روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل بیت کے بارے میں ہماری محبت کا خیال رکھو اور جو شخص ہم سے محبت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر فائدہ نہ دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تو اور تیرے اہل بیت اور تمہارے وہ محبوب جنہوں نے میرے صحابہ کو گالی دینے وغیرہ کی بدعت اختیار نہیں کی حوض کوثر پر میرا پورے سفید رُو حاضر ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے پروردگار

اور تیرے پیروکاروں سے محبت رکھنے والوں کو بخش دیا ہے۔
 ترمذی نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ اے اللہ عباس کو بخش دے اور ان کی اولاد کے
 ظاہری اور باطنی زنگ میں ایسی بخشش فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ رہنے
 دے اے اللہ ان کی اولاد کا خلف ہو۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے انصار، ان کی اولاد اور اولاد اور ان کے محبتوں کے لئے
 بھی مغفرت کی دعا فرمائی ہے۔

محب طبری نے روایت کی ہے کہ مومن اور متقی اہل بیت
 سے محبت رکھتا ہے۔ اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے اور
 دلیلی نے بیان کیا ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔ وہ
 قرآن سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ
 مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے اصحاب
 اور میرے قریبداروں سے محبت رکھتا ہے۔

اور حدیث کہ میرے اہل سے محبت رکھو اور علی سے محبت
 رکھو اور جو میرے اہل کے کسی فرد سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت
 سے محروم رہے گا۔ ابن عدی اور ابن جوزی کے نزدیک موعود ہے۔
 اور یہ حدیث کہ آل محمد سے ایک دن کی محبت ایک سال
 کی عبادت سے بہتر ہے اور حدیث مجھ سے اور میرے اہل بیت سے
 محبت رکھنا سات پڑھوں مقامات پر فائدہ بخش ہے۔ اور حدیث آل محمد
 کی معرفت آگ سے نجات ہے اور حب آل محمد پیراٹھ کا پاسپورٹ ہے
 اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میرے

نزدیک یہ تینوں احادیث فیہ صیح الاسناد ہیں اور حدیث کہ میں ایک نہت ہوں اور ظالم اس کا پور ہے اور علی اس کا درود ہے اور حضرت حسن اور حسین اس کا پھل ہیں۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں، حق ہے۔

یہ حدیث کہ ہمارے اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب و ذنوب کے باوجود، چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے۔ موضوعات میں سے ہے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آل محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مغفور، تائب، مومن اور مستكمل ایمان مرے گا۔ اُسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر و نکر اُسے جنت میں یوں لے جائیں گے جیسے دہن کو اُس کے خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے۔ اور وہ اہلسنت والجماعت کے طریق پر مرے گا۔ اور جو شخص آل محمد کے بعض میں مرے گا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”رحمت الہی سے ناامید“ لکھا ہوگا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں، شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار نمایاں ہیں۔ اور حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا۔ میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہوں گے۔ اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے گا۔ اور اپنے ہاتھ کو روکے

گا۔ وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اور جو دل سے ہم سے
محبت رکھے گا۔ اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا۔ وہ اس کے
ساتھ والے درجے میں ہوگا۔ اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک
ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی
تین حرمتیں ہیں۔ جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین
اور دنیا کی حفاظت کرے گا۔ اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا۔ اللہ
تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کرے گا۔ میں نے پوچھا وہ
حرمتیں کونسی ہیں۔ فرمایا حرمت اسلام، میری حرمت، اور میرے رشتہ
کی حرمت،

ابوالشیخ اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد، انصار
اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے۔ یا اس
کی ماں نے کسے بغیر طہر کے حمل میں یا ہے لے

لے اس حدیث کو ابودردی، ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ
راموز الاحادیث میں ہے۔ الزنیہ لام تعریف کے ساتھ زنا کا اسم ہے۔



باب ۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت میں اہلبیت پر درود پڑھنے کی مشروعیت

صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ پر اور اہل بیت پر کیسے درود بھیجا جائے۔ فرمایا کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم (الحديث) اور بقیہ روایات میں ہے کہ یا رسول اللہ تم آپ پر کیسے درود پڑھا کریں۔ فرمایا کہو اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد (الحديث) پہلی روایت سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ اہل بیت بھی جملہ آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں۔ لیکن صحیح بات جو تصریح کرتی ہے یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں اور وہ اہل بیت سے اعم ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اعم ہے۔

ابوداؤد کی حدیث بھی اسی قسم سے ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا ماپ لینا چاہتا ہے۔ وہ کہے کہ اللہم صل علی محمد النبی وازواجه امہات المؤمنین ووزیرتہ واہل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم ذاک حمید مجید۔

دائم سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ جب حضور علیہ السلام

نے حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت حسن و حسین کو اپنے کپڑے کے نیچے اکٹھا کیا تو فرمایا اللہم تدا جعلت صلاتک و مغفرتک و رحمتک و رضوانک علی ابراہیم و آل ابراہیم انہم منی و انا منہم فاجعل صلاتک و رحمتک و مغفرتک و رضوانک علی و علیہم ۔
 واثمہ کہتے ہیں میں دروازے پر کھڑا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے مال باپ آپ پر قربان ہوں مجھ پر بھی تو آپ نے فرمایا اللہم و علی و آئلہ ۔

دارقطنی اور بیہقی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں کی جائیگی ۔

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھنا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے ۔ لیکن یہ ضعیف قول ہے ۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں درود پڑھنے کا حکم ہے کہ ہو اللہم صل علی محمد و علی آل محمد ، اور امر واجب کے لئے ہوتا ہے ۔ یہ بات حقیقہً واضح ہے اور باقی ان احادیث کے تنہات اور طرق ہیں جنہیں میں نے اپنی کتاب ”الدرا المنقولہ“ میں بیان کیا ہے ۔ لے

اے سنا دی نے القول ابیدیع میں کہا ہے کہ غیر انبیاء پر درود پڑھنے کے حکم کے متعلق علماء کے کئی مذاہب ہیں ۔ یہ کہ مطلق طور پر بلا استقلال یا بالتبع پڑھنا منع ہے ۔ اور یہ مالک کا مذہب ہے ۔ قرطبی اور میں سے ابوالمعالی

نے اپنی پسند پر بات چوڑ رکھی ہے اور امام ابو حنیفہ فقط بالبیع کے قائل ہیں، احمد کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ بخاری مطلق جواز کے قائل ہیں اور ابن قیم کا تفصیلاً ذکر یہ ہے کہ وہ آل رسول آپ کی ازواج ذریت، مائیکہ اور اہل اطاعت پر عموماً مطلق جواز کے قائل ہیں۔ اور حضرت علی اور دوسروں پر بغیر تعین کے کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ اور جیسے رافضی حضرت علی پر شعلہ بنا کر درود پڑھتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

باب

قابلِ تکریم نسل کے متعلق آپ کی دعائے برکت

نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں بیان کیا ہے کہ انصار کی ایک پارٹی نے حضرت علی سے کہا کاش آپ کے ہاں حضرت فاطمہ ہوتیں۔ یہ بات سن کر حضرت علی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حضرت فاطمہ کی منگنی کے متعلق پیغام دینے گئے۔ آپ نے پوچھا اے پسر ابوطالب تجھے کیا حاجت ہے۔ حضرت علی کہتے ہیں میں نے حضرت فاطمہ کے متعلق ذکر کیا۔ آپ نے مرحبا و اہلا کے سوا آپ کو اور کوئی بات نہ فرمائی۔ حضرت علی انصار کی منتظر پارٹی کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا کیا ماجرا ہوا۔ آپ نے کہا مجھے انہوں نے مرحبا اور اہلا کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے لئے یہی کافی ہے ایک تو حضور نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رجب اور شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا اے علی شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ آپ کے لئے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔

جب شب زفاف کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے

مے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اسے حضرت
 علیؓ اور حضرت فاطمہؓ پر انڈیل دیا۔ اور فرمایا اللہم باریک فیہما
 وبارک علیہما وبارک لہما فی نسلہما۔ دوسرے لوگوں
 نے بعض الفاظ کے حذف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔



باب ۵

اس نسل کے لئے جنت کی بشارت

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارہ میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کے لئے مخصوص شفاعت کریں گے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان فاطمة احصنت نرجھا فخرم اللہ ذرا یتھا علی النار فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے۔ اور ہزار اور طبرانی نے

فخرمھا اللہ و ذرا یتھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی علی النار
 ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے
 کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اور حضرت علی سے بسند ضعیف روایت بیان ہوئی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو

چار کا چوتھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں نہیں، تو حسن اور حسین داخل ہوں گے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند نہایت ضعیف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں پہلے چار داخل ہونے والوں میں نہیں، تو اور حسن و حسین ہیں اور ہماری اولاد ہماری پشت پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

ابن السدی اور دہلی نے اپنی سند میں روایت کی ہے کہ ہم ابو عبد المطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور مہدی سردارانِ بہشت ہیں۔ اے

صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے گھرنے کے بارہ میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا۔ اس تک یہ اسلحہ پہنچا دو کہ میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔ اور ایک سند کے ساتھ روایت آئی ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ

ان اللہ غیر معذبک
ولا ولدک
اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد کو عذاب
نہیں دے گا۔

۱۔ جامع الصغیر میں یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم کی روایت سے بیان ہوئی ہے۔
۲۔ اس حدیث کو طبرانی نے بیان کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں اور اس کے معنوں کے متعلق پہلے قول بیان ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عباس سے فرمایا اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری اولاد میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اے چچا اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری اولاد کو آگ سے پناہ دی ہے۔

محب طبری، دلمی اور اس کے بیٹے نے بلا اسناد حدیث روایت کی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہلبیت میں سے کوئی شخص آگ میں داخل نہ ہو تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمائی ہے۔ محب نے علی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اے اللہ یہ تیرے رسول کی اولاد میں ان کے خطا کار کو ان کے محسن کی وجہ سے بخش اور ان کو میری وجہ سے بخش تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے عرض کیا کیا کر دیا؟ آپ نے فرمایا تمہارے رب نے تمہاری وجہ سے ان کو بخش دیا اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کی وجہ سے بخش کرے گا۔

حدیث میں ہے سنا دی کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیرے بیٹوں اور تیرے شیعوں اور تیرے شیعہ کے محبوں کو بخش دیا ہے خوشخبری ہو کیونکہ تو حوض کوثر سے سیراب ہونے والا ہے۔

احمد نے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ بنی ہاشم اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اگر میں اس کی مخلوق میں سے جنتیوں

کو چنوں تو تم سے آغاز کروں۔ اور ایک ضعیف السند حدیث میں ہے۔ سب سے پہلے خون کو شر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

سمیع روایت میں ہے کہ سب لوگوں سے پہلے خون کو شر پر آنے والے ہماجرین کے پر اگندہ موفرا ہوں گے۔

طبرانی اور دارقطنی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے

امت میں سے سب سے پہلے اپنے اقرب اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر انصار کی پھر اپنے پر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی۔ پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی۔

بزار، طبرانی اور ابن شہابین وغیرہ کی روایت میں ہے

کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا۔ پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی۔



باب ۷

امت کے امانے

ایک جماعت نے ضعیف سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔ اور میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے۔ آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہلبیت ختم ہو جائیں گے۔ اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں گے اور صحیح روایت یہ ہے کہ ستارے اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان کا موجب ہیں۔ اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں۔ جو امت کے استعمال کا باعث ہوگا۔ جب کوئی طرب قبیلہ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کی پارٹی بن جاتے ہیں۔

اور بہت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں۔ یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال ایک روایت میں ہے کہ صرف میرے اہل بیت کی مثال

اور دوسری روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال۔ ایسی ہے جیسے کشتی نوح کی اس کی قوم میں۔ جو اس پر سوار ہو گاہت پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہ جائے گا غرق ہو جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ جو اس پر سوار ہوگا محفوظ ہو جائے گا اور جو اسے چھوڑ دے گا غرق ہو جائے گا۔ میرے اہل بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی سی ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا بخشا جائے گا۔

حضرت حسین سے روایت ہے کہ جس نے میری اولاد کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کی۔ اس کی اطاعت واجب ہے۔ اور آپ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محب طبری نے شرف النبوة میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا ہیں، میں جو ان سے تمسک کرے گا، وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل آدمی ہوں گے جو اس دین سے غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جاہلین کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے۔ جو اس دین سے غلط باتوں کو دور کرتے رہیں گے، اور ابن عبد البر وغیرہ کا مستند یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی بات نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔



باب

انے کی عظیم کرامات پر دلالت کرنے والی خصوصیات

کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے۔ جن میں سے بعض کے حال
 وثوق ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام سبب اور
 نسب منقطع ہو جائیں گے اور ایک روایت میں فیقطع یوم القیامۃ الا کے
 الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ما خلا سببی ونسبی یوم
 القیامۃ کے الفاظ آئے ہیں۔ اور ایک روایت میں وکل ولد آدم۔
 اور ایک روایت میں وکل ولد اب کے الفاظ آئے ہیں۔ اس لئے
 کہ ان کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔ سوائے اولادِ فاطمہ
 کے، ان کا باپ اور عصبہ میں ہوں۔ اس حدیث کو حضرت عمر
 نے حضرت علی کے لئے روایت کیا ہے۔ جب آپ نے ان کی
 بیٹی حضرت ام کلثوم کی منگنی کا پیغام دیا اور حضرت علی نے ان کے
 صغرنی کا عذر کیا تو آپ نے فرمایا میں شہوت کی غرض سے ایسا
 نہیں کیا۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے
 پھر آپ نے مذکورہ حدیث بیان کی اور فرمایا ! میں چاہتا ہوں کہ
 میرا بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسب یا سببی تعلق ہو
 جب آپ نے شادی کر لی تو لوگوں سے فرمایا تم مجھے مبارکباد کیوں

ہنیں دیتے ! میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے
پھر مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر سبب اور دامادی میرے
سبب اور دامادی کے سوا منقطع ہو جائے گی ۔ ایک روایت
میں جس کی سند میں ضعف ہے ۔ بیان ہوا ہے کہ تمام ماؤں
کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں
سوائے اولادِ فاطمہ کے ۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں ۔

ایک روایت میں ہے کہ میں ہی ان کا باپ اور میں
ہی ان کا عصبہ ہوں ۔ اور ابن جوزی کے خیال کے خلاف کئی طرق
سے یہ حدیث آئی ہے ۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی ہے
اور میری ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں
رکھا ہے ۔ اور ان احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے جسے
ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفائت
وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے ۔ یہاں تک کہ کسی شریف
یا شہمی کی بیٹی ، غیر شریف سے کفائت نہیں کرتی ۔ اور اس کے
غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے
نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف ۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر
ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ حضرت

حسن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ سرار بیٹا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

بہت ہی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی پیدائش کے وقت ان کو اپنا بیٹا فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے بھائیوں کو بھی بیٹا کہا حضرت حسن سے بسند حسن بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکڑے کے پاس سے گزرے۔ تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اُسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا ہم آل محمد کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث

بیان کی ہے کہ ہمدی، میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ ہمدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔ اور ایک رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دے گا۔ اور طبرانی ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ہمدی ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے۔ ایسے ہی ہم پر وہ اس کا خاتمہ کرے گا۔

ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور نے اس کا نام رکھا ہے۔ عنقریب اس کی صلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھے گا۔ لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

ابن عباس سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم اہلبیت میں سے چار آدمی ہوں گے۔ ہم میں سفاح، مہندر، منصور اور ہمدی ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے تین کے بعض اوصاف بیان کئے پھر فرمایا ہمدی زمین کو اس طرح مدد و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر پور ہے۔ چوپائے اور درندے مامون ہوں گے۔ اور زمین اپنے جگر گوشے سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اُگل دے گی۔ اور یہ اس حدیث کی طرح ہے کہ ہمدی میرے چچا عباس کی اولاد سے ہوگا۔ یا اس حدیث کی طرح ہے کہ میرا چچا عباس ابوالمخلفا ہے اور اس کے بیٹوں میں سفاح، منصور اور ہمدی ہوں گے۔ اے چچا اس امر کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع کیا ہے۔ اور تیری اولاد میں سے ایک آدمی پر اسے ختم کر دے گا۔ دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے۔ اگر ان دونوں کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو یہ ہمدی کے اولادِ فاطمہ میں سے ہونے کے منافی نہیں۔ جو صحیح اور اکثر احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی بنی عباس کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ اس میں بنی النحسین کا حصہ ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمدی اولادِ حسن میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت علی سے بیان ہو چکا ہے۔ ابن المبارک نے ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمدی کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا۔ جو متوسط قامت اور سرخ رنگ ہوگا۔ اُس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور کر دے گا۔

اور اس کے بدل سے ہر ظلم کو مٹا دے گا۔ پھر اس کے بعد بارہ آدمی ولی الامر بنیں گے جن میں سے چھ اولاد حسن سے اور پانچ اولاد حسین سے ہوں گے اور آخری ان کے غیروں میں سے ہوگا چھ روزہ فوت ہو جائے گا۔ تو زمانہ خراب ہو جائے گا۔

اور حدیث لامہدی الا عیسیٰ معلول ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ علی الاطلاق کامل ہمدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ کے اہل بیت میں سے آپ سے سب سے زیادہ مشابہ آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم تھے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ، بات، گفتگو اور چال ڈھال میں آپ سے مشابہ تھیں۔ اور دوسری صحیح روایت میں ہے کہ حضرت حسن چہرے اور اوپر کے نصف دھڑ میں اور حضرت حسین باقی جسم میں آپ سے مشابہ تھے۔ ہمدی کو بھی ان لوگوں میں شمار کیا گیا ہے جنہیں حضور علیہ السلام سے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بہت سے لوگ ہیں ان میں اہل بیت مطہر کی ایک قوی جماعت ہے۔ گزشتہ روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خلوتے میں مشابہت رکھے گا۔ خلوت میں مشابہ نہ ہوگا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لئے کھڑا ہوتا ہے لیکن وہ کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباس سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم اہل بیت شجرۃ النبوة ہیں۔ جن کے پاؤں ملائے۔ اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں۔ اہل بیت رحمت اور کان علم ہیں۔

حضرت علی سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے ۔ کہ ہم نجیب
لوگ ہیں اور ہمارے قرط ، انبیاء کے قرط ہیں ۔ اور ہمارا گروہ
حزب الہی ہے ۔ اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے ۔ اور جو ہمیں
اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔



باب

صحابہ اور ان کے بعد آنے والوں کا اہل بیت سے عزت سے پیشے آنا

حضرت ابو بکر سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت عمر نے حضرت عباس سے حلف اٹھا کر کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لاتا پھر بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اس کے اسلام قبول کرنے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ کیونکہ عباس کا اسلام قبول کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ حضرت زین العابدین حضرت ابن عباس کے پاس آئے تو آپ نے کہا مرحبا بالحبیب ابن الحبیب۔ حضرت زید بن ثابت نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ کی سواری کے لئے ایک خچر آپ کے قریب لایا گیا تو حضرت ابن عباس نے اس کی رکاب پکڑ لی تو آپ نے کہا اے ابن عم رسول اے چوڑ دیکھئے تو آپ نے جواب دیا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کریں تو آپ نے کہا ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم ہے۔ عبداللہ بن حسن بن حسین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس

کسی حاجت کے لئے آئے تو آپ نے انہیں کہا کہ آپ کو جب کوئی ضرورت ہو تو مجھے پیغام بھجوادیا کریں یا سکھ کر بھجوادیا کریں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر دیکھے۔ حضرت ابوبکر بن عباس کہتے ہیں اگر میرے پاس حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت علی کسی کام کے لئے آئیں تو میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے حضرت علی کا کام پہلے کروں۔ اور اگر میں آسمان سے زمین پر گر پڑوں تو بھی مجھے ان دونوں کا مقدم کرنا زیادہ محبوب ہے۔ اور حضرت ابن عباس کو جب کسی صحابی کی طرف سے کوئی حدیث پہنچتی تو آپ اس صحابی کے پاس جاتے۔ جب آپ اُسے قیلولہ کرتے دیکھتے تو اپنی چادر کی ٹیک لگا کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور سوا آپ کے چہرے پر دھول ڈالتی۔ یہاں تک کہ وہ باہر نکل کر آپ سے کہتے آپ نے مجھے پیغام کیوں نہ بھیجا میں آپ کے پاس آ جاتا تو حضرت ابن عباس انہیں کہتے مجھے آپ کے پاس آنے کا زیادہ حق ہے۔

حضرت فاطمہ بنت علی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہل بیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ اور تم مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے

پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اُسے مقدم کرتے۔ اور خود اُس کے پیچھے باہر آتے۔

جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے امام مالک کو مارا۔ یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ کو ہوش آگیا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا سمجھا ہے۔ آپ سے بعد میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں مر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے تو مجھے آپ سے شرمندگی ہوگی کہ ان کی آل کا ایک آدمی میری وجہ سے آگ میں داخل ہو رہا ہے۔

جب منصور مدینہ آیا تو اُس نے حضرت امام مالک کو مارنے والے سے قصاص لینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر اٹھایا ہے۔ میں نے اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتداری کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

حضرت باقر سے صحن کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اُسے کیسے دیکھا ہے۔ فرمایا آنکھیں اُسے ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اُسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ نہری نے ایک گناہ کا ارتکاب

کیا۔ پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدین نے اُسے فرمایا
 تیرا خدا تعالیٰ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے
 بھی بڑا گناہ ہے۔ تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ
 پھر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گیا۔ ہشام بن اسماعیل
 امام زین العابدین اور اہل بیت کو دکھ دیا کرتا تھا۔ اور حضرت علی
 سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اُسے معزول کر دیا اور اُسے
 لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری
 سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس سے گزرا تو کوئی اس
 سے متعرض نہ ہوا۔ تو اُس نے پکار کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل
 رسالۃ۔



باب ۹

اہل بیت سے حسن سلوک کرنے والے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ دیے گئے

مہرانی نے حدیث بیان کی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس دنیا میں اُس شخص کو احسان کا بدلہ نہ دیا تو کل جب وہ مجھے ملے گا تو میں اس کو اس احسان کا بدلہ دیے کا ذمہ دار ہوں گا۔

ایک ضعیف سند کے ساتھ حدیث بیان ہوئی ہے کہ قیامت کے روز میں چار آدمیوں کی سفارش کر دیں گے۔ جو میرے اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا اور جب وہ مجبور ہو کر اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا۔ اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند میں ایک کذاب بھی ہے کہ جس شخص نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اسے اس کا بدلہ نہ دیا تو قیامت کے روز جب وہ مجھے ملیگا تو میں اُسے اس احسان کا بدلہ دوں گا۔ اور جس نے میرے اہلبیت یا میری اولاد پر ظلم کیا اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔

باب

حضور علیہ السلام کا اہل بیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی طرف سے میرے اہل بیت کو قتل و جلا وطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں مجہو نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نبی ہاشم کے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبائیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لئے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہلبیت مصائب اور جلا وطنی کا نشانہ بنیں گے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے۔ اور آل قریش میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیا حال ہو گا۔ فرمایا جب گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کے زندگی کیا ہوتی ہے۔



باب

اہل بیت سے بغض رکھنے اور دشنام طرازی کرنے کے متعلقے انتباہ

اس سے قبل حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جس نے میرے اہل بیت کے کسی آدمی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ہم سے بد بخت منافق کے سوا اور کوئی شخص بغض نہیں رکھتا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کی موت آلِ محمد سے بغض رکھتے ہوئے واقع ہوئی۔ قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”رحمت الہی سے ناامید“ کے الفاظ لکھے ہوں گے۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں جس نے ہم سے عداوت کی۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کی اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا۔ احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بنی ہاشم سے بغض رکھنا منافقت ہے۔ اور حضرت حسن سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے

کہ ہمارے ساتھ کُفِیْن رکھنے سے بچو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم سے حسد و کُفِیْن رکھنے والے کو حوض کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے کُفِیْن رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کرے گا۔ خواہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہو۔ لیکن اس روایت کی سند تاریک ہے۔ اور ابن جوزی نے عقیلی کی طرح اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ اور صحیح روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں۔ کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم، نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ آل محمد سے کُفِیْن رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے جس نے میرے اہلبیت کو بُرا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے۔ اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے جنگ کرنے والے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا۔ اے لوگو قریش اہل جنگ ہیں۔

جس نے انہیں مصیبت میں ڈالنے کی ٹھانی ۔ اللہ تعالیٰ اُسے دوبارہ نتھنوں کے بل گرٹے گا ۔ جو قریش کی ذلت کا خواہاں ہو گا اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل کرے گا ۔ میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے تقدیر الہی کے منکر محارم الہی کو حلال کرنے والے ، میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے اور تارک سنت پر لعنت فرمائی ہے ۔



باب ۱۲

اہم امور کے متعلق اختتامیہ بیانے

اول یہ بات متعین ہے کہ کوئی شخص سوائے صحیح صورت کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کر سکتا۔ بخاری میں ہے عظیم ترین جھوٹوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی آنکھوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرے۔

اسی طرح یہ روایت بھی کی گئی ہے جو شخص جان بوجھ کر غیر باپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص غیر باپ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر جنت حرام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس پر فرشتوں، اللہ تعالیٰ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اور ایک جماعت نے دیگر احادیث بھی بیان کی ہیں کہ نسب کا جھوٹا ادعاء یا اس سے اظہار بیزاری کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے یعنی غیر باپ کی طرف انتساب کو حلال سمجھنا یا قریب ہونا کفران نعمت ہے۔

اس جگہ بہت سے لوگوں نے انساب کے ثبوت یا انتفاء

خصوصاً اہل بیت کے ظاہر و باطن نسب میں دخل اندازی کے بارے میں عادلانہ فیصلے سے توقف کیا ہے۔ ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ایک ادنیٰ مزح اور جھوٹے قرینہ سے اس کا اثبات کرنے میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔ اس بارے میں اس دن ان سے پوچھا جائیگا جب مال اور اولاد کوئی فائدہ نہ دے گی۔ سوائے اس کے کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے۔

دوم اہل بیت کی شان کے لائق یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد، عمل، عبادت، زہد اور تقویٰ کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ و سنت کے مطابق چلیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو مدنظر رکھیں کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم، اور حضور علیہ السلام کے اس قول کو ملحوظ رکھیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ قابل عزت ہے۔ فرمایا اکرمکم عند اللہ اتقاہم للہ۔ ان میں زیادہ قابل اکرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا ان کے جاہلیت کے زمانہ کے اچھے لوگ جب دین کو سمجھ جائیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں۔ کوئی آدمی کسی آدمی سے سوائے تقویٰ کے مکرم نہیں ہو سکتا۔ احمد کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر سے فرمایا تو کسی احمد و اسود سے بہتر نہیں۔ سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ جائے۔ انہوں نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے کہ اسے لوگو!

تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجبی پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔ اور طبرانی میں ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو دوسرے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے مسجد میں خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس عیب یعنی آباؤ اجداد پر فخر کرنے کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک نیک متقی اور اللہ کو پیارے، دوسرے شقی، جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکر مکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر۔

اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں تعارف کی خاطر شعوب و قبائل میں تقسیم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ قابل عزت ہے جو زیادہ تقویٰ سے کام لیتا ہے اور

اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

پھر آپ نے فرمایا میں اپنے متعلق یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ بالفرض ایسی اقوام

بھی ہوں گی جو اپنے فوت شدہ آباء و اجداد پر فخر کریں گی۔ وہ تو صرف جہنم کے کوئلے ہیں۔ یا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس گبریلے سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ جسے وہ اپنے ناک سے لڑھکتا پھرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ آدمی صرف مومن متقی ہوتا ہے یا بد بخت فاجر، سب لوگ اولادِ آدم ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوا تھا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اموال و اشکال کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے قلوب و اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور احمد کی روایت میں ہے کہ تمہارے یہ انساب کسی کے لئے عار کا باعث نہیں۔ تم سب اولادِ آدم ہو کسی کو دوسرے پر سوائے دین اور تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ ابن جریر اور عسکری کی روایت ہے کہ لوگ آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ اللہ قیامت کے روز تم سے تمہارے حسب نسب کے متعلق نہیں پوچھے گا۔ ہاں اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ قابل عزت وہ ہے جو زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اور ابن الاثر اور عسکری کی روایت ہے کہ سب لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں۔ وہ صرف صورت میں برابر اور اعمال میں متفاوت ہیں۔ اس آدمی سے صحبت نہ رکھ جس میں تو تو خوبی دیکھتا ہے۔ مگر وہ تجھ میں کوئی خوبی نہ پائے۔

ابو یعلیٰ وغیرہ نے روایت ہے کہ مومن کا دین اس کی عزت اس کی عقل اس کی جوانمردی، اور اس کا خلق اس کا حسب ہے۔ حضرت عمر اس شخص کو جو آباؤ پر فخر کرتے ہوئے اپنے

آپ کو فلاں بن فلاں کہتا ہے۔ فرماتے ہیں اگر تیرا دین سہ ہے تو تو معزز ہے اگر تیرے پاس عقل ہے تو تو جو افراد ہے۔ اگر تیرے پاس مال ہے تو تجھے ثمن حاصل ہے۔ ورنہ تو اور گد جا برابر ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے جس کے عمل نے اُسے پیچھے رکھا ہے اس کا نسب اُسے تیز نہیں کر سکتا۔ اور طبرانی نے روایت کی ہے کہ میرے اہل بیت کا خیال ہے کہ وہ سب لوگوں کی نسبت میرے زیادہ قریب ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب متقی ہیں۔ خواہ وہ کوئی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ شیخین نے روایت کی ہے کہ فلاں شخص کی آل، میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔ بخاری نے اس پر حاشیہ کا اضافہ کرتے ہوئے کہا ہے لیکن ان کی مجھ سے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔ اور طبرانی نے معجم کبیر میں ان الفاظ پر اتفاق کیا ہے کہ بنو ہاشم کی مجھ سے رشتہ داری ہے۔ اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔ اسی طرح یہ روایت صحیح مسلم میں بھی آئی ہے۔ مگر اسے ان لوگوں پر معمول کیا گیا ہے جو ان میں سے غیر مسلم ہیں وگرنہ ان میں تو حضرت علی اور حضرت جعفر بھی شامل ہیں۔ جو مقدم الاسلام ہونے اور نامزدین ہونے کے باعث آپ کے ان خاص لوگوں میں شامل ہیں۔ بلکہ حدیث میں موقوف و مرفوع طور پر وارد ہے کہ حضرت علی صالح مومنین میں سے ہیں۔ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میرا دوست وہ ہو گا جو صالح ہو گا۔ اگرچہ وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دور رہا ہو اور دوسروں کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ میں قرابت کی وجہ سے کسی سے دوستی نہیں کرتا اور میں خدا سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ اس کا بندوں پر واجب

حق ہے اور صالح مومنین سے میں خدا کی رضا مندی کی خاطر محبت رکھتا ہوں
اور ایمان و صلاح سے دوستی رکھنے والوں سے میں دوستی رکھتا ہوں خواہ
میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن میں اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا
خیال رکھتا ہوں۔ اور میں ان سے صلہ رحمی کروں گا۔ اور یہ اس حدیث کی
مؤید ہے کہ ہر متقی آل محمد میں سے ہے۔ جب عائشہ نے ابی بنیہ سے کہا
کہ تو ہر نماز میں اللہ صلی علی محمد و علی آل محمد کہہ کر نماز پڑھو

پڑھتا ہے پھر مجھ سے اپروا ہی کیوں کر کہے۔ اس نے جلب دیا میری ملازمت
طیب اور ظاہر لوگوں سے ہو گئی ہے اور تو ان میں شامل نہیں ہے۔
ایک انصار کا کوئی نے خوب میں دیکھا تو اس سے پوچھا اللہ نے

تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے
اس نے کہا کس چیز کے باعث، اس نے کہا اس مشابہت کی وجہ
سے جو میرے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھی یا اس
سے پوچھا گیا تو شریف ہے اس نے کہا نہیں پوچھا گیا پھر یہ مشابہت
کہاں سے آئی اس نے کہا جیسے کتے کو چرواہے سے مشابہت ہوتی
ہے۔ ابن العیثم کہتے ہیں میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس نے
اپنے آپ کو انصار کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک اور آدمی نے اس
کی تاویل میں کہا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو علم خصوصاً علم حدیث کی
طرف منسوب کیا ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مجھ پر بکثرت فتور پڑنے والا میرے سب سے زیادہ قریب ہو گا
اور وہ آپ پر بکثرت فتور پڑا کرتا تھا۔

تفسیر | جو لوگ کفایت کو کھد میں معتبر خیال نہیں کرتے۔ انہوں نے آیت اور گذشتہ ہادیث سے تمسک کیا ہے۔ لیکن جہو نے کفایت کا اعتبار کیا ہے۔ لیکن جو بات بیان کی گئی ہے۔ اسکا کوئی شاہد نہیں کیونکہ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز آخرت میں سود مند نہ ہوگی۔ ہماری گفتگو اس بارے میں نہیں۔ بلکہ گفتگو اس امر میں ہے کہ کیا عقلمند لوگ دنیا میں مالی نسب ہونے پر فخر کرتے ہیں یا نہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے اور جسے ولی نسب میں کفایت نہ رکھنے والے کے ساتھ نکاح پر مجبور کرے گا۔ اسے خسرے اور عذر کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اولاد کی جلائی کرنا آخرت میں فائدہ دیتی ہے۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح والحق تابعہم ذریعہ اتھم کے بارے میں بیان ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی ندرت کو قیامت کے روز اس کے درجہ میں اٹھا کر لے جائے گا۔ خواہ وہ عمل میں اس سے کمتر ہی ہو۔ اسی طرح مکان ابو حاصمہ کے بارے میں آپ سے بروایت صحیح بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی اچائی کی رعایت کے لحاظ سے یہ بات کہی ہے اور ان دونوں کی اچائی کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ سید بن جبیر کہتے ہیں کہ آدمی جنت میں داخل ہو کر کہے گا میرے ماں باپ اور بیوی اپنے کہاں ہیں اس سے کہا جائے گا کہ انہوں نے میرے جیسے عمل نہیں کئے۔ وہ کہے گا میں اپنے اور ان کے لئے عمل کرتا تھا۔ پس انہیں کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر آپ نے یہ آیت

پڑھی۔ جنات عدن یدخلونہا ومن صلح من آباءہم وازواجہم
 وذریائہم، جب صالح باپ ساتویں پشت تک کی عام اولاد کو فائدہ
 پہنچا سکتا ہے تو سید الانبیاء کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کہ وہ
 اپنی طاہر اور طیب اولاد کو کس قدر فائدہ پہنچائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا
 ہے کہ حرم کے کبوتروں کی اس لئے عزت کی جاتی ہے کہ وہ ان دو کبوتروں
 کی اولاد میں سے ہیں۔ جنہوں نے غار ثور کے منہ پر گھونسلہ بنالیا تھا
 جس میں ہجرت کے وقت حضور علیہ السلام چپے تھے۔

تقی فاسی نے بعض ائمہ سے بیان کیا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی وجہ سے مدینہ اور شرفائے مدینہ کی تعظیم میں بڑے مبالغہ سے
 کام لیا کرتے تھے اور ان کی تعظیم وہ اس وجہ سے کرتے تھے کہ اہل مدینہ
 میں سے ایک شخص تھا جس کا نام مطیر تھا۔ وہ فوت ہو گیا تو انہوں نے
 اس کا جنازہ پڑھنے سے توقف کیا کیونکہ وہ کبوتروں کے ساتھ کھد کرتا
 تھا۔ انہوں نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے
 ساتھ حضرت فاطمہ الزہراء بھی تھیں۔ حضرت فاطمہ نے اس شخص سے منہ
 پھیر لیا۔ اس نے مہربانی کی التجا کی تو آپ نے اس کی طرف توجہ کر کے
 ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کیا ہمارے اکرام کی وجہ سے تیرے سینے میں
 مطیر کے متعلق الشراح نہیں ہوئے۔

اسی طرح ابی نعیم محمد بن ابی سعد حسن بن علی بن قتادہ الحمصی
 حاکم مکہ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو شیخ
 عقیف الدین البیلاہی نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ انہوں نے خواب
 میں حضرت فاطمہ الزہراء کو دیکھا کہ وہ مسجد الحرام میں ہیں اور لوگ انہیں

سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو آپ نے تین بار اعراض سے کام لیا۔ ان کے دل میں غصہ پیدا ہوا اور انہوں نے اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا بچہ فوت ہو چکا ہے۔ اور تو اس پر نماز نہیں پڑھتا تو انہوں نے ادب اختیار کیا اور نماز نہ پڑھنے کی جو زیادتی انہوں نے کی تھی اس کا اعتراف کیا۔

تقی مقررزی، یعقوب مغربی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ حبشہ میں مدینہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد محمد فارسی نے روضہ مکرم میں کہا کہ میں بنی حسین کے اشرف مدینہ سے رفیق کی مدد کی وجہ سے کفین رکھا کرتا تھا۔ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف منہ کر کے سویا ہوا تھا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو میری اولاد سے کفین رکھتا ہے۔ میں نے کہا مجھے اس بات سے خدا بچائے میں انہیں بُرا نہیں سمجھتا میں تو صرف اس تعصب کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔ جو انہوں نے اہل سنت کے بارہ میں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ توفیق کا مسئلہ ہے کیا عاتق کیا ہوا بچہ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ عاتق کیا ہوا بچہ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بنی حسین کے ہر آدمی کا از حد اکرام کرنے لگا۔

رئیس الشمس العمری سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمال محمود مجتہب اور اس کے نائب اور پیروکار، سید عبدالرحمن لمباہی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا مجتہب نے اجازت طلب کی۔ وہ باہر نکلے تو انہیں مجتہب کی آمد بہت گراں گزری۔ اس نے کہا میں اپنے گناہ کا

امروز ان کرتا ہوں تاکہ آپ مجھ سے مد گزدر نہیں آپ نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا آپ جب کل شام سلطان غاہر کے پاس رتوق میں مجھ سے اوپر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھ سے اوپر کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے محمد کیا تو میرے بیٹے سے نیچے بیٹھا ناپسند کرتا ہے۔ اس وقت شریف رو بڑا اور کہنے لگا اے آقا میری کیا حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام مجھے نصیحت کرتے رہے اور ساری جماعت رو پڑی۔ پھر انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور واپس آگئے۔

تقی بن ہند جانفزا شمی مکی نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس شریف عقل بن مصیل آئے۔ اور وہ اسراٹے ہوا شہم میں سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کچھ نہ کیا۔ اسی رات یا کسی دوسری رات کو میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو دیکھا تو آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپ کی حدیث کا خادم ہوں۔ آپ مجھ سے کیوں امراض سے فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے کیوں امراض نہ کروں۔ میرا ایک بچہ تجھ سے رات کا کھانا طلب کرتا ہے اور تو اسے کھانا نہیں دیتا وہ کہتے ہیں صبح ہوئی تو میں نے شریف کے پاس جا کر معذرت کی اور جو حاضری توفیق تھا۔ اس کے مطابق اس سے حسن سلوک بھی کیا۔

جمال عبدالغفار قصاری جو ابن نوح کے نام سے معروف ہیں وہ نجم الدین بن مطروح کی والدہ سے بیان کرتے ہیں۔ وہ ایک نیک

عورت تھیں۔ کہتی ہیں کہ مکہ میں ایک دفعہ قوط پڑا۔ جس میں لوگوں نے چڑے بھی کھائے۔ ہم اٹھارہ افراد تھے۔ ہم نصف پیانہ گندم کے برابر کام کر لیتے تھے۔ جو ہمیں کافی ہو جاتا تھا۔ ہمارے پاس چودہ پیانے گندم آئی تو میرے خاوند نے دس پیانے اہل مکہ میں تقسیم کر دیئے اور چار ہمارے لئے باقی رہ گئے جب وہ سویا تو روتے ہوئے بیدار ہوا میں نے پوچھا تجھے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا میں نے حضرت فاطمہ الزہرا کو ابھی دیکھا ہے۔ وہ مجھے فرما رہی ہیں اسے سراج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد بھوکا ہے۔ تو اس نے اٹھ کر جو کچھ باقی تھا سب اشراف میں تقسیم کر دیا۔ اور ہمارے پاس کچھ نہ رہا اور بھوک کے باعث ہم میں کھڑے ہونے کی سکت نہ تھی۔

مقرنی معزالدین بن عزجو خبابہ کے قاضی اور ملک مؤید کے ہمنشین تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں ہیں اور قبر شریف کھل گئی ہے۔ اور حضور علیہ السلام اس سے باہر نکل کر اس کے کنارے پر بیٹھ گئے ہیں۔ آپ کا کفن بھی آپ کے اوپر ہی ہے۔ آپ نے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا میں اٹھ کر آپ کے قریب آیا تو آپ نے مجھے فرمایا مؤید سے کہئے کہ وہ عجلان یعنی ابن سعید امیر مدینہ کو جلد رہا کر دے۔ انہیں ۸۲ھ میں قید کر دیا گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں میں مؤید کے پاس گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اُسے بتایا اور اُسے حلف اٹھا کر کہا کہ میں نے اس عجلان کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ جب مجلس بزرگ ہوئی تو وہ تیر کے نشانے کے قاصدے پر گیا اور عجلان کو بزرگ سے بلا کر رہا کر دیا اور اس سے حسن سلوک بھی کیا

تقی مقرر کیا کہتے ہیں میرے پاس نبی مسیح اور نبی حسین کے بارے میں اس قسم کی متعدد صحیح حکایات ہیں۔ پس خواہ وہ کسی حالت میں ہوں تو انہیں جنگ میں ڈالنے سے بچ۔ کیونکہ بٹیا خواہ اچھا ہو یا بُرا، بٹیا ہی ہوتا ہے۔

تقی مقرر کیا کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرداح بن حقیل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادریس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادہ بن ادریس بن مطاعن الحمسی کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈھیلے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ان کا دماغ متورم ہو گیا اور پھول کر بدبو دینے لگا۔ وہ ایک مدت بعد عمان سے مدینہ گئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات وہیں گزاری۔ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ شریف کو پھرا ہے۔ صبح ہوئی تو انہیں نظر آنے لگا اور ان کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہو گئیں۔ اور یہ بات مدینہ میں مشہور ہو گئی پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی بنا کر ناراض ہو گیا کہ ان کو سلائی پھرنے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس کے پاس عادل گواہی گزاری گئی کہ انہوں نے ان کے ڈھیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ مدینہ میں اندرے ہونے کی حالت میں آئے تھے۔ پھر وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی رویا بیاں کی جس سے سلطان کاغصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

مجھے بعض ان صالح اشراف نے بتایا ہے جن کی صحت نسب

صلاح اور ان کے آباء کے اچھا ہونے پر اتفاق ہے۔ کہ میں مدینہ شریف میں تھا میں نے ایک شریف کو کسٹم دے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اُسی کا لباس پہننے تھا مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس شریف کے متعلق میرا اعتقاد خراب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے رات گزاری تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بھری مجلس میں دیکھا لوگوں نے آپ کو صنف در صنف گھیرا ہوا ہے۔ اور میں بھی اس حلقہ کے کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اچانک ایک آدمی بلند آواز سے کہتا ہے اپنے اپنے کاغذات نکالو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے کاغذات آپ کے حضور لائے گئے جن پر شاہی فرمان لکھے جاتے ہیں۔ اور انہیں حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ایک آدمی ان کاغذات کو حضور کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے۔ اور پھر ان لوگوں کو یہ کاغذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کاغذات ہیں۔ جس کا نام نکلتا ہے اس کو وہ کاغذ دے دیتا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کاغذ اس شخص کا تھا جسے میں ناپسند کرتا تھا اس کا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے کاغذات اسے دے دیئے جائیں۔ وہ انہیں لے کر بہت خوش ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میرے دل میں جو کچھ بھی اس شخص کے بارے میں ناراضگی تھی وہ جاتی رہی اور مجھے اس پر اعتقاد ہو گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ یہ شخص جمیع ماضیوں سے مقدم ہے اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ اس کا اس کسٹم دے کا کھانا کھانا ضرورت کے تحت تھا جو مردار کے کھانے کو حلال کر دیتی ہے۔

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے جو مجھے اشرف و صالحین میں
 میں سے ایک آدمی نے بتائی ہے کہ جب نامراد اور خبیث جملہ نے
 سید شریف محمد ابی نمی حاکم مکہ کے گھر پر منی میں یوم النحر کو اسے اور
 اس کی اولاد کو ایک ہی ساعت میں قتل کرنے کے لئے حملہ کیا۔ اللہ
 انہیں اس سے بچائے۔ تو اس نے کامیاب ہو کر ابی نمی اور اس کی فوج
 کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ابونی کو حجاج کے متعلق یہ خدشہ ہوا کہ وہ
 اُسے سب سے آخر میں قتل کرے گا۔ پس کوئی رسی باقی نہ رہی۔ اس
 لئے وہ مارنے سے رُکا رہا۔ پھر وہ حملہ کی رات کو مکہ چلا گیا اور لوگ
 دُبرا میں پڑ گئے۔ مگر یہ جابر مزید سرکشی میں بڑھ گیا۔ اس نے اعلان
 کر دیا کہ شریف کو معزول کر دیا جائے۔ جب بدروڑ نے یہ بات سنی
 تو وہ حاجیوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کے بے شمار اموال کو لوٹ لیا۔
 اور سارے مکہ کو لوٹنے، حاجیوں کے استیصال اور امیر حجاج اور اس
 کی فوج کو ختم کرنے کا ہتھیہ کر لیا تو شریف (اللہ تعالیٰ اسے حاجیوں کی طرف
 سے جزا دے) نے سوار ہو کر خونریز عریوں کا خون بہایا اور بعض کو قتل کیا
 جس سے وہ ٹھنڈے ہو گئے۔ یہ سرکش مکہ میں ہی رہا اور لوگ بد سے
 میں رہے جبکہ اکثر مناسک حج اور جماعت معطل ہو گئے اور ایسے
 خوف اور سختی کو لوگوں نے برداشت کیا۔ جس کی مثال کبھی نہیں سنی
 گئی۔ پھر یہ سرکش چلا گیا اور شریف کو یہ دھمکی دی کہ وہ سلطان کے
 پاس اس کے عزل و قتل کے بارے میں کوشش کرے گا۔ یہ واقعہ
 ۹۵ھ میں ہوا۔ یہ شریف کہتا ہے کہ انہی دنوں میں مکہ سے نکل کر مد
 جارہ تھا اور مجھے شریف اس کی اولاد اور مسلمانوں کے بارے میں بہت

پریشانی اور خوف دامن گیر تھا۔ جب فجر سے تھوڑی دیر پہلے میں صبح کے قریب پہنچا تو میں ایک گھڑی آرام کے لئے ٹھہر گیا تا کہ فیصل کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بھی تھے۔ جن کے ہاتھ میں ایک مڑے ہوئے سروالاعصا تھا۔ گویا وہ اُسے سید شریف ابی نسی کی طرف سے مار کر مجھے کہتے ہیں۔ اُسے الملاح رو کہ وہ ان لوگوں کی پرواہ نہ کرے اور اللہ اُسے ان پر غلبہ دے گا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سلطان کی طرف سے یہ الملاح ملی کہ سلطان نے سید شریف کی بہت تعظیم کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُسے اس مفسد اور جنہوں نے اُسے اس امر پر برا ٹھیکہ کیا ہے ان پر غلبہ بخشا ہے۔ اور مسلمانوں کی حکومت اسی کی طرف واپس آگئی ہے۔ جس سے انہوں نے عہد ولایت کیا تھا۔ مجھے ایک آدمی نے بتایا ہے کہ میں نے یوم النحر کو اس سخت دن میں ابی نسی کے والد سید میرکات کو دیکھا وہ ایک بڑے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی ولایت کا صلہ بیان کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سید عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔ انہوں نے کہا مولانا آپ بڑی ہمت کے ساتھ کہا جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ابی نسی کی مسدود کیٹے۔ یہ روڈ اس فاجر کے علم کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ناکام و نامراد کیا اور لوگوں نے اس عجیب و غریب واقعہ کے بارے میں بیشمار ایسی خوابیں دیکھی ہیں جن میں ابی نسی اور اسکی اولاد کی سلامتی کی طرف اشارہ تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ عین کا ایک صالح آدمی اپنے خیال کے ساتھ سمندر کے ذریعہ حج کو حجاج جیب وہ جسدہ

پہنچا تو اسے کسٹم والوں نے تلاشی کیا۔ حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے نیچے بھی دیکھا تو وہ غضبناک ہو کر حاکم مکہ سید برکات کے بندے میں اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا ٹونے تاریکی میں اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے اس بیٹے سے زیادہ ظالم ہے تو وہ مرعوب ہو کر بیدار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی کہ وہ اشراف میں سے کسی سے متعرض نہیں ہو گا۔ جو کچھ ہو چکا ہو چکا۔

ایک صالح آدمی نے بیان کیا کہ مصر میں ایک بدکار آدمی نے بدکاری کیلئے ایک شریف زادی کو زیر دستی پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی آدمیوں میں سے تھا۔ کہتا ہے وہ عورت حیران ہوئی کیونکہ مشاء کی نماز بھی پڑھی جا چکی تھی۔ اور اب اس اقدام کے صواب اور کوئی کام نہ تھا۔ اس عورت نے ایک صالح آدمی سے توسل کیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اسے بلایا اور گرفتار کر لیا اور وہ شریف زادی صحیح سلامت پہنچ گئی۔ اور اس شریف زادی کی برکت سے یہ گرفتاری جلد ہی اس قاضی کے لئے پیغام اجل بن گئی۔

مجھے ایک عالم نے بتایا کہ قاس شہر میں ایک آدمی پر قتل ثابت ہو گیا۔ قاضی نے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ بادشاہ نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے قتل نہ کرو۔ قاضی نے کہا اس کا قتل تو ضرور میا ہے۔ دوسرے روز اس نے اس کے قتل

کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی فرماتے سنا ہے مگر قاضی نے بات نہ سنی تیسرے روز بھی اس نے یہی ارادہ کیا تو بادشاہ نے تیسرے روز بھی یہی پیغام بھیجا تو قاضی نے کہا ہم خواب کی بنا پر شریعت کو ترک نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ کتنی بار آئے اور اُسے قتل کے لئے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ولی الدم کو شکی کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ لوگ اس سے معافی مانگ مانگ کر عاجز آگئے تھے اور وہ معاف نہ کرتا تھا۔ اور اس نے صرف اس سے بات کی اور اس نے معاف کر دیا۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے اس آدمی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوا تو اس نے پوچھا سچ بتاؤ کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں نے قتل کیا ہے میں اوزر وہ دونوں ایک ہی قماش کے آدمی تھے۔ اس نے ایک شریف زاری سے بدکاری کا ارادہ کیا تو میں نے اُسے زنا کاری سے روکنے کیلئے قتل کر دیا۔ بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین بار یہ نہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو۔

سوم ان کی تعظیم و توقیر ان کی شان کے مطابق کرنی چاہیئے اور ان سے بآداب پیش آنا چاہیئے تاکہ ان کا شرف معلوم ہو اور مجالس میں ان سے تواضع سے پیش آنا چاہیئے کیونکہ ان کی محبت اور اکرام کا واضح اثر ہوتا ہے۔

نجم الدین بن ہمدان اور مقریزی نے بیان کیا ہے کہ ایک قاری جب تیمور لنگ کی قبر کے پاس سے گذرا تو اس نے آیت خذوا

فعلوۃ ثمر الجعیم صلوۃ الایۃ بشکر اور پڑھی وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیٹے ہوئے ہیں۔ اور تیمور لنگ آپ کے پہلو میں ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا اے دشمن خدا تو یہاں بھی اپنی بیباکی ہے۔ اور میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا ارادہ کیا کہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو سے اٹھا دوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ میری اولاد کا محبوب ہے پھر میں ٹوٹے ہوئے بیدار ہو گیا اور غلوت میں یوں اس کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے جو کچھ بڑھا کرتا تھا اُسے ترک کر دیا۔

جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتلایا ہے کہ تیمور لنگ کے ایک بیٹے نے بتایا کہ جب تیمور لنگ مرض الموت میں بیدار ہوا تو ایک دن اُسے شدید اضطراب ہوا جس سے اس کا چہرہ سیاہ اور رنگ متغیر ہو گیا۔ جب اُسے ہوش آیا تو اس کے سامنے اس کے کیفیت کو بیان کیا گیا تو اس نے کہا کہ عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ چلے جاؤ کہ یہ میری اولاد کا محبوب اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے۔ اس پر وہ فرشتے چلے گئے۔

جب اہل بیت کی محبت اس شخص کو بھلا فائدہ دیتی ہے جس سے بڑا عالم کوئی نہیں ہوا تو دوسرے لوگوں کو یہ محبت کیا کیا فائدہ دے گی۔

ابونعیم نے حدیث بیان کی ہے کہ حکمت شریف کو شرف

میں بڑھاتی ہے۔ اور ملوک غلام کو اس قدر بلند کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کی مجالس میں جا بیٹھتا ہے۔ ان کی محبت میں افراط سے بچنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ احمد بن منیع اور ابوالعلیٰ نے حدیث بیان کی ہے کہ اے علی! تیرا محبوب مغرور اور تیرے بعض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہوں گے۔ اور حضرت زین العابدین نے اہل بیت کے متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے دائمی محبت رکھنا ہمارے لئے عار بن گیا ہے۔ اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا اے عراقیو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت رکھنا ہمارے لئے عار کا باعث بن گیا ہے۔

ایک قوم نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے انہیں فرمایا تمہیں خدا پر جھوٹ بولنے کی کس نے جرأت دلائی ہے۔ ہم تو اپنی قوم کے صالح کلاموں میں سے ہیں اور ہمارے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

ایک آدمی نے جبکہ اہل بیت کی ایک جماعت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ سے دریافت کیا، کیا آپ میں سے کوئی مفسرینِ احادیث بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، میں نے ہمارے بارے میں یہ بات کہی۔ خدا کی قسم جو کذاب ہے۔ اور حسن بن حسن بن علی نے ایک آدمی کو جو بنی کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا براہِ رسم ہے تقدیر محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ ہمارے بارے میں

پتہ بات کہو۔ کیونکہ جو تم چاہتے ہو اس میں یہ سب سے بلیغ بات ہے اور ہم تم سے اس وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔

فائدہ حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبداللہ کے پاس گئے اور اُسے خلیفہ کہہ کر سلام کہا اور گفتگو کی۔ ہشام کو آپ سے خوف محسوس ہوا کہنے لگا آپ خلافت کے امیدوار ہیں۔ آپ ایک فونڈی زائے ہو کر اس کی خواہش کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ! امیر المؤمنین آپ کا مجھ کو یہ عار دلانا اچھا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کا جواب دوں اگر چاہیں تو خاموش رہوں۔ اس کے کہا آپ جواب دیں۔ آپ کیا اور آپ کا جواب کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انہی سے کوئی آدمی بڑا نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ اگر ام الولد انبیاء و رسل تک پہنچنے سے قاصر ہوتی تو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر نہ بھیجتا۔ ان کی ماں حضرت اسماعیہ کی ماں کے ساتھ ایسے ہی تھی۔ جیسے میری ماں تیری ماں کے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ کو کسی نے اسے نبی کر بھیجنے سے نہیں روکا اور وہ خدا تعالیٰ کا محبوب تھا۔ وہ اب العرب اور غیر البیتین خاتم المرسلین کا باپ تھا اور نبوت، خلافت سب بڑی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اپنی ماں کے ذریعہ بلند ہوا ہے۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی بن ابیطالب کا بیٹا ہے۔ پھر آپ ناراض ہو کر وہاں سے نکل گئے۔

جب صفحہ جا کم بنا تو مروان بن محمد کا سر اس کے پاس مصر میں لایا گیا۔ اور عبدالحمید طائی نے رمانہ بن ہشام کی قبر کھودی اور صلیب

دی اور اُسے آگ میں جلایا اور اس نے مسجدے میں گر کر کہا الحمد للہ
میں نے حسین بن علی کے بدلے بنی امیہ کے دو سو آدمیوں کو قتل
کیا ہے۔ اور زبیر بن علی کے بدلے میں نے ہشام کو صلیب دیا اور
میں نے ابراہیم کے ساتھ مل کر مروان کو قتل کیا۔

علامہ ابوالسعادات بن الاثیر کی کتاب "المختار فی مناقب
الاخیار" سے منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت
ابوبکر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یمن کی طرف
گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں از وقبیلہ کے ایک شیخ کے ہاں اتر جا
بڑا عالم تھا۔ جس نے کتب کو پڑھا اور لوگوں سے بہت علم حاصل کیا
تھا اور اس کی عمر تین سو نوے سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا آپ
مجھے حرم کے علاقہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے جواب دیا
کہ میں اہل حرم میں سے ہوں۔ اس نے کہا آپ تیم قبیلہ کے معلوم
ہوتے ہیں۔ میں نے جواب دیا ہاں میں تیم بن مرہ سے ہوں اور
میں عبداللہ بن عثمان بن عامر ہوں۔ اس نے کہا آپ کے باپ
میں ایک بات میرے پاس ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے
کہا اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھائیے۔ میں نے کہا میں ایسا نہیں کروں
گاہ۔ آپ مجھے بات بتائیں اس نے کہا مجھے علم صحیح سے معلوم ہوا ہے
کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا جس کی مدد ایک نوجوان اور ایک
ادھیر عمر شخص کرے گا۔ نوجوان مصائب میں گھسنے والا اور مشکلات کو
دور کرنے والا ہوگا۔ اور ادھیر عمر شخص سفید رنگ، کمزور اور اس کے
پیٹ پر ایک تل ہوگا اور اس کی بائیں ران پر نشان ہوگا۔ جو کچھ میں نے

تجھ سے کہا ہے اگر تو وہ مجھے دکھا دے تو کیا حرج ہے۔ مجھے تجھ میں وہ
 صفات پوری نظر آئی ہیں۔ سوائے اس کے جو مجھ سے پوشیدہ ہے۔ حضرت
 ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تو اس نے
 میری ناف کے اوپر سیاہ قتل دیکھ لیا اور کہا۔ رب کعبہ کی قسم! تو وہی شخص
 ہے میں تیرے سامنے ایک بات پیش کرنے لگا ہوں۔ اس کے متعلق
 احتیاط سے کام لینا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے اس نے کہا، راہ ہدایت
 سے مجروری اختیار کرنے سے بچنا اور درمیانہ طریق سے تمسک کرنا اور
 اللہ تعالیٰ نے جو تجھے دیا ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے
 ڈرتے رہنا۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں میں نے یمن میں اپنی ضرورت
 کو پورا کیا۔ اور پھر شیخ کے پاس الوداع کیلئے آیا تو اس نے کہا میں نے
 اس نبی کے بارے کچھ شعر کہے ہیں۔ کیا تو انہیں میری طرف سے لے جایگا
 میں نے جواب دیا ہاں۔ تو اس نے کہا سے

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے خود کو اند اپنی قوم کو چھوڑ

دیا ہے۔ اور میں قبیلے میں، جائے امن ہو

گیا ہوں۔ اور میں تین سو نوے سال

زندہ رہا ہوں اور زمانے میں آدمی کیلئے

بڑی عبرت ہے۔

اس کے بعد اس نے متعدد اشعار سنائے جن میں سے یہ

شعر بھی ہیں۔

میری طاقت کا شمارہ بچ چکا ہے۔ اور میں نے ایک

ایسے بڑے کو پایا ہے جس سے بعض و عداوت نہیں

رکھ سکتا۔ میں ہمیشہ ہی اعلانیہ اور خفیہ طور پر
جس شہر میں اُترا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے
سلام پہنچا دینا۔ میں ان کے دین پر زندہ ہوں اگرچہ
میں مر جاؤں۔

حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وصیت اور اشعار
کو حفظ کر لیا اور مکہ آگیا۔ اور حضور علیہ السلام کی بعثت ہو چکی تھی۔ میرے
پاس عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام اور قریش کے
مناوید آئے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ لوگوں کو کوئی معصیت آئی
ہے یا کوئی عظیم بات وقوع پذیر ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا ابو بکر! بڑی
بات ہوئی ہے اور سب سے بڑی معصیت یہ ہے کہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا
اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم انتظار نہ کرتے
اب جب آپ آگئے ہیں تو آپ ہی اس معاملے کو نبٹائیں۔ حضرت ابو بکر
فرماتے ہیں۔ میں نے انہیں آپ کے متعلق بہت برسی باتیں کرتے پایا
میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ
آپ حضرت خدیجہ کے گھر میں ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ باہر
تشریف لائے۔ میں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے گھر
والوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے آپ پر فتنہ کا انتہام
لگایا ہے۔ اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے
آپ نے فرمایا اے ابو بکر! میں تیری اور ان سب لوگوں کی طرف اللہ
کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیے۔ میں نے کہا

آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جسے آپ یمن میں ملے تھے میں نے کہا یمن میں میں کتنے ہی مشائخ سے ملا ہوں۔ خرید و فروخت کی ہے۔ مال دیا اور لیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جس نے آپ کو اشعار دئیے ہیں۔ میں نے پوچھا میرے دوست آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے۔ آپ نے فرمایا اس عظیم بادشاہ نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کو خبر دیتا رہا ہے۔ میں نے کہا ہا تو بڑھائیے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر فرماتے ہیں میں واپس لوٹا تو دونوں پہاڑوں کے درمیان میرے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہ تھا۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر حضرت علی کو فضیلت دی اس نے دونوں پر عیب لگایا اور خود حضرت علی پر بھی عیب لگایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن علی علیہ السلام نے فرمایا اے جابر مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر لے دے کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محب ہیں اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ میں نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ انہیں تک یہ اطلاع پہنچا دو کہ میں اللہ کے ہاں ان لوگوں سے بُری ہوں۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں حکمران بن جاؤں تو میں ان کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔

سیمان کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن الحسین بن الحسن کے پاس
 تھا کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح کرے۔ ہم
 چاہتے ہیں کہ ایک آدمی کے شرک پر آپ کو گواہ بنائیں۔ فرمایا میں گواہی دیتا
 ہوں کہ رافضی مشرک ہیں۔ وہ مشرک کیسے نہیں ہو سکتے جب تو ان سے سوال
 کرے کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار تھے تو وہ کہیں گے ہاں!
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پہلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اور
 اگر تو ان سے پوچھے کہ کیا حضرت علی گنہگار ہیں تو وہ کہیں گے نہیں اور
 جس نے آپ کے بارے میں یہ بات کہی اس نے کفر کیا۔ اور محمد بن علی
 بن الحسین فرماتے ہیں کہ جس نے ہمیں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر پر فضیلت
 دی۔ اس نے ہمارے نانا کی سنت کو چھوڑ دیا۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے
 حضور اس کے مقابلہ میں پیش ہوں گے۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی۔ ان کی ایک علامت ہے
 کہ انہیں رافضی کہا جائے گا تو انہیں جہاں پائے قتل کر دینا۔ کیونکہ وہ
 مشرک ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا
 وہ تیری بے جا تعریف کریں گے اور سلف اول پر زبان طعن دراز
 کریں گے۔

حضرت علی بن ابیطالب بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قائم ہونے سے پہلے ایک قوم ظاہر
 ہوگی جنہیں رافضی کہا جائے گا۔ ان کا اسلام اسے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ پھر
 اس بات کی ایمان و معرفت بھی ضروری ہوگی کہ نبیوں اور رسولوں کے

بعد سب سے افضل اور بہتر اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے زیادہ حقدار ابوبکر صدیق، عبداللہ بن عثمان، عقیق ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ، ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نہ تو زمین پر ان اوصاف کا حامل کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ جن کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں۔ پھر ان کے بعد ان اوصاف کے حامل علی الترتیب حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سیراب ہونے والے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ ان کی محبت اور ان کے فضل کی معرفت سے دین قائم ہوا۔ سنت مکمل ہوئی اور دلیل صحیح قرار پائی۔

ہم بغیر کسی استثناء اور شک و شبہ کے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل اصحاب ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ ان لوگوں سے فہل و غیر میں کوئی شخص آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ شہادت دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار جنتی ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین زوجانِ جنت کے سردار ہیں۔ اور ہم جمیع ہاجرین و انصار جنہوں نے بیعت رضوان کی پھر حضرت عائشہ صدیقہ من کی برأت جبریل علیہ السلام

کی زبان مبارک سے ہوئی۔ جسے قرآن پاک میں قیامت تک پڑھا جائے گا، کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گی اور وہ دنیا و آخرت میں ام المومنین ہیں جو شخص اس بارے میں شک کرے یا طعن کرے یا توقف سے کام لے تو اُس نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے بارے میں شک کیا اور اسے غیر اللہ کا کلام خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَعْظِمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودَ وَالْمَثَلَةُ أَبَدًا** ان کفار مومنین سے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ اور جو شخص اس کا انکار کرے اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب مراتب محبت رکھتے ہیں۔ جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔ ہم ابو عبد الرحمن معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت ام حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور تمام مومنین کے ماموں اور کاتب وحی تھے۔ ان کے لئے رحم کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اور ہم ان کے بارے میں وہ روایت بھی بیان کرتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس راستہ سے اہل جنت میں سے ایک آدمی آپ کے پاس آئے گا۔ تو حضرت معاویہ داخل ہوئے اُسے

اے بقیہ حدیث یہ ہے کہ پھر آپ نے دوسرے روز بھی یہی فرمایا تو حضرت معاویہ

پس ان کے مقام و مرتبہ کو پہچان لیجئے۔ پھر جس نے ان کی اطاعت کی خواہ وہ تجھ سے دور اور تیری دنیاوی مراوات کا مخالف ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر محبت رکھ اور جس نے ان کی نافرمانی کی اور ان کے دشمنوں سے دوستی کی خواہ وہ تیرا قریبی اور موافق ہی کیوں نہ ہو اس سے خدا کی خاطر بغض رکھ۔

قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلی کی کتاب "الغنیۃ" سے منقول ہے کہ ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل سے ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص علی اور اشارہ النفس سے ثابت ہے۔ اور یہ مذہب حضرت حسن بصری کا ہے اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت کا۔ اس روایت کے متعلق یہ نقطہ نظر ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے بیان کی گئی ہے جسے انہوں نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مجھے

داخل ہوئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ یہ وہ شخص ہے پھر آپ نے فرمایا اے معاویہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور تو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر اس طرح مزاحمت کر گیا جس طرح درمیانی اور شہادت کی انگلیاں مزاحمت کرتی ہیں۔ اسے دیکھنے والے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے الواہبیا میں، دہکتے ہیں اس روایت میں عبداللہ بن دنیا ہے جس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی اور اس سے عبدالعزیز بن مکئی المروزی نے روایت کی ہے۔ جسے زاہبی نے المیزان میں مجہول کہا ہے۔ گویا اس نے حدیث کا مرقہ کیا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں۔ اس کے مخالف یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ہر امت کافروں ہوتا ہے۔ اور اس امت کافروں معاویہ ہے۔ مگر یہ ساقط ہے

معراج ہوا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے بعد علی بن ابیطالب کو خلیفہ بنا دے تو فرشتوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آپ کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوگا۔ اور ابن عمر کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد جو ابوبکر ہوگا وہ تھوڑا عرصہ ہی رہے گا۔ اس میں یہ بھی آیا ہے کہ اہل بدعت سے ہجرت میل جول نہ رکھ۔ نہ ان کے قریب جا اور نہ انہیں سلام کہہ۔ کیونکہ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جس نے بدعتی کو سلام کہا اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق اس سے محبت کی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپس میں سلام کو روانج دو۔ اس طرح تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی انہیں عید اور خوشی کے مواقع پر مبارک باد دو اور جب وہ مرجائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے لئے رحم کی دعا کرو۔ بلکہ حضور علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے خدا کی خاطر بدعتی کی طرف بغض کی نظر سے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا۔ اور جس نے اُسے ڈانٹا اللہ تعالیٰ سخت گھبراہٹ کے روز اس کو سکون بخشتے گا اور جس نے اُسے حقیر سمجھا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو درجات بلند کر دے گا۔ اور جو اُسے خندہ روئی سے بلا یا ایسی صورت میں جس سے اُسے خوشی ہو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ تعلیم کا استخفاف کیا۔

حضرت مغیرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے نور ایمان کو خارج کر دیگا اور جب اللہ تعالیٰ کو کسی آدمی کے بارے پتہ چلتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے اللہ سے اُمید ہے کہ خواہ اس شخص کے عمل تھوڑے ہی ہوں وہ اُسے بخش دے گا۔ جب تو کسی راستے سے بدعتی کو دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ کو فرماتے سنا ہے کہ بدعتی کے جواز کے پیچھے جانے والا جبت تک واپس نہ آجائے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد رہتا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے کوئی نئی چیز پیدا کی یا بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس کے ذرائع اور نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔



باب ۳

در بارہ تخییر و خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مرسلین کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہترین آدمی ہیں۔ اور یہ بات احادیث صحیحہ مستفیضہ سے قویٰ تر کے ساتھ ثابت ہے جن میں کوئی علت اور سبب نہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فضل کے لفظ کے ساتھ ان کی تعریف بیان کی ہے۔ اور یہ بات بلا اختلاف ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے متعلق ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وثانی اثین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ یہ آیت اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ آپ کی ربوبیت صحبت سے ہوئی ہے آپ نے انہیں سکنیت کی بشارت دی اور ثانی اثین کے لقب سے آپ کو ملقب فرمایا۔ جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا ہے ان دو سے کوئی افضل ہو سکتا ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

پھر فرماتا ہے والذی جاء بالصدق وصدق به۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ قول حضرت جعفر صادق اور حضرت علی کا ہے کہ والذی جاء بالصدق سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے مراد حضرت ابوبکر ہیں۔ اس سے بڑی منقبت

اور کیا ہو سکتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ سابقین کے ساتھ بعد میں آنے والے برابر ہی نہیں کر سکتے ۔ فرماتا ہے ۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ، اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلاً وعد اللہ الحسنی ۔

بخاری کی حدیث میں لکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں چادر ڈال کر آپ کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکر کعبہ کے گرد دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے
 اُتقتلون رجلاً یقول ربی کیا تم اس آدمی کو مارتے ہو جو کہتا
 اللہ ہے کہ میرا رب اللہ ہے ۔

تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ۔ اور آکر حضرت ابو بکر کو مارنے لگا ۔ یہاں تک کہ آپ کے چہرے پر آپ کی ناک پہچانی نہ جاتی تھی ۔ آپ جہاد و قتال اور نصرت دین کرنے والے پہلے شخص تھے ۔ آپ ہی کے ذریعے دین قائم اور غالب ہوا ۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک مذہم در مصلفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دوسرے کے فغانی کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا آپ لوگوں میں ابو بکر موجود ہیں ۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں ۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی کو ابو بکر پر فضیلت نہ دے ۔ وہ دنیا و آخرت میں تم سب سے افضل ہیں ۔

اور ابوالدرداء کی یہ روایت تو مشہور ہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت ابوبکر کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا ابوالدرداء تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے بعد سوج ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔

ایک طرح سے یہ روایت یوں آئی ہے کہ کیا تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تم سے بہتر ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ سب اہل مکہ سے افضل ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ سے بہتر ہیں۔ فرمایا سب اہل مدینہ سے بھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر مجھ سے اور اہل حرمین سے بہتر ہیں۔ فرمایا زمین و آسمان میں نبیوں اور رسولوں کے بعد ابوبکر سے بہتر کوئی نہیں۔

ہم بہت سی روایات کا ذکر کریں گے جن میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کو بہترین شخص قرار دیا گیا ہے ان میں ایک روایت ابی قتال کی ہے جسے امام مالک نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ سے منبر پہنچا ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے۔ انہوں نے فرمایا ابوبکر، پھر عمر، پھر عثمان پھر میں۔ انگریزوں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی تو میرے کان پہرے ہو جائیں۔ اور میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اگر میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں دیکھا کہ ابوبکر اور عمر سے افضل، پاکباز اور بہتر آدمی پر سوز و غروب نہیں ہوا۔

محمد بن حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی سے پوچھا اور میں آپ کی گود میں تھا۔ اے میرے باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں بہتر آدمی کون ہے۔ فرمایا: ابوبکر، میں نے کہا پھر کون، فرمایا عمر، پھر میں نے نو عمری میں کہہ دیا پھر آپ، فرمایا تیرا باپ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہے۔ جو ان کیلئے ہے۔ وہی اس کے لئے ہے۔ اور جو ان پر ذمہ داری ہے وہی اس پر ہے۔ ابوہریرہ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور اہل زمین و آسمان کے بہتر آدمیوں سے ابوبکر سب سے بہتر آدمی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حسین میرے اہل ہیں۔ اور ابوبکر اور عمر اہل اللہ ہیں۔ اور اہل اللہ میرے اہل سے بہتر ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ اگر ابوبکر کے ایمان کا تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حضرت ہمارے بنیاس کی روایت تو مشہور ہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حضرت عمر کے فضائل کے متعلق بتائیے۔ آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے وہ بات دریافت کی ہے جو میں نے جبریل سے پوچھی تھی۔ جبریل نے مجھے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کے ساتھ حضرت نوح کی عمر کے مطابق یعنی نو سو پچاس سال رہوں اور حضرت عمر کے فضائل بیان کرتا رہوں تب بھی وہ ختم نہ ہوں گے۔ عمر ابوبکر نیکیوں میں سے

ایک نیکی ہے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر میں تیرے باپ
ابراہیم کے بعد کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا اور اگر تیرے بعد کسی کو
حبیب بناتا تو عمر کو اپنا حبیب بناتا۔ یہ سب کچھ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی
تفسیر القرآن سے نقل کیا گیا ہے۔ جو آپ نے سورہ حشر کے آخر میں
آنے والی آیت والذین جاؤ امن بعد ہیر کے متعلق لکھا ہے۔ اس
سے مراد تابعین ہیں جو انصار و مہاجرین کے بعد قیامت تک اُٹیں گے
پھر انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے متعلق اور سابق الایمان لوگوں کے لئے مغفرت
کی دعا کرتے ہیں۔ یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤوف رحیم۔
پس جس کسی کے دل میں کسی ایک صحابی کے بارے میں بھی حسد و بغض
ہے اور وہ سب کیلئے رحمت کی دعا نہیں مانگتا وہ ان لوگوں میں شامل
نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مراد لئے ہیں۔ اس لئے کہ
اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لئے تین مقام مرتب کئے ہیں۔

المہاجرین والذین تبوؤ الدار والایمان والذین جاؤ امن بعدہم
پس کوشش کرو کہ تم مومنین کی اقسام سے خارج نہ ہو۔

ابن ابی یعلیٰ کہتے ہیں کہ لوگ تین مراتب کے ہیں۔ الفقراء

المہاجرون والذین تبوؤ الدار والایمان والذین جاؤ امن بعدہم،
کوشش کرو کہ تو ان مراتب سے باہر نہ رہے

انہو ابوسعد الشریعی أنبانا ابواسحاق الثعلبی أنبانا عبد اللہ

بن جلید، حدثنا احمد بن عبد اللہ بن سلیمان حدثنا ابن عمیر حدثنا ابی
عن اسماعیل بن ابراہیم عن عبد الملك بن عمیر مسروق عن عائشہ

وہ فرماتی ہیں تمہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا اور تم نے انہیں برا بھلا کہا۔ میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہوگی۔ جب تک اس کا آخری حصہ پہلے پر لغت نہ کرے گا۔

مالک بن معرور کہتے ہیں۔ عامر بن شراحیل اشجعی نے کہا، اے مالک یہود و نصاریٰ ایک بات میں رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں یہود سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اصحاب موسیٰ علیہ السلام، نصاریٰ سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری، رافضیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں۔ انہوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہیں ان کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے انہیں گالیاں دیں۔ ان پر قیامت تک تلوار سوتی رہے گی۔ ان کی کوئی حجت قائم نہ ہوگی۔ اور نہ ان کو ثابت قدمی حاصل ہوگی نہ ان میں وحدت پیدا ہوگی۔ جب کبھی انہوں نے جنگ کیلئے آگ جلائی خدا تعالیٰ نے انکی خوزیری، ان کی جمعیت کی پراگندگی اور ان کے دلائل کو ختم کر کے اُسے بجا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کی گمراہ کن خواہشات سے بچائے مالک بن انس فرماتے ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی تنقیص کرے مگر یا اس کے دل میں ان کے بارے میں کینہ ہوگا۔ اس کا فئی میں کوئی حق نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اٰ فاء اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ للہ وللرسول بہا تک کہ آپ اس آیت تک آئے للفقراء المهاجرین والذین ابودا

الدار والايمان والذين جاؤا من بعد هم الى قوله رؤوف رحيم
 بغوی نے اللہ تعالیٰ کے قول ثانی اٰمنین کے بارے میں
 نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تو
 میرا یارِ غار اور حوضِ کوثر پر میرا ساتھی ہے۔

حسن بن فضل کہتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ حضرت ابوبکر حضور
 علیہ السلام کے صاحب نہیں وہ نص قرآنی کے انکار کی وجہ سے کافر ہے
 اور جب وہ دیگر صحابہ کے صاحب ہونے کا انکار کرے تو وہ بدعتی
 ہوگا نہ کہ کافر، والحمد للہ رب العالمین، صلی اللہ علی سیدنا
 محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم، تسلیما کثیرا دائما ابداً

خاتمہ

شیخ الاسلام اور اپنے زمانے کے مجتہد التقی اسبکی رحمۃ اللہ علیہ
 فرماتے ہیں کہ میں ۵۵۵ھ کی ۱۶ جمادی الاولیٰ کو سوموار کے روز ظہر
 کی نماز کے وقت جامع اموی میں تھا تو ایک شخص نمازیوں کی صفوں کو خیرتا
 ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے نماز بھی نہیں پڑھی تھی اور بتکرار کہہ رہا تھا
 کہ جس نے آل محمد پر ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ میں نے
 اس سے دریافت کیا وہ کون شخص ہے۔ اس نے کہا ابوبکر! میں نے
 کہا ابوبکر صدیق اس نے کہا ابوبکر، عمر، یزید اور معاویہ، میں نے
 اُسے قید کرنے کا حکم دیا اور اس کے گلے میں طوق ڈالا گیا۔ پھر قاضی
 مالکی نے اُسے پکڑ کر مارا۔ مگر وہ اس پر صبر کرتا تھا۔ اور اس نے مزید یہ
 بات کہی کہ فلاں دشمنِ خدا نے اس کے خلاف گواہی دی ہے اور میرے
 پاس اس کے دو گواہ ہیں۔ اور کہنے لگا وہ حق کی موت نہیں مرا۔ اس

نے حضرت فاطمہ پر میراث کے بارے میں ظلم کیا ہے۔ یعنی حضرت ابو بکر نے اس نے حضرت فاطمہ کو میراث سے روکنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ مالکی قاضی نے سوموار اور ساتھ واسے بدھ کے روز اُسے دوبارہ مارا۔ مگر وہ اسی بات پر مصر تھا۔ پھر جمعرات کے روز اُسے دارالعدل میں حاضر کیا گیا اور اس کے رو برو اس کے خلاف گواہی دی گئی اس نے نہ انکار کیا نہ اقرار، جب کبھی اسے دریافت کیا جاتا تو نے یہ بات کہی ہے وہ کہتا اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہے۔ یہ سوال اُس سے کئی بار کیا گیا اور وہ یہی جواب دیتا رہا پھر اُسے معذرت کرنے کو کہا گیا تو اس نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔ پھر اُسے کہا گیا توبہ کر، اس نے کہا میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی، اس سے بار بار توبہ کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہنا مجلس میں اس کے کفر اور عدم قبول توبہ پر بحث لمبی ہو گئی تو نائب قاضی کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا میرے نزدیک جس استدلال کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس سے اسکا قتل آسان ہے۔ اس بات سے اس کی تکفیر پر اور عدم توبہ کی وجہ سے اس کے قتل پر میرا انشراح صدر ہو گیا اور اُس سبب کی طرف میرے سوا کسی نے سبقت نہیں کی۔ سوائے اس کے جو نووی کے کلام میں عنقریب بیان ہوگا۔ مگر اُسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ سبکی نے اس بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ میں اس کے کلام کا خلاصہ مع زائد بیان کے جو اس مسئلہ اور اس کے توابع سے تعلق رکھتا ہے۔ ذکر کرتا ہوں اور اس پر میں آیات اور دیگر باتوں کو اپنی طرف سے اضافہ بھی کروں گا۔ پس میں

کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ رافضی آدمی ناحق قتل کیا گیا تھا اور سبکی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس مدعی کی تردید کرتے ہوئے اُسے بہت بُرا بھلا کہا ہے اور اُسے اپنا مذہب بتایا ہے۔ مگر ہمارے مذہب میں جیسا کہ تجھے علم ہو جائے گا۔ ایسے آدمی کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ اس نے کہا ہے کہ جو کہتا ہے کہ وہ ناحق قتل کیا گیا ہے۔ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کا قتل برحق ہے۔ کیونکہ وہ کافر تھا اور اپنے کفر پر مصر تھا اور ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ وہ کئی امور کا کافر تھا۔

اَوَّلے :- یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں فرمایا ہے کہ جو شخص کسی پر کفر کی ہمت لگائے یا اُسے دشمن خدا کہے ماور وہ ایسا نہ ہو تو وہ بات اس پر لوٹ پڑتی ہے اور ہم اس بات پر سختی سے قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر مومن ہیں اور دشمن خدا نہیں۔ اس لئے اس نص حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر کے متعلق کہی گئی کفر کی بات قائل پر لوٹ پڑے گی۔ خواہ اس نے کفر کا اعتقاد نہ کیا ہو جیسے کہ قرآن کریم کو گند میں پھینکنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔ خواہ وہ اُسے کفر اعتقاد نہ کرتا ہو۔ حضرت امام مالک نے اس حدیث کو خوارج اور امت کے عظیم آدمیوں کی تکفیر کرنے والوں پر محمول کیا ہے۔ میں نے اس حدیث سے جو استنباط کیا ہے۔ وہ امام مالک کے بیان کے مطابق ہے یعنی وہ امام مالک کے قواعد کے موافق ہے۔ نہ کہ شافعی کے قواعد کے موافق۔ عنقریب مالکیوں کا بیان آئے گا کہ وہ اس بارے میں کہیں پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث خبر واحد ہے۔ مگر تکفیر کے حکم میں

خبر واحد پہ مل کیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ ظنی منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ قطعی منکر کی تکفیر کی جاتی ہے۔ نووی رحمۃ اللہ کا قول ہے کہ اگر امام مالک نے اس حدیث کو خوارج پر محمول کیا ہے۔ تو یہ ایک ضعیف قول ہے۔ کیونکہ صحیح مذہب ان کی عدم تکفیر کرتا ہے۔ اس میں اعتراض یہ ہے کہ اس کے ضعف کی توجیہ تو تب کی جائے گی۔ اگر ان سے خروج و قتال و فیرو کے سوا اور کوئی تکفیر کرنے والا سبب ظاہر نہ ہو، ہولیس خوارج نے ان کے ایمان کے متحقق ہو جانے کے باوجود انہیں کافر کہا ہے پس یہ کافر کیوں نہ ہوں گے۔ پس نووی نے یہ بات کیسے کہی ہے۔ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ امام شافعی کی نفس ان کا یہ قول ہے کہ سوائے خطابیہ کے اہل بدعت و اہواء کی شہادت کو قبول کرو۔ نووی نے جو کہا ہے یہ اس کی صراحت کرتا ہے۔ اور مفہوم بھی اس کی مسامحت کرتا ہے۔ ہمارے ائمہ نے خوارج کے بارے میں تصریح کی ہے کہ خواہ وہ ہماری تکفیر کریں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ تاویل سے ایسا کرتے ہیں۔ اس کا شبہ غیر قطعیہ البطلان ہے اور نووی نے جو کہا ہے اس کی صراحت کرتا ہے اور اسکی تاویل اصولیوں کے قول سے ہوتی ہے۔ کہ عظیم صحابہ کی تکفیر کرنے کی وجہ سے شیعہ اور خوارج کی تکفیر نہیں کی جائے گی کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جنہوں نے انہیں قطعی جنتی کہا ہے اس لئے کہ ان مکفرین نے جس آدمی کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے۔ اس کی موت تک اس کے تزکیہ سے قطعی طور پر واقف نہیں ہوئے۔ ان کے کفر کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو پھر وہ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے مکذب شمار ہوتے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سبکی نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی پسند ہے۔ جو تو اعدا شافعیہ کے خلاف ہے اور اس کا یہ قول مذکورہ اصولیوں کا جواب ہے انہوں نے اس میں عدم کفر دیکھا ہے۔ اس لئے کہ اس سے حضور علیہ السلام کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ مگر جو ہم نے کہا ہے اُسے وہ نہیں دیکھ سکے۔ گذشتہ حدیث ان کے کفر پر دلالت کرتی ہے۔ امام الحرمین وغیرہ نے کہا ہے کہ بت کو سجدہ کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی یا اگرچہ وہ دل سے اس کی تکذیب نہ کرے۔ مگر اس سے اس شخص کا کفر لازم نہیں آتا۔ جو مسلمان کو کہے کہ اے کافر! کیونکہ یہ بات ان کے بارے میں ہے جن کا ایمان قطعی طور پر ثابت ہے۔ جیسے عشرہ مبشرہ اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ بخلاف دوسروں کے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول ان کان کما قال والا رجعت علیہ میں باطن کے اعتبار سے اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ کسی متکلم اور فقیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر میرے نزدیک وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ہوں گے جن کے متعلق نص آئی ہے۔ اور جن کی صلاح و امامت پر اُمت کا اتفاق ہے۔ جیسے ابن المسیب، حسن، ابن سیرین، امام مالک اور امام شافعی۔ اگر تو کہے کہ کفر تو ربوبیت اور رسالت کے انکار کا نام ہے اور یہ مقتول اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، آپ کی آل اور کثیر صحابہ کو طمانے والا تھا۔ پس اس کی تکفیر کیسے کی جائیگی اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ تکفیر ایک شرعی حکم کا نام ہے جس کا سبب اس کا انکار ہے یا شائع کے حکم کے قول و فعل کا انکار ہے یہ کفر ہے

اور اگر انکار نہیں کیا تو یہ بھی اسی کی قسم سے ہے۔ اور یہ اس مسئلہ میں بہترین دلیل ہے۔ اس کے ساتھ علیہ کی حدیث بھی مل جاتی ہے

من اذی لی ولیا فقد
 کہ جو میرے ولی کو اذیت دیتا ہے تو میں
 اذقته بالحرب
 اس سے جنگ کیلئے چیلنج کرتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اُسے قتل کرنے کی طرح ہے۔ اور حضرت ابوبکر مومنین کے اور یا د میں سے سب سے بڑے ہیں۔ پس اس رافضی کے قتل کے بارے میں یہ ماخذ مجھے نظر آیا ہے۔ اگرچہ میں نے فتویٰ اور حکم میں اس کی پیروی نہیں کی اور میرے احتجاج کو گزشتہ حدیث کے ساتھ ملاؤ اور اس رافضی کے ان افعال کو جس کا اظہار و اصرار اس نے لوگوں کے سامنے کیا اور اس کی بدعت اور اہل بدعت کے اعلان اور سنت اور اہل سنت کی تحقیر کو دیکھو ان تمام امور شنیعہ کا بحیثیت مجرمی وہ حکم حاصل ہوتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حاصل نہیں ہوتا اور یہی معنی امام مالک کے قول کے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسی قدر احکام بیان کرو جس قدر ان میں فہور ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نہیں کہتے زمانے کے تغیر کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں بلکہ پیش آمدہ صورت کے اختلاف سے حکم بدلتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس نے اس شخص کے قتل کے بارے میں میرے سینہ کو از حد کھول دیا ہے۔

اب رہ گئی بات آپ کو گالی دینے کی۔ اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ اور آئندہ بھی بیان کروں گا۔ اور آپ کو ایذا دینا ایک بہت بڑی بات ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی ضابطہ چاہیئے

اس صورت میں تو سب گناہ آپ کو ایذا دیتے ہیں اور میں نے کسی عالم کے کلام میں یہ بات نہیں پائی کہ صحابی کو گالی دینا قتل کو واجب کہتا ہے۔ سوائے اس کے جو ہمارے بعض اصحاب اور اصحاب ابو حنیفہ کے اطلاق کفر کے متعلق آتا ہے۔ مگر انہوں نے بھی قتل کی تصریح نہیں کی۔ اور ابن المنذر کہتے ہیں کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو گالی دینے والے کا قتل واجب قرار دیتا ہو۔

بعض کوفیوں وغیرہ کی طرف سے قتل کی حکایت بیان ہوئی ہے۔ بلکہ بعض حنابلہ نے بھی احمد سے یہ حکایت بیان کی ہے۔ مگر میرے نزدیک ان کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ بات ان کے قول سے اخذ کی ہے کہ حضرت عثمان کو گالی دینا زندقہ ہے اور میرے نزدیک اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان کو گالی دینا کفر ہے ورنہ زندقہ نہ ہوتی۔ کیونکہ اس نے ایسا بر ملا کیا تھا۔ اس کے بیان کردہ قول کا مقصد دوسری جگہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حضرت عثمان کی خلافت پر طعن کیا۔ اس نے ہماجر بن واصلار پر طعن کیا۔ اس لئے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف تین دن رات ہماجر بن واصلار کے ہاں گھومتے رہے اور ان کے ہر مرد اور عورت سے علیحدگی میں مل کر ان سے مشورہ لیتے رہے کہ خلیفہ کسے ہونا چاہیئے۔ یہاں تک کہ سب نے حضرت عثمان پر اتفاق کیا۔ اس وقت آپ کی بیعت کی گئی۔ احمد کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ ظاہری طور پر حضرت عثمان کو گالی دینا ان کے لئے گالی ہی ہے۔ لیکن باطن میں تمام ہماجر بن واصلار کو خطا کا قرار دینا ہے اور

ان سب کو خطا کار کہنا کفر ہے۔ اس اعتبار سے زندیقوں سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دی ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ بات اصلاً احمد سے منقول نہیں اور آپ کے اصحاب میں سے جس نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے کہلہ سے حضرت عثمان کو گالی دینا ایسے ہی ہے۔ جیسے حضرت ابوبکر کو گالی دینا اسے قتل کیا جائے گا۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس قول سے مراد آپ کی یہ نہیں۔ اصول یہ ہے کہ ہر گالی جس کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہو کفر ہے جیسا کہ عبداللہ بن ابی سہل نے کیا۔ اور جس گالی کا مقصد یہ نہ ہو تو وہ کفر نہ ہوگا جیسا کہ قصہ افک میں مسلح سے ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو ان کے مسٹی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اور ایک حدیث میں جس کے رجال ثقہ ہیں۔ اگرچہ ترمذی نے اُسے عزیز کہا ہے کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بناؤ جو ان سے محبت رکھتا ہے۔ وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ان سے میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے انہیں ایذا دی۔ اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے پکڑ لے آپ کے قول میں اصحابی سے مراد بظاہر وہ لوگ ہیں جو فتح سے

پہلے اسلام لائے۔ اس میں وہ لوگ بھی مخاطب ہیں جو بعد میں اسلام لائے
 اس کی دلیل تفارقتِ انفاق ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے کہ
 لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ الْآيَةُ لَكُمْ لَازِمًا اس
 کی یہ یا اور کوئی تاویل کرنی پڑے گی تاکہ وہ صحابہ بھی مخاطب ہوں۔ جن
 کے بارے میں وصیت نہیں کی گئی۔ پس وہ کیا صحابہ ہیں۔ اگرچہ صحابی
 کا نام سب پر حاوی ہے۔ اور میں نے اپنے شیخ تاج بن عطاء اللہ
 جو شاذلیہ کے طریق پر موفیاء کے مکلم ہیں سے سنا ہے۔ انہوں نے اپنے
 وعظ میں ایک اور تاویل کی ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی کئی تجلیات ہیں جن میں آپ اپنے بعد میں آنے والوں کو بھی دیکھتے
 ہیں۔ پس یہ خطاب تمام صحابہ کے لئے ہے۔ جو فتح سے پہلے اور بعد میں ہوئے
 پس اگر آپ کی یہ بات ثابت ہو جائے تو حدیث کے مفہوم میں سب صحابہ
 شامل ہوں گے۔ وگرنہ وہ ان صحابہ کیلئے ہوگی۔ جو فتح سے پہلے ہوئے ہیں
 اور اس میں اس کے بعد آنے والوں کو بھی شامل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ
 غیر صحابہ کی نسبت ہے۔ جو فتح سے پہلے والوں کی نسبت فتح کے بعد والے
 لوگوں کی طرح تھے۔ دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ ان میں سے
 ہر ایک کے لئے یہ حرمت ثابت ہے اور نوومی وغیرہ کی بات اس بارہ
 میں درست ہے۔

پھر گفتگو اس امر میں ہوگی کہ یہ بعض صحابہ کو گالی دینے
 کے متعلق ہے۔ بلاشبہ سب کو گالی دینا کفر ہے۔ اسی طرح ان میں سے
 ایک کو گالی دینا بھی کفر ہوگا۔ کیونکہ وہ بھی صحابی ہے۔ اور اس سے صحبت
 کا استخفاف ہوتا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استخفاف

ہوتا ہے۔ اس بناء پر اس بات کو طحاوی کے قول کہ ان سے کُفْر سے رکھنا کُفْر ہے پر محمول کیا جائے گا۔ پس تمام صحابہ سے یا کسی ایک صحابی سے بلحاظ صحبت کُفْر رکھنا بلاشبہ کُفْر ہے۔ ہاں کسی اور وجہ سے کسی صحابی کو گالی دینا یا بغض رکھنا حتیٰ کہ شیخین سے بھی کُفْر نہیں شیخین کو گالی دینے والے کے بارے میں قاضی نے دو وجوہات بیان کی ہیں اولے :- عدم کُفْر کی وجہ یہ ہے کہ کسی معین صحابی کو گالی دینا یا اپنے کسی خاص دنیوی کام وغیرہ کی وجہ سے اس سے کُفْر رکھنا جیسے ایک رافضی ان سے کُفْر رکھتا ہے۔ اور وہ یہ بلحاظ رُفْض حضرت علی کی تقدیم اور اپنے جاہلانہ اعتقاد کی وجہ سے کرتا ہے کہ شیخین نے حضرت علی پر ظلم کیا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے بُری ہیں۔ اور وہ جہالت سے یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ اُسے حضرت علی کا بدلہ لینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ رافضی کا شیخین سے کُفْر رکھنا اس جہالت کی وجہ سے ہے جو اس کے ذہن میں استقرار پر لگ گئی ہے۔ اور ان کے ہاں حضرت علی پر ظلم کے اعتقاد کی وجہ سے فساد پیدا ہوا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت علی قطعی طور پر ایسا اعتقاد رکھتے تھے پس رافضی کی تکفیر کا مأخذ یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کی وجہ سے شیخین کے بارے میں اس بات کا عادی ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ دین کے نقصان کی بات ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین ہی اقامت و اظہار دین اور مرتدین و معاندین سے جہاد میں اصل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا ہے کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔

کیونکہ باوجود صحابہ کی مخالفت کے انہوں نے مرتدین سے قتال کی رائے دی تھی۔ یہاں تک کہ انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کے بارے میں ان پر رحمت کر دی اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کیا اور مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے لڑے اور اللہ تعالیٰ نے آپ اور صحابہ کے ذریعے سے اس ابھن کو دور کر دیا اور اسلام سے اس مصیبت کو دور فرما دیا۔

۴۵۵ :- اس رافضی کے قتل پر جو امور دلالت کرتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے شیخین اور حضرت عثمان پر لعنت کرنے کو اپنے اقرار سے جائز قرار دیا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دے۔ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کرنا اور آپ کو گالی دینا دونوں باتیں حرام ہیں۔ بلکہ لعنت زیادہ شدید ہے۔ اور حضرت صدیق پر لعنت کی تحریم دین سے ضرورت کے تحت معلوم ہے۔ اس لئے کہ آپ کا حسن اسلام اور وہ افعال جو آپ کے ایمان پر دلالت کرتے ہیں بالتواتر ثابت ہیں۔ اور وہ وفات تک اسی بات پر قائم ہے یہ وہ بات ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اگرچہ رافضی کو اس میں شک ہے۔ ہاں کفر کی شرط یہ ہے کہ اس ضروری بات کا انکار کیا جائے۔ جسے انکار کرنے والا بھی ضروری خیال کرتا ہو۔ تاکہ اس کے انکار سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے اور رافضی حضرت ابوبکر پر لعنت کرنے کی تحریم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ضرور کا ہے۔ اس سے یہ بات منفصل ہوتی ہے کہ تمام مخلوق کے نزدیک تحریم کا تواتر رافضی کے اس شبہ کو

لفظ قرار دیتا ہے۔ جس نے اس کا دل سخت کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے اسے سمجھا ہی نہیں۔ اور یہ بات محل نظر و جدل ہے اور سبکی کے بیان کے مطابق دل کا میلان اس فیصلے کے بطلان کی طرف ہے۔ وگرنہ مذہب کے قواعد اس فیصلے جو عدم تکفیر کی نسبت ہے کو قبول کرنے کا فیصلہ دیتے ہیں۔ اس لئے گالی دینے یا لعنت کرنے والا متاویل ہے اگرچہ اس کی تاویل جہالت، عصبیت اور عنیت کی آئینہ دار ہے۔ لیکن باب کفر اس کے بارے میں محتاط ہے۔ جیسا کہ اپنے محل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

سومر :- یہ ہیئت اجتماعی جس نے اس رافضی سے برسرعام حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان پر لعنت کر کے اور اُسے جائز قرار دینے کا صدر اٹھایا حالانکہ وہ ائمہ اسلام ہیں۔ اور جنہوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کو قائم کیا ہے۔ انہیں ان کے مناقب و آثار میں دین پر طعن کرنے کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی اور دین پر طعن کرنا کفر ہے۔ ان تین دلیلوں نے میرے دل پر غلبہ پالیا ہے ورنہ امام شافعی کے مذہب کا آپ کو علم ہی ہے۔

چہارم :- علماء سے منقول ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اس کے خلاف بھی بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور مسئلہ مذکورہ ان کی کتب سرورجی کی انصاف، فتاویٰ مہیر، محمد بن الحسن کی الاصل اور فتاویٰ بدلیہ میں موجود ہے۔ انہوں نے رافضیوں کو کفار و غیرہم میں تقسیم کیا ہے۔ اور

ان کے بعض فرقوں کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس شخص کے متعلق بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ جو حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے۔ اور ان کی تکفیر کو صحیح خیال کرے۔

المحیط میں ہے کہ امام محمد رافضیوں کے پیچھے نماز جائز نہیں سمجھتے اس لئے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کیا ہے۔ جبکہ صحابہ نے آپ کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔

الخلاصۃ میں ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ اور تہمت الفسادی میں ہے کہ غالی رافضی جو حضرت ابوبکر کی خلافت کا منکر ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اور المرغنیانی میں ہے کہ اہل ہوار بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ پھر کہتے ہیں حاصل کلام یہ کہ اگر وہ اپنی خواہش سے تکفیر کرتا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز اور مکروہ ہے۔

شرح المختار میں ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا یا اس سے بغض رکھنا کفر نہیں ہوگا لیکن ایسے شخص کی تفصیل کی جائے گی۔ کیونکہ حضرت علیؓ نے اپنے گالی دینے والی تکفیر نہیں کی۔ اور فتاویٰ بدیعہ میں ہے کہ جو حضرت ابوبکر کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اُسے مبتدع قرار دیا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور اصح اقوال کے مطابق حضرت عمر کی خلافت کا منکر بھی ایسا ہی ہے۔ مگر اکثر لوگوں نے اِس بارے میں کلام نہیں کیا۔ مگر ہمارے شافعی اصحاب میں سے قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ جو شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کی تکفیر کی جائے۔ اور صحابی کو گالی دینے والے

کی تفسیق کی جائے اور جو شیئین اور دونوں دامادوں کو گالی دے تو اس کی
دو وجہ بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی تکفیر کی جائے۔ اس لئے کہ امت
نے ان کی امامت پر اجماع کیا ہے۔ دوسری یہ کہ اس کی تفسیق کی جائے
تکفیر نہ کی جائے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو اہل اہواء پر کفر کا حکم
نہ لگائے۔ اس کے ہمیشہ دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم نہیں
لگایا جاسکتا۔ کیا ان کے دوزخی ہونے کے بارے میں قطعی حکم لگایا جا
سکتا ہے؟ اس کی دو وجہ ہیں۔ قاضی اسماعیل مالکی کہتے ہیں امام مالک
نے یہ قدر یہ کہے بارے میں کہا ہے۔ دوسرے اہل بدعت اگر تو بہ
کمریں تو ان کی تو بہ قبول کی جائے گی۔ ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ
یہ بات فساد فی الارض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محارب کے بارے
میں کہا ہے۔ اس کا فساد مصالح دنیوی کیلئے ہوتا ہے۔ اور کبھی جمع و جہاد
کا راستہ روکنے والا بھی دیں میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اہل بدعت
کا زیادہ فساد دین کے متعلق ہوتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کی آپس میں کچھ
عدوت دیکھ کر دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ امام مالک اور اشعری کے
قول تکفیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اکثر ترک تکفیر کے قائل ہیں۔
قاضی بیان کہتے ہیں کہ کفر ایک خصلت ہے۔ جو وجود باری
سے جہالت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ آپ نے رافضیوں کو مشرک
اور ان پر لعنت کا اطلاق جائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح خوارج اور
دیگر اہل اہواء مکفرین کیلئے حجت ہیں۔ دوسرے لوگوں نے اس کا یہ
جواب دیا ہے کہ اس قسم کے الفاظ غیر کفریہ جگہوں پر سختی کے لئے
استعمال ہوتے ہیں۔ کفر دون کفر اور اشراک دون اشراک۔ اور خوارج

کے بارے میں ان کا یہ قول کہ انہیں عام آدمی کی طرح قتل کر دے یہ کفر کا مقتضی ہے۔ لیکن مانع کہتا ہے یہ حد ہے کفر نہیں۔ تادمی عیاضے کہتے ہیں کہ صحابہ کی دشنام طرازی کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ اور مشہور مذہب امام مالک کا ہے۔ جس میں اجتہاد اور درز مال تادیب ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے اور اگر صحابہ کو گالی دے تو اس کی تادیب کی جائے۔ پھر کہتے ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص کو گالی دے اگر کہے کہ وہ گمراہ اور کفر پر تھے تو اُسے قتل کیا جائے۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور گالی دے۔ جیسے لوگ گالیاں دیتے ہیں تو اُسے سخت عذاب دیا جائے آپ کا یہ قول کہ جو ان کی طرف گمراہی اور کفر کو منسوب کرے اُسے قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک اچھا قول ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اور اگر وہ ان کی طرف ظلم منسوب کرے جو کفر سے کم ہو۔ جیسے کہ بعض رافضیوں کا خیال ہے۔ تو یہ تردد کا مقام ہے۔ کیونکہ یہ بات نہ بلحاظ صحبت ہے اور نہ کسی ایسے معاملے سے متعلق ہے جو دین سے تعلق رکھتا ہو یہ تو بعض صحابہ کی خصوصیات سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ اور اس سے دین کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ بلاشبہ رافضی ان باتوں سے منکر ہیں جو ضرورت سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور وہ صحابہ پر افترا کرتے ہیں جن سے ضرورت کے تحت امام

ان کی برأت سمجھتے ہیں۔ لیکن اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا اقتضا و ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت خیال کرتے ہیں اور ہم اس بارے میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب تک امام مالک سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی جو اس قسم کے آدمی کے قتل کی مقتضی ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جو شیعہ حضرت عثمان سے بغض و اظہار بیزاری میں غلو کرے اسے سخت تادیب کی جائے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بغض میں بڑھ جائے اسے سخت سزا دی جائے اسے بار بار مارا جائے اور موت تک اسے قید میں رکھا جائے اگر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

سمنون کہتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت علی یا حضرت عثمان یا دوسرے صحابہ پر جھوٹ بولے اسے دوتاک مار دی جائے۔

ابن ابی زید نے سمنون سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی کے متعلق کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے اسے قتل کیا جائے اور جو ان کے علاوہ صحابہ کو اس جیسی گالی دے اسے سخت عذاب دیا جائے۔ اصحاب اربعہ کی تکفیر کرنے والا قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے خلاۃ اور رافضی کو چھوڑ کر اجماع امت کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ اصحاب ثلاثہ کی تکفیر کرے اور حضرت علی کی تکفیر نہ کرے اس کے متعلق سمنون نے

کوئی تصریح نہیں کی۔ امام مالک کا کلام اس بارے میں زیادہ واضح ہو۔
 امام مالک سے روایت کی گئی ہے کہ جو حضرت ابو بکر کو گالی دے
 دے اُسے کوڑے مارے جائیں اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے
 اُسے قتل کیا جائے اور احمد بن حنبل نے صحابہ کو گالی دینے والے
 کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے قتل سے تو میں ڈرتا ہوں۔ لیکن میں
 اُسے عبرتناک سزا دیتا ہوں۔ اور ابو لیلیٰ حنبلی جس کے مذہب کو
 فقہاء نے سب صحابہ کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ
 جو شخص صحابہ کو گالی دینا جائز قرار دیتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی
 اور اگر جائز قرار نہیں دیتا تو اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اور تکفیر نہیں کی
 جائے گی۔ اور اہل کوفہ وغیرہم کے فقہاء میں سے ایک گروہ نے صحابہ کو
 گالی دینے والے اور رافضیوں کی تکفیر کرنے والے کے متعلق قطعی قتل
 کا حکم لگایا ہے۔

محمد بن یوسف الغریابی سے حضرت ابو بکر کو گالی دینے والے
 کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے کہا ایسا شخص کافر ہے۔ دریافت کیا گیا
 اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے فرمایا نہیں۔ رافضیوں کی تکفیر کمرنیوالوں میں
 سے احمد بن یونس اور ابو بکر بن طانی ہیں۔ وہ کہتے ہیں وہ مرتد ہیں۔
 ان کا ذبح نہ کھایا جائے۔ عبد اللہ بن ادریس جو کوفہ کے ایک امام ہیں
 کہتے ہیں کہ رافضی کو شفعہ کا حق نہیں کیونکہ شفعہ مسلمان کے لئے ہے۔
 احمد نے ابی طالب کی روایت میں کہا ہے کہ حضرت عثمان
 کو گالی دینا زندقہ ہے۔ عدم تکفیر کے تأملین نے صحابہ کو گالیاں
 دینے والوں کے متعلق متفقہ طور پر کہا ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں اور

کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، عبدالرحمن ابنی صحابی کو گالی دینے پر وجہ قتل کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ جب عبید اللہ بن عمر نے حضرت مقداد بن اسود کو گالی دی تو انہوں نے اس کی زبان کاٹ دیا۔ اس بارے میں آپ سے گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو۔ تاکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔ اور ابن شعبان کی کتاب میں ہے کہ جو کسی ایک صحابی کو زانیہ کا بیٹا کہے اور اس کی ماں مسلمان ہو تو ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک اُسے دو حدیں لگائی جائیں گی۔ ایک اس کی اور ایک اس کی ماں کی حد۔ میں اسے ایک جماعت پر تہمت تراشتے والے کی حیثیت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ صحابی کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے کوڑے مارو، دریافت کیا گیا جو کسی صحابی کی ماں پر تہمت تراشتے اور وہ کافر ہو اُسے جھوٹ کی حد لگائی جائے گی۔ کیونکہ اس نے اُسے گالی دی ہے اور اگر اس صحابی کا کوئی بیٹا زندہ ہو تو وہ اسے حد لگائے گا ورنہ مسلمانوں میں سے وہ آدمی حد لگائے گا جسے امام قبول کرے گا۔ وہ کہتے ہیں یہ بات غیر صحابہ کے حقوق کی طرح نہیں کہ انہوں نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اگر امام یہ بات سننے اور اُسے گواہی بل جائے۔ تو وہ اس حد کے قیام کا ذمہ دار ہے اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے۔ اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ دوسرا دیگر صحابہ کی طرح یہ ہے کہ اُسے منفری کی حد لگائی جائے۔ وہ کہتے

ہیں۔ میں پہلے قول کا قائل ہوں۔

ابو مصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے جو اہل بیت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالی دے۔ اُسے دردناک مار دی جائے۔ اُس کی تشہیر کی جائے اور توبہ کرنے تک اُسے قید میں رکھا جائے کیونکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا استخفاف ہے۔ اور ابن مطرف نے اس شخص کے بارہ میں فتویٰ دیا ہے جو رات کو عورت کو حلف دینے کا انکار کرے۔ وہ کہتے ہیں خواہ حضرت ابوبکر کی لڑکی ہو اُسے دن کو حلف اٹھانا پڑے گا۔ اس قسم کے موقع پر حضرت ابوبکر کی لڑکی کا ذکر بہت ادب کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

ہشام ابن عمار کہتے ہیں۔ میں نے امام مالک کو فرماتے سنا ہے کہ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دے اُسے قتل کیا جائے اور جو حضرت عائشہ کو گالی دے اُسے بھی قتل کیا جائے۔ کیونکہ اللہ ان کے بارے میں فرماتا ہے یُعْظِمُ اللَّهُ اَنْ تَعُوْدَ الْمَثَلَةُ اَبَدًا اَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی اس نے قرآن پاک کی مخالفت کی۔ اور جو قرآن پاک کی مخالفت کرے اُسے قتل کیا جائے گا۔

ابن خضر کہتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔ شیعہ اور خوارج کی تکفیر کرنے والوں نے اس سے محبت بکمر بستہ ہے۔ کیونکہ وہ عظیم القدر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے جس میں انہیں قطعی جنتی قرار دیا گیا ہے اور یہ احتجاج اس شخص کے بارے میں درست ہے جس

کا تکفیر کرنا ثابت ہے۔ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ائمہ
 احناف نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کے منکر کی تکفیر کی
 ہے۔ یہ مسئلہ انفاہیت اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا
 ہے۔ اور محمد بن الحسن کی الاصل اور الظاہر میں ہے کہ انہوں نے یہ بات
 حضرت امام ابو حنیفہ سے اخذ کی ہے۔ اس لئے کہ وہ کوئی ہونے کی
 وجہ سے روافض کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور کوفہ رافض کا منبع
 ہے۔ روافض کے بعض فرقوں کی تکفیر واجب ہے۔ اور بعض کی تکفیر
 واجب نہیں۔ جب حضرت امام ابو حنیفہ حضرت ابو بکر کی امامت کے منکر کی
 تکفیر کرتے ہیں تو آپ پر لعنت کرنے والے کی تکفیر آپ کے ہاں اولیٰ
 ثابت ہوئی۔ سوائے اس کے کہ آپ اس کا فرق بتائیں۔ بظاہر بات
 یہ ہے کہ آپ کی امامت کے منکر کی تکفیر کا سبب یہ ہے کہ وہ اجماع
 کا منکر ہے۔ اور اس کی بنیاد اس امر پر ہے کہ متفق علیہ حکم کا منکر
 کافر ہوتا ہے۔ اور اصولیوں کے نزدیک یہ ایک شہور بات ہے اور
 آپ کی امامت حضرت عمر کی بیعت کے وقت سے متفقہ ہے۔ اس
 پر اس بات سے منع وارد نہیں کیا جاسکتا کہ بعض صحابہ نے تاخیر
 سے بیعت کی ہے۔ وہ آپ کی صحت امامت کے مخالف نہ تھے یہاں
 وجہ ہے کہ وہ آپ کی عطا کردہ چیزوں کو لیتے تھے۔ اور آپ کے پاس فیصلے
 لے جاتے تھے۔ بیعت اور چیز ہے اور اجماع اور چیز ہے۔ ایک سے
 دوسری چیز لازم نہیں آتی اور نہ ہی ایک کے عدم سے دوسرے کا
 عدم لازم آتا ہے۔ اس بات کو سمجھ لیجئے اس میں بہت غلط فہمی پائی
 جاتی ہے۔

اگر آپ کہیں کہ کفر کی شرط اس متفقہ بات کا انکار ہے۔ جو دینی ضرورت میں سے معلوم ہو تو میں کہوں گا صدیق کی خلافت ایسی ہی ہے۔ کیونکہ صحابہ کا آپ کی بیعت کرنا ضرورت کی حد تک انتہائی قوت سے ثابت ہے تو یہ متفقہ بات کی طرح معلوم بالضرورت ہوئی۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کے زمانے میں کوئی ایک رافضی بھی موجود نہ تھا۔ یہ تو بعد کی پیداوار ہیں۔ اسلئے ان کی باتیں نئی نئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خلافت بھی نئے واقعات میں سے ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں۔ اور امر ضروری کے منکر کی تب تکفیر کی جائے گی۔ جب وہ ضروری امر حکم شرعی ہو۔ جیسے نماز اور حج۔ کیونکہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔ بخلاف مذکورہ خلافت کے۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے ساتھ احکام شرعیہ کا تعلق ہے۔ جیسے وجوب اطاعت وغیرہ۔

قاضی حسین کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے کے بارے میں دو وجوہ ہیں۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ انہوں نے دوسری جگہ صحابہ کو گالی دینے والے کے فسق کے متعلق جرم کیا ہے۔

اسی طرح ابن الصباغ وغیرہ نے حضرت امام شافعی سے اسے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ دو مسئلے ہیں۔ دوسرا مسئلہ گالی دینے کے بارے میں ہے۔ اس کی تفسیق کی جائے گی۔ اگرچہ جسے گالی دی گئی ہے وہ کوئی ایک صحابی ہو جو پہلوں کی نسبت چھوٹے درجے کا ہو۔ کیونکہ یہ بات خاص طور پر شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے

کے بارے میں ہے اور یہ زبردستی کے لحاظ سے اشد بات ہے کیونکہ اس میں ایک وجہ کفر بھی ہے اور حضرت ابوبکر اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر کرنا جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اس بارے میں اصحاب شافعی نے کوئی بات نہیں کی اور جس نے اسے قطعی کفر خیال کیا ہے اس نے ان لوگوں کے ساتھ موافقت کی ہے جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور احمد سے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ خلافت عثمان میں طعن کرنا، مہاجرین و انصار پر طعن کرنا ہے اور یہ بات درست ہے۔ کیونکہ حضرت عمر نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنائی تھی جو چھ آدمیوں پر مشتمل تھی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص، آخر کاتین اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئے۔ اور حضرت عبدالرحمن اسے اپنے لئے نہ چاہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی لوگ بیعت کر لیں۔ انہوں نے اپنے دین کیلئے بہت احتیاط اختیار کی۔ تین دن رات بغیر سوئے وہ مہاجرین و انصار کے گھر میں گھومتے رہے اور ان سے مشورہ لیتے رہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کسی کی بیعت کرنی ہے۔ وہ عورتوں، مردوں، جماعتوں اور افراد سے ملے اور ہر ایک سے اس کا عندیہ معلوم کیا۔ یہاں تک کہ سب کی آراء حضرت عثمان کے بارے میں متفق ہو گئیں۔ پس آپ نے انکی بیعت کی اور حضرت عثمان کی بیعت مہاجرین و انصار کے قطعی اجماع سے ہے۔ اس پر طعن کرتا دونوں فرقوں پر طعن کرنا ہے۔ احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان کو گالی گلوں کا کرنا بدعت

ہے۔ اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بظلم سر تو یہ کفر نہیں مگر باطن کفر ہے۔ کیونکہ اس سے قریقین کی تکذیب تک بات پہنچتی ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ پس آپ کے کلام سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ معافی کے گالی دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ بخلاف بعض صحابہ کے، جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک حضرت ابو بکر کو گالی دینا کفر ہے۔ اور ایک وجہ سے شافعیہ کے نزدیک بھی، امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ اُسے کوڑے مارنا واجب قرار دیتے ہیں اس کے کفر کے قائل نہیں۔ ہاں اس سے وہ بات خارج ہو جاتی ہے جو آپ سے خوارج کے بارے میں بیان ہوئی ہے، کہ انہوں نے کفر کیا ہے۔ آپ کے ہاں اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر بغیر تکفیر کے صرف گالی دی جائے تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اگر وہ تکفیر کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی جس رافضی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ایک وجہ سے کافر ہے۔ اور احمد کے نزدیک حضرت عثمان سے متعرض ہونے کی وجہ سے زندیق ہے۔ کیونکہ اس طرح مہاجرین و انصار کو خطا کار قرار دینا پڑتا ہے۔ اور اس کا یہ کفر ارتداد ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے حکم میں تھا اور مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ وگرنہ اُسے قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کا قتل جہور علماء کے مذہب یا سب کے مطابق ہوگا۔ کیونکہ جو گالی دینے والے کی تکفیر کا قائل نہیں اس سے یہ بات متحقق نہیں ہوئی کہ وہ اسے دھتکار

دے گا جو عظیم الشان صحابہ کی تکفیر کرتا ہے ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ ہے کہ اس نے تکفیر کے بغیر محض گالی دینے پر فاسق قرار دیا ہے۔ یہی بات احمد نے کہی ہے کہ وہ صرف گالی دینے والے کے قتل سے ڈر گئے ہیں اور جو بات اس آدمی سے صادر ہوتی ہے وہ گالی سے بڑی ہے۔ اور بیان ہو چکا ہے کہ طحطاوی نے اپنے "عقیدہ" میں کہا ہے کہ صحابہ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اسے سب صحابہ پر محمول کیا ہو یا ہر ایک صحابی پر، لیکن اس صورت میں جب وہ صحبت کی وجہ سے بغض رکھے اور محض بغض کو کفر قرار دینا دلیل کا محتاج ہے۔ اس رافضی اور اس کے اشبہ کا شیخین اور حضرت عثمان سے بغض رکھنا صحبت کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت علی اور حسنین وغیرہ سے صحبت رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ بغض ہوائے نفس اور جاہلانہ اعتقاد اور اہل بیت پر ان کے مزعومہ ظلم و عناد کی وجہ سے ہے۔ پس یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے بغیر تکفیر کے صرف گالی دی ہے۔ اور متفقہ بات کا انکار نہیں کیا۔ اس لئے ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ پنجم :- اس رافضی کے قتل کے بارے میں اسی طرح تسک ممکن ہے۔ کیونکہ جس مقام پر وہ کھڑا ہے بلاشبہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچتی ہے۔ اور آپ کی ایذا موجب قتل ہے اس کی دلیل حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے ایک ایذا دینے والے کے بارے میں فرمایا میرے دشمن کے بارے میں مجھے کون کافی ہوگا۔ حضرت خالد بن ولید نے کہا میں اُسے کافی ہوں گا۔ آپ نے حضرت خالد کو اس کی طرف بھیجا تو آپ نے اُسے قتل کر دیا۔ لیکن یہ خدشہ

بیان ہو چکا ہے کہ ہر ایذا قتل کی متقاضی نہیں ہوتی۔ وگرنہ سب گناہ اس میں آجائیں گے۔ کیونکہ وہ آپ کو تکلیف دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم الایۃ اور یہ رافضی اپنے خیال میں آل بیت کا بدلہ لے رہا تھا۔ اس کا مقصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا نہیں تھا۔ پس اس کے قتل کی دلیل واضح نہیں۔

حضرت عائشہ پر الزام لگانا

موجب قتل ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے آپ کی برأت کی گواہی دی ہے۔ پس آپ پر تہمت تراشنا قرآن پاک کی تکذیب کرنا ہے۔ اور قرآن پاک کی تکذیب کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ ان پر الزام لگانا — آپ کی تنقیص کرنا ہے اور آپ کی تنقیص کفر ہے۔ اور بقیہ اہل بات المؤمنین کے متعلق بھی الزام لگانے کا یہی حکم ہوگا۔ پس پہلی بات کی رو سے کفر نہ ہوگا۔ اور دوسری کی رو سے کفر ہوگا اور یہی بعض مالکیوں کے نزدیک ازج ہے۔ نیز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کو قتل نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے نزول قرآن سے پہلے تہمت لگائی تھی۔ اس سے قرآن کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ اس لئے کہ یہ حکم نزول آیت کے بعد نازل ہوا ہے۔ اسے پہلے کے واقعہ پر لاگو نہیں کیا جاسکتا۔

ششم: صحیح حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ کو کالی نہ دو۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ اور جس نے انہیں ایذا

دی اُس نے مجھے ایذا دی۔ یہ بات سب صحابہ کے لئے ہے۔ لیکن ان کے درجات ہیں اور ان کے متفاوت درجات کی وجہ سے حکم میں بھی تفاوت ہو جائے گا۔ اور جرم جس سے تعلق رکھتا ہوگا اُس کے مقام کے مطابق بڑھ جائیگا۔ پس حضرت ابو بکر کو گالی دینے پر صرف کڑوں پر اکتفا نہیں کیا جائیگا۔ جیسا کہ دوسرے کے بارے میں کڑوں پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ کڑے تو صرف حق صحبت کے ہٹ ہیں۔ جب صحبت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی مل جائیں جو دین اور مسلمانوں کی نفرت کی وجہ سے احترام کا تقاضا کریں۔ اور آپ کے ہاتھ پر جو فتوحات ہوئی ہیں۔ آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت وغیرہ ملی ہے۔ ان میں سے ہر بات آپ کے متعلق جرات کرنے والے کے بارے میں مزید حق عقوبت کا تقاضا کرتی ہے۔ پس عقوبت میں امانہ ہو جائے گا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ آپ نے احکام دیئے ہیں۔ اور انہیں اسباب سے منسلک کیا ہے۔ پس ہم اسباب کا اتباع کرتے ہیں۔ اور ہر سبب پر اس کا حکم مرتب کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضرت صدیق کو حق سبقت اسلام اور تصدیق حاصل تھا۔ اور آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھڑے ہوئے اور آپ سے کامل محبت کی اور حضور علیہ السلام کی ذات اور آپ کے اصحاب پر حد درجہ خرچ کیا اور دین کی مدد کی اور دیگر ایسے خصائل حمیدہ آپ میں تھے جن کا ذکر اس کتاب اور دوسری کتابوں میں آیا ہے۔ حضور علیہ السلام

کے بعد آپ کو اور خصوصیات اور فضائل حاصل ہوئے جیسے آپ کی خلافت آپ نے جس طرح حق خلافت ادا کیا۔ ممکن نہیں کہ امت کا کوئی شخص آپ کے بعد ایسا کر سکے۔ یہ ایک قطعی اور معلوم بات ہے۔ اس کا انکار کوئی معاند، مکار، جاہل اور غبی ہی کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی اور ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ کوئی آپ سے بازی نہ لے جاسکا۔ اس لحاظ سے آپ کے حق اور حرمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور آپ پر حرّات کرنے والا زیادہ سزا کا مستحق ہو جاتا ہے پس یہ بات بعید نہیں کہ اس بلند مقام اور فضیلت کے حامل انسان پر طعن کرنے والا دین میں طعن کرنے والا بن جاتا ہے۔ اور قتل کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے سبب ۷۵ ہزار لوگوں کو قتل کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ہرنبی کی دیت ہے، کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کی وجہ سے ۷۰ ہزار کو قتل کیا تھا۔ اور تیری بیٹی کے بیٹے حسین کے بدلے میں میں ضرور ستر، ستر ہزار آدمیوں کو قتل کروں گا۔

۱۔ اس حدیث کو ابو یوسف الشافعی نے العیالانیات میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا جو ابن حبان کہتے ہیں اسکی کوئی اصل نہیں اور اسکا تعاقب کیا گیا ہے۔ کیونکہ حاکم نے اسے چھ آدمیوں سے، ابونعیم سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور ذہبی نے اپنی تلمیخ میں اسکی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بہت سے روافض کو ذلیل کر کے حضرت صدیق کے حق و حرمت کا اظہار کرے گا۔ اللہ ان پر لعنت کرے جن کو اس نے اس رافضی کے قتل کی وجہ سے ذلیل کیا ہے۔ اور ان کے ناک بلند ہی رہتے ہیں۔ خواہ وہ ان سے پہلو تہی کرے اور امام ابو یوسف جو حضرت ابو حنیفہ کے ساتھی ہیں، نے کہا ہے کہ تعزیر قتل کو جائز قرار دیتی ہے۔ اور اس رافضی کا اس بلند مقام پر حرأت کرنا جو حضرت صدیق اور خلفائے راشدین کا مقام ہے۔ یہ ان اعلیٰ اسباب میں سے ہے جو تعزیر کے مقتضی ہیں۔ جس کی رو سے امام ابو یوسف کے نزدیک قتل تک نوبت پہنچتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس رافضی کا قتل درست اور صحیح ہے۔ اور اس پر مالکی حاکم کے مذہب کی بنا پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کا مذہب بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ کے مذہب کی رو سے بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور نہ شافعیہ کے مذہب کی ایک وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی حنابلہ کے مذہب کی رو سے ایسا ہو سکتا ہے۔ پس اس واقعہ اور علماء کے کلام پر غور کرو جسے میں نے درج کیا ہے۔ کیونکہ اس میں اہم احکام ہیں۔ اور بہت سے فوائد ہیں۔ تو ان کو واضح طور پر شک و طعن سے سالم اور تعصب و عیب سے منزہ کسی کتاب میں اکٹھے کم ہی پائے گاہیں نے اپنی کتاب ”الاعلام فی قواطع الاسلام“ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ جن سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ جس کی طرف میں نے نیکی کے کلام کے دوران اشارہ کیا ہے۔ جسے وہ ہمارے مذہب کے قواعد کے خلاف اپنی پسند کے مطابق کسی اور حکم کی بناء پر استخراج کرتا ہے

پس مذکورہ کتاب سے یہ بیان دیکھ لیجئے اے کیوں کہ اس باب میں اس نے اس جیسا نہیں لکھا بلکہ میں اپنے کسی اماں کے بارے میں بھی کامیاب نہیں ہوا کہ اس نے صرف مکفرات کے بارے میں کوئی کتاب تالیف کی ہو اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے مطابق اسکے تمام مسائل کے بارے میں مکمل حکم بیان کیا ہو جس سے انشراح صدر ہوتا ہو۔ میں نے یہ سب کچھ اس عدیم النظیر مؤلف سے لیا ہے۔ جو حسد اور کینہ کی بیماری سے سخت ہے اور وہ عناد پر ہمیشہ قائم نہ رہنے والے کے نزدیک ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور اپنے جو دو کرم اور فضل و خیر کو ہمیشہ میرے شامل حال رکھے۔ وہ رؤوف کریم، سخی اور رحمن و رحیم ہے۔

اے مؤلف نے الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ بعض متاخرین نے حضرت ابوبکر کے وجود اور خلافت کے منکر کے متعلق تکفیر پر جزم کیا ہے خواہ منکر کے نزدیک یہ متواتر نہ بھی ہو۔ اور آپ کے غیر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس سے کسی ایسے اصل دین کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ جس کی تصدیق واجب ہو اور اس کتاب میں کسی دوسری جگہ کتاب الانوار کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ حضرت صدیق کی خلافت کا منکر متبدع ہے کافر نہیں۔ اور جو صحابہ یا سیدہ عائشہ کو گالی دینے کو جائز قرار دیے بغیر گالی دے وہ فاسق ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے اور حسنین کو گالی دینے والے کے کفر میں بھی دو وجہ سے اختلاف ہے۔

